



تہذیب

اُن نوجوانوں کے نام :

جو آج کے ماڈرن سائنس اور سوشل سائنس کے علم میں کچھ بھی نئی شے آئی کا دامن تھامے ہوئے ہیں۔

اُن مہاتماؤں کے نام :

جو قرآن کا علم بند رکھنے کے لیے قربانیاں دیتے چلے آ رہے ہیں۔

اُن ماؤں اور بہنوں کے نام :

جو قرآن کی تعلیمات کو آسان بنا کر نئی نسلیں کی طرف منتقل کرنے والے ہیں۔

اُن سائنس دانوں و محققین کے نام :

جنہوں نے گہروں کی فضاؤں کو فخرِ قرآنی کی گڑبگ سے ڈال دیا ہے۔



گر تو می خواہی مسلمان زیتین
نیست ممکن خبر به مشرآن زیتین

سیارہ ڈائجسٹ کے عظیم الشان نمبرز

قرآن نمبر	ایمان افروز محفل پر راز عمل آفرین پیش کش
رسول نمبر	سیرت پاک پر ایک جامع دستاویز سونپنا کے ساتھ
انبیاء کرام نمبر	پیغمبرانِ خدا کی حیاتِ طیبہ چادوں کے طبع پر رنگ ہے
اولیائے کرام نمبر	اللہ کے برگزیدہ بندوں کی ایمان افروز دستاویز
جہاد نمبر	اسلام کی حفاظت کے لیے محرم جہاد کے فرائض
فہم دین نمبر	مسلمانانِ عالم کی تعلیم و تربیت ملازمہ کی ضرورت
قرآن و وظائف نمبر	ہدایت کی راہ پر چلنے والے انہی کے وظائف
میراث رسول نمبر	میراثِ رسول کی ۶۳ سادہ زندگی کے ذرائع
عاشق نمبر	میراثِ رسول کی ۶۳ سادہ زندگی کے ذرائع



۳۱	کھٹے والوں کی تعداد
۲۵	جملہ مضامین کی تعداد
۳۲	مقالات
۸	دستاویز و فہرچ
۲	انٹرویوز
۱	ذکر کے
۴۳	تعداد
۲۰	خطاطی کے نمونے
۳۲	چرکے

نومبر 2001ء

مچھوکر 16- لی ساکر روڈ سے شائع کیا

[illegible]

قرآنی نمبر

علمی مقالات و مضامین

تحقیق - تدوین - انتخاب و حشری مباحثات
تفسیر ارض احمدی کی تیاری
مستند قرآنی مقامات اور قرآنی رسم اللہ کے نون کے فو
پہلے

ادارہ معارف اسلامیہ

مدیر اعلیٰ

پروفیسر نور شید احمد

نقداء و مشاورین

نیر ہار کوشی ○ مولانا احمد علی ○ سرمد شہید زری
مذہب احمدیہ ○ شہاد ○ شہاد احمد ○ نور علی ○ شہیدین
درج احباب

کا وسیع تر نظام ادارت

واقعاتی داستانیں انٹرویوز مذاکرے

اللہ علیہ السلام (مستند) فیہ راجعہ تاریخی داستانیں آثار و واقعاتی نوادین
پرکھوں کے لیے عبارت، مرقعہ و مکیات
کتابت، ڈیزائننگ، ترتیب

پہلے

نیر احمدی شہان شہید

نیر احمدی

مذہب احمدیہ ادارہ مطالعہ و تحقیق - لاہور

نقداء و مشاورین

نیر احمدی ○ علی احمدی ○ محمد احمدی ○ نیر احمدی ○ نیر احمدی
نیر احمدی ○ علی احمدی ○ علی احمدی ○ علی احمدی ○ علی احمدی
نیر احمدی ○ علی احمدی ○ علی احمدی ○ علی احمدی ○ علی احمدی

مالکان و ادارہ ستیارد و گنجش

جملہ مدیران و سرکاران

اُن تمام حضرات کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں

جنہوں نے

قرآن نمبر کی ترتیب میں قلمی تعاون کیا، انٹرویوز دیے، تحریری مذاکروں میں حصہ لینے کے لیے وقت نکال دیا، جنت افزا سیٹا استجواب کے یا سفید سجائیے اور مشوروں سے نوازا

علاء اللہ علیہم

ہم

ڈاکٹر الیکس مٹو ————— محمد عالم مختار حق

دور

ڈاکٹر عابد احمد علی ایم اے علیک

ڈاکٹر عبدالحیث العثمان ، لاہور

کے بے حد مشورین احسان ہیں

منیر

ہمارے لیے مجلس تعلیمات پاکستان کے ارکان کا تعاون بھی بے حد قیمتی تھا جنہوں نے مجلس کا ایک خصوصی اجلاس قرآن نمبر کے سلسلے میں قرآنی تفسیر کے مجموعہ پر مشتمل کیا خدا ان سب حضرات کو قدر و اجر دین نصیب کرے !

تقریب کاروان

سرورق ، آفتاب ٹیفر

ملکن مسکن کے ذیلی سرورق ، اسلام آباد

محکمات اور مسکنات کی ادارگی ، سلیم اختر ، بیاض طارق ، بشیر احمد

نظارہ اہل قرآن کی فنی ٹیمیں

للخطاط و ہجو

خوش نویس

نفس رقم محمد رفیق محمد رشید غازی ارشد علیہ

محمد سلیم کیوانی عسکرت علی ارشد حسین عوام نیازی

مقام احمد محمد رفیق محمد یوسف

فوز قرآن

معارف لاہور دن ستر ڈیڑا

آفتاب کوہ آب پڑ ، فلک شیر

تاج طاہر ، صالح محمد یوسف

قرآن نمبر ہداؤل

فیہم اور فائدہ

23	بابت نفاذ	نیم سہ ماہی
33	نیم سہ ماہی	نیم سہ ماہی

تعارفی مضامین

55	دست لکھی	ادب
61	ترویج مکتب	ادب
71	پیشکش پرائمری کورس	ادب
87	غائبانہ ذوق	ادب
115	ادب	ادب
119	ادب	ادب
125	ادب	ادب
132	ادب	ادب

قرآن کی خصوصیات

212	مکتبہ ہدایت	ادب
224	قرآن کی تعلیمی خصوصیات	نیم سہ ماہی

انٹرویوز

مرزا محمد امجد علی صاحب
سیرت اہل سنت میں حضرت

انصافی مقابلہ

الہ بیکز (پہلا نمبر)
مکتبہ (دوسرا نمبر)

مذکرہ

قرآن سے پیرائے
مکتبہ ہدایت

مکتبہ ہدایت

مکتبہ ہدایت

تاریخی داستانیں

مکتبہ ہدایت

مکتبہ ہدایت

مکتبہ ہدایت

مکتبہ ہدایت

قرآن نمبر ہداؤل

232 قرآن کی ساری تعلیمات

238 قرآن کی تعلیمی تعلیمات

256 قرآن کی تعلیمی تعلیمات

قرآن اور صحابہ کرام

260 قرآن اور صحابہ کرام

265 قرآن اور صحابہ کرام

271 قرآن اور صحابہ کرام

تذکرہ قرآن

274 قرآن اور صحابہ کرام

277 قرآن اور صحابہ کرام

284 قرآن اور صحابہ کرام

قرآن کی تعلیمات

290 قرآن کی تعلیمی تعلیمات

298 قرآن کی تعلیمی تعلیمات

304 قرآن کی تعلیمی تعلیمات

316 قرآن کی تعلیمی تعلیمات

320 قرآن کی تعلیمی تعلیمات

326 قرآن کی تعلیمی تعلیمات

340 قرآن کی تعلیمی تعلیمات

340 قرآن کی تعلیمی تعلیمات

340 قرآن کی تعلیمی تعلیمات

340 قرآن کی تعلیمی تعلیمات

340 قرآن کی تعلیمی تعلیمات

340 قرآن کی تعلیمی تعلیمات

340 قرآن کی تعلیمی تعلیمات

340 قرآن کی تعلیمی تعلیمات

340 قرآن کی تعلیمی تعلیمات

340 قرآن کی تعلیمی تعلیمات

پیغامات

مفتی محمد عظیم الدین رحمۃ اللہ علیہ (میرپور)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مجھے آپ کا گواہی نامہ عرض میں آپ نے قرآن کریم کے نزول کو چودہ صدیاں گزرنے پر
بہتار نسبتیاد و تجسّس کا خاص نمبر شائع کرنے کے سلسلے میں مجھے یہ پیغام ملا ہے۔ میں
اس سلسلے میں چند سلسلہ پیش کر رہا ہوں اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو اپنے
مقام میں کامیابی سے سرفراز فرمائے اور آپ کا اسلام اور اہل اسلام کی بہتری کی توفیق عطا فرمے۔
دنیا سے اسلام کی اطراف و جانب کے علماء و مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ نزول قرآن کے اس
واقعے کی یاد گار بننے کا بہت کم کرین چاہیں۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو قیامت تک دوبارہ نہ
ہوگا۔ یہ واقعہ خاتم النبیین اور الخصال حضرت محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم کے نزول کا
واقعہ ہے۔ قرآن انسانوں کے لیے ہدایت اور فرقان و ہدی کے وسیع دائرہ کا مجموعہ ہے اور اس میں
آئینہ گاہیوں سے روشنی کی طرف لے کر دیتا ہے۔ قرآن حکم اللہ تعالیٰ کے ساتھ پیغامات کی تصدیق و تکرار
کے لیے آیا ہے۔

قرآن مجید کی تعلیمات کا خلاصہ و مفصل میں بیان کیا جائے تو وہ لفظ معنی و اور شریعت
ہیں۔ جہاں تک معنی کے تعلق ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کرپور کا کلمہ کہ کس پر ایمان لایا
جائے جس کے ساتھ اللہ کی عبادت کے قابل نہیں اور اللہ کے رسولوں پر ایمان لایا جائے جو انہوں
کے واسطے و ہادی تھے۔ اس میں انفرادی زندگی پر ایمان بھی شامل ہے۔

اور جہاں تک شریعت کے تعلق ہے۔ اس سے مراد وہ نظام ہے جس کے مطابق ایک
مسلمان کو زندگی بسر کرنی چاہیے کیونکہ اس میں ہماری حیات انسانی کی فروع و سعادت پوشیدہ ہے۔

مشائخ ہدیکہ

سیارہ ڈائجسٹ

کی ایک اور عظیم ایمان افروز پیشکش

شرف زندگی کے دوران وقوع پذیر ہونے والے سیکڑوں عجزت پرستیں

معجزاتِ معجز

ان معجزات کے ذریعے

لا تعاد انسانوں کے لیے راہ ہدایت روشن ہوئی اور
دنیا سے انسانیت پر چھائی ہوئی کمزور جہالت کی تاریکیاں برقی چلی گئیں۔

ایک لفظ معنی و شریعت اور علم و عرفان کی خوشنوبرت بانفرا سے معطر

500 صفحات پر مشتمل نادر و عمدہ کمپیوٹر پرچہ اور یہ ذریعہ قرآن

جسٹس اور دوسرے مسلمانوں کو اس عقیدہ و شریعت کی طرف دعوت دیتا ہے۔ وہ ایک اعمال کی طرف اللہ کا واسطہ ہے۔

صالح اور صالحان (۱) تہذیب

قرآن کریم دو کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جبریل علیہ السلام کے ذریعے سے نازل فرمائی تاکہ لوگوں کی توحید کی ہدایت کی طرف راہ دکھائے اور انہیں بندوں کی عبادت سے بڑا کر دے اور اللہ کی عبادت کی طرف متوجہ کیا جائے اور بندوں کے ظلم سے بچا کر اللہ کے محل کی طرف ایجا جائے اور مجبورہ و دوسری جگہ کہ جس سے ہمیں چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے اور ہر طرف سے زمین کو ہمارے لیے تنگ کر دیا ہے۔ اللہ کی شریعت کے سامہ آ کر اپنی غیبت دہندہ نہیں ہے۔

اس دور میں ہر قسم کے مرض کا علاج قرآن مجید کے آئینہ میں پوشیدہ ہے۔ اس حالت میں ہمیں چاہیے کہ ہم اس طرح کتاب اللہ کی معرفت حاصل کریں جیسے کہ اس کا حق ہے۔

قرآن دو کتاب بن گیا ہے جو مخلوقات کے حق میں نازل فیصلہ العین اور اہل نبوت پر عالمی اور دنیا سے شہادت کا مندر ہے اور مومنوں کے لئے نجات کا کتاب ہے۔

قرآن قرل شائع تفسیر و تاریخ، زبان قاطع اور ترجمان صالح ہے۔ قرآن منہ اللہ اسلام ہے۔ قریشی حقیقی ہے اور اہل انسانیت ہے۔ قرآن کتاب شریعت ہے نہ کہ پست ہے کہ کتاب مجتہدیت ہے۔ کتاب دعو اور رہا ہے اور کتاب ذکر و فکر ہے۔

جیسے ہم نے قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل کرنا چھوڑ دیا اور اُسے اپنے پس پشت ڈال دیا تو شکست و مغلوبی ہمارا منتظر رہی گی۔ پیغمبر متیل میں اللہ کی اسی کتاب پر عمل کر کے وقت و زندگی حاصل کر سکتے ہیں اللہ ہمیں اس کتاب کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے اور اس سے ہدایت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ غائبانہ دہشتوں والا۔ قبل کرنے والا ہے۔

انوکراست اوری رباط (مراکش)

مجھے آپ کے خط سے یہ معلوم کر کے بے حد خوش ہوئی کہ آپ نے ذیل قرآن کی چودہ مسئلہ تقریباً

ہمنا خستہ روڈ انجسٹ کا منظم عثمان عثمان نے فرمایا ہے۔

حضرت سیدنا امام علی رضی اللہ عنہ نے قرآن کا نزول و حکیم الشان ثقافتی نقاب تعجب کی نظر چشمہ علم نے آج تک ہمیں کبھی غصے غمیر و میل نے قرآن کریم اس لیے نازل فرمایا کہ وہ انہیں اسلام کے لیے روشنی کا کام دے اور دنیا کی تاریکیوں میں ان کی رہنمائی کرنے نیز ان کی زندگیوں کے تمام امور و معاملات میں ہدایت و رہنمائی کا فزینہ سرانجام دے۔

ہمارے اسلام قرآن مجید کی قدرت ہی پر کھتا نہیں کہتے تھے بلکہ اپنی زندگی کے صلف سلفوں پس کی تعلیم ہی کہتے تھے۔ ان کی عبادت ان کے معاملات اور ان کے تصرفات قرآنی تعلیمات پر اپنی کھنکھان رہتے تھے۔ وہ اس کتاب کو چھوڑ کر زندگی بسر کرنے کا تصور ہی نہیں کر سکتے تھے یہی ان کی عزت اور غور کا سبب تھا۔ لیکن انکس آج کے مسلمان قرآن سے بیکار ہو چکے ہیں اور اسی وجہ سے اس کی تعلیمات کی ہدایت سے محروم ہیں۔ آج اگرچہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی ہے وہ سیلاب کے نس و غاشاک کی مانند ہیں جو مختلف اطراف سے دیگر اقوام ان کے خلاف برسرِ پیکار ہیں جن میں میریت و کرمیہ کی کینہ اور کستہ کے حبس میں شوق ہیں۔ اب اگر مسلمان اپنی ذات کی عزت و شکست کو فراموش کر دے اور شورش مالی، انشاد و وصیت اور کردہ کی کورٹ میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں قرآن کی طرف لوٹنا چاہیے۔

عبداللہ العقیل (اکوٹ)

قرآن کریم جو شہید اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب ہے جو اس نے اپنے آخری رسول اور ماسے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی کہ وہ وہ انسانی زندگی کے کستہ کا کام دے۔ انسانیت اس کی روشنی میں اپنی منزلتیں کسے اور اس کے احکام کے تحت قانون سازی کا کام ہو۔

قرآن مجید میں کے نزول کو چودہ صدیاں گزر چکی ہیں اللہ تعالیٰ نے اس لیے نہیں نازل فرمایا تھا کہ ہم غرور و براہد عمل کے بغیر ہی اس کی آیات کی تلاوت کرتے رہیں۔

کی۔ آپ قرآن نمبر شائع کر کے بہت نیکی کا کام کر رہے ہیں۔ پروردگار آپ کو دینی نیکی کی توفیق دے۔

آپ نے فرمایا ہے کہ میں اپنی زندگی کا کوئی واقعہ قرآن مجید کے مستحق ہو تو فوراً کہوں۔ مجھے اب تک وہ سب نہیں بخیر۔ میرے گھر کے ساتھ ایک چھوٹی سی مسجد تھی میری عمر اس وقت دس گیارہ سال کی تھی۔ میں مسجد میں بیٹھا تھا اور کوئی اکسرنگ شہرہ بفر کی شروح کی آیات پڑھ رہا تھا۔ ان آیات کو سن کر میرے قلب پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوتی تھی جس کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ میرا ہی چاہتا تھا کہ سنتا ہی جاؤں۔ میں گانا سننے کا اس وقت بھی بہت شوقین تھا۔ گویا میری عمر تھوڑی تھی لیکن جو کچھ میں سن رہا تھا اس سے کسی گانے کا کوئی مقابلہ نہ تھا۔ مجھے کبھی شہرت کی ضرورت نہ رہی تھی کوئی چک اندھا کا کام نہ میرا اس سے ہی نہ تھا کہ یہ اندھا کا کام ہے۔

فلا واحدی و دہوی

ابتداءً اسلام میں قرآن وحدیث کی خدمت کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ بیشتر ائمہ فقہ اور مشور ائمہ حدیث ہی نے نہیں بلکہ شاعری سے بڑے بڑے ائمہ انہماک دہیلے اور علم و عرفان کے دہیاہاتے کئی سو سال پہلے حال رہا۔ پھر ساری تو قریب فقہ یعنی قرآن و فرائض وغیرہ قرآن وحدیث کی طوط کر لی گئی۔ خود قرآن وحدیث مہر پر گئے شہداء جلال تھے، لیکن کے زمانے میں یہ حال تھا کہ شہداء مسلمانوں اور عیسائیوں کے منظر کے کرایا کرتا تھا۔ عیسائی پادری قرآن مجید کا حوالہ دیتے تھے تو مسلمان غلامانہ سمجھتے تھے۔ اس وقت مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی نے اسے محسوس کیا اور بعد ایش پر زور دیا۔ پھر مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی نے غامدی میں اور ان کے دو شیوخ مولانا شاہ رفیع الدین اور مولانا شاہ عبدالقادر نے اردو میں قرآنی حمید کے لفظی اور با محاورہ ترجمے شائع فرمائے۔ اور ان کے بھی ترجموں پر ترجمے شائع ہوئے۔

سید خواجہ حسن نظامی جب عالم فہم فقیر قرآن یا تشریح القرآن سیارہ کر رہے تھے تو روزانہ ان کا سہوہہ میرے پاس آجاتا تھا اور میں بعد از آنکہ مغرب آئے چند عربی صابان کو دکھاتا تھا ایک شام میں نظامی جرنی تھی کہ مولانا محمد تقی جہاں اور مولانا عبداللہ دہلوی پڑھ گئے۔ دو دنوں بہت

قرآن مجید اس لیے بھی نہیں کاس کے ذمے سے محنت کی دیواروں کو مزین کیا جاتے اور نہ ہی اس لیے سہہ کو مردوں پر اس کی کاوت کی جاتے۔ بلکہ اس کے نزول کا مقصد ان تمام باتوں سے کہیں زیادہ عظیم ہے اور وہ یہ ہے کہ جیسا انسانوں کے لیے کتاب ہدایت کا کام دے، لوگ اس سے روشنی و ہدایت اور دنیا کی مائل کریں اور اللہ کی زمین میں اللہ کا نظام قائم کریں۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آپ سیدہ فاطمہؓ کا قرآن نمبر شائع کر رہے ہیں میری دلی دعا ہے کہ نہ صرف یہ نمبر بلکہ اسے کامیاب رہے جبکہ یہ اپنے وسیع حلقہ فائز کے سینوں میں ایمان کی روشنی کو تیز و قائم کرنے کا وسیلہ ثابت ہو اور اسے مغرب کرنے والوں اس میں کھنڈ والوں اور اس کے مطالعہ کنندگان کو خداوند کریمؐ دنیا و آخرت میں فلاح و سعادت نصیب فرمائے۔

مولانا خضر احمد عثمانی

آپ نے قرآن نمبر شائع کرنے کا اہادہ کیا ہے۔ اس سے بے حد خوشی ہوئی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو کامیاب و کامران فرمائے۔

جشن بی بیہ کیا کوس

قرآن پاک کی تعلیم کو وسیلہ دینے کا تقرب ہے کہ آج عامہ سے پاس نہ دنیا ہے، نہ آخرت۔ اگر اللہ کی کتاب کے بتائے ہوئے ایک اصول پر بھی ہم کاربند ہو جاتے تو آج ہمارے ہر عہدہ پر اہل حق و سچ قرآن پاک کو پڑھتے کہیں اور پڑھتے ہیں تو مل کر کہتے ہیں بہت ضرورت ہے کہ اسے پربار پڑھنے اور اس میں چلنے کے



بارہویہ طبع ہے، مکرر دست تقدیر اور نفوس، ایمانے
کے خیالات اور کمالیت کے جس کا امتزاج،
طلبہ کے لیے جیسے شفتت، بالادستوں کے سامنے بیکر ملتے۔

— ماہ لکھائی

ایں تحریر و تقریر پر یکساں قدرت حاصل ہے، گرفتاری
کی تیزی اور روانی کا ساتھ لہان دے جاتی ہے، نظم نہیں
دے سکتا، مومیں، دانے دانے اس بکرا معلوم کر سیر تکم
کاتب کی ضرورت، جیسر ہوتی ہے۔
بہار سے ہاں استناد اسلام کا اور ذاتی تصور بایا جانے
اس کا تار سے دیکھیں تو دور و مدید کے لاجور ہیں —
چند ہی مصلحتیں ہیں گے جو ہمارے فی تصور پر اور سے اترتے
ہوں، گئی کے اُن اساتذہ میں جو لاہور کا سربراہ تھے، انھیں
ایک مرقم اہل الدین سلک بھی ہیں۔
وہیں مطالعے پر مبنی کمالیت اپنے مضامین و دیگر
دوسرے کئی مضامین پر خاصا دور و شفتت، بارہویہ، کولہ
منتقد اور نفوس، ایمان کے جلال اور دوامیت کے جمال
کا انشروبو، طلبہ کے لیے جیسر شفتت، بالادستوں کے
سامنے بیکر ملتے، رفاہ میں جماری، انگار میں نری و

مولانا سالک کے نام اور کام سے کوئی واقف نہیں،
وہ حال ہی میں اسلام آباد لاہور سے واپس پہل کے دستے
سے رہنا رہتے ہیں، انہوں نے اپنی زندگی کے بیشتر
ہائیس سال دوران نسل کو تسلیم دیتے ہیں، گزرا سے ان کی
کے شاکر ہوں، پتہ شہید لکھی میں نام پیدا کیا ہے، شہید شہر
شہید محمد احمد سرور، محمد انور، سرور احمد، ابراہیم اور جیش
میتوب علی خاں جیسے مشہور اور عہد لکھی، محمد انور اور
شوروش کا شہری جیسے معنی صافی ان میں شامل ہیں، اُن کے
یاس کا ناموں سے بھی اکثر لوگ واقف ہیں، انہوں نے
تحریک خلافت، کانگرس، کشمیر کشی اور مسلم لیگ میں
شامل ہو کر اپنے ہم وطنوں کے لیے نمایاں خدمات سر انجام
دی ہیں، ان کا مطالعہ نہایت وسیع اور حافظہ بہت قوی
ہے، جو کتاب ایک دفع نظر سے گزرا ہے اس کے مطالعے
ذہن میں چڑھ جاتا ہے، ان اور ضرورت کے وقت مستقر ہوتے

وہ خاصوشی، سہ کام کرتے دیکھا اور آخر میں مرقم لکھی جو خیر غلام اللہ بن رہے، اسے جنگی اور گزرا
جائے آ، چنانچہ اس پر رو کر تاقیت ختم نہیں ہو گئی۔
قرآن سے غفلت بہت کہ اور اس پر تہذیب کرسلموں نے اپنا یہ چڑا بنایا ہے۔
قابل ملاحظہ ہیں کہ بارہویہ، انار شہیدہ و انکست جو قرآن نیرنگاں رہے ہیں، مجھے جہاں تک
علم ہے خدا ایک دانہ سے اور قرآن نیرنگاں تھا۔

جس چودھری محمد فضل حمید

مجھے یہ معلوم کہ انسانی سرت جہر ہے کہ ستیارہ و انکست کو قرآن نیرنگو
تینا بصیرت افزا اور فائدہ پائے مضامین شہر کو جیسر شفتت ہونے والے ہے۔
اس پر تاشب دوسرے عالم اسلام شمالی پاکستان میں گزراں سال سے دو چار پنے خفا
اسلامی تاریخ میں ایسی کئی عادت کی مثال نہیں ملتی — ایک طرف انھیں امرین جاکل کی تاشب
سے جہر لینے اور انھیں ہائے مقامات تہذیب اور خطی مضامین کے لیے غزور و عظیم اور جامعیت
بنانا ہوا ہے۔ اور دوسری طرف سوشلزم مختلف سرتوں میں کبھی اسلام کے زور پ میں اور
کبھی مزدوروں کے ساتھ جمہوری اور غیر خرابی کے عیس میں ہماری اقتصادی اور فکری فیاضی
پر عمل آوے ہے، ان سائنسوں سے پاکستان کے اندر اور دیگر اسلامی ملک میں ایک شہید فکری
اور ذہنی انتشار پیدا ہو چکا ہے۔ ایسے سنگین اور پرفتن حالات میں ستیارہ و انکست کا
قرآن نیرنگاں کا بلاشبہ وقت کی اہم ترین ضرورت اور ملک و ملت اور اسلام کی فطرت ان
خدمت ہے۔ حقیقت بھی نہایت واضح ہے کہ پاکستان کے دو حصوں کو ایک بڑا بڑیل سے
نیز اور دوری پر واقع ہیں، جہر نے والا اور دہشت قرآن پاک ہی کا شہر ہے، اور خدا کی اس کتاب
مختص شفتت زبانیں ہونے والوں کو جمع کر دینا ہے، انہیں ہے کہ ہائے غم ترین فکریں کے
بنیاد یہ مضامین اس ذہنی انتشار اور سیاسی بحران کو دفع کرنے میں کامیاب ہوں گے، آپ
اس قسم کی سماجی کوسلہ دار انداز میں جاری رکھیں۔

وہاں اسی — اہل مشنات کے ساتھ ملک معائب نے اپنی زندگی کا مستقل دور گزارنا اور طبیعت سے بہت جلد مکر گزرا۔ لیکن وجہ ہے کہ ان کے ساتھ اور ہر مرتبہ اس قدر سختی نہیں آسلا ہے کہ کوئی کے پیش معائب اور انہیں کے — وہ مراد ان ملک میں سب ان کے ساتھ ہر مرتبہ ہے۔ وہ

میں حیران رہ گیا۔ عرض کیا،

• مولانا اگر آپ چھوٹے آدمی ہیں تو بھر ڈاؤنی کس کو کھتے ہیں، ہر خانہ پر سے دلچسپی کا سطر تو آپ کو دلچسپی نہ آئی لیکن ہمیں تو آپ کی باتوں سے دلچسپی ہے اور ہمیں یہ بھی یقین ہے کہ سادہ ڈاکٹس کے تاقین بھی آپ کے مشاوات میں ضرور دلچسپی لیں گے۔

مولانا نے میری ایک دستخط اور اپنی بات پر قائم رہے۔ باتوں باتوں میں قرآن مجید کا موضوع چھڑا کر مولانا کی طبیعت رواں چو گئی۔ میں چھری کا عصا قرآنی علوم و دعوات کے دفتر مکمل گئے۔ میں آخر ہچا کر لاپی برکے ٹوٹ کر انمولانا فرماؤں گے۔

• چکر کا جو نہیں :-
 "مولا! میں علم کا یہ خستہ و فرور ضرور کروں گا۔ آپ مجھے منع نہ کریں :-"

میری اس بات پر سوا کاغذ مڑھ گئے۔ فرمایا :
 "اپنا سوا لٹا کر مجھے دے جاؤ، میں تیاری کے بعد
 دفتر ویر کے لئے حاضر ہوں۔"

میں سوال سہارے کر چلا آیا۔ کئی پتے گزرنے کے طور
 پر وہاں کی طرف سے بلاوا ڈالیا۔ آخر ایک روز میں اور میرے
 خاندان ہی پرچوں کی خدمت میں حاضر ہوئے معلوم ہو سکتا
 ہوا کہ اسے کہیں تک بگڑ گیا ہے۔ بہر حال ہونا کا انتہائی
 جس طرح حاصل کیا کہ وہ ایک طویل اور صبر و استقامت
 ہے جس سے شاید تاجدارین کو کوئی نہیں دھوکہ۔ بل اتنا

جان لینا کافی ہے کہ مولانا جیسے شاہین کو زیرِ دام لانے میں
کئی چھتے صرف ہوئے اور بعض اوقات تو ہاتھ دھو بیٹھا
نیکم بھی استعمال کی گئی۔

مولا سے انٹرویو کے لیے ۲۷ جولائی کو ان مقررہ رہا۔ اس روز انوار رضا، امی اور دو غیر فعالہ بھائی صاحبزادے بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے اپنے بصورت ڈرائنگ روم میں بٹھایا۔ صوفے پر بیٹھے ہی نے سوال کیا:

”مولا! آج کل بعض لوگ کہتے ہیں کہ چوہ کو توڑنا عجیب
و شرمناک کوئی فائدہ نہیں، انہیں ترجیح سے چرانا
ہیچے۔ اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟“
مولا نے کہا:

آپ نے بیٹھے ہی سوالات شروع کر دیے۔
 وہاں سے لپک کر آرام سے باتیں کریں گے:

بڑی صاحبِ دل

مجلسه اول

روا: پھر سے ان کے دل میں یہ عجیب و غریب بات پھلتی

... ..

یہاں کے اہل سرائی دہرایا لوگوں کو اپنے

جو کہ جس کے ہیں کر تو ان مجید تاقو پر جسے لاکوئی
 اور غفلت پر ہیں۔ سب سے پہلے سرینہ کریپ
 اور نیرا محمد سے سرینہ کی ہیں اس ان عالی کے
 بزرگ کو طوطی طرح نہیں لانا چاہیے بکراس
 مطلب میں ان کے ذہن نشین کرنا چاہیے اور کھڑا
 لڑکی صاحب کو اپنی غفلت کو احساس پر اندھنی
 بات کی تردید اور کہا کہ یہیں میں بزرگ کا کھانا
 میں خود دانا نہ کرنا غور کرتی ہیں اس میں اور

[illegible]

انہیں قرآن مجید کی قدرت سکھادی جائے تو ہر آدمی اسسانی
 کے صوف کی طرح ادا ہوگی یہ قدرت حاصل کر سکیں گے۔
 اگر خدا تعالیٰ وہ ادا کرے کہ ان کی قسمت میں یہ سعادت ہو تو
 وہ تو ہرگز نہ ہو کر کسی چیز کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ جو نہ
 تک ناخوار ہو جائیں نہ تھوڑا سا ہو تو ممکن ہے وہ ان میں قرآن
 خوانی اور ترجمانی کا شوق ہی دوسرے داس سے بصری
 راستے میں قرآنی حکیم کہیں ہیں بالکل نہ چڑھانے سے صرف
 ناخوار چڑھا تاہر حال ناخوار نہ رہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد صاحبِ رسالہ نے نیز قرآن
فہمی کا دعویٰ کرتے ہیں کہ احادیث کے نیز قرآن ہی ممکن ہے
پرگزشتہ نہیں۔ مولانا نے فرمایا: حدیثِ رسول
کے نیز قرآن کی جگہ پرگزشتہ نہیں سمجھا جاسکتا۔ سب سے زیادہ
قرآن اسی لوگوں کے سمجھا جاتا ہے جن سے خود صاحبِ قرآن
نے قرآن کی تفسیر بھی سیرتِ امیرِ مومنینؓ کے نزدیک اول
میں جہاں قرآن کی جگہ پرٹھایا جائے وہاں حدیثِ رسول
بھی ضرور پڑھائی جائے۔ مفسرِ حق اعلیٰ حضرت علیہ السلام کی احادیث
اور سیرت طیبہ کے نیز قرآن کی جگہاں ممکن ہے۔ بالذات صاحبِ
رسالہ کے نیز قرآن ہی کا دعویٰ کرنے والے جگہاں نہیں۔
تو میرے نزدیک ان کی زنجیروں میں اس قسم داخل ہی
نہیں ہوا۔

”مولا! آپ سچ دو زمانے کی کن کن کتاب سیر سے
وہ متاثر ہوئے ہیں؟“

ہیں اسے بھی عرض کیے کہ میں تفسیر احمدی کا انبار
میں ہوں بخاری و مسلم کا مطالعہ قرآن مجید میں محدثین
کے ساتھ تاہم مجرود زبانی کے تفسیر میں مولانا کا
ادواریہ مطالعہ مودودی کی تفسیر بہت اچھی
مولانا عبدالحق صاحب دہلوی کی تفسیر بھی بہت

کے ذہن غریب ہے۔ ترجموں میں مجھے مرزا محمد حسین اور مولانا علی قاسمی کے ترجمے پسند ہیں۔
 "یہ فرما دیجئے کہ آپ کو قرآن مجید سے دلچسپی کیونکر پیدا ہوئی؟"

مولانا کے نہایت پر سکون لہجے میں جواب دیا:
 "جب میں اسلامیہ کالج میں پڑھتا تھا تو وہاں مولانا قرآن مجید جسے احیاء میں پڑھایا تھا۔ قرآن مجید اس وقت کے ہونے کو میں وہاں لنگہ کالی میں داخل ہو گیا۔ وہاں قرآن مجید کا کوئی ہیرو نہ تھا۔ میں شعر و شاعری اور کرکٹ کا ذوق رکھتا تھا۔ اس زمانے میں مجھے بھی شاعری کی لبت پڑ گئی۔ وہاں پروفیسر کے ایک پیرچر میں مولانا فارسی پڑھاتے تھے ایک روز انمولوں نے مجھے پکارا اور شعر و شاعری میں میری جتنی جرات دلچسپی پرورش کی۔ پڑھا۔
 "تم غالب اور ظفر کی بن سکتے ہو؟"
 "موتے ڈھٹے مرض کیا،
 جی نہیں۔"

"تو میرے بارے میں کچھ معلوم نہ حاصل؟ مسلمانوں کے لیے ابتدائی اور متوسطی خانہ و شاعرانہ کی ہیں۔ ترجمان میں تحقیق کرو۔ اور ان مولانا قرآن مجید پڑھتے ہوئے نہیں؟
 عرض کیا: پڑھتا ہوں۔
 پوچھا: ترجمے سے یا مولانا؟
 عرض کیا: مولانا۔"

بولے: ترجمے سے پڑھا کر ایک ہی ترجمہ تفسیر حقانی دیکھا کرو۔ اس سے تمہیں شریعت صمدی کی اور کھانا کھانے کی میں انتقاد مطلق ہو گا۔ تم میں سادگی ہے کوئی اور دیکھ نہیں اسکی غریب پیدا ہوئی گی؟
 اس کے بعد مسکات صاحب نے ایک سرواہ مجری اور رہائشیہ وار پر لکھ کر لایا کہ بولے گا:

"شریح صمدی کا لفظ میں نے زندگی میں سب سے پہلے اپنے پروفیسر کے ایک پیرچر سے سنا تھا۔ بولے کیا تم خدا کا جہود آنا؟ مسلمان ظہر کو ایسی تعلیم دیتے تھے اور آج یہ ناز ہے کہ مسلمان کچھ لکھنا سیکھنا نہیں سیکھتے ہیں؟
 کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ لایا کرتے ہیں؟
 پھر ایک اور وقت کے بعد فرمایا:

"ابن علی تعلیم کو ہر گز نہیں دے سکتا کہ ہم رکھنے کے لیے قریش اور قریش اور کثیر ذوق ہیں۔ ہمیں ہر گز خدا کی بات نہیں لکھنا سیکھنا ہوتا ہے کہ تیسرا گواہ میں نہ سیکھنا سیکھنا ہم اسے آستند کو آجاتا ہے لیکن وہ گنہگار زمین بھی نہیں دیکھ گا ہر پاسے تجرید طلبا وین سے بے گناہ ہر پاسے ہیں آج کل تعلیم میں خدا کی ہستی اور اس کے دین کے بارے میں ملوک و شہادت اور طرح کی تشریفات سے شغف بیکار سے موجودیت مضمنا کسی وجہ سے ہے۔ بلکہ وہ ان کے لکھنا آستند اپنے ظہار کو غیب میں لایا رہتا دیتے ہیں۔ اور اس قلب باہشت کے لیے وہ ایمان کو تحلیل کر دیتے والے ذہن

"فلک کے کچے کچے طیف نور استعمال کرتے ہیں۔ میرے عزیز ایک مشاہیر شخصیت میں قرآن الہامی ہر نہایت ضروری ہے۔ آستند کے حق کو وقت اس جھگڑا ہوا مبادی اور کاروبار بنایا ہے۔ آستند کے ذمے ہمیشہ وہاں کی آبیاری کا فریضہ ہے۔ ان کی زندگی میں قرآن الہامی اثر ہر گز فو نہ تھا۔ ان سے تفسیب ہوتی ہے۔ اسی طرح والدین اور اور مسعود میں قرآن الہامی اثر ہوتے ہوئے ہوتے ہیں۔ آپ تفسیر کریں کہ میں ان قرآن کو ہدایت سے نکال دیتا ہوں قرآن مجید پڑھ کر نہیں آتے تھے۔
 اتنے میں جانتے آگئی۔ حمایت لایا اور ترجمہ لکھتے پھر جاتے گا اور پھر اساتذہ ہی ساتھ ہی جرات بھی چھینے رہے لیکن ناس دوران میں مولانا کی گفت و گفت

سے نوٹ ذکر کرنا۔ خاص خاص منشور ہائیں منشور ہوتے ہیں۔
 "حضرت خواجہ نظام الدین اویسی (رحمہ اللہ) کہتے تھے کہ قرآن و حفاظ پڑھتے جانتے ہیں۔ اس سے اگرچہ بعض اوقات تلمیذ دور میں مترتب ہوتے ہیں لیکن وہ حمایت ویرا ہوتے ہیں۔
 "تجربہ فیضی سب سے پہلے مولانا کی غریبائی نے (امام الدین محمود کے عہد میں) تھائی کسی تفسیر بھی۔ وہ چند اور ہر پاسے پچھتے تھے اور لوگوں کو منت قرآنی تسلیم دیتے تھے؟
 "دوسری تفسیر بہ طور علم سے جاری ہے۔ مطلق کے دور انقطاع کی یادگار ہے۔ ہر شاہد کے لفظ میں مولوی نظام الدین اویسی نے اسے مترتب کیا اور اسی زمانے میں یہ خدمتوں میں پڑھایا جانے لگا۔
 "حضرت امام غزالی فرماتے ہیں کہ اسلام کا سب سے سنت اور اہم کام ہے۔"

"ہندوستان میں سب سے زیادہ قرآن مجید کی خدمت جتنی سطح کے موقوف ہیں۔ کہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کا جامعت خانہ ہر وقت نہایت قرآن کی آوازوں سے گونجتا رہتا تھا۔ ان کے اہل خانہ میں قرآن خوانی ہوتی تھی اور اس پر لوگوں کو ہدایت حال آتا تھا۔
 "حضرت بابا فرید الدین گنج شکر نے حضرت خواجہ نظام الدین اویسی کو حفاظت عطا کرتے وقت قرآن مجید کا ایک نسخہ عطا فرمایا اور کہا بادشاہوں کو تاجپوشی کے وقت تکرار پڑھ کر لینی چاہی ہے۔ میں تین سلطان الہند بنائے ہوئے اور ترک لکھا ہے قرآن پاک دیتا ہوں۔"

پاسے کے بعد پھر باقاعدہ گفت و گولہ شروع ہوا۔ مولانا پہلے کی نسبت زیادہ جانتے چرچہ نظر کر رہے تھے۔ میں نے پہلو ہوتے ہوئے ان سے سوال کیا: "کیا آپ کے اجتہاد نے ان کی نسبت آپ کو لوگوں میں قرآن خوان کا شرف بھی دیا ہے؟
 "جی ہاں۔ مولانا بولے۔
 "ہمارے زمانے میں بیابان صحیر سے مسلمان گھروں

لے یہ عجیب تفسیر فیضی کی ذہانت ہی کا گماں نہیں، بلکہ اس سے مراد بیابان کی وسعت کا اظہار ہوتا ہے۔ (رحمہ اللہ)

سے حکومت تمام پاک کی آوازیں یا کراہتیں۔ مجھے یاد ہے کہ کبیر سے پہلے میں مسجدوں میں تراویح کے لیے جگہ نہ ملتی تھی۔ جبکہ اوقات تمام تھیں۔ تیسرے مسلمانوں میں بگاڑ نہ تھے جو تراویح کے وقت سے دور کی وجہ سے ان میں پڑا ہو گئے ہیں۔ مجھ سے کہیں میں عزتیں کھو گئیں میں آغا گوشت سے وقت بھی قرآن خوانی کی کراہت تھی۔

آپ نے ابھی فرمایا تھا کہ علماء اور صوفیاء قرآن پاک کی غلطی کیا کرتے تھے۔ کیا آپ اس مسئلے میں مکمل سے کچھ بتائیں گے؟

مولانا نے میری طرف غور سے دیکھا اور پھر ایک تاریخ دان کے انداز میں بولے:

بابا ابراہیم شکر کے خاندان سے ایک بزرگ شیخ جنید صاحب ہوتے ہیں آپ کا زمانہ سلاطین لومہ کا تھا ہے۔ آپ جنید عالم اور صاحبِ دل بزرگ تھے۔ حافظ قرآن بھی تھے۔ آپ نے تحصیلِ علم سے فراغت حاصل کے بعد کراچی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ وہاں سے اسلام، علومِ اسلامیہ اور خاص طور پر قرآن پاک کی تعلیمات کی اشاعت شروع کی۔ آپ نے ساری عمر درس و تدریس کا مشغلہ جاری رکھا۔ کبھی کسی امیر یا صاحبِ ثروت کے آستانے پر نہیں گئے غلطی سے روزی پید کر گئے تھے۔ آدھ لوگوں میں اس قدر تکرار میل تھا کہ جنبل لوگ آپ کی کراہت پر کمر لگاتے تھے۔

چنانچہ صاحبِ اخبار اخبار فرماتے ہیں کہ آپ عین وہی ہیں پھر ان قرآن مجید میں احباب کھو گیا کرتے تھے۔ اس سے یہ مسئلہ نہیں بڑھا چاہیے کہ آپ درس و تدریس کا مشغلہ ترک کر کے کراہت کیا کرتے تھے بلکہ درس و تدریس کے بد فرصت کے وقت آپ یہ طریقہ سر انجام دیتے تھے۔

اسی طرح سلطان المذاک حضرت غلام نظام الدین صاحبِ رحمہ اللہ کے مرتبہ امتحان میں شیخ فرادین مولانا ایک

خاص مقام اور درجہ کے مالک تھے۔ آپ مرز کے رہنے والے تھے تحصیلِ علم کے لیے وہی آئے اور عین کے ہو رہے۔ آپ عمر بھر درس و تدریس میں مشغول رہے۔ اعلیٰ علم کے لیے کتابت کا پیشہ اختیار کیا۔ جب تک انگلیاں کام کرتی رہیں اور انھوں نے ساتھ آپ نے کتابت ہی سے ہٹا دی گئی۔ قرآن پاک کی کتابتِ دل و ذوق و شوق سے کرتے تھے۔ قرآن پاک کے حافظ تھے اس لیے آپ کو کتابت میں سہولت اور آسانی تھی۔

اس کے بعد کثرتِ بعد ایک بزرگ مولانا جمال الدین مالک پڑھتی ہوئے جو بہت مست مغشور و مدث تھے۔ درس و تدریس زندگی کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ ذریعہ معاش مصعبت پاک کی کتابت تھی۔ آپ وہی سے گزر رہے تھے قرآن پاک کی کتابت کر چکے تھے قرآنی اسالیح پر دیتے۔

اس کے علاوہ ہمیں بزرگ ایسے بھی گورے ہیں جو خوش نویس نہ تھے مگر ذرا آخرت کی خاطر قرآن پاک کے نسخوں کی تصحیح کیا کرتے تھے۔ چنانچہ مولانا آزاد بگڑا اور صاحبِ بیکار نہ ملے چلے جڑ بھر میرے ایک فاضل مولانا میر محمد جان کے حالات میں بیان فرماتے ہیں کہ جب وہ ہجرت کر کے مدینہ میں آباد ہو گئے تو ان کو دل بیکار نہ رہا یہی تھا کہ ان بزرگانِ بیکار کے نسخوں کی تصحیح میں مشغول رہتے تھے۔

مولانا بڑی روانی سے بول رہے تھے۔ خطاطین قرآن کے ذکر سے کہ بعد وہ اسے تو میں نے عرض کیا: مولانا! ان کے اہتوں صوفیہ کی قرآنی خدمت اور شفق کے بارے میں کچھ ارشاد فرما دیجئے۔

مولانا نے صوفیہ سے نیک لگاؤ اور پُر سکون ہونے میں کہا:

حضرت سید محمد حسینی گیسو دراز سلسلہ چشتیہ

کے زبردست تلامذہ تھے۔ آپ حضرت خواجہ فیض الدین چراغ دہلی کے تلمیذ تھے۔ دکن میں تبلیغِ اسلام کا بیشتر کام آپ ہی کے اہتوں سر انجام پایا۔ آپ سے ایک مرتبہ کسی نے سوال کیا کہ آپ کا مسلک کیا ہے؟ اور آپ کی فروع کا سبب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

”فتح کاؤن بیشواذ کا وہب قرآن و سماں چور“۔ آپ کا اصول تھا کہ ان میں دو مرتبہ درس دیتے تھے۔ صبحِ پاشت اور نیا ظہر کے بعد۔ آپ نے قرآن پاک کی دو تفسیریں عین کے مطالعے سے آپ کی عظیم نشانِ طبع کا اندازہ ہوتا ہے۔ حسان البند مولانا غلام علی آزاد بگڑا ان دونوں تفسیر کے بعد مدح فرماتے ہیں۔

”اس کے بعد حضرت مولانا عبدالقدوس گنگوہی ہیں جو سلسلہ چشتیہ حارب کے تلامذہ تھے۔ آپ جنید عالم اور صوفی مہمان تھے۔ مولانا باقی آپ کی روحانیت اور علمی قابلیت کا بے حد معترف تھا۔ آپ کے صاحبِ زادہ مولانا زکریا الدین سے حضرت مولانا کے بابہ سے استفسار کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

”پڑا چکر چکر اس ازاد لیلہ بود نہ حکومت قرآن را و عید و واشتہد و اسالیح شریعہ ملنا کو کرند“۔

اس متوالے سے حضرت گنگوہی کے ذوقِ قرآن خوانی کا پتا چلتا ہے۔ شاہجہان کے زمانے میں ایک بزرگ شیخ ابو الحسین تھے۔ امن و سکون کا دور دورہ تھا۔ رعایا خوش حال تھی۔ گھر گھر علم و ادب کے چہرے تھے۔ بادشاہِ قدردان اور امیر شریف تھے۔ ان کی معارفِ فرائی اور ادب کی حمد

کے افشاں ایران عراق تک پھیلے ہوئے تھے جسے شہساز اہل کمالِ قدردان کے خیال سے کچھ چلتے آتے تھے۔ ان کو دوسرے شاہجہان آباد رشک عالم بنا ہوا تھا۔ ہر سہوا ایک دارالعلوم اور ہر محلہ ایک دارالعلوم تھا۔ شیخ ابو الحسین شاہجہان آباد پڑھنے ایک مسجد کے مدرسے میں تدریس کیا۔ کچھ عرصے تک کئی کی حالت میں چلے رہے۔ مگر قرآن ہونے کے علاوہ ہفت قرأت کے بھی ماہر تھے۔ کوئٹہ میں سوزو کا تھا خوش الحان آتے تھے کہ جب قرآن کریم کی تلاوت کرتے کرتے تو حلقِ دل سے ملکِ دل انسان کا دل بھی موم بن جاتا۔ جب آپ کی شہرت شہر میں ہونے لگی تو ایک امیر نے موقع پا کر بادشاہ کی خدمت میں آپ کا ذکر کیا۔ بادشاہ نے اسی وقت فرما دیا کہ آپ کو دارالعلوم لکھ کر لایا۔

”رضوان کا مہینہ تھا۔ بادشاہ اور امیر دوسرے سے تھے۔ وہ بارگاہِ فضاہ کات اور روحانیت سے لبریز تھے۔ شاہجہان نے خواجہ شہاب الدین کو شیخ رضوان الہارک کے متعلق کراہت تلاوت فرمائی۔ شیخ نے شاعرانہ لہجہ میں فرمایا: شاعرانہ لہجہ میں فرمایا: آیاتِ کرامت ہیں۔ بادشاہ پر دقت طاری ہو گئی۔ جب شیخ نے آیاتِ شریفہ کو بادشاہ نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے آپ کو کہا۔ آپ نے دوسری قرأت میں ان کی تلاوت کی۔ بادشاہ چپکے سے زیادہ مشتعل ہوا۔ فریاد کرنے لگا کہ آیات کو ہفت قرأت میں سنا یا۔ بادشاہ ان کے کمالِ نفس سے بہت سڑھ ہوا۔ انہیں شخصِ انحراف کا خطاب دیا وہ بگرام کے قریب مدعو معاش کے طور پر جا کر بیٹھ گیا۔ سالک صاحب اس طرف بول رہے تھے جیسے ان کے سامنے بے شمار کتابیں کھلی ہوئی رکھی ہوں مگر ان کا کتاب تو دیکھ کر ان کے سامنے کوئی ایسا کاغذ بھی نہ تھا جس

ہر اشدات کھے ہوتے۔ ستر برس کے بزرگ کو آنا قوی
عالم میرے بڑے پیران کن بات تھی۔ اتنے میں سب
صاحب کے کوئی سامان آگئے۔ گھڑی پر نظر پڑی معلوم
ہوا چار گھنٹے گزر چکے ہیں۔ بے پایاں کو شام کو میرے کچھ
باتیں ہوں گی۔

دوسرے روز ہر کو حاضر ہوا تو سالک صاحب
میرے منتظر تھے۔ پہلے چائے کا دھڑ چلا اس کے بعد
باتیں شروع ہوئیں۔ میں نے پوچھا:
"مولانا آج کی بکریہ و قرائت کے مقابلے ہوتے
ہیں ان کی افادت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟
سالک صاحب نے اپنے سر سے ٹوپی اتار کر میرے
وکی اور سر کوٹھا پتے ہوئے کہا:

"مجرب کے مقابلے میرے نزدیک محض تکنیکی لغوی
ظاہر ہوتے ہیں۔ اس سے لوگوں کی توجہ قرآن کی کثرت کی
طرف نہیں بلکہ آواز کی طرف مرکوز رہتی ہے حضرت
زیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ ہے کہ ان کا بچہ قرآن مجید
سناتا تھا تو زمین پر لوٹتا تھا۔ حضرت زبیرؓ نے اسے بلایا
اور کہا خبردار! حضرت پیرؓ اور حضرت عوفؓ سے نیچا
قرآن نہیں پڑھو۔ یہ زمین پر لوٹنا بدکردار

اس کے بعد سالک صاحب کچھ لوگوں کے لیے
لڑکے اور چہرے لے لے:
"بات یہ ہے ہر چیز کی کثرت ہی اس کی اصل
ہوتی ہے۔ توجہ دے کر وہ چیز پڑھو جو باقی ہے۔
قرآن تکنیکی لغوی کے لیے نہیں ایک معنی نظام کی کتاب
ہے۔ اسے بزرگوں کی نظر میں نہ آتا ہے اس کی کثرت
سے متغنی نہیں ہو سکتے:
میں نے عرض کیا:

"مولانا! اس دور میں جڑوں سے روڑا دھریں
سے گندے گائے اندر رہے ہیں۔ اگر کچھ لوگوں خصوصاً
فوجیوں کی توجہ قرائت و تجرید کی طرف منتقل
ہو جائے تو کیا یہ بہتر صورت نہ ہوگی؟ قرآن کے ساتھ فکری
جو بھی تو کم ہے کہ وہ فکری ایک اچھے پیغام اور ایک پائیزہ
کلام کو پاس بنے گی۔ اس سے دوشاد و قلب و لغز و
پیدا نہ ہوگا جو جہنمی اور بیانی اور فاضلی غلغلی سے تہمت ہے؟
مولانا نے بڑی توجہ سے میرا سوال سنا۔

اور فرمایا:
"قرآن مجید میری سچی کی جگہ لینے اور گندے تھوڑے
پیلے تازیانے نہیں ہوا تھا۔ اس کے الہامی الفاظ ہر اور اسات
انسانی قلوب پر دھک دیتے ہیں۔ انہیں لغات کے
سماروں کی ضرورت نہیں۔ وہ کوئی فکری غلغلی تھی جن سے
حضرت عمرؓ کا اپنی طرف توجہ کیا تھا؟

"اچھا مولانا! یہ بتانے کہ کئی تعلیمی پالیسی کے پیش نظر
قرآن حکیم کی تعلیم کے ان اصطلاحات ہونے چاہئیں؟

اس سوال کے پیچھے وہ منتظر تھے۔ بولے:
"اس مسئلے میں میری توجہ یہ ہے کہ کوئی سکول لائبر
اور یا نیم سکول میں قرآن مجید ترجمے کے ساتھ پڑھایا جائے
تا کہ وہ تعلیم اللہ تعالیٰ کے پیغام کو سمجھ سکیں۔ اس کے
ساتھ قرآن پڑھانے اور کلاسیکی ادب اور لٹریچر کو چھوڑ دینا
ہے کہ یہ کون سے بیز مطلب سمجھتے ہیں کہ غلطی پر جاتی
ہے۔ دوسرے قرآن کریم عربی کے قدیم کلام کے مطابق
بول بول تھا۔ بعض ایسے الفاظ ہیں جن کے معانی جدید
عربی میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ ہر زبان کو کلاسیکی ادب اس
ماحول کا حصہ ہوتا ہے جس کا ماحول یہاں وہ قوم اور اس قوم
کا معاشرہ ان ایام میں متحول تھا۔ اسے بول بھلا کر پھاڑے
کلاسیکی ادب و حقیقت ایک قوم کا کلچر ہوتا ہے۔

قرآن طے کی طرح نہایت کافی نہیں کیوں اس وقت
جہ کی توجہ قرآن کی تعلیمات پر ہوگی اور نہ دنیا و اس کے
مطالب کہ سمجھنے کی کوشش کریں گے نیز قرآن کریم کا ترجمہ
پڑھانے والے اساتذہ ایسے ہونے چاہئیں جن کی زندگی
اللہ جہش و حرکت قرآنی ارشادات کے مطابق ہو۔ دوسرے
تعلیم کی آستہ کو خود بخود میں کر لوں گے اساتذہ انہیں
اگر ایسا نہ ہوگا تو پھر اس تعلیم کا مقصد لغت ہونا ہے۔
"مولانا! ہندوستان کے غیر مسلموں نے بھی قرآن سے
کوئی اثر قبول کیا یا نہیں؟

مولانا چند لمحوں کے لیے سوچ میں پڑ گئے۔ ان کی
ذہن میں انہیں عالم تصور میں کچھ حاشا کرنے لگیں۔
سوچیں گے کہ انہوں نے سمجھتے ہوئے انہوں نے کتنا
شروع کیا:

"جب مسلمان ہندوستان میں آئے تو ان میں
ایسے بزرگ بھی تھے جن کی زندگی سرور و شہادت ہی کے ساتھ
آہر و حق۔ ان کے مملکت سنت کے میں مطابق تھے
اس لیے ابتدا میں صرف ملت صابین کی زندگی
بھی باعث توجہ بن گیا کرتی تھی۔ نہ مالے کے ساتھ ساتھ
اس میں اصطلاح طوائف ہونا کیا اور معاملہ دوسرے دہائیوں
کی حد تک دو گیا۔ بعد ازاں ان میں بین مسلمان برادریوں
نے کوشش کی کہ یہاں کچھ کچھ لڑائی ہو ان میں مسلمان
نیک العادین پڑشادہ والی لڑکیوں کے کوشش کی اور کوشش
پڑشادوں کو لڑائی نہ ہونے اور حکومت میں فیمل ہونے کی
دعوت دی۔ اس کے بعد سکندر لڑو بھی نے ایسا کیا۔ آخر
میں ایک حکم سے بھی کام لیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض لوگ
ایسے بھی پیدا ہوئے جو دوسرے دہائیوں میں حشر لیتے اور
مسلمانوں کے علوم و فنون پڑھایا کرتے تھے۔ سکندر لڑو
کے زمانے میں پشت و پنجول دوسرے قرآن و دیگر تے

تھے کچھ میں بعض لوگوں نے دوسرے دہائیوں میں حشر لیا
اور مسلمانوں کی کن میں پڑیں شروع شروع میں انہوں
نے اپنا ہم ہندو رہنے یا اگر جب اسلام ان میں ملت
کر گیا تو انہوں نے غلطی سے نام بھی تبدیل کر کے اور وسط کوشش
اسلام ہو گئے۔ جن لوگوں نے نام تبدیل نہ کئے۔ ان میں
پہلے جو بڑے تھے وہ نام ہم سرور تھے۔ انہوں نے قرآن،
تفسیر اور حدیث کے علوم حاصل کیا۔ حج کے لیے جاتے اور
انہی جو موقوفات سے حدیث کی تکمیل کی۔ اسی طرح اور بھی
بہت سے وفات میں ہیں، بڑے کی ذوق گردانی سے کہا جاسکتا
ہے:

مغرب کا وقت قریب تھا۔ زمانے کے بعد مولانا کو
کہیں تشریف لے جانا تھا۔ اس لیے میں نے آخری سوال کیا:
"آپ اپنے بزرگوں کی قرآنی خدمات اور قرآن سے
رہلے کے بارے میں کچھ باتیں:

"اپنے بزرگوں کی قرآنی خدمات؟ مولانا نے فرمایا:
میں فقہا اپنے والد عالمی بول اللہ ان کو جانتا ہوں۔ وہ اصل
ان پڑھ تھے لیکن جب وہ اسلام کے بارے میں گفتگو
کرتے اور قرآن کے کلمات بیان کرتے تو کئی کئی بار
وہ ان پڑھ ہیں۔ لیکن میں نے اللہ تعالیٰ نے انہیں صدق
مقال اور ذہنی صلاح کی توفیق بخشی تھی۔ مجاہدین سے احتیاج
برتتے تھے۔ سبک و فدا کیا:

"جب سے میں نے جوش سمجھا ہے۔ وہ دعاؤں
کے سوا میں سب غائبی مسجد میں امامت پر بھی
ہوں۔ ایک بدیہی سخت بیمار تھا اور دوسری دفعہ طبی مشورہ
بدرست تھی کہ میں مسجد میں جا سکوں۔

مولانا نے مسئلہ کاامی کار دیکھتے ہوئے کہا:
جن دنوں وہ اپنی غلغلی گزارتے تھے۔ ایک دفعہ
ایک ماگ اور اس کا آتش۔ ان کی غلغلی میں سوار ہو کر دیا

ہم کہ باقی ہوتی رہیں۔ پھر حزب اس ضمن میں برآمد
کا موضوع چھڑا۔ اور سوال اٹھا کہ آخر حرام کی کثرت
کیوں ہے؟ تو اس اتفاق مجلس کے ایک رکن نے
اس کی وضاحت دہلی کی کہ اگر کسی معاشرے یا تہذیب
میں اوسط درجے کے کثرت التعداد افراد کسی نقطہ کا کام
خیال آئے اور اس خیال کے ساتھ عمل پر نہ آنے کے
درمیان زیادہ وقفہ رکھتے ہوں تو اس میں ہر اہم کم
توقع پر یہ غور ہے، لیکن اگر کسی جگہ جسے خیال کے
انحصار پر فوری طور پر اسے ہرگز عمل پانے کی محنت
عام ہو جائے تو حرام پر مدد جاتے ہیں، اس پر اس سے
سوال کیا گیا کہ خیال اور عمل کے درمیان یہ فاصلہ کیسے
بڑھا جائے؟ اس کا جواب انہوں نے اس کا وضاحت سے دیا
وہاں جو ایک نقطہ ایک نقطہ میں تمام تربیت، یعنی اگر
اولاً گھروں میں اور اس کے بعد اسکولوں میں نئی نئی دیکھ
موتیوں کیسے سے تربیت دی جائے کہ وہ جسے خیال کو
عام کرنے میں مدد سے کام نہ لیں، جیسا کہ
انسان کی کمزوری قرآن میں بیان کی گئی ہے کہ وہ ان
الافسان عجلو، تو حرام کو گھٹایا جاسکتا ہے۔ اسی
جائیہ پر اسلام میں چاہا گیا ہے کہ نیک کے کام میں ہلکی
کرو، لیکن جسے کام میں تاخیر و تاہل سے کام نہ لیں
غضب کی کیفیت میں حسی کردار کو پہنچنے کے لیے عفت
پیدا کر کے ان کے قلب کی گنج کو دکھانا صلیح الخلیل ایک
نقصی بات اجمال کے باوجود بڑی خوبصورتی سے بیان
ہو رہی تھی، اور اس میں میری دلچسپی بول بڑھ گئی
کہ یہ ایک نفسیاتی بحث تھی اور جناب نے قطعاً اس
کو قرآن پر مبنی کیا تھا۔

یہ جناب نے محکم سید کریم صاحب جعفری،
پرنسپل ایم۔ اے۔ او۔ کالج تھے۔ اور یکایک مجھے

ایک مٹی بھرا کر لایا اور عرض کر کے دوسری تصویر
خیرت انجام دے رہے ہیں۔ انہوں نے میں سال بھر
کے ہند سے کام شروع کیا تھا اور اب وہ گناہگار
ہو گیا ہے۔

سید کریم صاحب جعفری حضرت کے عالم اور فاضل
کا شوق صاحبہ رکھتے ہیں، خوش قسمتی سے ان کی ذہنی
ساخت اسلامی تعلیمات کی بنیادوں پر استوار ہے
لہذا وہ اپنے معاملہ کو مجھ سے کسی سوئی پر رکھتے
اور اس مرکزی شخص کے گرد مرتب کرتے ہیں۔

بہر حال مجھے اور علمی گپ شپ کی کسی مجلس
دو دنوں میں بیٹھے بیٹھے نے فیصلہ کر لیا کہ انہوں
کے لیے غیبت کے موضوع پر انٹرویو لینے کے لیے
مجھے اس مقرر معقول اور مہربان دوست کو کہنا کہ
کرنا چاہتا ہوں کہ کاغذی دام چھینکے اور ایک دو
دستوں کو کندہ بنایا مگر معاملہ کچھ ششماں ہی رہا
میں دو ماہ کی چھٹیاں بھی حاصل ہو گئیں، اور خود مجھے
بھی طرح طرح کی مصروفیات نے گھیر لیا۔

کہنا تھا کہ کیا ہوا کہ پرسوں پھر ایک خوش قسمت
کے بزنس آفس میں چھاپا بزنس سے زیادہ دوستی کا
کاروبار چلتا ہے، جعفری صاحب سے ملاقات ہو گئی
شاید یہ قرآن نہیں کی راست ہو۔

اس مرتبہ پھر گفتگو کا سرفراہ تھا، آج اپنے طلب
کی ڈگریاں جعفری صاحب نے احسن تقویم اور
اسفل انفلینس کے موضوعات پر مقرر تھی گفتگو کی
جس کا خلاصہ تھا کہ احسن تقویم پر پیدا کرنے کے
معنی یہ ہیں کہ شہور و افتخار اور فلاح و سعادت کے لیے تمام

ضروری صلاحیتیں Potentialities
کو دولت کر دی گئی ہیں۔ اس کے معنی یہ نہیں کہ وہ

کمال کی مولا بھی پہلے سے فائز ہو گیا ہو۔ صلیح الخلیل کو
ٹھیک ٹھیک استعمال کر کے تو کمال کو حاصل کر کے،
وہ در اسفل انفلینس میں جائے گا، یہاں اس کو اسفل
الاف ماسی کا جو روحی بل چاہیے، پھر موصوف کے ایک
اور کثرت الطیف بیان کیا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے
وَمَا يَكُنْ لَّكَ لَكَ لَكَ لَكَ لَكَ لَكَ لَكَ لَكَ لَكَ لَكَ لَكَ لَكَ لَكَ L
چلنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان پر اس کی فطری اور
فطیاتی استعداد کی حد تک بوجھ ڈالا ہے، لیکن
موجودہ معاشرہ یا تمدن جس نے اس بوجھ کو ہلکا کر دیا
ہے اور اخلاقی کنکشن کو سخت تر بنا دیا ہے، اس کی فطری
ساخت مشکل سے خداوند کے خلاف ہے۔

اب با شفاں ابتداء عام من کیا۔ یعنی قول ہوتی
اور سطر یا کہ جعفری صاحب مزید وہ اسباب کے ساتھ
میرے ساتھ چائے پر جمع ہو گئے، سوکھ شام ہم لاہور
کے ایک گوشہ نشین میں مجوزہ کا رخصانہ دیکھنے آئے
ہوئے اور نشست تین سائے میں گھنٹے ٹھیک مابین
یہ انٹرویو دو دو گھنٹے سے زائد لگا انٹرویو ہے ٹھیک
تو یہ کہ حملہ اس کے کہ انٹرویو لینے اور لکھنے کے بدلے
اٹا اسے انٹرویو لینے والی شخصیت کو کھینچ لینے کا
موقع مل جائے، دوسرے یہ کہ یہ انٹرویو معقول اور
انٹرویو کے حامل اور معمول کی گفتگو کے محدود ہیں
بلکہ یہ "یا میری قسم کا انٹرویو ہے، یعنی اس میں چار
دوست شریک رہے، اور میری کو پیش یہ ہے کہ اس
اجتماعی انٹرویو کا کسی کسی نے کسی حد تک مطابق
اصل ہو سکے۔

ہماری گفتگو کا پس منظر وہ بنیادی متفقہ مباحثات
تعبیر جو ذہنی انسانی کی ساخت اور نفسیاتی قوتوں اور
ان کے طریق تعامل کے متعلق قرآن اور اس کی تشریح

سرگشت سے ہی خدا کا ان دھرم کو سرفرا

ایڈیٹر: جعفری صاحب! برصغیر میں مجھے ذاتی طور پر یہ باتیں کی غواہی ہے کہ جو شخص سے آپ کو دلچسپی کیونکر ہوئی؟

پرنسپل جعفری صاحب: نفسیات سے میری دلچسپی اصل میں غور و ارشاد سے میری دلچسپی کا نتیجہ ہے۔

پروفیسر منور: دوسرے فنون میں کیا جاسکتا ہے کہ آپ کی محبت و انسانیت اس کے لیے شکرگاہ بنی ہے۔

پرنسپل جعفری صاحب: جی ہاں! جو شخص انسانیت اور تعلقات میں دلچسپی لیتا ہے، اور ہر حربہ وہ انسان کو بھول دیکھتا ہے تو اس کے اسباب کو جاننا اور اسے رفع کرنا چاہتا ہے تو وہ ان غور و مطالعہ نفس کی طرف راغب ہوجاتا ہے میں اپنے ذاتیات کو میری منہدم Humanism یا انسانیت بشری کے تحت جمع کرتا ہوں۔

ایڈیٹر: اگر یہ صاحب! آپ خود جانتے ہیں کہ یہ میری عمر کی رائج الوقت اصطلاح خود مختار نہایت ہی پیچیدہ اور پیچیدہ اور جدید ادبی نظام کے ملنے میں اس عنوان سے ایک غلط فہمی پھیل پھیل چکا ہے جس فنی خطوط پر یہی بات کرنے کے بجائے غلط فہمی یہ کہوں گا کہ جدید تہذیب خدا انسان اور معاشرے کے تصور پر غور سے تو اپنے آپ کو خارج کر لیا اس کی خاطر میں دوسروں کے لیے کچھ روحانی و اخلاقی رجحانات سے تیز ہونے چاہتا ہوں کہ وہ ان کو اپنے آپ سے

میں محبت ہونے والی ہیں۔ یعنی ذہنی انسانیت ایک غیر اختیار سے تخلیق عمل جاری رہتا ہے، وہ مختار ہوتا ہے کہ وہ اپنی فطری ساخت کے تحت غریب اور شریک بچلے اور بڑے کی تفریق کر لے، وہ خدا و مخلوق اور مہاجرات کی باج کر لے، پھر ان میں کسی ایک کا انتخاب کر لے، یہی عمل انتخاب اس کے تمام بشریت کا انتہائی مروج ہے اور اس کی وجہ سے وہ اس اخلاقی ذمہ داری پر غور ہوتا ہے جس کی بنا پر وہ عینہ اکثر جوئے سے مشروط ہے۔ اگر وہ انتخاب غلط کرے تو اسے اعمال میں برائی نمودار ہوتی ہے، انتخاب میں کچھ تو نتیجہ غیر مطلق ہوتا ہے۔ اس کے لیے میں غور و فکر کے لیے ہیں، اگر وہ درجہ انسانیت میں وقت انتخاب نہ کر سکے تو وہ حالت تذبذب میں رہتا ہے اور اس کی قوت فیصلہ کمزور ہوتی جاتی ہے۔ اور اگر وہ متفقہ رجحانات کو بروقت پسند کر کے ان میں کچھ کو توڑی تعداد رکھتا ہے تو یہی جس سے نفسیات اور اخلاقی زندگی چوتھ ہوجاتی ہے۔ اسے غلط رجحانات کا مقابلہ کر کے بہتر انتخاب کرنے کے لیے ایک طرف ممبر کی طرف ہوتی ہے، دوسری طرف عزم کی۔ ان اخلاقی رجحانات کو مستحکم بنانے کے لیے خدا کی بالا تر ماکہ نہ قوت کا شعور، آخرت کی ہرماہی کا احساس، نبی پاک کی زندگی کو نور نہایت کا اعتقاد اور ایک متعین جانیت، ایک ضابطہ و قانون اور ایک حکمت و بصیرت کا سرور و سامان کیا گیا تھا۔ لیکن ہم نے اجمالی نوٹ دھوکے کھائے ہیں! کو شش کروں گا کہ قرآن مجید کے تفسیر کے لیے اس چار باری میں جس غائبانہ خصوصیت کا لطف پیدا کر سکو۔

اچھا تو یہی ہے اب انٹرویو شروع ہوتا ہے اب

گورو آیات الہی کا مطالعہ ہے۔

پرنسپل جعفری صاحب: میرا ذہن انظر اس کے برعکس ہے کہ جب ہم انسان کو سمجھنے کی کوشش کریں تو اس راہ پر چلتے چلتے ہم اسے خود انسان کی ہستی سے آگے تک بھی جاسکتے ہیں۔ انسان کا مطالعہ کرنے کے لیے سائنس کے لیے انسان سے آگے بھی راستہ نکلتا ہے۔ انسان تو حقائق الہی کا ایک بڑا گیت ہے اس گیت کی رکاوٹیں ہٹا کر اور بعد چھوڑ کر کہ اگر ہم اندر داخل ہوجائیں تو پھر حقائق کا وسیع دائرہ سامنے آجائے گا۔ یہ سبہ نزدیک انسان کا مطالعہ اور خصوصاً نفسیات انسانی کا مطالعہ خدا کا شعور حاصل کرنے کا نہایت ہی مؤثر ذریعہ ہے۔

پروفیسر منور صاحب: ایک شعر یاد آ گیا ہے تو یہ میری ہیں اور خدا کو سمجھوں کل ہی دیکھا تھا انہیں، اور خدا یاد آیا **ایڈیٹر:** داہ۔ دا۔ لاجواب شعر ہے! کہیں آپ کی بات نہیں؟

پروفیسر منور: جی نہیں، یاد نہیں آ رہا کس کا ہے۔ **ایڈیٹر:** جعفری صاحب! کیا یہ حقیقت نہیں انھیں ذاتی غلط فہمی سے قریب جڑیں ہیں؟ ان کا مطالعہ کرنے سے ہم کسی طرح بھی انسان کا کوئی رشتہ منظر سے نہیں ہٹا سکتے۔ ذاتی حقائق کے اس گیت سے داخل ہونے کے بعد اُن بھول جاتے ہیں یا بھول جاتے ہیں۔ بلکہ ایمانیت ہم تو اس کے گیت کا گویا ہمارے ساتھ نفسیات کا قبول کرنے والے ذہن کو نہ تو

پوری طرح ایک نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد اندازہ ہے ان رجحانات کو تصور خدا یا مذہب کے ذریعہ ان میں کچھ کرنے کے بجائے جو ہرگز نہیں کھلتا اصطلاح کے تحت جمع کر کے اپنے آپ کو مضبوط کر لیا ہے یا بول بکھلے کہ خود غرضی اور فنی ہستی سے بالاتر حقیقت کی ایک تصویر جو ہرگز نہیں کھلتا ہے فراہم کی ہے، حالانکہ خود یہ تو خدا اس پر شتم غلط فہمی غلط فہمی کے لیے سرچا ہے۔ یہ ایک بات مشرقی ہے کہ اس انٹرویو میں اگر میں تکنیکی اصطلاحات کے بکھرے بکھرے نکلیں تو بہتر ہو گا بھلا ہوا **پرنسپل جعفری صاحب:** بلت ہے یہ کہ ہرگز نہیں کھلتا کی فہمی یہ ہے کہ وہ مذہب کا قدرتی قبل ان کر اس کا راستہ روکنے کے لیے کھڑا ہوجاتا ہے یا کھڑا کیا جاتا ہے۔ حالانکہ سچا یہ ہرگز نہیں ہے جو خدا پرستی اور مذہب میں شامل ہے اور اس کا لازمی ہے۔

ایڈیٹر: تو اس صورت میں کیا آپ یہ کہیں نہیں کہتے کہ محبت خدا آپ کے لیے انسان اور اس کی نفسیات سے دلچسپی کا باعث ہوتی میری ہم گلوب کے پھول کے کسی رنگ و بو سے جھپٹ سلسلہ دلچسپی لیتے ہیں تو ان کے ذہن میں بات آجرتی ہے کہ یہ فانی ہے کہ کمال خدا کا ایک تصور ہے، اسی طرح انسان کا مطالعہ اس غلط فہمی سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ یہ صرف ہمارے خداوندی ہر دور کی مخلوق ہے بلکہ اس کی اثرات مخلوق ہے اور اس کا مطالعہ

سے مذاق کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، اور نہ آخرت کا اعتقاد باقی رہ سکتا ہے۔ اس طرح مروجہ دھارم کے نظریات سے بنائے وہ انسان سے آگے سوچنے کے دروازے بند کر دیتے ہیں۔

پرنسپل جعفری صاحب : بات یہ ہے کہ دنیاوی

انسان کے نفسیاتی حقائق کا مطالعہ اس کے عصبی نظام کے دائرے تک محدود رکھتا ہے، اور ایسی کا وہ اور عالمی کرتا ہے۔ حالانکہ ہم جیسے انسان اور نفس انسانی کہتے ہیں وہ اعضاء اور اجزاء تک محدود اور محدود ہیں۔ یہ تو ان کے غالب علم کے لیے انسان کو محدود و ناتمام سے زیادہ بڑی چیز ہے۔ زندگی اور تمام حقائق جن میں نفسیات انسانی کے حقائق بھی شامل ہیں۔ کا آخری مہینہ خدا کی ہستی ہے۔ اس مسئلے میں جیسے وضاحت دعا کے لیے بہت بڑا اہم معلوم اور نام ہے کہ دنیا کا تعلق ہمارے ہم اور خدا کے درمیان ہے، اس کے مقابلے میں وہ تعلق بہت مختلف ہے جو ہمارا ذہن مضامین رکھتا ہے۔ مادی جسم تمام تر مادی ہے اور اس کے اندر ایسا ہی زندگی میں برابر فنا ہوتے رہتے ہیں، اور یہاں اور تمام ضروریات اہم اعضا جیسے بھی واضح مفاہات دے جاتے ہیں۔ مگر نفس اور ذہن ایسی محدود شے نہیں ہے جو زندگی نہیں آگے نفس تو

بہیمانہ طور پر اس کے پیچھے گروہ خیالات اور اعمال اور تو عقل ایک مختلف عالمی

میں برقرار رہتے ہیں اس طرز فکر کے ساتھ یہ حقیقت سمجھنا ہمارے لیے مشکل نہیں رہتا کہ قرآن کے مباحث و دعوت و اصلاح کا محور انسانی نفس و قلب Mind کیوں ہے؟ نیز کیا وجہ ہے کہ دنیاوی عقائد میں متحرک نفس شامل ہے، جیسے نزدیک نزدیک نفس بہتر انسان بننے کا سونے روبرو الی اللہ کے کوئی راستہ نہیں۔

ایڈیٹر : آپ کے ان خیالات کی روشنی میں

سوچ رہا ہوں کہ گویا آپ کی گفتگو میں یہ پیغام معنی ہے کہ مروجہ علم نفس اس کی اصولی بنیادوں اور اس کی تربیتی بنیادوں کے اعتبار سے آپ کو لے کر پہلے دلائل معاشرہ یا نظام تعلیم کو ایک نئے علم نفس و فلسفہ نفسیات پہنچے اسے سامنے کرے گی۔

پرنسپل جعفری صاحب : بالکل! میں ایسی نفسیاتی

فلسفی ضرورت ہے جس کے لیے میں تھیوریٹکال پسیکالوجی Theoretical psychology کی اصطلاح استعمال کرنا چاہتا ہوں۔

محمود مرزا : مگر سوال یہ ہے کہ یہ نقطہ تھیوریٹکال پسیکالوجی ہمارے ذہنوں کو یورپ کی شعور و اصطلاح تھیوریٹکال پسیکالوجی کے طرز پر دے دے۔ کہیں تھیوریٹکال پسیکالوجی کے الفاظ تو بچاؤں کے لیے متاثر کن تر نہ ہوں گے؟

ایڈیٹر : جعفری صاحب کی امانت سے میں یہ گزارش کروں گا کہ نقطہ تھیوریٹکال پسیکالوجی

اپنی جگہ ایک مستقل حیثیت رکھتا ہے جو اصطلاح کے جوہر کو اندلی طرف منسوب کرنے کا اب اگر کوئی ترکیب ہے اصطلاح کی غلط نظام کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہو تو اس میں غلط تھیوریٹکال Theoretical psychology ہے۔ غالباً ایسی تھیوریٹکال اسلامی نظام سیاست کے ایک فاضل شارح نے غلطی کی اصطلاح تھیوریٹکال پسیکالوجی Democracy کی وضع کر کے

زبان میں ایک اضافہ کیا۔ یہ اصطلاح ایک طرف کچھ پیشہ ور مذہبی گروہ کے تسلط کی فنی کرتے ہے، دوسری طرف بادشاہوں کے مضافی اختیارات کا تصور ختم کر دیتی ہیں اور تیسری طرف مغربی جمہوریت کے لادین مزاج کو مسترد کر دیتی ہے۔

پرنسپل جعفری صاحب : ہاں تو میں عرض

کر رہا تھا کہ لائش تحقیقات کے نقطہ نظر سے انسانی جسم بہت چھوٹی چیز ہے لیکن نفس انسانی بہت وسیع و بیکار و خارج نقاباً تو آپ جسم کو چھوٹی چیز کہہ سکتے ہیں لیکن فی الحقیقت وہ وسیع اپنی جگہ ایک عالم ہے یا پائل ہے۔

پرنسپل جعفری صاحب : میرا مطلب یہ

کہ جسم کو لے کر آپ اس کا تجزیہ نہ کریں تو اس کے ANALYSIS علموں کے مطالعے کو ہی براہ راست سرواڑی کی سبکی کا نہیں ملے گا۔

ایڈیٹر : اور وہ جو کہتے ہیں کہ برگ و زر نہیں

ایک معرفت کے گار کے دفتر میں تو ایک جسم انسانی کو یہ حیثیت بھی حاصل نہیں؟ **پرنسپل جعفری صاحب :** اصل میں یہ بات اپنی جگہ الگ ہے جسم اور اس کے نظام کا اور اس کے عبادات اور اس کے کلام اور قرائن میں آیات الہی بھری پڑی ہیں، مگر پہلے سے ایک صحیح نقطہ نظر اختیار کر کے قرائن آیات کو عقل و شعوری طور پر سمجھنا ممکن ہے، مگر جسم کا تجزیہ نہیں کسی ایسے محسوس تجربہ Experience

سے دیوار میں کرتا ہو ہمارا رشتہ ذرات جوڑے۔ البتہ ذہن کا تجزیہ کریں تو ہمارے سامنے گویا ایک مستند آقا ہے۔ اس مستند کی سطح پر کچھ کمری متحرک دکھائی دیتی ہیں، ان لہروں کے حوالے میں شاید ذہنی ہی سے آئینے نظر آتے ہیں، پھر جب آدمی ان لہروں سے نیچے اترتا ہے اور آہستہ آہستہ دوستک چلا جاتا ہے۔ اتنی دور تک کہ جہاں تک کوئی صاحب قلب و نظر جاسکتا ہے۔ تو ذہنی دنیا میں آپ کو براہ راست ایسا تجسس بہ پیش آئے گا جو Experience

مجرد آپ کے ذہنی عوامل کی تحریک سے پیدا نہ ہوا ہو۔ یہی وجہ ہے جس کے نتیجے میں خدا کا جلوہ آپ کو محسوس ہوگا۔

ایڈیٹر : یہ کتاب اپنے مطالعہ کی روشنی میں بتا سکیں گے کہ جن مسنفین کی کتابیں چھپانی جاتی ہیں، اسلامی نقطہ نظر سے ان کے

ایکے یا جسے اثرات کیا کرتے ہیں؟ ذاتی طور پر یہی باتیں ناقص دانے ایک مادی کے مقام سے ہے کہ جو موجود علم انفس کا پتہ دے اور اس کا Structure اس کی طرز فکر سے ملتا ہے۔

پرنسپل جعفری صاحب : بلاشبہ متعدد مصنفین کی بہت سی کتابیں مضامین کی راہ سے شہرت کرتی ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے جو روشنا ہے اور جو رہے کر دھوی معنوں میں، اساس بن کر رہا ہے اور سنی اور شادابی دار کے کی طرف توجہ سے آگے نکل نہیں جاسکے۔ ان میں فرارڈ کوشن ایک نمایاں مثال کے طور پر لوں گا جس کے نظریہ زندگی Illusion کا مطالعہ کرنے والے جندی نے نوجوانی میں خود ہی ذہنی زندگی کے شکار رہ جاتے ہیں۔

پرنسپل جعفری صاحب : آگے جا کر یہ اقرا ت کیا ہے کہ ہم نفس انسانی کا مطالعہ کرتے ہوئے جب فضا کا بار بار گزرتی ہیں جاتے ہیں تو ہم بعض نہایت کم ہر نفسیاتی حقائق سے بے جا دہشتہ اور ہی نفسیاتی حقائق کو وہ احساسات مذہب قرار دیتا ہے،

محمود مرزا : ذہنی عوارض Mental Disorders کے لیے بہت زیادہ توجہ دینے والے علاج کا کچھ نہیں ہے اس مسئلہ کا کام نے میرے اندر ایک سوال اُجاڑ دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ انسان کو کب تک ہم اس طرح سے نگاہ سے دیکھیں کہ وہ

اسی حقیقت کی روشنی میں ہیں اس کی مرکب حیثیت کے لحاظ سے اس کی مکمل ہستی کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

پرنسپل جعفری صاحب : آپ کی یہ رائے بالکل درست ہے۔

محمود مرزا : مگر ہم اور روح کے تصور کے ساتھ مسئلہ بھی مل گیا ہے کہ اگر روح Soul اور ذہن Mind میں فرق ہے؟

پرنسپل جعفری صاحب : مغربی علوم اور خصوصاً نفسیات میں سے روح کا تصور بالکل خارج از بحث ہے۔ لیکن اگر آپ ایمان رکھتے ہو اس کی وسیع اور جامع حکمت سے استفادہ کرنے والا مسلمان روح کا تصور ایک مستقل حیثیت سے رکھتا ہے۔ ذہن ہی روح سے بالکل الگ ہے روح جسم اور ذہن دونوں سے بالاتر حقیقت ہے اور یہی کا دائرہ عمل ہے بالکل علیحدہ ہے جس سے

خیال کا چشمہ آہٹا ہے

پرنسپل جعفری صاحب : آہٹے ہیں خوب سے بعض خیالات پر ایدہ پیر : خوب : انفسیات کی تمام حقیقتیں مادی شکر میں بہت پہلے سے شکر ہو چکی ہے مگر جب نفسیات خوب سے خیال کی آگہا کر کے تصور دلائل سے قصہ ہے حالانکہ خیال اور احساسات و طریقہ گفتگوں کی طرح یہ علوم طرز سے آگے ہندو کے گہرے ہیں اور کسی ذہنی اور کبھی گہرے اثرات ڈالتے ہیں، یہی انسان کو خیالات کے اس تسلسلہ طور پر کوئی اختیار نہیں ہے۔ نہ ہی یہ لازماً غلط

محال کے تائید ہوتا ہے۔

پرنسپل جعفری صاحب : جدید نفسیات کے لیے ایک بڑا سوال یہ ہے کہ خود خیال کیا ہے؟

ایڈیٹر : اور یہ بھی اس کا رشتہ دار ہے مادی حقیقت کے جس طرح قائم ہوتا ہے؟

پرنسپل جعفری صاحب : یہ بالکل ایک ناقابلِ ضم اثر مگر علم اور سائنس کے سبب سے پیش کر دی گئی ہے کہ جس طرح سے مادی فضا ہم کو دکھائی دے اور اس کا ناقص دیکھنا ہے، اس طرح مادی اور اس کے مادی حقیقت کا مکمل خیال اور احساسات کا پیدا کرنا ہے۔ یہ بہت بڑا دھڑ ہے جس کے ذریعے اس کے ساتھ ایک فوق المادی حقیقت کا پتہ لگا کر اس کے تصور و قدرت پر ایمان آتی ہے۔

مگر اس دھڑے کو جسے عقلی حقیقتیں سمجھا کر ثابت نہیں کیا جاسکا، بلکہ یوں کہنے کا ایک طریقہ کی شاعری ہے جسے نفس کی مادی اور حیا دی گئی ہے۔

پرنسپل جعفری صاحب : واقعہ یہ ہے کہ ذہنی کا حصول Organic تصور رکھنے والے مطالعے نفسیات خیالات اور بہت اندرون اور خیالات کے تصور کی کوئی انسان بخیر و شرف نہیں کر سکتا۔ اس مسئلے میں میرا سوا ایک سوال یہ ہے کہ اگر عقلی پس منظر اور حقیقتی نظام Nervous system ہے اور ذہن Mind اس سے الگ ہے تو ان کو کبھی حقیقت نہیں ہے تو یہ کیا وجہ ہے کہ بعض نظام کی تعریف کیا جاتی ہے کہ بعض انہماک اور مادی حقیقتیں کی مادی

محمود مرزا : یہ فرق تو یہ حال انسان میں ہو گا اور اس کے بہت سے دھڑ ہوتے ہیں جن کو علم انفس میں قریب بہت لایا جاتا ہے۔

ایڈیٹر : اگر اس امکانی منہک غیر حقیقتوں کی کیا تعریف ہو گی جو ایک جگہ ایک نوجوان جو پورے شاد ہے دھڑوں ایک انکس میگزین میں ایک فرانسیسی نوجوان کا ذکر آیا تھا کہ جس نے علی گڑھ میں پڑھنا تھا اس نے تمام سابق ریکارڈ کے خلاف مادہ کے سامنے شکل سوالات بہت کم وقت میں حل کر دیے، اس شخص کو جسے شک و شبہ نہ دیکھا گیا، مگر جب پہلے دھڑے وہ ہر شے اور انٹرویو میں شکل سے شکل سوالات Calculations کو کم از کم وقت میں حل کر کے دکھائی تو ایک بڑے فوجی افسر نے اس کی طرف خصوصی توجہ کی اور اس کی ذہنی جانچ کرنے کے بعد کرکٹ شہر دھڑ کی کہ اسے فوجی زندگی سے نکال کر کسی مادی امور کے ذریعہ کیا جیے میں پہنچا جاتا ہے۔ آخر یہ کرکٹ شہر میں رہیں یا سیلاب ہوئی۔

سوال یہ ہے کہ اس ذہانت میں اس دھڑ کا فیصلہ معمولی جگہاں سے آیا؟ کیا

کم دیشا ہوتے ہوئے جو کام میں کر سکا؟ میں نہیں کر سکتا۔ اور کہ وہ ان کے تصور میں اپنے ہاتھوں سے انسانی معنی نظام تقریباً معلوم نظام رکھتے ہوئے ذہنی عمل میں تھکا بہت سی شے کے ساتھ اور بہت سی ذہنی کام کرتے۔

محمود مرزا : یہ فرق تو یہ حال انسان میں ہو گا اور اس کے بہت سے دھڑ ہوتے ہیں جن کو علم انفس میں قریب بہت لایا جاتا ہے۔

ایڈیٹر : اگر اس امکانی منہک غیر حقیقتوں کی کیا تعریف ہو گی جو ایک جگہ ایک نوجوان جو پورے شاد ہے دھڑوں ایک انکس میگزین میں ایک فرانسیسی نوجوان کا ذکر آیا تھا کہ جس نے علی گڑھ میں پڑھنا تھا اس نے تمام سابق ریکارڈ کے خلاف مادہ کے سامنے شکل سوالات بہت کم وقت میں حل کر دیے، اس شخص کو جسے شک و شبہ نہ دیکھا گیا، مگر جب پہلے دھڑے وہ ہر شے اور انٹرویو میں شکل سے شکل سوالات Calculations کو کم از کم وقت میں حل کر کے دکھائی تو ایک بڑے فوجی افسر نے اس کی طرف خصوصی توجہ کی اور اس کی ذہنی جانچ کرنے کے بعد کرکٹ شہر دھڑ کی کہ اسے فوجی زندگی سے نکال کر کسی مادی امور کے ذریعہ کیا جیے میں پہنچا جاتا ہے۔ آخر یہ کرکٹ شہر میں رہیں یا سیلاب ہوئی۔

اس کی توجہ بعضی نظام ہی سے کیا جا سکے گی؛
محمود زما: مگر ایسے نابینا لوگوں کی طرف شاؤنشاہیں حق
 اندیشہ والہ نہیں لگوں گی کبھی ہوتی ہیں؟
ایڈیٹر: یہ شک ہے مگر یہ دونوں قسم کی شاؤنشاہیں
 ہر متوسط ذہنی سطح سے اوپر یا نیچے ہوتی ہیں
 فی الحقیقت یہ ان آیتوں میں سے ہیں جو
 شہادت دیتی ہیں کہ خدا کا پیدا کردہ انسان
 اپنے نامی ہم سے بالاتر ہے اور یہ کہ
 انسانوں کے بعضی نظام سے بڑی کوئی قوت
 ہے جو علم انفس میں غیر معمولی قسم کی طاقت
 پیدا کر کے اپنے اختیارِ اسلامی والا قوت کو
 ظاہر کرتے ہیں۔

پروفیسر منور صاحب: فنی قابلیت کے سلسلہ میں
 سے بہت بالاتر اہمیت فروریہا علم است
 جسکی مادی قوت کے تصرف کی!

پرنسپل جعفری صاحب: ایسی کسی
 غیر معمولی صلاحیت و قابلیت کو تو ان کی شعور
 کے تحت ہمیشہ عظیم الہی یا نعمت قرار دیا
 جاتا ہے، اور ایسی چیزوں کے لیے اگر ان کی
 By the grace of God کہا جاسکتے
 جدید نفسیات کسی سرچیلے پر کسی معاملہ میں
 حلیہ الہی یا فیض الہی خداوندی Grace
 of God کا تصور نہیں دلاتی۔

ایڈیٹر: بعض کی حقیقت یہ واقعہ کہ عقلی اعزازات
 یا شعور اور ایمان میں کیا فرق ہے؟ ایمان
 قرآن کی اصطلاح ہے جس کے مترادف دیگر
 ہوا اوقات ناقص، انفعالات دوسرے خیالی

موروثہ نظام میں بھی پائے جاتے ہیں۔
پرنسپل جعفری صاحب: عقلی اعزازات اور
 ایمان دونوں مختلف چیزیں ہیں، عقل اور ایمان
 کی نسبت کا انسانی وجود میں ایک محدود اثر
 ہے، مگر ایمان ہی بڑی زندگی پر مبنی ہے جو طاق
 والے اپنے شعور کو اہل کام ہے جس کے ساتھ
 انسانی شخصیت کے تمام عناصر ماضی و باطنی
 جذباتی، اخلاقی، متحرک ہوجاتے ہیں، میرے
 نزدیک عقل کا استعمال یا علم و تحقیق ایک نئے
 توہم رکھنے پر ایمان تک پہنچنے کا واسطہ
 ہے، ایک ایسی عقل سے بہت بالاتر حقیقت
 ہے، عقل کے فیصلے ایمان کے مطابق ہوسکتے
 ہیں، مگر جو عقلی فیصلے ایمان نہیں دیکھتے۔

ایڈیٹر: جیسے گا میں اور میں ستر تین نے اسلام یا
 نبی پاک یا عقل کے اشاریہ کے واسطے میں
 ہوا اوقات ایسے اعزازات کہیں نہیں، جن کی
 توقع صرف ایک مسلمان ہی سے کی جاتی ہے
 گویا اعزازات ان کو ایمان تک نہ پہنچا سکے۔

پروفیسر منور صاحب: اس کی دلیل قرآن کی وہ شعور
 آیت ہے جس میں امرایوں کے درجے ایمان
 پر کیا گیا ہے کہ بعد میں خلق الایمان قد فہم
 اور قرآن نے ان کی صرف یہ حیثیت تسلیم کی
 کہ ان کی قوم صرف اسلام رکھ کر ہی بے باطنی نظام
 کی سطح تک پہنچے گی۔

ایڈیٹر: پروفیسر صاحب! خوب تو مولائی آپ نے۔
 یہ آیت حقیقت کو ایسے طور پر نمایاں کر دیتی ہے
 اور پرنسپل جعفری صاحب نے ایمان پر ایم کے
 مسئلہ میں فرمایا ہے کہ اگر ایک وجہ ہے کہ

ہوا اوقات انسانی ایک کام کو عقلی طور پر
 غلط جانتے اور جانتے ہوئے سے عمل میں آتا
 ہے اور دوسری طرف کسی کام کو صحیح و مفید کو
 فرض و لازم تسلیم کرتے ہوئے اس سے انحراف
 کرتا ہے۔

پرنسپل جعفری صاحب: دراصل سارا مسئلہ
 جرم و گناہ اور ان تمام یا تکلیف سے عقلی نقصان
 ہے جو خواہشوں اور جذباتی اور اخلاقی نقصان
 کے درمیان جاری ہے، اس تکلیف میں انسان
 کی وہی کمزوری کام کرتی ہے جسے قرآن نے
 اس کے سامنے اتنا بڑا واضح کر دیا کہ کان
 الانسان عوجلا یا حق الانسان عجل۔

یعنی انسان کی فطرت میں ایسے عوارض ہیں کہ
 وہ جلد بے وقوف ہوجاتا ہے، جیسے انسان فطرتاً
 اور عصبی اور قریب کی شیا کی کیفیت کی طرف
 زیادہ جھکاؤ رکھتے ہیں، اور انسان کے عقل
 رہتے ہیں، انسانوں کی وہ عمارتیں نہ تھیں
 وائٹھروٹھ کو ملاتی ہے ہر ان کی طرف زیادہ
 جاتی ہے۔ ہر حال اس تکلیف سے تجربہ جاتا
 ہے کہ ایسے لوگوں کی زیادہ تعداد کا سیلاب ہو
 کر نکلتی ہے جو خدا پر ایمان رکھتے ہوں اور

ایڈیٹر: مذہب کے پلندہ ہوں، جب ایک بار کسی
 شخص میں یہ تصدیق ہو جاتی ہے کہ مجھے
 کوئی تسلیم، حتیٰ ویکہ ہی ہے ان میں اس کے
 ساتھ عبادت ہوئی تو پھر یہی عبادت کے
 دلائل کا حقا کہ کرنے اور اخلاقی اصولوں کی
 حفاظت کرنے کی طاقت حاصل ہوجاتی ہے
ایڈیٹر: ہاں، مجھے یاد آیا کہ وہ لوگ نے بھی ایک

پیراگراف اسی حقیقت کے اعتراف میں لکھا
 ہے کہ مذہب وہی لگاؤ و حرکات پر ایم ہے
 تحفظ و طاعت میں ایک مؤثر قوت ہے۔

پرنسپل جعفری صاحب: میں ایک تکلیف
 تجربہ جاس مسئلہ میں بیان کرنا چاہتا ہوں کہ
 بعض ایسے طالب علم جو بیٹے ہیں کہ وہ یا
 کسی دوسرے جگہ سے واپس لڑائی ہوئے ہیں
 کو میں نے تعلیم کی کردہ میں کی نماز پر جو کہ
 ایک مقررہ صورت (اسٹنڈرڈ) دیکھنا پڑھنا
 کرنا چاہتا تھا، طلبہ میں سے میں نے ایک ایسی
 کی تعلیم ترقی کی رفتار اور اس کا اخلاقی صحاب
 نمایاں طور پر پڑھ گیا، اصل میں خدا کا انکا
 کہ ان کو ایسا ہے جسے کوئی ترقی کر سکتا ہے
 کہ انھیں بند کر کے اور مجھے کہ وہ موجود
 نہیں ہے، ظاہر ہے کہ ان کا معاملہ گا۔ میں
 فاسر ہے کہ انھیں سکول کی حقیقت کا
 سامنا کیا جائے، اور خدا کی ہی کو تسلیم کرتے
 ہوئے پھر اخلاقی اقدامات کے فیصلے کئے جاتے
 ہیں، مشاہدہ و مطالعہ اس کے کہ جو لوگ خدا کا
 انکار کرتے ہیں، وہ ہر ایم اور غلط روی کے
 زیادہ شکار ہوتے ہیں۔

ایڈیٹر: گمان شانوں کا کیا خیال ہے کہ ایمان
 ایسے لوگ ہیں جن کی ہر جگہ میں اور
 صلح میں، بلکہ وہ بھی ہیں جو شراب میں
 خوب پیتے ہیں، اور غیر اسلام کی شان میں
 بہترین تقریریں کر دیتے ہیں، اور یہ حال
 اور صلح میں ہے کہ جسے بڑے اعزازات کا
 ہے کہ ہم سب انہیں اوش ہونے لگتے ہیں۔

بکہ وہ جو چھوٹے پرنسپل پر کھڑے ہو جیسے
 دانشمندانہ محکمہ یا قسطنطنیہ ایک دلچسپ کتا
 کا تذکرہ کر دے۔ میں ایک ایسے آدمی کو جانتا
 ہوں جو ہر چیز اور شخص سے بے دخل تھا۔ وہ کچھ
 قدر تک دینی کا آثار سے انکسار سے ادھر
 لیتا اور جیسے وہ کوئی نوکر مکر مکر کے
 آسمان سے ہوتا تو ایک طرف میں سب سے بہتر
 اذان کتا، قرآن پڑھتا اور دوسری طرف
 بیوقوفوں یا غریبوں کی مدد کرتا اور حق پرستوں
 کو دیتا۔ پھر یہ قدر گذر جاتا اور وہ یہ
 سب کچھ کھڑکی پر آکر اپنے پیٹے والے
 دودھ میں داخل ہو جاتا۔

پرنسپل جعفری صاحب : ایسے کتا ہمارے
 اعمال کے لیے کچھ جو تصور پر ضابطہ بنایا جا سکے
 وہ تصور خود و تحریف شدہ ہوتا ہے۔ مثلاً
 ایک صورت یہ ہے کہ اس خیال کو غلط
 مفہوم دے دیا جائے کہ خدا غفور الرحیم ہے
 لہذا جو ماہر ہو، اور جیسے کہ اس کا نام بھی
 ہے تو اور اس کے کہ حکام بھی ہو کہ کفر
 اسی طرح ایک تصور تقدیر کے غلط تصور
 کا ہے کہ ہم کہیں، خدا نے جو کچھ دیکھ دیا
 کچھ دیا۔ ان صورتوں میں ایسا کتا نہیں ہوتا
 مگر تصور وہی ہے جو ماہر ہے جو کچھ پر خدا
 اپنی خواہش کی پیروی میں پیدا کرنا چاہتا ہے
محمود مرزا : مگر جعفری صاحب! آپ خدا کو مانتے، نہ
 ماننے کے تنازع بیان کر رہے ہیں۔ میں اگر کوئی
 شخص پہلے سے خدا کو مانتا والا ہو تو اس کا
 رویہ ایسا انداز ہوا کہ، یا نہ مانے گا تو ایسے

مختلف تہذیبی فرقوں اور اقوام کے رویوں
 کی عکاسی کر کے یہ دکھایا کہ خدا پرست اور
 پابند حق افراد کے کردار میں پیش و پیش
 رہے ہیں، اور اسی اقسام میں ہمیشہ خلاق و متجدد
 سے بہرہ مند ہوتی ہیں۔ بظاہر اس کے شریک یا
 بہت پرست یا مخالف اور اقوام اور مذہبوں
 کو حیثیت مجموعی بنا کر ملتی تھیں۔ وہ دنیا پر
 پڑا اس طرح قرآن نے ہر مذہب کو تاریخ کو انکار
 خدا پرستی اور دنیاوی حق کی صداقت کی دلیل کے
 طور پر مجاہدے سامنے رکھ دیا ہے۔ نصیحت
 اور انقلابات اور دنیاویات میں خود پیدا تاج
 اور صورت فوری اور قوی تاج کا رنگ محدود نہیں
 ہوتا۔ کسی اصولی نظام کی صداقت کی دلیل
 ہوتی ہے اور ہر تاجی اس کے بطلان کے ثبوت
 ملتا قرآن اسی ایک ناز ہی کو تو کھولنے کے
 لیے نازل ہوا کہ انسانی کردار اور انسانی تمدن
 کچھ بہتر اور مفید بنائے۔

پرنسپل جعفری صاحب : یہ حقیقت ہے کہ
 چاہے پرستہ اور اگلا طاعہ کیا جائے، چاہے
 دوسرا جائے۔ جس معاشرہ میں جیسے جیسے
 خدا کا امن و تکریم ہو گیا ہے وہی میں انسانی اور
 اخلاقی دونوں طرح کی خرابیاں نڈا دے رہی ہیں
 دوسری طرف آپ کو ان میں جانیں تو یہ بھی
 دیکھیں گے کہ یہ وہ فرد جس پر غلط خواہشات کا
 دوزخ زیادہ بڑھ چکا ہے اور وہ انہیں لانا پڑا
 کرتا چاہتا ہے، تو وہ اپنے راستے سے ضعیف کی گئی
 ہونے کے لیے خدا کا انکار کرتا ہے۔ اس کے
 تصور میں تحریف کرتا ہے۔ آپ اپنی زندگی میں

ایسے جتنے لوگ کا شہرہ کہیں گے ہوں ہی سب
 کا تصور نہیں کیا۔ ان کے دیکھنے کے لیے غلط
 پتے پر لازم و ملزوم ہیں، تنہا میں ان کا تصور
 اور تصور کا بہت ہے۔ وہ جب اخلاق کا لحاظ
 غلط استعمال کر لیں تو یہی اسی طرح مضحکہ
 انگیز سے نہایت پارکمل یعنی آدمی کو نہ ماننے کے
 لیے تصور پڑا ہے نہایت مائل کرتی ہیں۔ تمام
 محاورہ اخلاقی بھاری سے دوسرا ہر کچھ تو جی
 اور تمام اقوام میں اخلاقی بھاری میں دوسرا ہر کچھ
 وہ یا تو کچھ کھلے، ان کی نظر دوسری ہیں، ان کا
 کا یہ تصور اختیار کرتی ہیں جو ان کی سماجی زندگی
 میں غلط انداز ہونے والا ہے۔

محمود مرزا : یہاں ایک سوال اور اٹھتا چاہتا ہوں جو
 انٹرویو کے شدہ خطوط سے بڑا ہوا دیکھیں
 ہمیشہ سے متعلق ہیں نہیں ہے۔ وہ یہ ہے کہ
 اقتصاد اور انسانی تہذیب کے لیے اخلاقی کا
 نفسیاتی اور اخلاقی کا کلامت نہیں ہوتا انٹرویو
 جن ہیئتوں پر غریبی اور دوسری سطح پر اس کے
 جان خود گمانے اور مذہب کے سوچ ہونے کے
 باوجود نفسیاتی اور اخلاقی خرابیاں اور انسانی گ
 ہو کر انہیں سمجھتی ہیں۔

پرنسپل جعفری صاحب : لیکن کسی کے پاس بعض دولت
 کا زیادہ ہوتا ہے جن غریبوں کا مل نہیں ہے۔ اللہ
 نے غریبی کو دنیا میں اخلاقی اور جہاد کا باعث ہوتی
 ہے۔ لیکن سوانحی اگر اصول کی پابندی ہے تو
 کہ انسانی زندگی میں وہ راہ و اتصال سے نہیں ہے
 گی۔

پرنسپل جعفری صاحب : اس میں اس کی حق

کے حالات میں خرابی کی راہ پر جانے کے لئے خدا پر ایمان چھوڑنا چاہیے۔ اگر فریضہ کے بجائے دولت کی کثرت کا ملکہ اور میرے نزدیک کثرت کے زیادہ پر جانے کے لئے فریضہ کا شریعتاً دل کے لئے آگاہ کہ بہت زیادہ نفع دینے راستے گمنا چاہئے۔ زیادہ وسائل غلط دوسرے بچے میں مار دے، انتخاب کر کے دینا کر دیتے ہیں۔

محمود مرزا: کیا آپ کا اشارہ یہ مطلب ہے کہ موجودہ حالات کے پکڑیں بچے کو کامیاب و ناجامی کی پڑتی ہے؟

پرنسپل جعفری صاحب: نہیں نہیں، ہر اچھا صوفی انسان اپنے کامالات کا دائرہ وسیع چھوکتا ہے جس شخص کے پاس فائز و پیر پر وہ ہر قسم کی اشیاء و مکمل درجہ اور خدمات حاصل کر کے کمال پہنچاتا۔

ایڈیٹر: Services حاصل کر کے کمال پہنچاتا ہے اس کی کشش اور دانش پر مشروط ہوتی ہے۔ یہی حال عمومی طور پر صاحب کے ہوتا ہے۔

ایڈیٹر: مسئلہ اگرچہ یہی تھا آگاہی کے گہر میں پروردگار کے پلین تر اصل بحث ملک و وطن کے گہر پر جو کہ محمود صاحب کا یہ مستقل موضوع تھو ہے اور نفسیاتی سوال سے اس کا تعلق بھی ہے اس میں کسی ایک کو کھینچ کر کائنات کا چاہتا ہوا وہ یہ کہ انسان کے لیے نفسیاتی صورت اور اتفاق اور اتفاق بہترین صورت زندگی کھات کی ہے۔ جس کے لیے صوفی پاک اصل اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وہ اپنا خیال ان کے لیے دعا میں فرماتی ہیں۔

محمود مرزا: اس اصلاح کا مفہوم کیا ہے؟
ایڈیٹر: زندگی کا نہ کہتے ہیں، اگر اندیشہ کی ترسہ غلط ہوگی۔ محمود مرزا: ہر مال یا ثوب و لچپ سامنے آئی۔
ایڈیٹر: اصل میں چاہتا ہے کہ بہت زیادہ دولت کیلئے نہ کوئی کوشش ہے اور بہت زیادہ فریضہ میں اس کے احتیاج کو سخت تر بنا دیتی ہے۔ مگر وہی حالتوں میں آپ کو یہ رنگ میں گہر دولت یا مغربی

میں مغربیوں سے یہی واقف کے اصولوں پر قدم چاہئے کھڑے ہوتے ہیں اور ان میں ملتے جلتے میرا خیال ہے کہ اس مسئلہ میں مغربیوں کا بڑا بھاری ہتھیار ہے۔ یہ سب کا خیال ہے کہ کیا کر کے بہت سے میں سامعین صفا و قورم موجودہ علم فلسفہ کے اثرات بعض افراد میں نے بہت ہی خراب دیکھے ہیں۔ آپ کا اندازہ

پرنسپل جعفری صاحب: میرا شاہد یہ ہے کہ جب طالب علم اقل اقل اس ضمن کے دائرہ میں آتا ہے تو وہ انھوں سے دوچار ہونے لگتا ہے۔ خاص طور پر جب وہ فریضہ کے نظریہ پر ڈیڈی

ایڈیٹر: Illusionism مبتدیانہ ذہن سے معاملہ کرتا ہے تو اس کے بہت بڑے اثرات مرتب ہوتے ہیں، لیکن پھر جب طالب علم اس کے چلتا ہے اور بعض طور پر جب وہ غیر صحت مند Abnormal

ایڈیٹر: Neorosis کی حالتوں سے دوچار ہوتا ہے تو اس کے اثرات بھی ہوتے ہیں۔ لیکن پھر جب طالب علم اس کے چلتا ہے اور بعض طور پر جب وہ غیر صحت مند Abnormal

ایڈیٹر: Mental case کی حالت میں دیکھا جائے تو کچھ فرق ہے۔ نفسیاتی صورت کا حال۔

ایڈیٹر: آپ کا اشارہ بڑا بہت ناک ہے۔ پرنسپل جعفری صاحب: میں ایک عجیب بات آپ کو بتاؤں، بشرطیکہ آپ بہت شائع کریں، لاہور کے ایک مسلمان صاحب نے انکسائٹ یا گولڈن سن کو

پرنسپل جعفری صاحب: موجودہ علم انفس کی میں جیسا کہ مغربی موجود ہے، طالب علم کو سب سے پہلے اس میں جب نفسیاتی اثرات

پرنسپل جعفری صاحب: ہاں، یہی مثالیں ہیں کہ نفسیات کے ہر کونے میں علم خدا اور مذہب کے منکر ہو گئے۔ اور ان میں علم خدا اور مذہب ان کی اپنی شخصیت بکھر گئی۔ یہ واقعہ ہے کہ عام فلسفہ کے طالب علم نفسیات کا سفر کیا اور ان کو سخت زلزلہ کرنے میں زیادہ ہے۔

پرنسپل جعفری صاحب: یہی آپ کو بتاؤں کہ پرنسپل جعفری صاحب فلسفہ کے استاد ہیں، وہ لوگ ان لوگوں کی نفسیات بہت تیز بلندی کیا ہوتے!

ایڈیٹر: کیوں؟
پرنسپل جعفری صاحب: میں نے نفسیات کے کثیر طالب علموں کو پڑھایا ہے۔ اور ان کے دلوں کو بھی ان کے کمر جہاں میں ہیں اور ان میں میں نے ایک کونٹا اساتذہ ہیں، ایسا نہیں یا جس کا اپنا ذہنی توازن کچھ نہ گڑبڑ نہ ہو چاہا جس کو میں میں نے اس شخص کے بہت سے فوٹو لیں

ایڈیٹر: Mental case کی حالت میں دیکھا جائے تو کچھ فرق ہے۔ نفسیاتی صورت کا حال۔

ایڈیٹر: آپ کا اشارہ بڑا بہت ناک ہے۔ پرنسپل جعفری صاحب: میں ایک عجیب بات آپ کو بتاؤں، بشرطیکہ آپ بہت شائع کریں، لاہور کے ایک مسلمان صاحب نے انکسائٹ یا گولڈن سن کو

پرنسپل جعفری صاحب: موجودہ علم انفس کی میں جیسا کہ مغربی موجود ہے، طالب علم کو سب سے پہلے اس میں جب نفسیاتی اثرات

پرنسپل جعفری صاحب: موجودہ علم انفس کی میں جیسا کہ مغربی موجود ہے، طالب علم کو سب سے پہلے اس میں جب نفسیاتی اثرات

پڑھائی جاتی ہے تو کمال قدر پر ہی واضح رہا جا سکے گا۔ علم پر دھن نہیں ہے۔ کیونکہ کمال ایک سرور ہے۔ غلبہ اور اس سے ذریعہ کی برائی ہے۔ جتنی پہلے ہی قدر پر علم کا رشتہ خداوندیہ کے کائنات کا اہتمام کیا جا سکے۔

ایڈیٹر : پھر تو فرمیں ہمارے ہاں یہ اقدام ایک نہیں کیا گیا کہ نفسانی ضروریات کے لیے اس علم کی تدبیر فرما دے۔ پہلے فکر کی تکذیب اور پھر کمالی مانتے؟

پرنسپل جعفری صاحب : اس کی کوئی گولہ کٹا نہ کر سکتے تھے اپنی منگ سے راستہ نکال دے۔ کہ جدید نفسیات کی خواہشوں کا انزال استاد اپنے لکچر میں ہی بطور خود کر دے۔ وہ مقام ہے، جس کے لیے کہا جا سکتا ہے کہ: **Empiricism**۔ جس نے اپنی کتاب میں بھی اس طرز پر کام کیا ہے۔

پروفیسر منور صاحب : کئی خیالات پر مشورہ و غور سے نفسیات میں یہ خیالات ماحول اور دلچسپ صورت کیسے ہوئے۔ **ایڈیٹر :** جی ہاں، اس کے نزدیک یہ علم انفس کا عجیب مزاج خلقیات کا سلام ہے۔

پروفیسر منور صاحب : جعفری صاحب نفسیات کے مطالعہ سے خود پر کیا اثر ڈالا کیسا اس سے ایمانی صورت پڑی؟

پرنسپل جعفری صاحب : میرا ایمان شروع سے واضح تھا۔ اس لیے مجھ پر کسی طرح سے غلبہ

نفسیات کا کوئی برا اثر نہیں پڑا۔ پھر اس علم میں جہاں جہاں بکھری ہوئی درست باتیں سامنے آئیں، اسلامی حقائق کے مطابق تحقیق تو میرا ذہن اس بات پر زیادہ مطمئن ہوتا گیا کہ ہمارا فرقہ آفریقہ مشرقی میں ہی زیادہ درست ہے۔

ایڈیٹر : کیا آپ کے خیال میں ہم کو دوسری صورت میں یہ سکتی ہے کہ نفسیات کے موضوع کو کسی کے ساتھ ایک مختصر کرس مزید ایسا مثال دیا جائے جو ایسے عقائد یا باتوں کا مجموعہ ہو جس میں اسلامی نقطہ نظر سے نفسانی نظریات یا مسائل پر تنقید کی گئی ہو۔

پرنسپل جعفری صاحب : ہاں، یہ ضرور ہونا چاہیے۔ جو میں کہہ سکتا ہوں کہ اپنی منگ سے اس طرح پر کوئی نہ مانتا ہو کہ ساتھ ساتھ تنقید کی چوکر اچانک ہوں۔

ایڈیٹر : یہ عقیدہ ہے کہ ہم اپنے ظاہر کو اس طرف سے اس ذہنی خیالی کے سیکڑے سے نجات دلا سکتے ہیں جس میں وہ برسوں سے بندھ کر رہے ہیں۔ جیسے کہ یہ منفری صنعت کی پڑھا رہی ہو کہ وہ بالآخر اس پر ایمان لے آئے، بلکہ ایمان انقباض۔

مجموعہ مرزا : اس سنگرم میں ایک ہم بکھر مانتے آجائے کہ اس اصول کو تمام علوم میں یکساں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

ایڈیٹر : میری رائے تو یہ ہے کہ ہم اس ایک نمونہ میں انقباض کیسے ہے۔ کہ اس حقیقت میں بھی ہر شخص کے ساتھ ایک ہی صورت پیدا کی جائے جو

خدا کی ہمت سی باتیں مطالعہ نفس میں سامنے آتی ہیں جو بہت چھوڑ دیتی ہیں۔

جس میں طالب علم اسلام کے اصول و عقائد کی اساس پر منفری نظریات پر تنقیدی عمل کر کے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اس میں صلاحیت کے بہترین معیار کے مطابق اسے فرم دیتے ہیں، ہر عمل اب جو جعفری صاحب نے فرمایا ہے کہ کائناتی نفسیات کی اساس میں یہ باوجود عمل و رد عمل کی کوئی ایسے قوانین کا کم نہیں ہیں جو خدا کی ہمت کا مسلحہ دے سکیں؟

پرنسپل جعفری صاحب : ہاں ضرور دیتے ہیں۔ ایک بڑی حقیقت یہ بھی قائل تو رہے کہ ذہن کے سر پر مین **Mysticism** چلتے ہوئے اس نے ملاجیب اسے ناقابل ملاحظہ ہے تو میں سے اس کے سامنے خدا کی ہمت کے تصور کو دلاؤ کہ کل ہاں ہے۔ جیسے کہ شاعر اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ: خدا کی باتیں ہمیں ہمارے تو خدا کی ہمت سی باتیں مطالعہ نفس میں سامنے آتی ہیں جو بہت چھوڑ دیتی ہیں۔

ایڈیٹر : ایمان کے متعلق اگرچہ ہم پہلے بات کی تھی، مگر ایک عام آدمی یا نوجوان کے لیے عقل کے تقابل میں ایسی مختلف باتیں کہہنا کہ وہ دلا دے۔ اس پر کوئی در بات نہ کیا جائے اور شاید غور دے۔

پرنسپل جعفری صاحب : ایمان کی ہیئت و

کیفیت تو صرف ایمان کا تصور کر کے دلائی ہی کہ معلوم ہو سکتی ہے۔

پروفیسر منور صاحب : ذوق الہی، ایمانی، ایمانی، ایمانی، ایک حدیث کے الفاظ میں... مذاق طبعی... مض... یہاں بھی ایمانی کے مترادف اس کی عبادت کا ذکر ہے۔

پرنسپل جعفری صاحب : ایک مثال میں اس الہامی کے فرقہ کو فرم کر کہ: **Propositions**

حقائق مقروضات **Propositions** اس کے کیا اثر ہوں کہ میں کے متعلق انکشاف کے لیے ضروریات ہوتے ہیں۔ مگر ان چیزوں کے لیے نہ کوئی مخصوص گروہ ہے، نہ ان کوئی اقدام ہوتا ہے، نہ کوئی حرکت کی جاتی ہے۔ لیکن ایمانی خواہ وہ کسی الہامی، غیر الہامی ذریعہ پر ہو خواہ انسانی کے کس کسرت سے ملے غور کرے پھر اس کا معاملہ دوسرا ہے۔ اس پر پوچھ کر ہی اسے انسانی کو اس انداز سے ذریعہ و تدبیر کا وہاں پھر نظر آتا ہے، اس لیے یہاں وہ عقلی انشا نہیں مل سکتی۔ یہاں تبلیغ سے کہ تو کرکے ایک لمحہ اور کثرت و غلبہ سے کہ تو ہی غور کرنا تھا تصاویر ایک بھی کچھ نہیں آتا ہے۔

پروفیسر منور صاحب : منفری نفسیات میں ذہنی **Mind** کا تصور ہے، اگر قلب کا تصور تو یہ ہے، اور ہمارے فکر کی نظام کو میں نہیں کہ بڑی مرکزی ہیئت حاصل ہے۔ میری خیالی میں عقل کا تصور ذہن سے ہے۔ ایمان کا قلب **Mind**

ایڈیٹر : یہ خیال ہے کہ ایمان غریب نہیں **Mind** کے زور و غلبہ سے کہ وہاں غور کرنا تو یہ ہے

اس میں قلب کو کھلایا جائے۔ قلب جو زندہ و مرکز جذبات ہے، بلکہ انسانی کوارٹیت و عشق کے تمام کسلے کا جامع۔

پرنسپل جعفری صاحب : میرے خیال کے مطابق لا شعور پر انسانی اور حصول ایقان کے معاملے میں زیادہ مدد دینا ہے۔

ایڈیٹر : قرآنی روشنی میں کیا ہم بعض مبادیات اہل شاعر اور نقاد پر کوئی نیا خیالیانیت دے سکتے ہیں کہ وہ ہم سے داخلی ایسی اور عقائد و روش کو مضبوط کرتے ہیں؟

پرنسپل جعفری صاحب : ہاں یہ درست ہے کہ بعض طرح اندر سے پیدا ہونے والی ذہنی کیفیات ناراض ہیں، نظام پیدا کرتی ہیں، اس طرح اگر غارتگری کو کچھ ظاہر پیدا کیے جائیں یا کچھ اعمال کو اپنے اندر جاری کیا جائے تو وہ نفسیاتی و اخلاقی و دینی کیفیات پیدا کرتے ہیں یا ان کو نشوونما دیتے ہیں جس سے ان کا تعلق ہر ایک سے شوا معنوی طور پر منہ بٹا کر نکال دیا اور دینے بجا کرتے کہ کل کے نتیجے میں انسان کے اندر عقل کا تحقیق کیفیت پیدا ہو سکتی ہے۔ یہی حال دوسرے جذبات اور ذہنیات کا ہے۔

ایڈیٹر : بھول کی تیسرے درجہ کے تسنن قرآنی تعلیمات اور دینی عقائد کو سامنے رکھتے ہوئے آپ کیا راستہ تجویز کرتے ہیں؟

پرنسپل جعفری صاحب : سب سے پہلے بچے کے قابل ہو جائے اور اس وقت لادینی صانع کے تھکا دے کہ طوائف کی ادبی کے دلتے



تسلط یا نہیں، بھول کو اگرچہ ایسی بے تمنا آزاری میں نہیں دینی چاہیے کہ وہ جو باطن کی کوئی فریختہ والا نہ ہو، بلکہ ان میں سے ہر ایک کے سے ان میں مغرور ہے۔ یہ میرے خیال کے مطابق بھول کو اس کے کسلے یا اس کے روک ٹوک کی کسی نہ کی شفقت و رحمت کا بیوقوف رہنا چاہیے جو بے نازیہ پیدا نہ کرے۔ یہ نکتہ ہے کہ سبھی سنی ہر بات میں، زندگی کی دشواری کے خوف سے نازیہ پڑھنے والے بچے جب بڑا موقع آزادی پائے ہیں تو وہ بھول کی وہی سے لیے بھٹکتے بھٹکتے ہیں اور اس عمل کیجئے میں ان کی اگر کوئی دیکھ کر ان میں پختہ طور سے آواز دے نفسانی ہر قسم کے غلط شاغل کا تجربہ کرتے ہیں۔ آری ہمیں بھول کو مناسب آزادی دے کر بھی نکلتے ہیں ان کی گمراہی کتے رہنا چاہیے۔

ایڈیٹر : جعفری صاحب! شاید بھول کو کھانے میں اس تضاد کو بھی پر داخل ہوتا ہے کہ اس باطن کا طرز عمل اگر گھبراہٹ، حمل، اپنے اندر بعض ذہنی خوابیاں رکھتا ہے، لیکن پھر کھانا پریش کاری خوابوں سے باز نہ رکھتا چاہتے ہیں۔

پروفیسر منظور صاحب : بھول کی تربیت کے متعلق جعفری صاحب نے ایک کتاب بھی لکھی، کیا ہم اس کا؟

پرنسپل جعفری صاحب : Your Child (آپ کا بچہ)

ایڈیٹر : ذہنی اختلال Mental Disorders کو پیدا کرنے کا اصولی سبب کیا ہے جس کا اثر

منزل یا گلی ہے اور اس سے عرصہ برآ ہونے کی صورت کیا ہے؟

پرنسپل جعفری صاحب : تمام ذہنی اختلال نفسیاتی کی تصانیف میں Conflict کا تصور ہوتا ہے۔ اس کے مطالعہ کا صحیح راستہ یہی ہے کہ متعلقہ فرد کے ذہن میں اس کے تصانیف میں Conflict کو دیکھ کر اس کے پردوں سے نکال کر اس کے سامنے رکھا جائے

استعداد و امکانات میں سے بھی اور غلط فہمی دلا جائے اور اس کی خودی Ego کو مضبوط کیا جائے۔ خودی کو مضبوط کرنے کے لیے علم ہی بہترین ذریعہ ہے یعنی وہ جلتے کہ اس کے اندر کیا قوتیں اور عوامل کام کر رہے ہیں اور ان میں درست کیا جائے۔ لیکن ہذا کر رکھنے سے ایسا نہ کر رکھنے سے تصادمی عمل رکھتا ہے اور ذہنی ایسی کوئل کیا جاسکتا ہے۔

ایڈیٹر : آپ نے فرمایا کہ تصادمی عمل کو دشواری پیدا کر کے نکال کے سامنے کیا جائے، مگر اس وقت کے لیے شمار تصادمی عمل وہ ہیں جو شعور کی سطح پر جاری رہتے ہیں مثلاً آپ اندر ہم ایک نظر ہی عصمت رکھتے ہیں، اور دوسری طرف حمل جاری اس میں تو خدا ہی ہمارے اس قرآنی عقیدے میں اس حال کے ساتھ حملہ آور ہوتا ہے ایک قرآنی اسلامی تہذیب نے پیدا کر دیے ہیں۔

پرنسپل جعفری صاحب : یہ آپ نے صحیح کہ فرمایا کہ نظریات کے خلاف ہمارے بہت سے

تصادمی عمل شعوری ہوتے ہیں، اور کبھی کبھی وہ بھی کوئی سنگین چیز نہیں ہوتی بلکہ دینے ہیں۔ ایسی شعوری الجھنوں کا عمل شعوری سطح پر یعنی لفظی فیصلہ کرنے سے ہو سکتا ہے۔ یعنی وہ گمراہی ہوئی چیز کی کوئی ساقی نہ کہ عمل سے پہلے، ان میں سے اپنے خیال و شعور کے مطالعہ میں اس کا انتخاب کر کے اس شرط پر کر دیں گے خارجی کو رہی۔

ایڈیٹر : ذہنی کے اقدار تجربے کو بھی خوب کی صورت میں اور کبھی بلا کسی محرک معلوم کے کسی خیالی یا احساس یا خواہش کے گھبرنے کی صورت میں پیش آتے ہیں، یا خیالی تخی و تخی و تخی کا تخی تو ان چیزوں کی کیا تفریق کیا جاسکتی ہے؟

پرنسپل جعفری صاحب : بہت سے یہ کہ شعری پہلو سے ہم سب افراد ایک ایک ہیں، اور ہمارے درمیان یا چاروں افراد نام ہیں، یہ چاروں افراد شعوری سطح پر ہیں آپ میں پروری طرح ملے نہیں دیتیں، لیکن لا شعوری سطح پر ہمارے درمیان دیوار ہی عامل نہیں ہیں، اور ہم سب کی شخصیتیں لکھی ہو جاتی ہیں، شعور ہی طور پر ہیں اور آپ ایک ایک آدمی ہیں ہم آپس میں اختلافات رکھتے ہیں، مگر لا شعوری طور پر ہم ایک ہیں، اسی لا شعوری گراؤ ہے، اچانک کوئی کرنل پر آجاتی ہے، اسے ہمارا شعوری ذہن بھی جیسے گرفت میں لے لیتا ہے تو وہ تجربات پیش آتے ہیں ان کا آپ نے ذکر کیا ہے۔

ایڈیٹر : مگر یہ تو یہ تو ایسی جدید علم النفس کی ہے



”اس تمید کو انفق کر دو“ میں نے یہ جہیز سے کہا
 ”سینا کا وقت بردار ہے“

آپ جیسے ہی کوئی سے ہونے لگے کہ ہمارا صاحب
 سے واپس آئے۔ وہ دروں کو دیکھنے گئے۔ ایک ایک انہوں
 نے یہ صاحب سے پوچھا: ”ایس (یہ بیگم صاحبہ کا نام تھا)
 اس املاہ کی کتابیں کہاں ہیں؟“
 ”میں نے وہاں کا ڈھانچہ میں چھپکا دی ہیں“ بیگم
 نے جواب دیا۔

”کہا ڈھانچہ میں چھپکا دی؟“ سہار صاحب نے غور
 کر فرمایا: ”ایسی کثرت اس میں قرآن شریف تھا؟“
 ”تقریباً پورا“ بیگم صاحبہ نے کسی دھڑکی سے جواب
 دیا: ”تمہارے کسی کام کا۔“ وہ تم نے اسے کب چھپا دیا؟ اس پر
 عمل کیا۔ خوف میں بیٹھا پتھر پتھر سے چڑھا۔ میں نے اسے
 کہا ڈھانچہ میں چھپکا دیا۔

”ایس! ایک دو چوش میں اور کسے“ تم نے
 ایسی برکت کر لی۔ تم نہیں جانتیں کہ تمہاری اس حرکت سے
 جیسے کس قدر تعجب ہوئی ہے۔ یہ پوری مفسد کتاب ہے۔
 اللہ کا کام ہے.....“

”مفسد کتاب! رامت دن قانون کی کتابوں
 سے تمہیں فرصت نہیں۔ آج سے پہلے تو میں نے نہیں اس
 املاہ کی اس کتاب کی جانتے نہیں دیکھا پھر کیا تار ایک
 دور کی دوا کو رستہ نکال کر رکھنے کا فائدہ؟ اس روشنی کے
 ڈھانچے میں اس کا کدو سی.....“ باقی الفاظ ابھی کہ بیگم
 صاحبہ کے منہ سے نکلی تھے۔ کہ یہ سزا صاحب کا ہاتھ اٹھا۔
 بھلی کی سی سرعت کے ساتھ اس دور کا ہاتھ بیگم صاحبہ کے
 گال پر پڑا۔ وہ جھل گئی۔ کہتے کہتے کہیں..... اور کہتے میں موت
 کی ہی خاموشی چھا گئی۔ سزا صاحبہ کے ہاتھ سے کھینچا رہا تھا۔
 ”مردوں سے تمہیں سزا دینی دیکھیں وہ دینی ہوئی دینی نیت

شعبہ دینی کر رہی تھی اور اس کا دھرم لادینی تھیں لیکن
 پردوں کو کھینچ کر لگتی۔ وہ خاموشی میں مرنے میں سزا
 اس دن کے طمان کے ہاتھ لگت تھا جس نے ماں
 باپ اور بہن کو بڑی کے ہاتھوں سے عزت ہو کر گھر سے
 نکلے کہ وہ رشتہ کر لیا تھا۔ مگر قرآن پاک کی ہر جگہ کے
 خیال ہی نے اس کا کیا پند دیا۔ یہ بیگم صاحبہ کے غور
 کا گوشت کھریں آگاہ رہا۔ اور وہ ایک ہی چیز پر پختہ کھنکھتے
 رہے۔ ”مگر یہ عزت جتنی ہی حلف کر سکی تھا میرے
 آگے آ رہی تھی۔“ انہیں گوارا کر لیا۔ یہی کیسٹوں کا جذبہ کھنکھتے
 رہے۔ لیکن میری مرنے کی صورت تو پتہ نہیں۔ انہوں نے تقریباً
 کیا۔ گھر کا مفسد کسی کی بے پروائی سے تو میرے گھر میں خود اس
 شعبہ کو کھینچا دیا۔ اور وہ جھلنا ڈال میں عرصہ دراز سے کھنکھتے
 نیچے دیا پتا تھا۔ مگر اس جہیز پر کھنکھتے کہ انہوں نے سزا صاحبہ کا
 ہوا.....“

”وہ کیا؟“ میں نے غور کر لیا۔
 بیگم صاحبہ نے فضائل اپنے حضور انجیل عزت کو چھپاتے
 ہوئے کہا: ”سزا صاحبہ ایک سو فی سے دھڑکے میں منتقل ہو
 کر تم سے جس دھندلاہی کا نیت دیا ہے۔ وہ میرے لیے
 ناقابلِ رد رشتہ ہے۔ مستحق کا فیصلہ تو عدالت ہی کی گئی ہے۔
 مگر فوری فیصلہ ہی وقت سے۔ اس مکان کی کھینچ کر لے کر
 نام سے ہے۔ اور آج کے دفتر کے بعد سے میں نہیں کسی
 حال میں رہی۔ اس مکان میں رہنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔
 آپ اپنا ذاتی سامان اٹھائیں اور فوراً میرا مکان نکال کر دیں
 سہار صاحب نے یہ فیصلہ خاموشی سے سنا اور مجھے گھر دیا کہ
 جو سامان بیگم صاحبہ نے اپنی اپنی گھر لے کر رکھا ہو گا۔ میں آتا
 ہوں۔ یہ کہہ کر وہ گھر میں چلے گئے۔ کوئی گھر تھا بعد ان کے
 تو وہ لوگ ان کے ساتھ تھے۔ سامان اٹھا کر لوگوں میں ڈالا
 پھر مجھے بہت سے ڈاکہ دوہینے کی خواہ دے کر کہتے تھے

مردوں سے اپنی قرینوں کو دوبارہ جواں دل گا۔ ان الفاظ میں نیت
 تم سمجھو: وہ موٹوں کو سوار ہوئے۔ ڈاک بھلی لے کر نکلتے
 ہوئے پتہ پر دوڑا دیا۔

وقت دھندلتی ہی پہاڑی کا قبل دیدہ تھی۔ غنچہ کی
 پانی جھانکی کر لیا ہوا ہے۔ سوچا رہی تھی، اس کے پس
 دیوں کو ان کے ساتھ جان۔ انہوں نے جتنی سے پہلے کیا۔
 پھر گھر سے نکلت کر دی۔ بیگم صاحبہ نے پھر گھر کا ”میرا“
 خرچہ جہیز دیا۔ اس کے لیے تیار رہا ہوا ہے۔ ”بہت سزا“
 سہار صاحب نے جواب دیا اور ساتھ ہی کھینچ کر چلی گئی۔
 مہلی کا خیال رکھا۔

میں نے وہ دو سو کر کے پھر سہار دیا۔ یہاں ہی کا شوق
 ختم ہو چکا تھا۔ اپنے دوستوں سے ضروری کام کا ہمارا کر کے
 شام کے ساتھ چلا آیا۔ راستے پر جہان میں بیگم صاحبہ کے
 کھنکھتے تھے۔ اسی اطمینان پر خیال آ رہی کہ گھر سے
 چل کر پھرتے تھے۔ ہم سچے تھے کہ سہار صاحب نے یہ ایک
 حرکت کی۔ جواں سا شاہد دیکھ کر کہہ گئے: ”ہم یہ کہہ رہے ہیں
 کہ یہ خیر سے میری گھر دیا۔ شاید یہ جہیز بیگم صاحبہ نے خود
 لے لیا ہو۔“ ان کے خیالوں کا کیا اعتبار۔ اس گھر کو لے کر لے جانے
 کا کتنی قسطنطنیہ کر لیں تو زندگی کے دن کیسے نہیں گئے۔ اس لیے
 ہم نے شادی سے پہلے ہی تحریری طور پر اپنے مستقبل کو
 لکھوا کر لیا۔ ایک کتاب کی میں گئے پھر سزا صاحب اور میں کو
 بیگم صاحبہ نے لکھ لکھنے کا کیا یہ کہ یہ ذرا صاحب کا پتہ
 تھا۔ اس کا جواب ہمارے پاس تھا۔

غیر میں گھر کے مال میں اگلی شام کو پہنچا لیا۔
 بیگم صاحبہ اس کی نہیں۔ وہ ساتویں اور آٹھویں کے ہاتھ سے
 قسطنطنیہ ایک کر پڑی تھیں۔ یہی وہ ہے نہ پڑھائی کے
 مطالعہ کی اپنی بات بہت نہیں ہوتی تھی۔ اس لیے میں یہاں
 بڑی کے کتب خانے پر گھر کو لے کر پہنچا تھا۔ غیر میں پڑھا کر

واپس آیا۔ بیگم صاحبہ نے قسطنطنیہ اور اس کے سوا اور بھی اس
 انفرادہ واصل میں ڈھانچا ہر اس طرح تھا۔ وہ اس کی طرح
 گزرتے رہے۔ بیگم صاحبہ کی خاموشی گہری ہوتی جاتی تھی۔
 اور میں سے بہانے کا فراموشی اندھی اندھ لکھتے ہمارا
 تھا۔ وہ مجھ سے کہنا جاتی تھیں۔ مگر مجھ کو سزا صاحبہ پر
 ہاتھیں۔ وہ وہ ذرا صاحبہ کو لے کر قریب آ بیٹھتیں۔
 ساتویں ان کے کتے کے ہاتھ میں رہتیں مگر ان کا وہاں بھی
 اور یہ طرف ہر۔ وہی انہوں نے کبھی کبھی بات کی۔ اور میں
 کی اس کی برکت کر۔ میں ان کے ہاتھ سے چھو کر چلائے
 نہیں جاتا تھا۔ ایک دن انہوں نے اس کی دو دو چوش تو میں
 نے عرض کیا۔ کہ اس دن میں دھڑکے تیار ہو کر بیٹھے کی کسی
 چھٹی ہوئی ہے۔ اس لیے میں چلائے نہیں آ۔ وہ دیا ایک
 بلیں۔ وہ بات ہم نے قرآن شریف پڑھا ہے۔“
 ”میں نے اپنے اسکول کے لڑکے ہی میں پڑھ
 لیا تھا۔“

”عربی زبان کچھ سمجھتے ہیں آپ؟“ انہوں نے پوچھا
 ”جی ایک حرکت۔ ویسے میرے پاس ترجمہ
 قرآن شریف ہے۔“

کیا گہری میں بھی قرآن قرآن پاک ہے؟ انہوں
 نے ششیاں جبر سے لیے میں سوال کیا۔
 ”ہاں“ میں نے جواب دیا۔ ”اب تو قرآن پاک
 کا دنیا کی تقریباً ہر مرد و زنان میں پڑھ کر چکا ہے۔“
 ”ہوئے آٹھ آٹھویں میں کسی شہر پر پڑھ کر آؤں؟“
 پاک لا دیکھیں اس کا مطالعہ کرنا چاہتی ہوں۔“ یہ کہہ کر
 انہوں نے مجھے سو روپے کا نوٹ دے دیا۔

دوسرے دن میں حرمہ جہان رامت مسل کا
 Holy Quran لے کر گیا۔ بیگم صاحبہ نے بڑے
 احترام کے ساتھ اسے میرے ہاتھ سے لیا اور اپنے

ہے اور ہے میں اُن کے ساتھ ہی آپ کے بھائی عزیز جو بھی ہیں۔ ان کا سیدھے کو کھڑا کرنا چاہئے کہ ان کو وہ سہارا ملے جو وہ دنیا میں ترک نہیں سکیں گے میری عزت ایک آدمی کے ہاتھ پر تمام بھجوا رہے ہیں آپ کا سیشن پریسنگ پاؤں، محبت و عزیز و درہم آپ کے لئے کرتے ہیں۔

نہ تسلیم کی پیروی کر سکی یا نہ کھانے کا حق حاصل کیا۔
 قحط اور دقت عیادت جانے کی بات نہیں کی جو یہی قحط نہیں
 کو اتنی ہی سہولت دے گی کہ کھانا کھا سکے۔ فوراً یاد ہو گئی اور
 کہہ نہ دی۔ یوں یہ وقتا ساتھ لے لیا، ایک کچھ پیٹنے پر اور کھانے
 سے بچے بچے تھرا بہا سامان اپنے جو داروہم کے لئے لے کر
 اچھے سالہا سامان ایک کمرے میں بند کر کے لے کر آگے
 دیا اور جو کچھ لے کر آئے ہیں، چٹا کرانے والے سے کھانا کھائی
 ایشیائی زبانوں میں کھانا کھانے بہت دیر سے مسلسل کھا رہا
 تھا اس سے سوچیں کہ کونسا ملک، جہاں اس نے نہ پڑھا نہ
 کرا رہا ہے، نہ دھوکا نہ ہندوؤں میں نہ مگر کھٹ کی قسم کا پڑھ
 کھینچے کھینچے ہیں، اور اور کھانا کھاتا ہے نہ پڑھا نہ کھاتا۔
 اس نے اچھے کچھ کھانا کھائی ہم کچھ صاحب ہیں، تو ایشیائی
 کا راستہ نہیں ہے۔

چاہا کہ اچھے جواب دے لیکن جواب دینا بھی اچھا نہیں تھا۔
 چاہا کہ کہیں کہیں نہ دے مگر اچھا نہیں تھا۔
 دیکھا کہ اسے میرے عمل کا راستہ اختیار کیا ہے تاکہ کسی کو یہ
 نہ پتہ کہ آپ کو کمال کئے ہوئے ہیں یہ کہ انھوں کو کوئی کچھ
 چاہا کہ ان کا نام لگا کر دیا ہو مگر یہ کہ ان کو آپ کی فکر میں
 طرف متوجہ ہو کر رہے۔ اس میں وہاں جس کو بھی کچھ ملتی تھی
 کہ اسے اچھا کہ وہ ان کی توجہ میں رہے! اب میری توجہ کہ
 یہ ہے کہ ان کی توجہ میں رہے۔ ان کی توجہ میں رہے۔ ان کی توجہ میں رہے۔
 یہ چاہا کہ یہ نہیں کہ اسے فراق میں رہے۔ یہ چاہا کہ یہ نہیں کہ
 اس نے ان کا کچھ شرم کر کے کہ اس نے ان کی توجہ میں رہے۔

جس بنیاد پر ہے۔ اس مختصر رشتے کی کچھ لڑائی مکمل ہو
 کر محمد بن سلطان اسوار سے۔ اس نے سب کو اپنے ہاتھ پر لے
 لیا۔ اس کی طرف سے لڑا۔ اگر کسی رانی کو رشتے سے بد میں
 دیکھیں گے۔ یہ رشتہ ایک دفعہ سے میں اپنے ہاتھ سے
 دھوئی دل پر رکھوں گا۔ اس میں ان کی شہر پار کے
 ہر طرف سے دیکھو۔ ایسے مواقع بہت کم تھے۔ وہ اور کچھ پانی پر
 ایسا موقع میں رشتے کے نام پر رکھوں۔ اس موقع سے کچھ کم
 فائدہ اٹھاؤ کہ مجھے اٹھانے دو۔ اور قریب آؤ۔
 کوئی ایک کچھ زخمی پرندے کی آواز سنیں۔ کھڑی آواز
 بہار میں تھی۔ اچھے ایک دفعہ جس کی طرف ہاتھ بڑھا
 کوئی چھپ کر دیکھنے پر تھی۔ اس نے گردن پر لگا جوں
 سے اس کے دل کی طرف دیکھا۔ کھڑا اس کی آنکھوں میں بھی
 ہوس کے شیشے پاتے جوئے نئے۔ آواز کوئی سے دونوں
 ہاتھ پر کر کے اچھے سے کہا۔ اچھے انداز سے لے کر ہاتھ پر ہاتھ کر۔
 میں کہیں کی زندگی میں کچھ حاصل نہ ہو گا۔ میں بیلو
 ہواؤں کی قبضہ کے لیے۔ رسائی کا واسطہ ہے۔ یہ
 تیرا یاد کو میرے پاس بیٹھا چھپے ہوئے۔ وہ لے لو میرے
 سامنے زیورات لے لو۔ ان میں ان کی زیورات سے قبضہ
 مجھے سب کی گزیراؤ۔ میں نے سب کی عین میں ان کی سب کی
 آگ بجھاؤ۔ مجھے چھوڑ دو۔ میں نے ان کی ہر قسم کی آواز سن کر
 اچھے جواب دیا۔ آواز یاد ہو تو میرے لیے میرے لیے
 اس کے ساتھ ساتھ میرے لیے۔ اگر کسی طرف آواز نہ آئی تو کچھ
 زبردستی کرنی پڑے گی۔ کوئی کس کوئی ہو۔ کوئی خاص نہیں ہے۔
 اچھے صحبت کو کوئی کو کرنا۔

مومن بنی حجازی اور انھوں کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرنے لگا۔ مگر انھوں نے طاقتور ہزاروں سے اس کا براہِ عملہ نہ تھا۔ اہل بیتؑ میں انھوں کا ایک بیٹہ نہ بچ سکا۔ مومن بنی کا وہ کوئی بیٹا نہ تھا جس نے اپنے ذات انھوں کے ساتھ

میں جا دیے۔ اور ہر روز شدت سے تڑپا، خدا کو بھڑکاس
 کی کڑت سے پھوٹا، اور ایک طرف جہاں اللہ کی ایک
 دولت تو اپنے گھر سے کھینچ کر لے آئے، اس کے بدلے میں کچھ
 دواؤں کو تقویٰ دے گا، اس کے عوض کو کچھ دیا ہو گا، اس کے پھر
 اسے خدا اس کے سوا کسی حد سے بڑا کر گا۔ اور نہ
 اب وہ تو جہاں اللہ اس کے سوا کسی حد سے بڑا کر گا۔
 جو مسلمان، جو مومن ہے، جس کی ہر بات سے اللہ
 کو کچھ نفع ہو گا، اور اس کے بدلے میں اس کے
 اس سے اپنے گھر پر دواؤں کا ایک ٹوکڑا جس میں
 زنجیر ڈال دی تھی تو ڈکڑا کر اس کے لئے دے گا، اور اس کے
 میں کھڑی مقدس کتاب قرآن مجید کی آیتیں بھی لکھی ہیں۔ یہ
 خدا کا لفظ ہے اس کے حد سے بڑا کر گا۔ اور یہی
 خدا کا دواؤں کی حد سے بڑا کر گا۔

احمده و تعزیر سے کے ساتھ جس کو ڈوبنے کا کیا
 ایک کو کہی کہ کچھ ایسا اور نوں کی طرح اس کے کپڑے پہنائے
 تھی وہی اور میں نے اس کو مرنے کا بل کر لیا اور کہی کہ اور
 یہ تھا کہ اور اپنے تاک کے نصیرے کو کل میرا ہاتھ کہی کہ
 اور کہے کہ اس کی کچھ نکل گئی اور دوسری کے دل پر اس کی
 تھوڑی سی گئی ایک دو شت کے اندر یہ اندر مرنے کا بل
 اور کہی کہ ایک ایک دلت ڈھک گیا تھا مرنے کی حیران
 شان آٹھ گھڑی ہوئی اس نے پہلی پٹھانوں سے
 ہلکا ایک تھوڑی وقت لیا اور اس پر اٹھ گیا چاہے سے پہلے
 ہے کہ اس کی پٹھانوں سے خوف بردار ہے۔ تھی وہی
 اور کہی کہ آپ کو شہر ہو گیا احمہ کہہ کر تھوڑے سا بیٹ
 چھڑ گیا ایک دلت چل گیا اور انھوں سے وہ چل گیا
 یہ وہاں کے شہر کے لگا لگا کر ہوا تھا۔ وہ فوراً چلا گیا
 اور اس نے وہ تھوڑے ہیے احمہ کے پیچھے دھاوا کیا
 اور انھوں سے لگا ہوا اس کے کہ اس نے فوراً مرنے

کے ہی کر لیے اور کہا کہ آج سے تم میری بہن ہو گونا گونا گویا
کو صاف کر دو۔ اس کے پھیلانے کے لیے صفائی کو میری کے سر
پر ڈال دیا۔ اسے سخت درد مٹا کر اس کے سر پر ڈال دیا۔ اس کے
کی طرف چل کر بیٹا اسے اپنے گھٹائے سے سر کا کام چھوڑ
تھا، تو میری کی بات معلوم کیا کہ میری نے بتا کر کہ میرے جیسے
سات سال سے مجھے نہیں جانتے ہیں میری ایک مسلمان
سہیلی تھی جس نے یہ تعویذ لگا کر دیا تھا۔ اس میں ایک تعویذ لگا
تھا۔ یہ تعویذ وہ وقت بتا کر کہ اس کی پرستش میں اس نے
ایک بار آیتیں اور بھی لکھی تھیں۔ آج مجھے معلوم ہوا کہ لڑائی
کیا حالت ہے جس میں میری سخت بچائی گئی ایک مجھ سے ہے
ملا کر مجھے ایک مجھ سے معلوم تھا کہ لڑائی کوئی طاقت اس سے
مجھے نہیں پہنچائی تھی۔ اس کے کام کی لڑائی کی تھی۔
اللہ کا نام پڑھنا تھا۔ لڑا۔ لڑا۔ لڑا۔ لڑا۔ لڑا۔ لڑا۔ لڑا۔ لڑا۔
جس وقت پہنچا ہے لڑا۔ لڑا۔ لڑا۔ لڑا۔ لڑا۔ لڑا۔ لڑا۔ لڑا۔
میرے ہونے لگے۔

[illegible]



وَلَا تَكْفُرْ بِاللَّهِ قَالُوا لِمَنْ تَعْبُدُونَ فِي الْأَلْبَانِ
 إِنَّكُمْ تَعْبُدُونَ إِلَّا الْإِنْسَانَ مِمَّا خَشَوْا
 ذُنُوبَ الْإِنْسَانِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَعَالَى
 مَبْدُوءَ الْوَحْيِ الْحَمْدُ لِلَّهِ



ترجمہ: اُس وقت کیا کرو اور کہہ دے کہ تم اللہ سے نہیں تھے اور تم کو تو تمہارے جانتے تھے جس میں تم وقت
 نہ ملا کہ تمہارا کون کون جس کی عبادت کرنے پر تیار ہو۔ ان حالات میں میں نے تمہارا خدا کو
 جس میں ایک خدا تھا وہاں جس میں خدا ہے تو تمہارا بنایا، بنائیت خودی کو گوارا نہیں دے گا کیا
 یہ سب اس لئے تھا کہ تم شکراؤ کرو؟

ترجمہ: اور خدا کا فضل و کرم

ایک خاتون کا عجیب طرز گفتگو

— اوارہ —

سہارن پور کی واقعاتی داستانوں میں سے یہ ایک ایسی داستان ہے جو اگرچہ مشہور تر بیعت نہ دلاؤں
 میں شائع ہو چکی ہے مگر اُسے درج کیے بغیر قرآن نہیں ایک ملال ہے گا۔ ہمارے دارالکتاب و
 اکتباس میں اسے بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ہم نے اسے ایک پڑانے عربیہ سے پڑا دیا ہے اور پھر
 ایک اور سو سے سے نقل کیا ہے۔ یہ داستان زندگی کے موضوعات و مسائل کے حقیقی قرآن کی
 جامعیت اور وسعت، بیان کی شادابی ہے اور قرآن سے محبت کا ایک اعلیٰ نمونہ بھی پیش کرتی ہے۔
 اس واقعہ کے راوی حضرت عبداللہ بن مبارک علی جو عباسی دور میں حکمران تھے تھے اپنے عالم جو گزرے
 ہیں جن کے گرو ایک بار مجرم کو دیکھ کر تعجب اہن تک ہے یہ مولا کوئی تھی کچھ بولنا ہی کر رہے تھے حضرت
 عبداللہ بن مبارک کی حقائق ایک سفر میں ایک ایسی معرعاتوں سے جوئی برتاؤ ہے کہ پھر کر اسے جنگ
 گئی تھی۔ پھر جو کہ ہوا اس کی روئیدار پیش خدمت ہے۔

ایک عروبہ خاتون کے راستہ میں ایک وقت
 کے تھے کہ پانچ بیٹی تھیں عبداللہ بن مبارک اس کے
 پاس سے گزرے۔ آپ بھی کئی بیت اللہ اور زیارت و سفر
 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حالت سفر میں تھے۔ بوڑھی
 کو کہہ کر بیٹیاں اور بیٹوں سے پکارا تو اس نے اس سے بات کی
 پھر اس کا لہجہ درج ذیل ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک! السلام علیک ویرتہ اللہ
 خاتون! شکر و تحیات و تحنن

یعنی سلام نہایت مہربان رب کا قول ہے مزاروں
 کو سلام کا جواب تو خود اللہ تعالیٰ کی جانب ہے۔
 خاتون! من یشیل اللہ علی عبادہ لا یشی اللہ
 جہنم سے اُسے کوئی راہ پر لانے والا نہیں مزاروں
 یہ کہ میں راستہ قبول گئی ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک! آپ کہاں سے آ رہی ہیں؟
 خاتون! اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے
 یعنی پاک

سے وہ خدا پرستوں کے لئے کھانا ہوتا ہے
مہر اعلیٰ نے کیا درود و تمجید کہ میں مہر اعلیٰ
سے آ رہی ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک آپ یہاں کب سے رہی
ہیں؟

خاتون: اللہ اعلم۔ براہِ برکت رات
(سے)

حضرت عبداللہ بن مبارک، تمہارے کھانے کا
کیا انتظام ہے؟

خاتون: وہاں تو کچھ نہیں ہے۔ وہ وہاں
مجھے کھانا کھاتے ہیں۔ میں نہیں دیکھتی۔ وہ وہاں
میاں ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک، کیا وہاں کوئی اور ہے؟
خاتون: اللہ اعلم۔ وہاں تو کچھ نہیں ہے۔

اگر تم پانی پانا تو پاک مٹی سے تم کو دھو
یہ کہاں سے پانی مل رہا ہے۔ سر تیز کر لیتی ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک، کیا وہاں کھانا کھاتے
ہیں؟

خاتون: ابھی نہیں ہے۔ روزے رات
کے آغاز تک کھاتے رہے۔ انشاء ہے تمہاری

روزے سے ہوں،
حضرت عبداللہ بن مبارک، یہ رمضان کا مہینہ
تو نہیں ہے۔

خاتون: اللہ اعلم۔ وہاں تو کچھ نہیں ہے۔
اور جو کچھ کے طور پر خوشی سے روزہ

رکھے تو دیکھ، اللہ تعالیٰ شکر گزار اور مہربان ہے اپنی
میں نے نکل دھو رکھا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک، لیکن مشین تو روزہ
افکار رکھنے کی اجازت ہے؟

خاتون: وہاں تو کچھ نہیں ہے۔ وہ وہاں
اور اگر تم روزہ رکھو تو تمہارے
بے خبر ہے۔ اگر تم جانتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن مبارک، آپ میرے بیٹے کا
میں بات کریں۔

خاتون: مائیکہ من قبلہ اللہ تعالیٰ رحمۃ اللہ علیہ
(سے)

کرتا مگر یہ کہ اس کے پاس ایک مسجد گھبراہٹ
ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ انسان کے ہر لفظ پر ایک
فرشتہ گھبراہٹ کرتا ہے اور اس کا اعتقاد ہوتا
ہے اس لیے ہر بات سے احتیاط میں قرآن کے الفاظ

میں بات کرتی ہوں۔
حضرت عبداللہ بن مبارک، کس قید سے تکی ہو رہی؟

خاتون: وہاں تو کچھ نہیں ہے۔ وہ وہاں
اور اگر تم پانی پانا تو پاک مٹی سے تم کو دھو
یہ کہاں سے پانی مل رہا ہے۔ سر تیز کر لیتی ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک، کیا وہاں کھانا کھاتے
ہیں؟

خاتون: ابھی نہیں ہے۔ روزے رات
کے آغاز تک کھاتے رہے۔ انشاء ہے تمہاری

روزے سے ہوں،
حضرت عبداللہ بن مبارک، یہ رمضان کا مہینہ
تو نہیں ہے۔

خاتون: اللہ اعلم۔ وہاں تو کچھ نہیں ہے۔
اور جو کچھ کے طور پر خوشی سے روزہ

رکھے تو دیکھ، اللہ تعالیٰ شکر گزار اور مہربان ہے اپنی
میں نے نکل دھو رکھا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک، لیکن مشین تو روزہ
افکار رکھنے کی اجازت ہے؟

خاتون: وہاں تو کچھ نہیں ہے۔ وہ وہاں
اور اگر تم روزہ رکھو تو تمہارے
بے خبر ہے۔ اگر تم جانتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن مبارک، آپ میرے بیٹے کا
میں بات کریں۔

اگر آپ مجھ سے جس سلوک کرنا چاہیں تو اللہ اس
کا اجر دے گا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک، اچھا تو پھر سارے
دے کر حضرت نے اپنی دشمنی چلا دی۔

خاتون: اللہ اعلم۔ وہاں تو کچھ نہیں ہے۔ وہ وہاں
اور اگر تم روزہ رکھو تو تمہارے
بے خبر ہے۔ اگر تم جانتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن مبارک، اچھا تو پھر سارے
دے کر حضرت نے اپنی دشمنی چلا دی۔

خاتون: اللہ اعلم۔ وہاں تو کچھ نہیں ہے۔ وہ وہاں
اور اگر تم روزہ رکھو تو تمہارے
بے خبر ہے۔ اگر تم جانتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن مبارک، اچھا تو پھر سارے
دے کر حضرت نے اپنی دشمنی چلا دی۔

خاتون: اللہ اعلم۔ وہاں تو کچھ نہیں ہے۔ وہ وہاں
اور اگر تم روزہ رکھو تو تمہارے
بے خبر ہے۔ اگر تم جانتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن مبارک، اچھا تو پھر سارے
دے کر حضرت نے اپنی دشمنی چلا دی۔

خاتون: اللہ اعلم۔ وہاں تو کچھ نہیں ہے۔ وہ وہاں
اور اگر تم روزہ رکھو تو تمہارے
بے خبر ہے۔ اگر تم جانتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن مبارک، اچھا تو پھر سارے
دے کر حضرت نے اپنی دشمنی چلا دی۔

خاتون: اللہ اعلم۔ وہاں تو کچھ نہیں ہے۔ وہ وہاں
اور اگر تم روزہ رکھو تو تمہارے
بے خبر ہے۔ اگر تم جانتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن مبارک، اچھا تو پھر سارے
دے کر حضرت نے اپنی دشمنی چلا دی۔

خاتون: اللہ اعلم۔ وہاں تو کچھ نہیں ہے۔ وہ وہاں
اور اگر تم روزہ رکھو تو تمہارے
بے خبر ہے۔ اگر تم جانتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن مبارک، اچھا تو پھر سارے
دے کر حضرت نے اپنی دشمنی چلا دی۔

میں خدمت کے قابل بنا دیا۔ وہ میرا
میل لوتے پر اس قابل نہ تھے۔ اور میں نہیں لوث
کر جواب دہی کے لیے، اپنے رب کے سامنے
ماضی کو نہ لے سکتا۔

اب حضرت عبداللہ نے دشمنی کی مبارک
تھی اور وہی (مراہوں کا مشورہ) نہ لے سکتا، لاپتہ
ہو سکتا تھا۔

خاتون: وہاں تو کچھ نہیں ہے۔ وہ وہاں
اور اگر تم روزہ رکھو تو تمہارے
بے خبر ہے۔ اگر تم جانتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن مبارک، اچھا تو پھر سارے
دے کر حضرت نے اپنی دشمنی چلا دی۔

خاتون: اللہ اعلم۔ وہاں تو کچھ نہیں ہے۔ وہ وہاں
اور اگر تم روزہ رکھو تو تمہارے
بے خبر ہے۔ اگر تم جانتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن مبارک، اچھا تو پھر سارے
دے کر حضرت نے اپنی دشمنی چلا دی۔

خاتون: اللہ اعلم۔ وہاں تو کچھ نہیں ہے۔ وہ وہاں
اور اگر تم روزہ رکھو تو تمہارے
بے خبر ہے۔ اگر تم جانتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن مبارک، اچھا تو پھر سارے
دے کر حضرت نے اپنی دشمنی چلا دی۔

خاتون: اللہ اعلم۔ وہاں تو کچھ نہیں ہے۔ وہ وہاں
اور اگر تم روزہ رکھو تو تمہارے
بے خبر ہے۔ اگر تم جانتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن مبارک، اچھا تو پھر سارے
دے کر حضرت نے اپنی دشمنی چلا دی۔

خاتون: اللہ اعلم۔ وہاں تو کچھ نہیں ہے۔ وہ وہاں
اور اگر تم روزہ رکھو تو تمہارے
بے خبر ہے۔ اگر تم جانتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن مبارک، اچھا تو پھر سارے
دے کر حضرت نے اپنی دشمنی چلا دی۔

خاتون: اللہ اعلم۔ وہاں تو کچھ نہیں ہے۔ وہ وہاں
اور اگر تم روزہ رکھو تو تمہارے
بے خبر ہے۔ اگر تم جانتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن مبارک، اچھا تو پھر سارے
دے کر حضرت نے اپنی دشمنی چلا دی۔

آؤ کر ان دونوں نے قافلہ کو جا پڑا۔
حضرت عبداللہ بن مبارک: کیا اس قافلہ میں آپ کا کوئی
لاٹا یا عزیز ہے جو آپ سے تعلق رکھتا ہے؟
خاتون: اے اللہ! تو انھیں نصیب فرما۔
مال اور اولاد و بیوی زندگی کی لذت ہیں۔ دینی
میرے بیٹے ہیں قافلے میں شامل ہیں اور ان کے
ساتھ مال و اسباب بھی ہے،
حضرت عبداللہ بن مبارک: آپ کے ڈرے قافلہ میں
کیا کام کرتے ہیں (محسوس کام) مایہ تھا کہ ان کو کچھ
میں آسانی ہو،

خاتون: وقلوبہم ویاہجہم حشر یحشرہم
اور نشانیاں ہیں اور ستاروں سے وہ رہا کرتے ہیں۔
معلوم ہو کہ وہ متعلق رہنما کی کافر ایضاً انجام دیتے ہیں
حضرت عبداللہ بن مبارک: کیا آپ ان کے نام بتا
سکتی ہیں؟
برہمیا: وَاللّٰہُ اِنَّہُمْ لَیَحْمِلُوْنَ حُمْلَہٗ ۝ وَکَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی
تفصیل: ۱۔ یغیر غلبۃ اللہ یغیر
اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو دوست بنایا
اور موسیٰ سے کلام کیا۔ اسے بھی اس کتاب کو قوت
سے پکڑو۔ ان میں آیتوں کو چھ کر خاتون نے
بتا دیا کہ ان کے نام ابراہیم موسیٰ اور یحییٰ ہیں،
حضرت عبداللہ نے قافلہ میں ان مول کو لپکا
شروع کیا تو وہ تینوں فوجان فوراً حاضر ہو گئے۔

خاتون: اپنے لڑکوں سے،
خاتون: اے اللہ! تو انھیں نصیب فرما۔
اپنے لڑکوں میں سے کسی کو اپنا منکر دینی تقدی،
و سے کرشمہ میں اکھا نا خریدنے کے لیے، بیجو۔
اور اسے چاہیے کہ وہ دیکھے کون سا کھانا زیادہ
پاکیزہ ہے۔ پھر اس میں سے تمہارے پاس دینی
لے آئے دینی لڑکوں کو کھانا کھانے کے ہدایت
کی،
اور جب کھانا لایا تو خاتون نے حضرت عبداللہ
بن مبارک سے کہا،

خاتون: ۱۔ خاتون: اے اللہ! تو انھیں نصیب فرما۔
تفصیل: ۱۔ خاتون: اے اللہ! تو انھیں نصیب فرما۔
سب اس اچھے کام کو تم نے گذشتہ ایام میں
کیا اور ساتھ ہی دوسری آیت پر مبنی میں کا مشاف
یہ تھا کہ میں آپ کے سب سلوک کی شکر گزار ہوں
خاتون: ۱۔ خاتون: اے اللہ! تو انھیں نصیب فرما۔
بدلتی ہو رہی ہے۔
میں اب تک پہنچ کر یہ مبارک گفتگو ختم ہو گئی۔ اور
اس صفت خاتون کے لڑکوں نے عبداللہ بن مبارک کو بتایا
کہ ان کی والدہ چالیس سال سے اس طرح قرآن ہی کے
ذریعے گفتگو کر رہی ہیں۔

وَلَا تَحْزَنْ ۚ إِنَّہٗ جَمِیعٌ عِنْدَ رَبِّہِ ۚ

میں نے محسوس کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

سیدنا ابراہیم



تفصیل

اشدوں کی لڑائی سے چپ رہنے کی حقیقت کوئی بھی
 اور پھر میں نے تیرے ساتھ قرآن سننے میں شریک
 ہوتا۔ میں اگر آپس وقت منہم سے عادت
 تھا، مگر مولانا کے سحر و سحر کے غلط ہوا
 پھر بہت تیرے اصرار میں پرانے چلاؤ تو
 نے مجھے سستی کے ابتدائی حصہ میں بھی دیکھ لیا
 سب سے چڑی آؤ تو ہوئی کہ اس میرے سینے کو
 کھول دے اور میں قرآن سننا کروں، نیز اس
 بچے خوش الحانی کی قسمت سے والے۔ اور

مولانا محمد رفیع صاحب مسعود دہلوی کی

قرآن کی ساتھ شرف کی ابتدا اس وقت سے ہوئی
 جب سے ایمان و اسلام کے ساتھ شرف کی ہوئی ہو کر
 دونوں چیزیں ایک دوسرے سے نمایاں ہو گئیں۔ ساتھ
 کسے میں سب سے پہلے تو وہ اکابر ملنا کا حامل ہے
 جس میں پرورش پائی ان کے علم و فضل اور کمال کی بصیرت
 اور کمال کی دولت کا مشاہدہ ہوا۔ ان سب کا اس طرح اتفاق
 اس کی دلیل تھا کہ مسلمان کے سب سے بڑی دولت قرآن
 کریم ہے۔ پھر جن کو عقل و فہم کو نشو و نما کا ثبات عالم
 میں ضرور رکھنے کی صلاحیت ملی اور توحید و رسالت پر یقین
 میں بولایا، ہر ایسا نامی بہت سے قرآن کریم کے ساتھ شرف

مولانا مسعود صاحب دہلوی

میں سب سے زیادہ ایک لڑکا تھا کیا جاتا تھا مجھے خوب
 یاد ہے کہ جس دن میں نے کتاب میں پرست پر چڑھا کہ خود
 کرنے کے بعد دوسری نماز کے وقت کے لیے لڑا بہر
 رکنا مسجوب ہے تو میں نے اسی دن سے اس پہل شروع
 کر دیا ہے غرض میں ہر صبح پڑھنا بات پہل کرنے کی

کاشت کی کتاب

معاذ کتب کا مجھے سے شوق تھا، جب بڑا ہو گیا
 تو یہ شوق اس قدر بڑھ گیا کہ طبیعت کی طرہ پر بھی تھی
 سوائے کتابوں کے کچھ کی چیز سے دلچسپی نہ رہی تھی تو کتب
 بھی کئی کئی، کسی مذہب، کسی علم کی بات تک ہائی میں اسے
 غم کر کے دم لیتا تھا۔

معاذ کتب کے اس شوق نے ایک دن سرسید
 احمد خاں کے رسالہ تہذیب الاخلاق تک پہنچا دیا، ان کے
 مضامین میں بڑھ کر میری آنکھیں کھل گئیں، ادبیچے پر تقسیم چیز
 سے غرت ہو گئی، رفتہ رفتہ ہر بات میں مجھے سرسید احمد خاں
 سے اتفاق دینے لگا، ان کے وہ مضامین جو حکومت
 کے انکار کے باوجود بھی تھے مجھے بہت پسند آئے اور
 شدہ مجھے مذہب کی ہر بات میں شک ہونے لگا۔

باقی قرآن و تفسیر پڑھ کر لی گیا اور پھر دیر سے ہو گیا۔
 اب مجھے مذہب اور مذہب کی ہر بات سے سخت نفرت
 ہو گئی تھی اور سب فرسودہ باتیں معلوم ہوتی تھیں، اسی
 لیے قرآن سے مجھے سخت نفرت اور دہشتاں ابھری تھی کہ
 اس کتاب سے کیا نفول آتا دینا میں پیدا ہو چکی ہیں، ہر
 چیز حرام، گنہگار اور ترک رکھنا واجبیت (مستقل نظر) ہے۔
 شراب آتی بھی چیزیں جسے سادی مذہب و دنیا بینی ہے اور
 حق دوست دیتی ہے حرام، ذہنی اور مزاج پر پوری تمام
 سب کا تفرقہ دیتے ہیں، حرام، بجا ہو جو وہ تمام ترقی یافتہ
 کھول میں رکھتا ہے اور بڑی نشہ افروز چیز ہے، حرام، یہ
 سب کچھ کیا ہے، اسلام میں ہر چیز حرام، اور خود اسے مذہبی
 حرام، خود اس سے نیچا پھانسی پڑتا ہے حرام، اور خود اس میں
 حرام کو کھانسی بھی ہے باتیں۔ اسی تمام باتوں کی ذمہ دار
 کتاب ہے۔ اگر کتاب مذہبی تو دنیا میں اس قدر تہذیبی
 اور فرسودہ خیالی دہشتی۔

ملتا میں سے ایک دن قرآن کو زمین پر پھینک کر
 ایک شوکر لکھی (امید داشت) شوکر لکھی تھی کہ میرے
 پاؤں میں پگلی کا سا رنگ نہ آوے اور اسی وقت سے پاؤں میں
 درد ہونے لگا، میرا معاملہ کوئی وسیع تھا، میں نے ہر طرح
 سے تشیاد و قیامت کے کے دل کو مطمئن کر دیا کہ نفس
 تحت الشور، یا قدم خیالات کا اثر ہے یا نفس خفایا ہے
 اس طرح میرے غمازوں کے قول رہے۔

ایک عرصہ اور چڑھنے کے میگوں اور دکھوں کا
 علاج کرتے لڑ گیا، پھر ہر کار اور مہولی صحت کا میں بڑا
 مست یا ہندھا مگر مرض میں کی ذاتی۔ اسی عرصہ وراثت میں
 خیالات میں لگا اور غلبہ آپکا تھا اور میں نے قرآن
 سے بہت کچھ یاد کیا تھا اتنا مجھے اس کتاب سے بڑی محبت
 ہو گئی تھی، ایک دن میں نے قرآن کو اپنے سینے سے لگا اور
 اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کی کہ اگر مجھے صحت نصیب ہو
 جائے گی تو اس تمام قرآن کی کہ بے لوث خدمت کرونگا
 اور کبھی جلاہت الی پروا نہیں کروں گا، درد اسی وقت
 کا زور بڑھا اور پھر کئی دنوں پھر مجھے ایک بڑی بصیرت
 سے نجات مل گئی، پھر زبان خمریزوں سے مجھے میگوں
 اور دکھوں سے روک دیا تھا وہ سب خمریزوں میں نے
 قرب کھائی اور وہاں بھی چھڑی مگر مرض دلا۔

تدوین القرآن میں نے اسی مذہب کے طاقت بڑی
 کاوش سے کئی تھی اور اس کے لیے میرے تمام کتب خانے
 بھان دادے گئے، اس کتاب نے فضل خدا پر تھا پڑھنا
 چھنے والا ہے اور جسے خدا نے تعالیٰ نے اتنی مقبولیت
 عطا کی ہے کہ ہر شام، عراق اور یس کے مصنفین
 نے اپنی کتابوں میں اس کے حوالے دئے ہیں۔
 مگر وہ ایک مسلمان دفتر مذہبی کو فرما دے اور اگر
 کا فر ہو کر مسلمان کی طرف لڑتا ہے تو وہ بھی آہستہ آہستہ



ہی جتنا ہے، ایک دم کو کوئی ہی برداشت ہے۔ ایک حشر
 ٹھک پڑتا خیال رکھ کر قرآنی خصوصیات امتیازی میں مبتلا
 کروادوں کا قصور بلند ہے یعنی خدا کی پچھلے کھوارات
 قرآنی نے بنایا ہے۔ وہ بڑا عجیب ہے اور وہ دل کی
 بنائی ہوئی راہ بڑی تھری ہے لہذا میں اس دور میں انکو
 بیشتر وہ دل کا مظاہر کیا کرتا، بھگوت گیتا اور لوگ کی
 کتابیں بڑھا کرتا اور بڑے بڑے سنت مہاراجا کی کتاب
 ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ قرآن اور
 وہ میں بکٹ ہو رہی ہے، اور دونوں اپنی اپنی فضیلت
 ثابت کرتے جا رہے ہیں، آخر قرآن نے کہا، میرا یہاں ہوا
 ایسا ہے جس پر ہر شخص آسانی سے عمل کر سکتا ہے اور تیرا

حضرت برہنہ علیہ السلام

قرآن پکڑے دلچسپی اور کشمیر سے ذہن میں
 ایک ایسے شخص کے ذریعہ پیدا ہوئی ہو یا استاد تھا۔
 جس سے میرا کوئی تعلق یا واسطی نہ تھو وہ چلتا
 پھرتا یا مجھے شکر دیتے میں چند روز قیام ہوا اور پھر اپنے
 کوئی سدھ لگایا۔ میں نے اسے اس کے بعد پھر بھی نہ
 دیکھا۔ دیکھی اس کا خیال آیا بجز چند مخصوص موقعوں
 کے جہاں میں سے ایک موقع وہ تھا جب میں نے تھاری
 باسکی آڈر کو سورہ دھن کی تلاوت کرتے سنا۔
 وہ شخص ایک سفید پوش بڑھا تھا، قوم کا کھڑا
 اور ہارے غلام موٹا پیش کوٹھا تھا۔

جب وہ آیا اور میں نے اس کو دیکھا تو وہ نام
 تھا جب میں نے نیانا قرآن شریف تم کیا تھا۔ جس
 دن آخری سورت پڑھ کر کلام پاک گردن کر رکھا تھا۔
 اس کے بعد سے اس کو ہاتھ نہ لگا تھا۔ اور وہ نہ لگا
 تھا جب ابھی کہ اگر بڑی صاحب پڑھا نے کے لیے

ہاؤ اب کب تک پانی پئے گئے ہر مولوی صاحب
 دانش ہے۔

تو قومی ہاؤ ذم تو مجھے پئے پانی پینے آئی
 تھیں پھر مجھ کو بھول کی حال پتے دایں ہائے۔
 مولوی صاحب کی ایک بات قابل ترین تھی۔
 وہ یہ کہ ہم اپنے کئی ہی دور تھے مگر وہ چھ ماہ تک
 میں چھوڑتے نہ ہوئے۔

کبھی کبھی ان کا دل خوش ہوتا تو وہ بھی ایک آواز
 لطیفی سنا دیتا کرتے تھے۔ دراصل اب میں سمجھتا ہوں
 تو یاد آتا ہے کہ مولوی صاحب فرود سے اور کدورت
 واسے انسان تھے ان کی بیوی بچہ دار نہ تھی اور کوئی
 بیٹی بھی بالکل سلیک سوائی کی تھی۔ وہ بیشتر بونگے
 کھدے کے گڑے پینتے تھے۔ جب سے آج تک میں
 یہی سوچتی ہوں کہ ان کی بول کر یہ فرشتے پڑھا نے واسے مولوی
 استغفرم فرود اور کثرت کیوں ہوا کرتے ہیں۔ اب کبھی
 کبھی یہ بول جاتا ہے کہ۔ میرا وہ قرآن پڑھا نے والا
 استاد مجھے مل جائے تو میں اس کو دیکھ کر بالکل ہی طرح
 اٹھ کر کھڑے ہوں جیسے سید کا قلم اور ڈاکٹر میر میرا لٹر
 کو دیکھ کر فرود اٹھ جائے کو دل جاتا ہے۔ وہ بھی تو
 آگرمیرا استاد ہی تھا کہ برا جو وہ میرے ذہن سے دہلے
 پیدا کر سکا اور میرا وہ استاد خستہ حال اور خستہ مند
 تھا۔

ایک بار قرآن شریف ختم کر کے مولوی صاحب
 وطن گئے تو پھر دایں دیکھے۔ اور کم سے کم میں نے
 کبھی ان کی ضرورت بھی محسوس نہ کی۔ اس لیے کہ اب
 کھینچنے کی عمل آدا دی تھی اور مولوی صاحب یاد رکھنے
 کے قابل تھے۔

ان ہی دھول مولو کش کی کوٹری میں ایک قابل

سے کوئی خاص ذہن نہ تھا اور میں نے ان سے کچھ
 ایک بڑے اچانک سے پڑھا۔ البتہ ایک کچھ پڑھا تھا
 فرود پڑھا کہ ایک دن انھوں نے میرے بھائی کا کان
 مڑوا تو وہ بہت ان کے شہ پر مار کر اندر پلے گئے تھے۔
 اس کے بعد سے وہ میں بڑے ضبط اور عمل سے پڑھا نے
 لگے تھے۔ بعد میں راز لکھا تھا کہ انھوں نے ان سے یہاں
 عدم موجودگی میں کہا تھا کہ ان کی بول کر مار ڈانٹ کے
 پڑھا میں گئے تو اب کی محنت اگارت جائے گی۔ یہ
 ایک حرف بھی پڑھ کر دے دیں گے۔

پھر بال مولوی صاحب نے نہیں مارا تو کبھی نہیں
 البتہ ایک بکے قسطی کا سا انداز فرود رکھا۔ وہ کچھ ایسی
 روحی طبیعت کے انسان تھے کہ اپنے طرف خطاب میں
 اصناف اور جنس کی تفریق بھی فرود نہیں کرتے تھے۔
 یعنی لڑکے اور لڑکی دونوں ہی کو ایک ہی انداز کے افضل
 پڑھاتے تھے مثلاً اگر مجھے پھیلان کرتے یا منہ پر ہار پڑھاتے
 دیکھتے تو اپنے مخصوص گتے ہرے ہمدی لیے میں تہنید
 کرتے۔

رومان جاہلے۔ سیدی طرب آموزتہ سنا
 پھر میں اور ہنسی آئی اور ہم ان کے جائے میں ان
 کی تھیں کرتے۔ مان جاہلے اسے اسے۔ سیدی طرب
 آموزتہ آتا سنا۔

استاد بقیہ اور پنے کے درمیان ہر ایک منڈ
 رابطہ قائم ہو کر سب کے دھنوں کو خوش رہتا ہے اس
 کا دور وہ پڑھتا تھا۔ ہم زور دے کر دے کر کے لیے ہر
 روز پانی پینے کی پچی سے کر مرگ کتے اور کشتش یہ
 کرتے کہ اتنی چھوٹی چھوٹی ٹیکسٹ کے کہ پانی خلق کے
 نیچے انہی کر زیادہ سے زیادہ وقت گزر جائے۔ پھر
 ایک دوسرے کو خوش کرتے۔

ذکر تہذیب فکر و عمل یعنی اس کی عقل و صلاحیت فطری اور صاف ستھری کو کفری میں ایک دوازہ قدم اور سیدھے پورے صاف نظر آئے۔ سو وہ فطرت کھانا پکاتا تھا۔ ساہ خام صاف ستھرا سیدھے شلوک پکارتے چار خانے کی تمدد ہاتھ مگر وہاں پہلے کھٹ کھٹ کرتا کام کرتا بھرتا۔ چاندنی سے پانیوں وقت کی نماز اور مسجد کی عبادت کے علاوہ تھمد بھی کسی قصا ذکر کرتا۔ وہ چھپکیاں سے لے کر قرآن شریف پڑھا کرتا تھا اور یوں سے اس کو دفی نفرت تھی۔ کیا حال جو اس کی کفری میں کوئی قدم بھی رکھ نہ خواہاں پڑا کر باہر کر دیتا۔

”میاں کی کام سے پھلو مار کر باہر کھیلے اور مجھے کتنا شوق تھا اس کی کفری میں خشکی خشکی چٹائی پر بیٹھنے کا۔ مگر ہم تو اس کی کفری کو کفری کہنے والی پھل کی تک میں قدم رکھتے گھبراتے تھے۔ یوں گستاخ کفری ہمارے خادم کی نہیں کسی جن بصورت کی ہے۔

مگر عیب سے وہ بڑے میاں اگر رہتے تھے۔ ان کی مسکراہٹ ہماری خاصی بہت افزائی کرتی تھی میاں تک کہ کبھی کبھی ہم کفری کے سستوں سے لگ کر کھوکھلے کرتے۔

”بڑے میاں سلام؟“
”خوش ہو رہا ہوں۔ ان کی آواز نرم اور مسکراتی ہوئی تھی۔ اب آپ کی طبیعت کیسی ہے بڑے میاں؟“
”شکر ہے اللہ کا“

اتنی گفتگو کے بعد میں غصے سے ہوا کہ ہم نے مولوی بخش کے اس تمام ترے اور دیکھے ہی کو شکست دے دی ہے جو وہ ہم سے رورہا تھا۔

”ہمارے کسی کی نرم نرم ہمارا ہوسہ ہر جی، موسری اور کامنی کے بھلوں کو بچھڑا سا کر دیا کرتی تھی۔ ایسے

دوئل میں میں کسی کچھ جاگ باقی اندر سیکھی باہر جاگتی جاگ زیادہ سے زیادہ چھوٹ چکی تھیں۔

وہ ایسی ہی ایک تھی تھی۔ تمام رات رات کی رانی تھی تھی اندر کی ہر سہیلے پھولوں کے ڈھیر لگھیتے تھے۔ میری آنکھ خود بخود کھل گئی۔ ابھی کچھ چوری خود اور نہیں بھٹی تھی۔ نرم نرم ہوا پہل دی تھی میں آنکھ کر باہر آگئی تھی۔ تقریباً چھٹس سو رہا تھا۔ لیکن مگر کاش کی پھل سے ایک جب آکر گھڑی آواز آ رہی تھی۔ لکھ بھر کو میرے قدم زلے میں نے ٹھٹک کر سنا۔ اور میں اس طرف کھینچ کر آئی۔ کھول کے ایک گوشے میں ہو کر بیٹھا ہر ایک ساہ سارے آواز تھا اور آواز ادھر سے آ رہی تھی میں اور میری بی بی کی گور اور اسات ہر جتا ایک طرف رکھا تھا۔ اور میری بی بی جیسے جیسے بڑے بڑے میاں نکات میں مصروف تھے۔ میں چپ چاپ جاگ کر ان کے قریب کفری ہو گئی۔ اور وہ دیکھ کر کچھ بڑی حیرت ہوئی کہ گانے کا کرتا اور گانے کی تمدد ہاتھ دلائے ہمارا دوا بھانسیہ

قرآن شریف کے عبادت کر رہا تھا۔ ایک عیب سی بصورت کر دینے والی آواز تھی ان کی۔ جس نے میرے قدم پکڑ لیے تھے۔ وہ قوم اللہ صحت میں اب سے پہلے میرے لیے کوئی چاہ نہ تھی۔ اب تک میرے حواسوں پر بھجائے سے ہمارے تھے۔ بڑے میاں کی وہ آواز میرے کانوں میں آج بھی جاگ اٹھی ہے جیسے وہ کہہ رہے ہوں۔

لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ قُلُوبُكَ وَتَذَكَّرْ لَهُمْ
وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ قُلُوبُكَ وَتَذَكَّرْ لَهُمْ

اور میری بی بی کیوں کر انہوں نے مجھے دھیرے اور

کس انداز سے کہا تھا۔
قیامی اللہ، زینت اللہ

میں انی اللہ کے سنتی اور مضمون سے قطعاً اپنے واقعی کسی مجھے غصے ہو رہا تھا جیسے میرے روٹنے کوٹے ہو رہے ہوں۔ وہ قرآن شریف میں کر رہے تھے لیکن عجب انداز سے دھیرے دھیرے مجھے جھوم رہے تھے۔ اور ان کا زور تھا اور ہمارا جرم ایک رات تھا۔ قرآن ختم کر کے کے بعد وہ کھانا لے اور کھڑے ہوئے۔

”بڑے میاں سلام؟“
”خوش ہو رہا ہوں؟“
”بڑے میاں؟“
”اب بغیر مجھے قرآن شریف پڑھتے ہیں؟“
”اں میں میں مقلد کیا ہے۔“

میں اس دن بغیر بیوی بچے کی دامن ہی آئی تھی میں گد راتھا جیسے کسی نے میری بھولی چھوڑ دی ہے ہر

دوسرے دن میں پھر نرم اندھیرے اٹھی لیکن میری کفری کھل کر طرف پھیل گئی۔ وہ حسب معمول قراوت میں مصروف تھے۔ کچھ دیر سے رہنے کے بعد میں دیکھ کر ان کے کھڑے ہو گئی۔ دیکھ کر ان کے ہمارے ہو گئے۔ اور دوسری صبح بستر سے اٹھ کر آئی۔ لیکن بڑے میاں کی آواز میرے کانوں میں گونج رہی تھی۔

وہ دن بھی گزر گیا اور دوسری صبح میرا ہمارا دن تھا۔ اماں کو کفری ہونے لگی۔ تب میں نے ان سے کہا۔

”اماں!“
”اماں!“
”ایک بات باتیں گی۔“
”کیا؟“

”مجھے باہر ملنے دیں گی؟“
”میں تمہیں ہمارا بہت ہے۔“
”میں ان کے بڑے میاں کے پاس بھیج دیکھئے۔“

میں ان سے کھول گئی میرے اچھڑا کر کھول کر دیکھنے میں سے ہمارا کفری میری کفری کی ضد پر انہوں نے کھلی سی شان اڑھا کر مجھے باہر بھیج دیا۔ اور میں اس جنگ پر بیٹھ گئی جن کا مجھے میاں جیسے تھے۔ ان کو شاید یہ بھی کچھ ہمارا ہے۔

”انہوں نے مجھے دیکھنے کی پوچھا۔ اب بی بی کیسے؟“
”اماں؟“
”بڑے میاں؟“
”اماں؟“
”مجھے رات شریف سنا دیجئے؟“
”اچھا بیٹے۔“

انہوں نے اپنے کپڑے حلوں پڑا چار خانے کا کھڑا کھڑا کر کے سر پر کیا اور ابھی ہر چہرہ کو کھلا دینے والی آواز میں سورہ مدثر کی قرات کرنے لگے۔ میں کم گرمی میں شوق کی دیکھ کر گستاخ جیسے سر کا سدا بھاری بن اور دلی گری آہستہ آہستہ قاب ہو رہی ہے۔ اتفاق کی بات میرا بھائی میرا دھیر کر آگیا۔ بڑے میاں جتنے عرصہ رہے میں وقت بے وقت بیٹھ جاتی۔

”بڑے میاں رات شریف پڑھتے؟“
”اچھا بیٹے، بھڑ زوال کے وقت کے وہ میرا رانی ہو جاتے۔“

پھر وہ تندرست ہو کر پھلے گئے۔ اور پھر کبھی بڑے مجھے وہ بار گنا جیسے کہ کھوسا گیا ہے۔

اماں پابندی سے قرآن میں مصروف ہیں باقاعدہ اور ان کے لکھنے کے بعد اپنی آواز سے قرآن شریف

ہیں نے اپنی تعلیم کا آغاز ہی قرآن مجید سے کیا۔ چار

عربی میں کسی کی گردن کاٹ دی۔ حالانکہ عربی الفصحی مطلب
 بالکل دماغی تھی۔ عربی عربی کی اس بنیادی قدرو منزلات
 کے بغیر میرے دل میں تلاوت کی بہت بات نہیں ہو سکتی تھی۔
 حالانکہ ایک مغربی باشندے کے لیے انجیلی تھی۔ میرے
 والدین، رشید اور ادا صاحب عربی اور عربی کی وسیع اور زبرد
 دیکھتی اور تعلیم دیتے تھے۔ اس لیے جب میں لیکچر
 پڑھنے لگی تو ان کا پیشہ میری مطالبہ ہو کر میں تمام دروس
 اور محو کیاں بند کر دیں تاکہ وہ پیشہ نہ ہوں۔ ۱۹۶۱ء میں
 قبلہ الاسلام کے بعد غیر مذہب کی سب سے بڑی کتب خانہ
 معروف مصری قادی عبدالباقی کی تلاوت کا قیام دیکھا
 شفیق کوسور پڑھاتی تھیں ایک نامور عربی عالم صاحب نے
 دیکھا کہ وہ کیا پڑھ رہی تھیں۔ اس دن ایک مہمان خصوصی آیا ہوا تھا۔
 یہ ایک بدست قسمت معمولی لباس میں بوس سیاہ تمام قوجان
 تھا جو زبردگار ایک طالب علم تھا۔ جب اس نے سورہ
 الرحمن کی تلاوت شروع کی تو ایسا معلوم ہوا کہ میں نے اس
 سے پہلے اسے تلاوت تلاوت کبھی نہیں سنی۔ قادی عبدالباقی
 بھی اس کے محتاج میں بیٹھا تھا۔ اس سیاہ تمام افغانی قوجان
 کی تلاوت نہایت سرگرمی تھی۔ یقیناً حضرت جلال علیہ السلام کی ہوا
 بھی بہت کچھ اس سے ملتی ہوگی!

دس سال کی عمر میں میں نے عربی کے متعلق
 وہ ساری کتابیں پڑھ دیں جو مجھے سکول پڑھانے فرستے کی
 لاخبر لیں سے حاصل ہو سکیں۔ خصوصاً وہ کتب عجیبیں جو دین
 اور عربی کے سب سے بڑے کتب خانہ کو رکھتا تھیں قرآن مجید کے
 متعلق اپنے تجسس کی تسلی کرنے میں زوال سے زیادہ
 عرصہ بیت گیا۔ بہت بہت سب بوقت کی عمر کو بچتی تھیں
 یقین ہو گیا کہ اسلام کو عربوں نے اس بندہ پر نہیں پہنچایا
 بلکہ اسلام نے عربوں کو عربانی یا بدیشیوں سے لایا تھا
 بتا دیا۔ جب تک میرے دل میں اس انقلاب کی وجوہات

ترجمہ قرآن کا ایک سستا ایڈیشن دیکھا جو بی بی نے اسے
 کھولا، وہ میرے لیے ایک عظیم کھفت ثابت ہوا۔ اس
 کی وضاحت دلافت نے میرے پاؤں اٹھا کر رکھ
 دیئے۔ پختال نے اپنے دہلیجے کے پتے پر اگراف میں
 لکھا تھا:

”اس ترجمہ کا مقصد انگریزی قاریوں کے
 سامنے یہ بات پیش کرنا ہے کہ قرآن مجید کے
 مسلمان قاریوں کے الفاظ سے کیا معنی ملتے
 ہیں اور قرآن کی ماہریت کو خود ان الفاظ میں
 سمجھنا اور انگریزی پڑھنے والے مسلمانوں کی
 ضرورت کو پورا کرنا ہے۔ معنویت کے
 ساتھ یہ دعوے کیا جا سکتے ہیں۔ کوئی عالمی
 کتاب کو ایک ایسا غرض حاصل ہے کہ میں
 کر سکتا جو اس کے علامات اور مقام پر
 ایمان دے گا۔ یہ یہ سلا انگریزی ترجمہ ہے جو
 ایک ایسے انگریز نے کیا جو مسلمان ہے۔ بعض
 تمام میں ایسی تفسیر کی گئی ہے جو مسلمانوں
 کے لیے دل آزاری اور تفریب میں
 زبان کا ایسا انداز بیان اختیار کیا گیا ہے
 مسلمان بڑے زور سے کہتے ہیں۔ قرآن کو عربی
 ہے۔ یہ قدر بڑے شوق اور ہر وقت ہے۔ میں
 اسے اس کتاب کو کسی انداز میں پیش کیا ہے
 اور اس کے لیے کوشش کی گئی ہے کہ وہ ان
 زبان استعمال کیا جائے۔ لیکن یہ ترجمہ قرآن مجید
 نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تو بے حیل دے دیں
 ہے۔ اس میں اتنی بڑی بات ہے کہ لوگ اسے
 سمجھنے میں دوسرے دوسرے میں لپکتے ہیں۔
 یہ قرآن کے منہ پر انگریزی میں پیش کرنے

کی غرض ایک کوشش ہے اور اس کے عمر
 کی قدر سے کافی۔ عربی قرآن کی بکریں
 سے نکلتا۔ ذہن پر مقدمہ ہے۔“

اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ اس کا ترجمہ ان تمام
 لکھا تھا۔ اس کے بعد میں نے اس کا اور دوسرے عربی
 کا ترجمہ قرآن پڑھنے سے انکار کر دیا۔ پختال کا ترجمہ پڑھنے
 کے بعد میں نے عبدالباقی کی عربی، عربی، عربی اور عربی
 عبدالباقی اور ابوبادی کے تراجم کا مطالعہ کیا۔ اور پھر قرآن
 انکشاف ہوا کہ یوسف علی اور محمد علی کی تفسیر عربیوں میں
 اس کی وجہ ان کا محدود اور اذکار اور غیر معمولی کوشش
 تھی جو انہوں نے ان آیات کی تفسیر میں کی تھی۔ جو بعد
 لکھنے اور نامی شہادت سے متصادم ہو گئی ہیں۔ ان کو
 کا ترجمہ کر دیا تھا۔ ان کو دیکھا دیا۔ اسے اپنے ترجمہ میں
 قرأت کے ساتھ جیسے ترجمہ کے نوٹس پر قدم انداز بیان
 اختیار کیا ہے۔ اس کی تفسیر وہ صوم ہوئی۔ خاص کر اس
 کا وہ حصہ جس میں مختلف مذاہب کا ذکر ہے اور اس نے
 اس سے بہت کچھ حاصل کیا۔ بہرین پختال کا ترجمہ
 بہت پسند آیا۔ اور ان کے دل تک ہے اس کے متعلق
 کا کوئی انگریزی ترجمہ نہیں مل سکا۔ کسی ترجمہ میں وہ وضاحت
 بلاغت اور انداز بیان نہیں ہوا جس میں موجود ہے۔ بہت
 سے دوسرے تراجم میں اللہ کے نام کا ذکر نہ تھا۔ انھیں
 کہنے کی غرض کی تھی ہے۔ لیکن پختال نے ہر نام ”اللہ“ ہی
 استعمال کیا ہے۔ اس سے اسلام کے پیغام میں مغرب
 کے قادی کے لیے زبان تہذیب ہو گیا ہے۔ بہت کچھ میں
 ہسپتال میں صاحب لکھا، یہی پختال کا ترجمہ جس میں
 زیر مطالعہ رہا۔ میں نے اسے بار بار چھان دیا۔ میں نے اس کے
 چھوٹے قریب کے، اللہ تعالیٰ پختال پر برکات نازل
 کرے جس میں امر کے اور انگشت کے باشندوں کے

یہ قرآن کی تعلیمات کو معاملہ آسان بنا دیا۔ اگر وہ ایسا
 دیکھتے تو اس سے کلام دینی اور اس کی قدر دیکھتے۔
 ۱۹۰۹ میں اسپتال کے باہر کھڑے کے بعد، میں
 قسمت کے اوقات میں یوں یاد رکھ گیا کہ قرآن کی
 مشرقی شیعہ میں یہ کلام کے متعلق کتاب کا مطالعہ کرتی۔
 یہیں مجھے مشکوٰۃ المصابیح مترجمہ امام شافعی رضی اللہ
 عنہ کی ایک ترجمہ جلدوں کو پڑھنا یاد آئے جسے بات کا علم تھا
 کہ قرآن مجید کو موزوں اور افضل طور پر پڑھنا اس وقت تک
 ناممکن ہے جب تک مشفقہ سریت کو پڑھ کر نہ پڑھ کر کوئی کلمہ
 کے اسوہ اور فرمودات کے اسوہ قرآن مجید کی تفسیر میں طرح
 ملے جو پختہ ہے۔ جن پر یہ قول ہوا تھا: وہ لوگ جو منکر
 احادیث ہیں وہ منکر قرآن ہیں۔
 مشکوٰۃ کے مطالعے کے بعد میں نے قرآن کو امانی
 کتاب مان لیا۔ جس پر پڑھنے کے لیے اس بات کا خیال کر دیا کہ
 قرآن مجاہد الشریعہ اور محمد بن شافعی رحمہ اللہ کی تصنیف
 نہیں وہ اس کے تفسیر میں غرض اور مضمون پر مبنی ہیں۔ جو اس
 نے زندگی کے تمام مہم سامان کے متعلق دیتے ہیں۔ اور یہ
 ایسے ہیں کہ مجھے کسی دوسری کتاب کی طرح نہیں ملے۔
 میں نے ان میں موت سے بھی خوفزدہ اور اگر کسی خاص
 کو اپنی موت کے خیال سے اسے اتنا دلچسپی کو کہیں مرتضیٰ قلاب
 دیکھتے کے بعد اس کی رات کو بچنے کی غرض سے اور والدین کو بچانے کی۔
 جب میں ان سے دریافت کرتی کہ میں کیوں مر رہی ہوں تو
 موت کے بعد میرے کیا ہے؟ تو کہہ دیا: صرف اتنا کہ دیتے کہ وہ
 ناکر سے ہے اور مجھے اسے قبول کرنا پڑے گا۔ اور جو کچھ میری متانت
 تھی کہ وہی ہے شاید میں ایک سوال تک نہ دے، چنانچہ میرے
 والدین، خاندان کے باقی افراد اور تمام دوست اسباب
 بڑی غزرت کے ساتھ حیات بعد المات اور خوشتر حیات
 کے امانات اور روزی کی مسرت کو ہم پرستی اور خوشتر حیات

مجھے تھے۔ قسمت کے انبیا کی طرح اور اولیاء کے متعلق نہیں
 معلوم ہے کہ انہیں سرادھ اور دنیا میں ہی ہی حضرت عیسیٰ
 کی کمانی مشہور ہے۔ اگر شفق نے اسے کھینچا ہے
 کو تیار کر دیا، ان کی ایک بڑا کردار ہیں۔ انہیں ایک اہم
 ناک مرتضیٰ میں جو کہ وہ دنیا کو ان کے ایمان کی آزمائش کی
 جانے۔ حضرت ابراہیم نے درود اور خدا سے فریاد کیا کہ اس
 نے کیوں ایک نیک کو انسانی کو معاصی میں جو کیا۔ کمانی
 کے خاتمے پر انہوں نے ان کے تمام دنیاوی نقصانات کی
 کمانی کر دی تھی۔ لیکن اس میں نہیں بتایا کہ ان کی کمانی کی بات
 بعد المات میں انہیں کیا جزائی۔ میں نے انہیں یہ بھی کہا
 کہ اگر وہ دنیا اور اس کو متناہی قرآن مجید سے کیا، کیا وہ ان
 مجہم ہے۔ میں نے قرآن پر موت میں ہی مشہور موت کو اپنی
 مل نہیں ہے بلکہ یہ کہ تامل کی تفسیر ہے کہ بہتر موت سے
 بدترین زندگی بھی ہے۔ میرے والدین کو فلسفہ یہ تھا کہ
 موت کے خیال کو دل میں ہرگز ملکہ نہ دینا چاہیے اور اللہ کی
 کی دعا کہ وہ مرنے سے خوف نہ برداشت نہ دہرائے۔
 ان کے خیال میں زندگی کا مقصد یہ تھا کہ انسان خوش و خرم
 اور سرور سے اپنے خاندان سے بہار کرے۔ دوست
 اسباب سے تعلقات برقرار رکھے۔ اور ان تعلقات میں
 منہمک رہے جن کی امریکہ میں فراوانی ہے۔ وہ زندگی
 کی اس مصنوعی شکل کے سختی سے قائل تھے۔ گویا یہ ان کی
 مسرت اور خوش قسمتی کی ضامن تھی۔ میں نے تلخ تجربے
 سے معلوم کیا کہ ان باتوں سے پریشانی نصیب ہوتی ہے۔
 اور وفا کی قرآنی اور صبر و جہد کے بغیر کوئی قابل قدر چیز
 حاصل نہیں ہو سکتی۔
 میں اپنے بچپن کی سے اہم اور بڑے بڑے کام
 کرتا چاہتی تھی۔ سب سے زیادہ میں اس بات کی خواہش
 تھی کہ اپنی موت سے پہلے مجھے یہ یقین حاصل ہو جائے کہ

میں نے اپنی زندگی کے اہم جمعیت اعمال میں ضائع
 نہیں کئے۔ میں زندگی بھر مجاہد مزاج رہی ہوں۔ میں
 نے کبھی بھر مجاہد کی ثقافت سے غزرت کی ہے جس کا
 بڑا پارہ ہے۔ ایک مرتبہ میرے والد نے مجھے کہہ کر
 مست پریشان کر دیا کہ دنیا میں کوئی چیز بھی مستقل قدر کی
 حامل نہیں ہے۔ اس لیے یہ کہہ دیتے ہیں کہ بہتر ہے کہ ہم
 بعد از رحلت کو تیار کر لیں اور اپنے آپ کو ان کے
 مطالعے میں ڈالیں۔ لیکن میں نے اس بات کی خواہش ہی
 کر کہ اپنی کسی چیز حاصل کر دوں جو مادہ قائم ہے۔ اور یہ بات
 میں نے صرف موت کے بعد سے کہی کہ میرے والدین نے۔ اگر انہ
 کی خوشدلی سے حاصل کرنے کے لیے کوئی نیک کام کیا جائے
 تو وہ ضائع نہیں ہوتا۔ اگر اسے دنیاوی انعام دینی ہے تو
 جسے اس زندگی کے بعد ضرور ملے گا۔ قرآن میں بتاتا ہے کہ
 وہ لوگ جو دنیا کی حقارت سے بچنا حاصل نہیں کرتے۔ اور
 ان کی سے من مانی کرتے ہیں۔ انہیں اس دنیا میں کتنی
 حیرانی اور دولت حاصل کریں دی جائے۔ اور وہ اپنی فکر
 کی کوئی چیز صرف کر میں کہیں دہریوں۔ قیامت کے
 دن وہ خود بخود نہیں دیں گے۔ اسلام کی تفسیر ہے کہ ہم
 حق اور مظلوم اور مظلوموں کو اپنے پر پانی تو نہیں اور
 تمام اعمال اور سرگرمیوں کو ترک کر دیں جو ہمیں اس لئے
 ہے بچنا کی ہیں۔ قرآن کی ان تعلیمات کا مطالعہ نہ صرف نیکو
 بہانہ کر دیتے۔ اور میں نے انہیں اپنے شائق کے میں
 مطالعے پایا ہے۔ جب میں افغانی اسلام میں آئی۔ میرے
 والدین، دانشور اور دوست اسباب سے مجھے وہ اپنی
 کمانی کر دیں کہ اس کے بغیر کسی ادب بات کا تصور رنگ دے سکتی
 تھی۔ ان کے نزدیک مذہب ایکسی کی مطالعہ تھا جس میں
 دوسرے اشغال کی طرف ترقی کی جا سکتی تھی لیکن جس میں
 قرآن کی تفسیر کا مطالعہ کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ اسلام کی مود

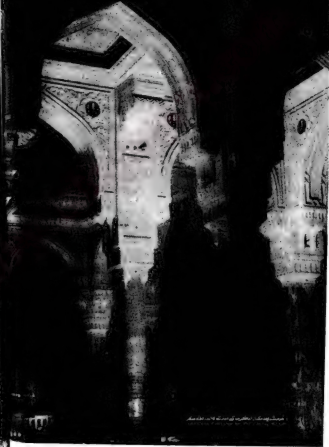
عصب کا نام نہیں ہے۔ اسلام زندگی کی بعض ضرورت ہی
 نہیں، بلکہ خود زندگی ہے!۔
 کئی خوف کے آگے اسے ۲۸ سال کی عمر میں پل
 آئے تک میں ماضی کا کھ سے کل طور پر غور و خوض نہ کر سکی
 ایک ہمیدہ دل و دماغ کی دہریہ تھی۔ ہر وقت کا تجربہ
 میں کہوں کے بغیر میں غرق دینی تھی جس میں سنا، دیکھا اور
 موسیقی سے متعلق تھی۔ کئی نوجوانوں سے غزرت تھی۔ مجھے
 روان، شان، شوکت، سنگار، دیوارات، فیض اہل
 لباس میں کوئی دلچسپی تھی۔ اس لیے مجھے اس سرواوی کی
 پسندی مرانی۔
 میرے یہی ہی تھے کہ میرے میں کوئی بگڑ چکی تھی۔
 میں مشتعل سے اپنی تھی میں وہاں سے لگی اور پاکستان
 چھوڑ گئی۔ کہ پاکستان کی فضائی ہر دور سے مسلم ملک کی طرف،
 یوں اور امریکہ سے آئے دے مظلومانہ کر دینا سے
 آگاہ ہے۔ ہر چہ ایک نیک مسلمان کی کی نہیں ہے۔ جن کی وہ
 جہولت ایک فرد کو ایسا حامل میرا تھا ہے جس میں وہ
 اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے۔ مجھے اس
 بات کا اعتراف ہے کہ بعض اوقات میں ان باتوں پر غور کرتا
 نہیں ہو سکتی کہ اسلام اتنا قائم کرتا ہے۔ لیکن میں نے اپنی
 کو ہر حال کو اپنی جانب پلٹ کر کے لیے قرآن و سنت
 کی دور آواز و دہات کرنے کی ہر بات نہیں کی۔ میں جب
 بھی کسی علمی کی محکب ہوتی ہوں، تو انہی کا اعتراف کرتی
 ہوں اور اس کا ادا کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔ وہ مسرت
 مجھے اپنی حیات کی مثال نصیب ہوتی ہے۔ سراسر اس
 محبت کی گہرائی اسان ہے کہ کوئی اس کی اپنی صفات
 کو اسلام میں قد و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جس
 مغربی معاشرے میں غزرت و حیات کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے

ہندی عقلمندی اور نہایت



عقلمندی

لے آئے تھے گاڑی کا اسلہ
مواہرے تھے اور تارکی
حقیقت رکھتا ہے اس لیے
کہاں یا اس لیے کہ اس لیے
کہ اس لیے کہ اس لیے
بے مستعار ہے کہ اس لیے
نہایت ہے اس لیے
معاذ زمانہ تقدیر و
تاخیر کہ اس لیے



تین سوال

تیسرے دم سے ایک وزیر خلیفہ سے حضور
میں اپنا زہر اس فرض سے چھوڑ دیا کہ خدا
قدوس کو بت کرے کہ ان سے تین سوالات دریافت
کرسے اگر وہ ان کے حکمت اور فہم کو جانے
دیں تو جہاں وہ خلیفہ کو لکھا کہ آئندہ عہدوں اور حکمرانی
برگذاں نہ کرنا۔ چنانچہ خلیفہ نے حضور سے دریافت کیا اور خدا
قدوس کو بت کر دیا کہ ان میں امام ابو حنیفہ ہیں ان سے
دو وزیر خلیفہ یعنی امام ابو حنیفہ اور امام ابو حنیفہ کے
مختلف اصحاب علم سے جواب دینے کے بعد کہاتے تھے
ہر ایک کو امام ابو حنیفہ نے خلیفہ سے جواب دیتے
کہ اپنا تہ نہایت۔

امام ابو حنیفہ: (دو وزیر سے) تم اس وقت سامانی کی
حیثیت میں ہو۔ اور میں جو جب رہی ہو اپنے
والا، ہوں۔ میں ہر چیز پر خوشامی ناک نہیں بلکہ
محبت کا منصب ہے۔

خلیفہ: ہاں یہ بات بہت درست ہے۔

اس پر دو وزیر میرے آتر آیا اور امام
ابو حنیفہ اس کی جگہ افسان سے چڑھ گئے
اس ڈرامائی صورت پر واقعہ سے مجلس کا حال
تبدیل ہو گیا،

امام ابو حنیفہ: (دو وزیر سے) اب اپنے سوالات
پیش کرو۔

دو وزیر: میرا پہلا سوال یہ ہے کہ خدا سے پہلے
کیا چیز تھی؟

امام ابو حنیفہ: تم ایک دو ایمین پادشاہ کی گفتی

تو جانتے ہو، ذرا یہ بتاؤ کہ ایک سے پہلے کونسا
دوسرے؟
دو وزیر: ایک سے پہلے کوئی مدد نہیں، میں
سب سے پہلے ہے۔

امام ابو حنیفہ: تو میرے جواب میں امام ابو حنیفہ کا
قائل ہے کہ اس سے پہلے کسی خدا کا تصور
نہیں کیا جاسکتا تو خدا سے جو حقیقت میں واحد
(ایک) ہے اس سے پہلے کوئی چیز کیسے ہو
سکتی ہے۔

دو وزیر: میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ خدا کا نام

کس طرف ہے؟
امام ابو حنیفہ: پہلے یہ بتاؤ کہ چرخ کی روشنی کا نام

کس طرف کو ہوتا ہے؟
دو وزیر: چاروں طرف۔

امام ابو حنیفہ: اب سوچو کہ آگ جو ماری تو ہے؟
جب اس کے لیے کوئی خاص سمت نہیں
کی جاسکتی کہ اس کا منہ فلاں طرف کو ہے تو پھر
اس اسی طرف سے کوئی خاص رنگ کیوں کر
میں ہو سکتا ہے؟

دو وزیر: میرا تیسرا سوال یہ ہے کہ خدا اس وقت
کیا کر رہا ہے؟

امام ابو حنیفہ: اس وقت وہ اپنے دوسرے کاموں
کے ساتھ ایک کام سے بھی انعام دے رہا ہے کہ
اس کے عہد میں آئندہ کریمہ سے سامنے کھڑا کر دیا
ہے اور خدا کی جگہ پر بنایا ہے۔

دو وزیر: میرا ساکت ہو گیا اور اس کا سر جھک
گیا۔ خلیفہ نے حضور کو امام ابو حنیفہ کی طرف اشارہ
کرتے ہوئے یہودیوں کو کہنے کے ساتھ ان کے

خلیفہ کے کہنا سے کہتا ہے کہ یہ ہے جو خلیفہ
سوالات اور بحثوں کی نگاہوں سے چھٹکے گا ایک
عربی سلسلہ چلا رہا۔

(۲)

عملیت کا ظہور

(دوسری صدی ہجری) ایک غیر نشتر۔
اس کا نام ابو حنیفہ اور امام ابو حنیفہ
کی صدارت میں)

معمر: ہاں تو عزیز تو جو انو! آپ لوگ بات کریں، میں
کے لیے آپ سے یہ مجلس میں کی ہے۔
ایک تو جو حنیفہ: (دوسرا) جی میں ہے۔ ذہن نیکیا
تو جو سے میرے بڑے ہیں۔ کربلا میں امام ابو حنیفہ
دوسرا تو جو حنیفہ: اب میں یہ بات آپ سے کہہ رہی ہوں
میں یہ بات کہتے کے لیے۔

تیسرے تو جو حنیفہ: یہاں تو گھر میں سرکار کی انکسین
اور کئی کام کر رہے ہیں۔

معمر: جیسے ایسی کوئی بات نہیں۔ میں جو کہہ گئے والا
ہوں وہ میں شام میں رہی اور باری ملک کے
مطابق ہے۔ (دوسرا) چنانچہ خلیفہ نے امام ابو حنیفہ سے
خدا کا نام کے تصور اسلام سے بیان کیا جاتا ہے۔ وہ
بندہ آزاد خیال ہے مگر خواہ کی توہمیں خلیفہ پر قناعت
پرست تھا کہ آئندہ خلیفہ سے کہ اس کے آگے
دوبار کی حکومت میں بدلے میں ہے اور امام کا حال
یہ ہے کہ وہ شریعت کے لیے اور مذہب فیہ حقیقت
کے ایک ایک نکتہ کو اس کے منہ سے نکال رہی
منہم کو دانتوں سے کھسکے ہوئے ہیں۔ ان کو

ذرا سوچو کہ جو پیش کردہ نامہ بدل کے کہاں سے کہاں
پہنچ چکا۔ اب جو ایرانی، ہندی، رومی اور دوسری
لوگ یہاں آئے ہیں تو ان کی بائیس سو کھیل بار
باری انکسین سامنے ہیں کہ علم کیا ہوتا ہے اور علوم
نقلیہ کی زنجیروں میں انکسین کے ہوتے ہوئے
حقیقی فضا میں ہیں یہ وار کیا لفظ ہوتا ہے۔

جو حنیفہ تو جو حنیفہ: (امام ابو حنیفہ کی بات کو دانی محبت
کے کشش میں ہے۔ وہ سامنے سے کہانی قدروں
کے پورے نقل کرتے تجربہ کرنا چاہتا ہے مگر ایک
قدم نہیں اٹھا پا کہ مذہب عقیدوں کا یاد آئے
ایسے اقدامات پر مجبور کر دیتا ہے۔ جیسے وہ خود
میں بعد رجعت پسندانہ کہتا ہے مگر کہہ کر
پانچوں تو جو حنیفہ: ان کے کلام یہ ہے کہ وہ لوگ کھڑا
دانتوں میں جدت نکالنا تو کام کر رہی ہیں اور خدا کے
بہت بڑے کلام کو توڑ دینا۔

تیسرے تو جو حنیفہ: یہ حادثہ تو اب سے دیکھ رہی ہیں کہ
جیسے طبعیت اللہ الہی اور نئے گوشہ کے دعوت
اشراف و اعیان کا ایک وفد مدین سے ہمارے قریب
کرتا ہے کہ اس شخص کی خبروں کا کافی ہیں اور اس
کے انداز بیان کی عربی ہمارے قریب آج کے اہل علم
بچوں کے فہم کو دیکھ کر تھکا کر کے کہہ دے کہ یہ
سب علم کی شراعت ہے یا کہ اس کی ہائی
ہوئی ادب و دانش اور ثقافت کافی فضا کا نتیجہ ہے
چنانچہ خلیفہ مدین سے ہمارے قریب آیا۔ ان دنوں ہندی
کا علم جاری کر دیا۔ اب جسے لوگوں سے کوئی کہے
کہ خدا عزوجل اور خدائی کی کوئی تعریف تو کر کے
جاتا۔ آخر تو تو قرآن میں کیا تو دوامی اور جیسی زندگی
کے ساتھ پہلے اور تو وہی کے جس کے تذکرے

ذکر نہیں ہیں۔ پھر ایک شاعر کے شعر میں وہی
 باقی اٹھ کر کونسا سا ہے۔
 چھٹا فوجوان، غریب و بشار میں لگا ہفتہ دوں ہے۔
 اس سبب عام فزوں کے پاس سے یہاں سے ایک
 غزلیں کی شروعات کر دی ہیں جن میں وہ اپنی جگہ
 ہے ہی کا قلم میں کرتا ہے اور ساتھ ہی عشق و محبت
 کی دوسری باتیں ہیں کہ جانا ہے جس کی رنگ
 رنگ میں ہلکا ہی ہیں
 غیر فوجوان، ہاں میں کی کہنے ہیں بقل کے، ایک تازہ
 فزوں میں کہتے ہیں کہ میں نے غمخوار سے قردان
 اور قردان سے میں نے ایک کی فضاؤں کو ایسے
 شعروں سے بھر دیا ہے کہ کوا کہتے ہوئے
 کنواری اور بیجا سمیٹا تالیاں بجا بجا کر سن
 کرتی ہیں۔ گلاب چو کو خلیفہ صمدی نے مجھے شادی
 سے روک دیا ہے اس لیے میرا کتہ آفریں نہ پڑا
 باز آگیا ہے۔ دوسری ایک فزوں میں کہتے ہیں کہ
 میری محبوب لے میری دو اسے شباب کے لیے
 پیغام طلب بھیجا، مگر میں نے تو اب اسے پیٹ
 دیا ہے۔ شاہ ذبیحہ دہانے دو شیرازوں کے وسط
 میں مجھے منع کر دیا ہے اور میں اس ملک کی نافرمانی
 نہیں کرتا۔ مجھے ہر روز درویشان کا اشتیاق پڑتا
 ہے، مگر مجنا سب وہ کھریا۔ میرے اور اس
 کے درمیان غلطی کا کی ہے۔ پہنچا میں نے اسے
 میں ہرگز چاہے۔ وہ باتیں وہی عشق کی کہ بڑا
 گرا ایک مجھے انداز ہے، ہر ان باتوں کو اور بھی
 خوش بنا دیتا ہے اور جو وہ سیاسی ماحول کے
 حالات میں اس انتہا میں شامل ہے۔
 ساتواں فوجوان، اور وہ دست انجیر قصیدہ میں تو

آپ لوگوں کے سنا ہوگا، جہاں کا مطلب ہے ۔
 وَكُنْتُ الْهَوَى حَيْثُ قَسَمْتُ بِسَاتِرِ
 سُلَيْمَى وَ لَسْتُ غَرَامًا قَرَّ الْقُرْعَى
 واہ کیا خیال پر تجھے کہ کہ میں نے اپنی محبت کو
 زندہ دل کر دیا اور میں اب محبوب باؤں کے بھی
 نہیں ہوں گا۔ زندہ نہ کرتے ہوئے ان کے نام میں
 لگوا دے ہیں۔ ساتھ ہی قمری کی جگہ کا اشارہ
 میں ہے کہ یہ قمری سا ہے ہیں۔ قمری پر تو نکل
 نہیں چلا وہ انسانوں پر کیوں ہے
 معمر، مضمون شرو شادی کا میں نکلا ہے۔ اندیشہ ہے
 کہ یہ حکایت لفظ دراز نہ ہو جائے۔ اصل حال
 بھیجے وہ لگا ہے۔ ہم لوگوں کو ایک صفت علم عقیدہ کو
 فوج دے کہ مگر یہ توئی کی باتیں نکلتی ہیں اور
 دوسری صفت شعرو اور ادیبوں اور موسیقاروں کی
 شاعری سرگرمیوں کے لیے ماحول کو سازگار بنا
 ہے۔ دوسرے ہم دنیا کی قوموں سے بھیجے وہ جانتے ہیں
 ساتواں فوجوان، دو باتیں شعروں سے کہنی ہوئی
 ایک یہ کہ میں ساداکام و مذہب کے لیے نہ
 میں کرتا ہے۔ اور قرآن و حدیث کی باتیں کہتے
 رہتا ہے۔ فرق صفت انداز تصور و تصویر و ماحول
 مطالب میں ہوگا اور پھر تصویر و اجناد کے راستے
 کو ہم پر ڈاکے نہ ہاتھیں گے۔ دوسرے کام کا انداز
 ہر شے اور طریقہ پر ہو، بلکہ وہ دوسرا ہو۔ اسے
 گھر میں لائے۔ نیچے سے آہستہ سرنگ
 لگا کرتے ہیں داخل ہو جائے۔ اور وضاحت نہ دے
 دے پادریوں اور راہبوں کا جھگڑ کرے ان کی وجہ
 سے علماء کی ساری توجہ ان کی ہیملوں کی طرف چلاؤ
 دوسرے ان کی وجہ سے لڑکیاں عقیدت اور خوشنوا

پارہی ہے۔
 آٹھواں فوجوان، دوست! ہم نے تائید اور قبول
 اور مصیبتوں اور بدولت کے سامنے مصیبت
 اور ٹھکانہ عزت پر کھڑے ہو کر رہتے ہیں۔ ہم
 شرمندہ ہوتے ہیں۔ لیکن کہ ہمارے دامن چہی
 ہیں۔ ہیں ہمارے علم نے صفت قال اللہ اور
 قال الرسول دیا۔ اور کہ میں اب ہیں۔ "قول"
 اور "قول" کے دروازے کھولتے ہیں۔
 پہلا فوجوان، یہ غلطی فکر داخل درست ہیں۔ آٹھ
 سے ہے میں، انھوں نے لکھا "کہ ہم سے موسم کی
 جاتی ہے۔ اس کے اجلاس غصہ ہوں گے۔ آپ
 سب لوگ تعصبات و توجہ کا کام آہستہ آہستہ
 کریں اور صراطِ طویل تدبیر سے اپنی چیزیں لائیں
 لائیں۔ دس باہر برس کا کام ہو وہ نقش کو بدل
 کہ دے کہ فکر کی لہی مارا دیا ہے اور لکھا
 ہے۔ مگر مزید شکاروں سے محنت ثابت ہوتی ہے۔
 معمر، میرے حریف فوجوان! ہم لوگوں کے سینوں
 میں برائی زندگی جو رہے اس نے مجھے بھی
 نئی تاب و توان بخش دی ہے۔ تو بارہ عقیدت
 پر ہمارا ملک بھی بڑھتا جاتا ہے۔ ایسے دوش بدوش
 پڑتے۔
 پہلا فوجوان، معمر! آپ تو ہمارے بہر ہیں۔ آپ
 نے میں دوستی دی۔ ہم آپ کی دلکاب تمام کر
 چکے ہیں گے۔
 (۲)
 عید نصاریٰ کی تیاریاں — ارباب و دیو و عیسا
 کا اجتماع — پڑھے پادری کی تقریر،
 دیرینہ مسیحیہ، غنا و کرن، دیو و عیسا

اور دوسرے تمام گرمائی اور دیروں
 کے سربراہوں کے اجلاس میں ہر حال پر
 رہو میں سننے کے بعد تقریر کرتا ہے۔
 "یہ سب کے بارے میں جانو، وہی ٹوٹے
 کے حیرت و اوجہ ایمان السالین قریب آگیا ہے
 ذہنی لحاظ سے پہلے ایک فرقہ کے
 ساتھ غصہ پر ہو گئے اس کے ساتھ چاہتے
 ہو دینے متاثر ہیں، ان کے لحاظ سے
 عیسائی و عیسائی ایک ایک میں ہر گز
 مارا کام ملی کرنا ہوگا۔
 عیسائی کو کسوم ہے۔ ہمارے لیے اسلام
 جیسے تعصب آموز مذہب کا اختیار کرنا اور
 مسلمانوں کی عقیدہ یا قوت کے ہوتے ہوئے
 لوگوں کو عیسائیت یا یہودیت کا عقیدہ کرنا
 بنانا کہ زیادہ ممکن نہیں۔ ہم لوگ ہمارا گروہ
 صفت کر رہے ہیں اور مسلمانوں کے سامنے
 وہ کہہ رہے ہیں کہ وہ بارہا باہر ہوں گے
 کہنے ہیں تو اس قربانی کا ایک بڑا مقدمہ ہے۔
 آپ جانتے ہیں کہ مسرت ہمارے لیے
 دھرم مذہبی میدان میں، بلکہ سیاسی میدان میں
 ہم ایک خوشی کا باعث بن چکے ہیں۔ پھر خوشی
 عوامانہ ہادی خرمی دنیا کے لیے ایک محرک
 خطو ہے۔ جہاں ملک مذہبی ماحول ہے۔
 اگرچہ وہاں اور امراض و جراثیم کے قیدی ہے
 اور کردار مضل ہو چکے ہیں، مگر عوام میں بڑی
 زبردست زندگی ہو رہی ہے اور جو اوپر کے
 طبقے کو مضبوط تر بناتی ہے۔ دوسری
 طرف سیاسی و ملکی حیثیت سے یہ ایک ناقابل

فتح قوم بنے اب سرائے اس کے کوئی رستہ
 نہیں کہ سلطنت کو خاندان سے کھینکھنے
 کے لیے کام کیا جاسے۔ ایرانی غزوے
 اسلامیت کا پہل غراب تو پریشان کر دیا
 ہے اب ہمارے لیے دو واضح خطوط کا ہیں۔
 ایک یہ کہ ان کو بھڑوں اور دشمنوں میں بٹال
 کر دینا دشمنوں سے مرعوب کر کے ان کی فتنی
 عقیدہ کو آہستہ آہستہ کمزور کر دیا اور ان سے
 ان کی دولت زمین چین میں اور یہ کام دشمن
 جیسے قزاقوں اور رعایا خوف کھان کے ہمد
 میں بڑی برباد ہے اس کا دارال حکومت ہمارا
 اہم میدان کار ہے ہمارے ہر جتنے خود ماحول کی
 صدارت میں تاجیک کی مجلس آراستہ ہو گی
 ہے۔ شاید آپ اس کو تجربی سے ہی متنب ہو
 چکے ہوں گے کہ خود مسلمان نوجوانوں کا ایک
 گروہ نے الداعی تعلیم کی گرفت سے نکلنے کے
 لیے حقیقت کا محاذ قائم کر لیا ہے اور وہ
 ملکہ کے اثر و رسوخ کو زائل کرنے کا آغاز
 کر چکے ہیں۔ مسلمانوں کے اندر ایسے مخالفان
 جانتا بہت بڑی خال نیک ہے۔ ہماری بات
 تو ذہنی تشعب کا وجہ سے ہے اگر میری ہے
 اب مسلم معاشرے کے اندر سے نہایت چوٹ
 رہی ہے اور ان حالات کو بیدار کرنے میں
 بائبل کے خداوندی مدد سے ہم نے بڑا اثر
 جیت لیا ہے۔ ایرانی خطے کو پھیلانے کا یہ
 کام ایک صدی سے ہوا ہے اور اب وہ
 پورے ہو چکا ہے۔ اس نے مسلمانوں کو
 فرقہ میں بانٹ دیا ہے۔ اس میں ان فرقوں کے

منافقہ، پیش مزد جوئے عمارت کریں
 گی شاہی دارالترجوس مسئلے میں چکا کھنے
 انجام دے رہا ہے جس کا اعتراف کرنا
 چاہیے۔ ایرانیان اور مذہب کے کبار مخالفین
 ہم پر یوں یہ کہ ہیں کہ دیکھیں وہ چارے
 خواتین پر مشتمل ہیں۔ یہاں مریضوں سے نفی
 ہیں۔ یہ سلسلہ جتنا چلتا چلتا ہے تعلیم دینے
 غرض حال جیسے قرآن و حدیث کے علوم سے
 دور ہو جتے چارے ہیں۔ علم دین اب گلاب
 مہر بنی ہو کر گیا ہے۔ ہمارا دور اسلام
 ہے کہ ہم مسلمانوں کی اخلاقی قوت کو تباہ
 کریں۔ اس طرح کے لیے کوٹھڑیوں کی
 درآبادی اور شراب کے کاروبار کو ترقی دینا
 بہت مفید نکلے ہے۔ خصوصاً روم اور یورپ
 کے ادنیٰ مہجروں کی منہ تمام لڑکیوں کو ان
 کے ہوس اغیزا ہمارے ساتھ ہم نے اس
 معاشرے میں بے پروا پھیلا دیا ہے۔ رقص
 کیا اور سود کی دھنیں اب کی گئی ساقی
 دیتی ہیں۔ شاہی محل میں ہیں بڑا خوشیوں
 سے بھر رہا ہے۔ ان کی پولیاں الگ الگ ہیں
 اور ہر آؤش الگ۔ فرسے اور ادائی
 الگ۔ مذاہب الگ۔ مذاہن الگ۔ ملکی
 کی فضا بھون کر بک بنی گئی ہے۔ خوش قسمتی
 یہ کہ تمام دنیا میں لوگ اہل علم اور ادب
 شعر و ادب اپنی شان و عظمت کے لیے شراب
 خانوں میں جاتے ہیں اور ان میں سے
 ہر کسی کو کسی کو دشمنی کا دلدادہ ہے۔
 ہمارے ان ثقافتی اداروں کا کتنا اثر

پڑا ہے۔ اس کا اعلان اس وقت سے
 کیجیے کہ ابھی دیکھیں نے اپنا کاروبار دنیا
 کھٹے سے سینا تو روح بن عالم ہیں
 خدائی اشٹ۔ میں اپنا زمانہ اور اہل اللہ
 جیسے دنیاں لوگ جو اس کے حضرت کردہ
 کی رونق تھے، تخریب تخریب گئے۔ یہ
 سب سوت الارقا کے دام زلف کے
 اسیر تھے۔ ان میں سے ایک شاعر نے تو
 بڑے دردناک شروں میں بیٹھ آپ کو
 ایسے سکینوں سے تھپیر دی ہے جو اب دنیا
 اور اس کے طائفہ کی چھاتی میں جان سے
 باقہ دھ بیٹھے ہیں۔ ہمارے اس پر وگرام کا
 ایک بڑا جزو ہمارے مذہبی تہذیب اور ادب
 ہیں۔ ہمارے لیے قوام کی کوہیت مذہبی
 اور حدس ہے۔ اکثر مسلمانوں کے لیے ہم
 ان کو کسی اور طرح استعمال کرتے ہیں۔ یہ
 خوش لباس مردوں کے بچم اور ان کے
 علاوہ دیس دیس کی کوٹھڑیوں کے گانہ
 ہیں کا زیادہ تر کاروبار ہمارے سودی ماحول
 کرتے ہیں۔ ان کو جب مسلمان ہیں جو ہر
 دیکھتے ہیں تو نہ صرف ان کے فائدہ
 اخلاق متزلزل ہوتے ہیں بلکہ ان میں باطنی
 بندھاشرت بھی گوارا عروس ہوتے گئے
 ہے۔ کاش کہ ان کو تھمے اور صحت
 زندگی ملی ہو تو اس کے راج میں ہوں
 کی منہیں دلوں میں ملے جو باتیں۔ اس
 کا بہتر دوشیزگان کئے ہوئے ہوں
 اور مردانہ رجحان صاف اور باہوس کے

ماتہ میں شان سے اسلامی ایمان لیا
 پر محو اور ہوا تھا کہ سلسلہ کار جاری رہتا
 تھا اب تک یہاں کی لچری معاشرت چھٹ
 ہو گئی ہو گی تو خیر۔ کام کرتے رہیں تو
 ان میں اور بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ سو آدم
 بر سر مطلب اس کو تھپے پر ہیں دو اخلاقی
 مجلس بنائی جا چکی ہیں۔ ایک وہ جواس
 تنویر کا انتظام اپنے علمی تھنوں کو بڑا
 کرنے کے لیے کیسے ہے۔ یہ مجلس دو تین
 عیسائی استقل اور ادبوں پر مشتمل ہو گی
 چاہیے۔ دوسری مجلس بیرونی اجنبی ہیں
 سے۔ بنائی جاسے جو ہمارے علم کا
 پر وگرام کو بڑا کرنے کی فکر کرے۔ ایک
 خصوصی کام ہے انجام دینا ہے۔ شاہی
 دربار کی سرپرستی اس تمول کے لیے حاصل
 کرنے کے لیے ہیں خود اسلامی کو متخلف
 حائل گا۔ دوسری کوٹھڑیوں کا ایک طاقت
 تہذیب کرنے کے لیے کیا ہو گیا ہے۔
 اس کے بعد مختلف انتظامی امور اور دیگر
 پر راستہ زنی ہو تی ہے۔
 (۳)

ایوان حکمت کا ایک منظر

ارشد کب بننے دار میں میں عقیدہ مومن اور
 انسانی دفا و شرک میں ہے۔
 ایک نور اور دوی پاوری : یہاں پادشہ
 آپ کے علم کا کیا عقیدہ ہے خداوندی
 کے بارے میں۔ ہر جہاں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ

کسیم مر نہیں سکتے۔

خلیفہ مامون: حضرات علما کے کرام جواب دیں گے۔
ایک مسلمان عالم: یہ تو یوحنا و مشی مسیحی کی اٹھائی

ہوتی بٹھ ہے۔ حضرت میں گھر پر وقتی طور پر
زیرِ اٹھایا ہے کہے ہیں، اگر وہ خدا کے بندے ہیں،
وہ مخلوق ہیں، اور نبی ہونے کے باوجود وہ نبی ہیں
اور ان کو میں ہر انسان کی طرح موت کے مرتے
سے گزرنا ہے۔

پادری : بات دلیل سے ہونی چاہیے۔ آپ حضرات یہ فرمائیں کہ قرآن نے حضرت عیسیٰؑ کو کس کی نشان کئی افادہ میں بیان کی ہے؟
مسلمان عالم : کھد آت کی تلاوت کرنا ہے۔

پاؤں سے پاؤں پر چڑھ کر ان آیات میں حضرت عیسیٰ کو کلمہ اللہ بھی کہا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کلمہ اللہ یا کلام الہی خالق سے یا قائم و باقی؟

مسلمانوں کا عالم: کلام اللہ قافی نہیں، باقی ہے۔

پا ورمی : تو پھر عیسیٰ علیہ السلام بھی قافی نہیں، باقی ہیں۔ بحث ختم ہو گئی۔ حق واضح ہو گیا۔

مسلمان عالم، مگر قرآن نے عیسیٰ علیہ السلام کو صاف صاف طور پر نہ صرف زندہ قرار دیا ہے بلکہ ان کی موت کا بھی ذکر کیا ہے

دوسرے مسلمان عالم، امیر المؤمنین: اجازت ہو تو
عرض کروں کہ علامہ: خود قابلِ غور ہے اور
اس کے ساتھ ”الغدا“ کے افشاہ بھی علیٰ نظر ہیں
یہاں علامہ: بعض علم و اہم کے معنی میں ہے نہ کہ
کلام کے معنی میں۔

ایک عقلیت پسند نوجوان: امیر المومنین! قرآن تمہارے
چاہتا ہے اور اسے ان تمہارے واسطے عہد ہو گیا

چادری نے ہمارے علماء کو مکرمین ڈال دیا ہے۔
آج یہ ضرورت اور بھی واضح ہو گئی ہے کہ ہمیں
اسے صاف اور احوال کو حق سمجھنا پڑے گا۔

ماحول: راولپنڈی، اسلام آباد، لاہور، کراچی، سکس، ایئر
 عظیم ہے۔ بات حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے ہے۔
 ہے، اسلام کو کمال، انساناں، ہم، ہمارے، علم، ان
 و متعلقہ، اقوام، کو، جس، کہ، ہوسکتی، ہے، مگر، اب
 کو، فیصلہ، کرنا، ہی، ہوگا، (اوسے، حق، جس، کی، طرف
 کہتے، ہوتے،)، حضرات، علم، اہم، کو، معراج، ہے
 ہیں، آپ، خود، کو، بحث، جاری، رکھے، اور، اس، مسئلے
 پر، اہم، مزید، محاسن، ہوں، گی۔

(5)

و جلد کے کٹائے

علی بن مدینی: فرمائیے: آپ کون ہیں اور کہاں سے
تشریف لاتے ہیں؟

نور وارو: خدا واسطہ دل کو روشن کرتا ہوں کہ آپ
مجھ سے نہ بوجھیں۔ آسانی تمام کرتا ہوں گا
میں ایک مکان ہوں۔ آپ کے عاملانہ نہ کہ احترام
دیکھتا ہوں۔ وہی فرما لے کہ میں کرتا ہوں۔
ایک تشویش کا اور مدد پیش ہے۔ اس پر تیار
خدا کونسی شے کرنے کا جانتا ہوں اور میر
میں سے رخصت یا ہوں گا۔

ہل بن مدینی: وہ تئوٹیاک امریکا ہے،
دوار: دارالسلطنت سے اٹھی ہوئی ایک بحث ہم
گوگوں تک جا پہنچی ہے۔ اور پادری جا چا کر
عامتہ اناس کو شکوک میں ڈال رہے ہیں۔ وہ
کہتے ہیں کہ قرآن حقوق ہے۔ ان کے ہندو مسلمان

نوجوان ماستہیں اود وہ بھی اسی طرح کی تقریری
اود گفتگوں کرستے ہیں۔ ساتھ ہی یہ غریب بوجھل ہے
کو خلیفہ محمودی جیتو ہے کہ قرآن مخلوق ہے پہلے
تو یہ فراموشی کہ قصہ کیا ہے؟

علی بن مدینی: یہ قصہ میرے بچے نے خلیفۃ الاسلام
معاشرے میں بہت کثرت سے سنا ہے۔ پہلے غریبی
مذاہب کی جیت کا سلسلہ بڑھا، پھر غلامیوں کا پتھر
چندیل اور دھوی جیسا یوں اور بیوقوفوں کا یہ
لوگ درہمیں غلامی کی طرح بن کر آئے ہیں۔ یہ
پیش کرتے ہیں کہ غلامی اور شراہیں لائے ہیں
اور ساتھ ہی غلامی و غلامی کے نام سے
پیش کر کے غلامی کا روگ پھیلا رہے ہیں۔

لو وارو: حضرت! آپ جیسے عالم کیوں ایسے فتنوں کی روک تھام نہیں کر رہے؟

ظہیر بن علیؑ، بھائی، سات بات یہ ہے کہ ہائے
عالم اور درباری اشعار ایک طرف تو خاص
مردوں کی دوا بہت اور جبری اقتدار کے حامل
ہیں۔ اور ان کی علمی زندگی ان اسلام سے دور جو
رہیں ہیں۔ بغداد اور دوسرے شہروں میں
فیضہ اعلیٰ شراب، مذکاری اور گندہ پرستی میں
مبتلا ہے۔ درشت کا زور ہے۔ خزانے کی بے
زندگی کا عذاب بن گئی ہے۔ اور دوسری طرف
یہ لوگ اپنے شان سلاطین کو برقرار رکھنے کے لیے
خود اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ اسلام کا عید
بریل کر دیا جائے یا جائے کہ ان کی زندگیاں ان
میں خصب ہو جاتی ہیں۔ پھر بھی انھیں پسند ہے کہ
رعیانہ اور غصہ آج کل کی حالتوں میں حضرت
روح ساسی اور آفتابؑ، عالم کے گلوں کے لیے۔

شہ کیوں۔

نوروار دیکھیں خاص طور پر فنی قرآن کا ایک نیا شریعت
اشانے سے کیا منظور ہے؟

علی بن مدینی: یہ بات ہے کہ قرآن اگر گرامر الہی
کے ساتھ سمجھا جائے تو اس کی وہ
وقت و مقام پر جاتی ہے جو اب تک قائم ہے۔
پھر ہر کسی کو آزادی مل جاتی ہے کہ اس میں سے
جس طرح کے جو مطالب چاہے نکال لے وہاں
متعدد اس سے فہم حاصل کرے۔
تاکہ حرام پر سے ان کا اثر ختم ہو سکے۔

نوروار: آجی جی ساری باتیں ہیں تو آپ حضرت
امام ابوحنیفہ جیسے مشائخ کو کہنا ہے کہ کریماں
میں کیوں نہیں آتے؟

علی بن مدینی: بات یہ ہے کہ جبری اقتدار کا مقابلہ
کرنا میرے میں میں نہیں۔ مجھے اسے امام ابوحنیفہ جی
بار میں کافی جاسکتی ہے۔ پچھلے گزشتہ ایک
طرح بادشاہ سلطان ہے اور فیض اللہ کے نام
لہذا دینی معاملات میں اس کی حکومت دخل میں
دیتی ہے۔ اور دوسری طرف اسلام نے قرآن
کی روش میں رہنا ہی سے چل رہی ہے۔ ایسے میں
کوئی کیا کرے؟

نوروار: تو کیا آپ قرآن میں نسبت زنی کی اس کوئی
کے آگے سر جھکا دیں گے؟
علی بن مدینی: کوئی شش کر ہی کر دیں گا کہ اس سببی
سے بیکر سکوں۔

نوروار: اچھا یہ فرمائیے کہ آپ کے یہ تاحی انانی
دعا جو اس خاص قرآن میں تھے کہ سر میں
بنے جہڑے ہیں؟ تو حضرت علی بن ابی طالب جی کی

کے شاگرد اور تربیت یافتہ ہیں۔ ان کو آخر کیا
ہو گیا؟

علی بن مدینی: حرمین ہونا جس جانب دل و نظر
چیز ہے۔ یہ شخص دراصل ایک دنیا طلب روح
کے ساتھ جڑا ہے۔ یہ اگر کوئی اور راستہ چاہتا تو
اسے دنیا میں کے لیے استعمال کرتا۔ اسے علم
دین کا ہتھیار تو اس کو دنیا میں کا ذریعہ بنایا۔

اس کے لیے کوئی فرق نہیں کہ وہ کس طرح
لاکارہ بارگاہ دار میں آیات و احادیث
سے سلطان کی خبر پڑھیں گی تاہم کرسے۔ پہلے
درجہ کا خوشامدنی ہے۔ سلطان کی شہ میں اس
کی قدر حریت اس لیے ہے کہ اسے درجہ کا ایک
مردی اس کے لیے لاکارہ کیا گیا ہے۔

نوروار: اس شخص کا انجام اختار اللہ عزوجل
علی بن مدینی: ہاں! مگر اس وقت کہ وہ شاہی احصا
ہوتا ہے۔

نوروار: مجھے ایک پیر کی یہ درپیش ہے کہ کئی
میں اور اعلیٰ تباری کے مقابلے کے نتیجے میں
غلام اسلام توحید کام کر رہی ہیں اس کے ہم
کیے غلام یا پھر سلطنت ہادی ہے کہ گورنر
تدبیر دوسروں کی فرائض ہیں جن کے اوپر
ہاں سلطان بادشاہ بیٹھا ہے۔ مگر کتنے کے لیے

میں افیاد نے اپنا مال بیچ کر کھایا ہے۔ ان کے
مہر کو تیر ہوا کر ہی ان کے شراب خانے میں
خانہ کبیر خانہ دار حضرت کرسے ہر طرف
پھیلے ہوئے ہیں۔ ذہین طبقہ ادیب اور شعرا
سبھی ان کے زیر اثر ہے۔ چاہے ہیں۔ اور پھر
ایوانی حکمت میں دراصل ان کی فتنہ انگیزوں

کا وہ ہے۔ اس مصیبت کا کوئی حل آپ بیان
فرمائیں۔

علی بن مدینی: کوئی حل نظر نہیں آتا۔ یہ لوگ بادشاہ
کی خوشامدنی میں جھپٹ رہے ہیں۔ اوپر سے لے کر
نیچے تک ہر آدمی کو تحائف اور دیس دیس
کی زمینیں اور شرا ہیں مجھے لگا لگا کے پیش
کر رہے ہیں۔ بے شمار لوگوں کو انھوں نے اپنے
روپے سے باندھ رکھا ہے۔ ان کی ناپسندیدہ
حرکات کو بھی شاہی تحفظ حاصل ہے۔ نظام کی
نقصیت ایسی ہے کہ کمال دم زد نہیں دیکھتے
جو، منتے جاؤ اور ناموش رہو۔

نوروار: اچھا حضرت! آپ کی اس انگیز باتیں
کر بیہ نظریہ پیش کرتے ہیں اب بابت کیا
ہوں۔ یہ کیا کم ہے کہ آپ کی زبان سے سہی نے
فتنہ کی حقیقت سمجھ لی ہے۔ وقت آیا اور فتنہ
ہوئی تو میں اس کا تہہ بھڑکوں گا۔ ورنہ اس کے
آگے جھکنے سے انکار کروں گا۔ چاہے میری
جان چل جائے۔ میں نے عہد کر لیا ہے کہ کبھی
جان قرآن اور قرآن آمار نے والے اور قرآن
پیش کرے گا۔ اسے قرآن کرودوں۔

علی بن مدینی: ہمارے تمام خدائے اسے ساتھ ہو۔
میرے لیے بھی دعا کرنا۔

نوروار: ضرور دعا کروں گا۔ اچھا نوروار۔ اگر
آپ یاد رکھ سکیں تو قرآن ہے جسے عرض کرتا ہوں

لے: صحیح بنی صحیح البتہ عام ہے۔ اخرا نے نظریہ
فتح قرآن کے اندر سے بچنے کی کوشش کی مگر جب
دو ٹوک جاب داغ کیا تو انھوں نے انکار کیا۔

کریم نام محمد بن فوج ہے۔

(۵)

معاذ میں دارالرقیق (مذہب) اور کربلا
کی مارکیٹ کا ایک یودی آزمین اپنے
پرنگہ و لیوان میں مندر پر بیٹھا ہے۔ کبھی
اور محنت دیتے ہیں، دو تین خوش پوش
نوجوان اور ایک اور چھوٹا شاعر ایک
نئی و آمدہ شراب پکھڑے ہیں۔ ایک
نیم عربی لٹریچر، بجا رہی ہے شراب
کے چند گنے اور سونچا کچل پر رکھے ہیں
دیواروں سے موسیقی کے مبین غرضیہ

آگاہ آواز ہیں،

یہودی، لگا بکری سے اسکے کسی چیز ہے؟
ایک نوجوان، ہم گرگوت میں دس سال کا
امانہ کر دینے والا ہے۔
شاعر، غزل کی جیٹ اور وقت کے گزرنے کا ہر
ہی غم کو جاتا ہے۔

دوسرا نوجوان، بکری کی طوت دیکھ کر، اور اس
کم بہت لمحہ کی دھبی موسیقی میں بیب اس سے
فلک پرواز کے جزئیات میں جذب ہو جاتی
ہے تو سر سے زندقہ اور موت میں کوئی
اقتیادائی نہیں داتا۔ زمرے کا قوت دیکھنے کی
ہوس انسان عجیب مقام ہے نیازی رہا ہے کہ
ایک تنہا و رہائی نوجوان ساوے

چلے ہیں دروازے پر نمودار ہوتا ہے۔
اس کے چہرے کا انداز استغناء سا ہے۔
وہ مجسمہ حیرت بنا بیٹھ کر جاتے بیٹھے
استغناء کر رہا ہو کہ یہ سب کیا ہے؟

یہودی مسیحیہ: آئیے تشریف لیتے۔ آپ بھی شوق فزوش، دو گھنٹہ نہیں گانا نہیں دیتا کی؟ یہ چیتے کی ہنر کیا ہے؟ یہودی مسیحیہ: یہ فرنگ سے آئے ہمارا آپ جلت ہے دیہاتی: کیا مطلب؟ یہودی مسیحیہ: ہاں شراب ہے۔ تم کیا دھو رہے ہو؟ دیہاتی: شراب، اسلامی حکومت میں بکڑوں کا گندا کاروبار میں دارالکھوت میں؟ یہ موسیقی کی مجلس اور دقن کے تال شراب سے بھرا دہلی میں یہ کیوں ایک مخموش نوجوان: میاں! تم یہاں کیسے آئے؟ کس کی تلاش میں ہو؟ دیہاتی: میں کچھ اداں پیچھے اور کتابیں خریدنے پہنچے ہوں۔ وہ سب کیا تھا، خیالی آیا کہ اپنی حکومت کے مرکز کی کچھ سیر بھی کروں جس کی شان و شوکت کی وضوح ہے اور یہ بھی دیکھوں کہ یہاں کی زندگی میں اسلامی رنگ کہاں تک ہے؟ شاعر: تو تم اسلام کو دھو رہے ہو؟ دیہاتی: ہاں! تو جوان: آئی! اب لو کہ وہاں سے ایک مہر کے ساتھ نظر آ رہے ہیں۔ سید سے وہاں پہنچ کر جواب کے پیچھے بیٹھ جاؤ اور اگر کوئی کتاب خریدی ہو تو اسے میرے لئے لے کر پھر دو۔ دوسرا نوجوان: ادوں اور انہی اسلام! — واہ! واہ! یہودی تاجر: تم بیڑوں کی بے جان اونچتے ہو اور ہم زندہ زندہ برہمنوں کے زندہ گیسو فروخت کرتے ہیں۔ تم سائت و جادو گانی دینا چاہتے

ہو اور ہم وہاں قاتل کی بدلتی دنیا میں رہتے ہیں۔ شاعر: اور تم اسلام کی تلاش میں ہو اور وہاں پہنچ گئے ہیں، یہاں اسلام اور فرنگی کی کراہی دو سرے میں جذب ہو جاتے ہیں اور ایسا اندھیان میں وحدت پیدا ہو جاتی ہے۔ دیہاتی: میں ان کمزور کو تو جانتا نہیں، اتنا جانتا ہوں کہ خدا اور اس کے رسول نے شراب اور زنا اور عیاشی کے طور طریقوں کو کھلے اور صاف نظروں میں حرام قرار دیا ہے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگ مسلمان ہیں مگر یہودی دیہاتی کو آپ شہر لوں کے سرداروں پر حیرت ہے کہ آپ یہودی سادی باتوں سے فرار کرنے کے لیے شاعر اور نعلیان نہانے ڈھانچے ہیں آپ کے اندر وہی نفرت اور نفرت کی کڑی دھن باتیں ہیں رہی۔ ایک غیر مسلم تاجر کے سامنے آپ اپنے آپ کو کس شان سے پیش کرتے ہیں۔ کیا قرآن کے الفاظ: "رجل من عمل الشیطان" آپ کے دہنوں میں نہیں اترتے۔ اور کیا کائنات ائمہ مستنوں کی پکار آپ کی روحوں کو جھنجھوڑ نہیں دیتی؟ دیہاتی کی اس بے خبری پر تاجر: اور یہاں کھٹو نے سب پر ایک سنگہار کر دیا ہمارا لکھ دینے کے لیے ایک نوجوان تھا اور میری دعاؤں سے اسے برائی۔ دیہاتی: یہودی مسیحیہ سے) آپ کو معلوم ہے کہ یہ مسلمانوں کی حکومت ہے۔ مسلمانوں کا شرع ہے۔ تم لوگوں کے مذہبی رجحانات کا گناہ غلط مسلم اکثریت کرتی ہے، مگر تم لوگ اقلیت میں ہو کر

ہمارے صریح مذہبی احکام کے خلاف یہاں اور اسے کھولے پیچھے ہر اور مسلمانوں کو مسلمہ جذبات کا شکار بنا کر ان کی اصلاحی بنیاد کا سامنا کر رہے ہو۔ یہ کیا غضب ہے؟ شاعر: دیہاتی سے، دیکھو اسی ایہ غیر مسلم لوگ یہاں غلطی میں ہیں۔ میں عرض کر رہا ہوں کہ ہمارے یہاں ان کو عملی آزادی حاصل ہے۔ دیہاتی: آزادی کے معنی میں کہ اسلام کے اصول کو تباہ کرنے والی برائیاں پھیلانے کا گناہ بھی دیا جاسکے کہ جو چاہو سو کرو۔ شہری نوجوان: مگر اعلیٰ و تمنا طبعی تینہ دست نہیں ہے۔ دیہاتی: آپ نے اگر کسی بستر تینہ سے کام لے کر کوئی اچھا نتیجہ پیدا کیا ہو تو ضرور اس سے مجھے آگاہ فرمیں، میں اشتداد کروں گا۔ شہری نوجوان: میں یہودی نہیں ہوں۔ دیہاتی: مگر غرض یہ کہ تم کالی کے طور پر استعمال کرتے ہو تو مجھے یہ کالی نیراں باجول، گرم اگر یہودی نہیں ہو تو مسلمان ہو کر! شہری نوجوان: الحمد للہ میں مسلمان ہوں، مگر تمہاری طرح کا جنونی مسلمان نہیں ہوں کہ راستے پہلے آئی کہ اسلام کا دورہ کرنا چاہتے۔ آوازیں بلند ہوتی جاتی ہیں اور آواز بلند ہو کر لوگوں کے سامنے جیتے ہوئے جاتے ہیں، دیہاتی: تو کہ اسلام کس مندرجہ ذیل کیسے میں چھپا چھپا کر لکھنے کی چیز ہے؟ ہوتے نہ لکھنے کے ہوا نہ لکھ جاسکے۔ یا کوئی شوائے کی چیز ہے؟ یا

اسلام کو زندگی کے معاملات سے کوئی تعلق رکھنے کا حق نہیں؟ آخر آپ کا تصور اسلام ہے کیا؟ یہ غائبانہ کو اگر کسی دینی انسان کا احساس اور اصلاحی کا شعور زندہ رہے اور یہی طبیعت کے خیر خرم ہو سکی ہو تو وہ جنونی ہوا اور اس جنونیت سے بچنے کے لیے مجبوری ہے کہ وہ راقین کا لفظ نہ لکھ جائے، اور غیر مسلموں کے شراب خانوں اور کینز خانوں میں تفریح کے دن اور پیش کی رایت گزار دی جائیں۔ یہودی مسیحیہ: دیکھو یہاں، تم یہاں امینی ہر ماہ کے لیے نماز کی حیثیت رکھتے ہو، میں تمہارا لکھ کرتے ہوئے سیدھی سی ایک بات کہتا ہوں کہ یہاں کسی کو مجبور کر کے یا مارا جھڑک نہیں لائے جبر کا کیا ہے وہ اپنی مرضی سے خود چل کر آتا ہے۔ اور چلنے پھول کو کام میں لانا ہے۔ تم ہمارے پیچھے پڑنے کے لیے اسے حاکم کو جاکے کھادو۔ اپنے ایک ایک مسلمان یہاں کی کویت کر دو۔ دیہاتی: اور تم لوگ بے ہرمان ہو کچھ چاہو کرتے ہو۔ اپنی ملکیت میں یہاں ہمارے لیے مجال دم نہ لیا۔ یہودی مسیحیہ: آخر ہمارا قصور یہ تو ہوا۔ تمہاری اسلامی حکومت میں اور تمہارے دارالکھوت میں میں بیڑوں کی گنگ ہے، ہم تاجر لوگ وہی فراہم کرتے ہیں۔ تمہارا درباری طبقہ اور تمہارے اطراف اور چاروں طرف میں مناسک مسلمان ہوتے ہوئے افسانہ جیڑوں کے گنگ ہیں، کچھ بھی کو تم حرام کہتے ہو، تمہارے لیے بھی راستہ یہ ہے کہ ان بیڑوں کی گنگ کو ختم کرو۔ اور ان کے خلاف ایک ایک فرد سے علی کریمین فریق

اداکر وہ یہ تو جڑا سست نسو ہوا کہ سا رافتہ
 ہم اتنی ہی لوگوں پر نکال دیا جاسے ہم نہ جانے
 روز کیا کیا سنتے اور دیکھتے ہیں۔
 ہم میں وہی صفت کہ کہیں نہ ملے وہی صفت
 وہی صفت تو ان کے حق میں کہ اس کے خلاف
 وہی صفت یہ جو ہم کے بار بار افراد میں تبلیغ کیا راستہ
 دکھاتے ہو۔ اس پر مجھے یہ کہتا ہے کہ جب
 اجتماعی ماحول کو دیکھا تو دیا جاسے۔ غلط فہم
 کے لیے اور اسے اس میں محمول دے دیے جاتیں غلام
 کاموں کے لیے تو ان کی مخالفت میں دیتے
 لگاتے جاتیں۔ گناہ اور بدی کے لیے سوسائیں
 اور دینداری اور نیکی کے لیے مصلحت عام کوئی
 جاتیں تو پھر انفرادی تبلیغ ایسے اجتماعی جگہ کار
 تو نہیں کر سکتی۔ یہاں اگر مکتبہ سیاسی ہو جا
 ہے اور بدقسمتی سے سیاسی لحاظ سے ہمارے
 ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور مخالفت دین تو قرون
 کو کام کرنے کی کھلی گنجی ہے۔

یہودی سیٹیٹھ، تو پھر جگہ کار نہ تھی!
 وہی صفت (میں دے آواز سے) اچھا تو تم لوگوں کا یہاں اتنا
 زور ہے کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ اس غیر مذہب
 انڈاز سے پیش آتے ہو، یہاں تو اصل میں جھوٹا
 اور مسلمانوں کو بولنے کا ان میں نہ ہو!
 (ہم میں تو صدیوں ہی پیدا ہو جا رہے اور کفر
 بند ہو رہے ہیں، جتنا کہ غایت کا ہم اچھا جانتے ہیں)
 وہی صفت یہ ہم کے زور کے ساتھ اس کی پرچوش آواز
 سنائی دیتی ہے، ہم کہتے ہو کہ میں یہاں کھڑا ہوں
 حالانکہ میں اس وقت میں اپنے فرض کے راستے
 پر چل رہا ہوں۔ میں اپنی منزل کو خوب جانتا ہوں۔

نے دیکھا کہ یاجرت بھرتہ جاسے۔ وہ واقعت
 تو حضور کے علم میں ہی کہ ان حلقوں کے مذہبی
 جنوں سے متاثر ہونے والے غلام نہ ہند
 پیسے مرکز تہذیب میں کیا اور وہ پچھلے دنوں
 چلا تھا۔ سر پھر سے ہجوم نے غیر مسلموں کے
 احوال تباہ کیے اور ان سے بدسلوکی کی۔ دوسرے
 مذہب مالک ٹیکہ پر تھے جب پہلی گے تو پہلی
 قرق کی بدنامی ہو گئی اور خود اسلام کے متعلق بھی
 بدگمانیاں پیدا ہو گئی۔ حضور مادی حکومت
 سے جو دستاویزات ایک بے حس کے منت
 سے قائم تھے تھے۔ سب غارت ہو جاتیں گے۔
 مامول، لیکن چارہ کار کیا ہے۔ اگر ہم اس گروہ کے
 خلاف کوئی سخت کارروائی کرتے ہیں تو وہ غلام
 شمار ہوتے ہیں اور ہم بدنام ہو جاتے ہیں۔ اگر نرمی
 سے کام لیتے ہیں تو ہمارے لیے مشکلات پیدا ہوتی
 ہیں۔ نہ جاسے رفق، نہ پاسے امداد!
 قاضی ابن دواؤ، حضور اب سنی کے غیر کوئی
 چارہ نہیں۔ حضور کے خاندان کے مصلحت آب
 بزرگوں نے اس لیے کوہانے کیلئے ہی کوئی کر
 نہیں پھوڑی، یہی تو مصلحت قائم رہی حضور
 کو بھی اپنے مصلحت آب اسات کے متعلق قدم
 پر میں مناسب ہو گا۔

مامول، قاضی صاحب! تفریقوں سے ان لوگوں کے
 غلات کارروائی ہوتی ہے تو مانتا اس ان کو
 امام حسین کے رنگ میں دیکھتے ہیں اور یہیں
 بڑبڑات کے طعنے دینے لگتے ہیں۔ جانی حوام
 کہ اس ذہنی مانت سے ناکارہ افشاکیہ لوگ
 متعلق قرآن میں کھل کھلا دہر بار کی مخالفت
 کر رہے ہیں اور دہر بار کا بال بھی جلیا نہیں
 کر سکتا۔
 قاضی ابن ابی داؤد، حضور! اگر سنی کسی ڈھب
 کے جاسے تو ایسا نہیں ہو سکتا۔
 مامول، کوئی ڈھب آپ ہی بتاتے۔ میری کجی تو
 کجی نہیں آتا۔
 قاضی ابن ابی داؤد، غلیظ المسلمین! میں ایک ذہن
 جاری فرما دیکھے اور وہ مصلحت کے تمام طریقہ
 اور طرز اور طریقوں اور دینی مدارس کے اساتذہ
 کے سامنے دکھا جاسے۔ یقین جانیے ان میں بڑی
 کجی تعداد و دہر بار قرآن کے اسے سر تسلیم خم
 کر دے گی۔ کجی لوگوں کے لیے میں ایسا انتظام
 کر دوں گا کہ ان کو کچھ دے دوں گا کہ دستخط
 کر لے لے جاتیں۔ باقی اگر ان کا کچھ تیز مزاج ہوتی
 اور خود بخود کرنے سے انکار کریں تو پھر ان کو بلا
 زور و رعایت دیکھیں میں کیسا لیتا ہے۔
 مامول، قرآن کو غیر مطلق قرار دینا یہ اقلیت شرک
 ہے۔ یعنی خدا میں غیر مطلق ہے اور اس کے ساتھ
 قرآن کی غیر مطلق ہے۔ دونوں قدم اور مستقل
 ہوتے۔
 قاضی ابن ابی داؤد، بجا فرمایا حضور والا اسے اسی
 فرقوں کو قرآن شای ہو جانا چاہیے۔
 مامول، ایسا فلاں آپ کے اندازوں کے مطابق کیا
 نتائج دیکھا۔
 قاضی ابن ابی داؤد، اس فرقہ کے کئی اجزاء ہوں
 گے۔ ایک تو یہ کہ جو مصلحت متعلق قرآن کا مخالف
 ہو وہ فقہاء یا حدیث یا حکومت کے کسی منصب پر
 نہیں رہ سکتا۔ اس فرقہ کا دوسرا جزو یہ ہو گا کہ جو

اور دشمنان اسلام کے لیے راست آسان کر دیا ہے۔ اور جو حضور اعلیٰ علیہ السلام کے حوالے سے اس قول میں نہ دین کا کوئی چرچہ نہ تھا نہ شایان دین کا کوئی جرحہ۔ لہذا وہ اس بات کے قائل ہیں کہ ایسے لوگوں کے لیے امانت و عدالت اور شہادت بیان کا کوئی معزز مرتبہ یا کوئی نہیں۔ نہ حقیقت کے معاملات میں سے کسی چیز کی ذمہ داری ان کو سنبھال سکتی ہے۔

پس حضور خلافت تک پر مفسر کے اندر اعلیٰ اسٹیج بن ابراہیم کو حکم دیتے ہیں کہ دربار کا یہ فرمان تمام قاضیوں اور قاضیوں کے سامنے پیش کیا جائے اور اس پر ان کے دستخط کیے جائیں یہی لوگوں نے اس سے پہلے قرآن کو غیر مخلوق کہا ہے اُن کو تو یہ کہنے کے لیے کہا جائے کہ یہ مخلوق نہ تھیں کی ٹھکانہ میں ایسا کہنا کفر مرتب اور شرک کیلئے تو پھر جو کوئی توبہ کرے اس کی توبہ کمال کیلئے اور ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جائے۔ اگر کوئی شخص اپنے شرک پر اصرار کرے اور اپنے کفر والہ دل کو جسے قرآن کو مخلوق ماننے سے انکار ہی ہوتا اسٹیج بن ابراہیم کو حکم دیا جاتا ہے کہ اس کی گردن اڑا دو اور اس کا سر دربار میں بجاو دو۔ البتہ جو شخصیں اس کے متعلق اسٹیج بن ابراہیم پر ملے خاص دیا جائے اُن کو گرفتار کر کے بارگاہ خلافت میں پیش کر دو۔ فقط

مأمون: جبراک اللہ! تاجی صاحب! کتنی خوبصورت تقریر ہے اور شہادت و نفاذ اور سیاست و تدبیر کے لحاظ سے حکم۔

قاضی ابن ابی دواد: یہ حضور ہی کے نقل یا کلام

فیضان ہے کہ وہ ایسا سنگ بارگاہ کے ذہن اس مقام تک پہنچے۔ خداوند کریم کی جانتی کے لیے اس اقدام جہاد کے حوض حضور کو صحت سے نوازے۔

امام ابن ابی شیبہ: میں نے یہ سنا ہے کہ وہ ایسا سنگ بارگاہ کے ذہن اس مقام تک پہنچے۔ خداوند کریم کی جانتی کے لیے اس اقدام جہاد کے حوض حضور کو صحت سے نوازے۔

امام ابن ابی شیبہ: میں نے یہ سنا ہے کہ وہ ایسا سنگ بارگاہ کے ذہن اس مقام تک پہنچے۔ خداوند کریم کی جانتی کے لیے اس اقدام جہاد کے حوض حضور کو صحت سے نوازے۔

دو میں آواز اخبار ہی ہے کہ قرآن غیر مخلوق ہے۔ یہودی مسیحی آزاد خیالی کی لادحدود و نظامین ناظرین نے جو کفری اخبار دیکر دیا ہے اس کا نتیجہ تو اسی طرح سے نکلتا ہے جیسے تھا۔ اگرچہ وہ بہت گلی۔

پادری: آزاد خیالی یا اس سنی میں ہے کہ ان لوگوں کے عقیدہ اور نقل میں اتنا تشابہ پیدا ہو چکا ہے کہ حکایہ کا اپنی اصل شکل پر برقرار رہنا ممکن ہی نہیں۔ عقل کی حفاظت جب عقیدے سے اٹھ جائے تو کفر جبر سے جس کا یہی پایہ ہے ان پر ملتا اور ہو جاتا ہے۔ یہودی مسیحی: اور یہاں تو کفر اور ہی خود ان کے اپنے ہیں۔

پادری: ان کو اصل برقرار میں آپ نے ہی نہیں۔ دربار خلافت سے اُن تمام لوگوں کے خلاف سزا سے موت یا سنگین کارروائی کا حکم جاری ہو گیا ہے، بجز غلطی سے قرآن کے انکار ہی ہوں یہودی مسیحی: قربت باں مابین احببت اور آزادی خیالی کی تحریک نے جبریت کا راستہ اختیار کر لیا اور یہی اس کی کمزوری ہے تمہیں کہاں سے معلوم ہوا۔

پادری: آج تو خیر یہ بات بند اور میری عام طور پر معلوم ہو چکی ہے۔ مجھے اس کا ملو پہنے سے عار تمہیں معلوم ہے کہ میرے خصوصی مراعاتی مفادات ان الہی دوا سے ہیں۔ بلکہ اس کے دماغ میں اس سنگین کوششوں دینے میں میرے مشوروں کا بھی جرحہ ہے۔

یہودی مسیحی: تو پھر مکلفان مشافاتی و شراب تو آپ چاہتے ہیں۔ اور ایسی کثرت سالار تاجز میرے پاس ہے کہ وہی کوئی مکلفان میں پناہ پاتی ہے۔ پادری: مشافاتی ہوئی رہے گی۔ میں ذرا جلدی میں ہوں ہاں ہاں سے اصل سامانِ مسرت یہ ہے کہ مکلفان کو دین میں کمال دیا کر دے اور پڑ جائے تو میرے ہاتھ کے لیے راستے باطل کھل جائیں گے۔ عام مکلفان کی کمزور طبیعت اور اس کو قائم رکھنے والا قدامتِ بشر ہمارے لیے دیر معیبت ہے۔ یہودی مسیحی: مگر یہاں کے دینی سربراہ ہمارے ہاں کی طرح کلیسا کیست کی حدود سطح پر نہیں ہیں، بلکہ وہ اپنی قاضیت اور کفر واد سے عوام کے دلوں میں بکھرتے ہیں اور یہاں کی امریکی رکھتے ہیں۔ اسے کفر واد میں ہیں کہ حکومت کی سختیوں ان کی قوت کو توڑ سکیں۔ امام ابوحنیفہ کی داستان ہمارے سامنے ہے۔ بڑی سے بڑی فتویٰ بڑی سے بڑی غلطی گزر گئی۔ مگر دربار کے نام نہ کر سکا۔ اس عوام کی خطا ہوئی میں اس کا پائے اعتبار اور جرحہ ہو گیا۔ یوں بھی تادم کا اصول یہ ہے کہ بجز غلطی اور قریبیں براہ راست عوام میں جائے اور وہاں سے داستانہ لے کے بجائے اقتدار کا سامرا لیں اور قند دسے کوڑے سے راستہ چاہیں وہ کہیں نہیں پڑ سکتیں۔

پادری: ہاں یہ صحیح ہے۔ اصل میں کمزور مسلمانوں کے اسیلیٹی نی اور ان کے ساتھیوں نے جبر و قند و قہر کے طریقے میں استقامت دکھانے کی جو روایت قائم کر دی ہے اور جس کی آبیاری امام حسینؑ نے اپنے خون سے کی ہے وہ ہر مسلمان کا سر پر خمیر ہے ہر اپنے مذہب کی بہت

ابو العیث بن الجراح ابو العیث
 ام: تو حسینؑ کو کہہ کہ لام ہے؟ کیا لام ہے؟
 ابو العیث: میرے دل میں ایک بات اٹھ رہی ہے وہی
 بات کہنے کے لیے ہی دور سے آپؐ کا حال میں
 نظر چوں اور آؤ گا۔ میں اس حقیر سے ناگوار ہوں
 جسکے منہ کی گلی۔
 امام: درج ذیل جیت سے، آخر کیا بات تمہارے دل سے
 اٹھ رہی ہے؟

ابو البیہشم: تو آپ کو معلوم ہے جی کہ میں مشورہ کو
 ہوں اور میری اس شے میں سے کوئی چیز گئی ہے۔ میں
 نے جیسا کہ قافلے کو ملے گھروں سے مال اڑایا اور
 بار بار سزا میں جگتیں۔

اعمال: ان پر عمل لازم ہے!
 ابو العیثم: احترام میری ذرا بات سنئے۔ میں نے
 قید کے دور میں گیارہ سے میری چالیس سیکڑا
 تانیاں بنے ہرے ہیں، مگر کوئی سزا میری روشنی
 میں تبدیل نہیں کیا۔ نہ کسی میں گناہ گار اور سیاق و سیر
 بھی جو وقتوں کے سامنے بچنے کے لیے تیار
 نہیں ہے۔ ڈاکو ہونے کے باوجود میرے اندر
 جو برائیاں ہیں وہ تانیاں توں کرنا پڑے
 عکرم و بر زمین بان لکھن۔ مگر آپ ...

امام حسینؑ میں خدائے دوکار نے جو کر دو تعین کیا ہے
 سے کوڑا سے اور اپنے زہر کی حفاظت سے
 ابوالمہر میری کو تیرا دو آخرت خراب ہو چکی ہے میں
 آپ سے خلا کا واسطہ سے کر رہا ہوں کہ تیرا
 ہوں کہ اگر ایک دو کوئی اپنے نفس کی خاطر اتنی
 استقامت دیکھا سکتا ہے تو آپ کو خدا تعالیٰ
 کے واسطے مستحق رہنے والے عالم اہل بیت خلا

آپ حکومت کے کاربنوں کے سامنے اپنے
نورانی ضمیر کو بھینچے نہ دیجئے گا۔
امام، افتخار اللہ، خدا مجھے اس کی توفیق دے۔
ابو اسحاق: اچھا تو اللہ تمہیں حکیم، خدا حافظ! میرے لیے
دعا کیجئے گا۔

امام، وعلیکم السلام، اللہ تعالیٰ اور میرا حامی و ناصر ہو۔
(راستے ہی میں اطلاع ملتی ہے کہ کاموں کا احوال بگڑ گیا،

مرحلہ چہارم

جیل خانے میں انہیں براہِ رحم عیادہ میں سسٹنر حضرت امام احمد رضا رحمہ اللہ کے لیے خصوصی حکم جاری کر رہا تھا اور امام کو پناہ عید تیر مشورہ دیتا ہے۔

اسحق (امام احمد بن حنبلؒ سے) تیار ہو جائیے، دربار میں آپ کو پیش ہوتا ہے۔

اسکھتی: میرا ہمدردانہ مشورہ ہے کہ آپ اپنی مفید جدوجہدیں اور حکومت سے ٹکرائیں۔

عام : میں نے نہ تو ارٹھائی ہے نہ بناوت کی ہے ،
 نہ ٹھہرنے کا کوئی سوال پیدا ہوتا ہے۔ البتہ میں اپنے
 عقدے کو کسی طرف بالالکے سے نہیں بدل سکتا۔

۱۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے آپ کو اللہ کے رسول کے ساتھ جھگڑائے، اللہ اس سے نفرت کرے گا۔ (صحیح بخاری)

اور نہ کسی کمال کے اقبال سے بازہ سکنا
ہوں۔ چاہے اس کا علم دار و کرم میں ہو۔
خدا کی قسم اب تو اسے خلق خود سوچ و غیبت
تعیین لغوار سے بیکار کی قفل نہیں کرے گا بلکہ وہ
سب پر فتح ہو جائے کہ اگر تم اس کی بات نہ پاؤ
کہ وہ تو کوڑے پر کوڑا برسائے گا اور تمھارا
تہہ پس بیکر کرے گا جہاں نہ مسرت دکھائی دے
یا نہ۔

طرب سے اُن کے عید سے سو گات اور اوقات کہہ جا
وقت ہے مگر ہم نہیں کرم و حرمت اور ان کی بدلت
جہاں کے سر و کھن سے ہر روز کلام کہہ دیتے ہاتھ
ہیں کلام اور ان کے حکام اور ان کے کہہ کر کہہ کر تھکتے
ہیں اور ان کے بڑے خیر و خیر و خیر و خیر کہہ دیتے ہیں۔

پہلا دن

میں نے اپنے دوستوں کو بتایا کہ میں نے

سید کا ول

قاضی احمد ابن ابی وقادہ امام کی طرف غضب آلود
نکلیں ڈال کر امیر المؤمنینؑ اُن کی قسم یہ جیٹھ
گمراہ بدعت ہے۔ اس سے بحث و استدلال فقہوں
ہے۔

معظم: جی ہاں اس سے بات کرونا غریب کا سلسلہ جاری رکھو۔

حضرت امام امیر سے سامنے تو میں خدا کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت میں سے کوئی دلیل لاؤں کہ جس پر مجھے اعتراض کرنا پڑے۔ کوئی اور چیز مجھ پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔

فاضل احمد ابن ابی ذر دواؤے آیہ تم کوئی بات کتا باشد
اور سب رسول اللہ کے علاوہ زبان سے نہیں نکلتے
حضرت امام اتم جو کچھ تائیں کر سکتے ہیں ہوائی کو
تم خود بہتر جانتے ہو اور وہ میں تمہاری ہی راوی
ہے میں پر لوگوں کو گرفتار اور تکیہ کار بار ہے۔
بس درباری عالم، ایسا فرماتے کہ آج اس بات

۱۔ عربی کتب جنہی قسم کا نام اس کتاب و سنت کی بات
۲۔ حاکم و دلیل کتاب و سنت سے وہی جیسے۔ تاہی کتاب
۳۔ یہ مضمون نکال دیا کہ سرے سے کلام ہی صورت قرآن اور
۴۔ کتاب کی باتوں پر مشتمل ہوتا جاسکے۔ (دائرہ)

اور دیکھیں کہ باطل کے الجھل سے ہزن سکست
ہوئی۔ چاہے اس کا طریقہ دار کوئی بھی ہو۔
اسی، مذاق، قسم اب قرآن میں خود سوطی فریڈ
تصنیع تمنا سے کہا کہ تم میں کر کے کا بکرو
اس پر کچھ چوسنے کہ اگر تم اس کی بات پر ہاں
نہ کرو تو کورسے پر کورہا پر سے کہا اور تمہارا
خاتمہ میں دیکھ کر کہ جہاں نہ سورج نہ کھاتی ہے
نہ جانے۔

ہام : مجھ دین اور حق کے مسائل میں کسی چیز کی پروا نہیں، صرف خدا کی مدد و کار ہے۔
 محقق : اچھا یہی ضد ہے تو اب دین اور حق کا مزہ چکھو دیکھو۔

ادام کو ہتھکڑی بڑی کے ساتھ دہار کی

طرف سے جایا جائے،

443

دور پارہیں

اور ذرا عہدہ واعدل اور دہائی طلاق ایک
وقت تھوڑا منقطع اور اگر کسی میں طبعی امر نہ ہو
بیشک جنت میں تو مستحق کے شانہ سے ہے چنانچہ

۱۔ ہم دوسرے علماء کے اذعان پر کسی قید میں غلبہ نہیں کرتے۔
 ۲۔ اگرچہ ان کے لیے ہماری دست فرزداد انسانوں کی ضروریات کا احاطہ کرنے کا یقین ہو گا، مگر ان کے لیے مسلمانوں کی ضرورتیں کو نظر انداز کرنا جائز نہیں ہے۔
 ۳۔ اگرچہ مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے حق کو چھوڑ دیں، مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اپنے حق کو چھوڑ دیں۔
 ۴۔ اگرچہ مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے حق کو چھوڑ دیں، مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اپنے حق کو چھوڑ دیں۔

کے قاتل ہیں کہ قیامت کے دن خدا کا دیار ہوگا،
حضرت امام: آثار الانبیاء داروں اللہ پر حقوں
کو ضروری مساوت نصیب ہوگی۔
در بارہی عالم، تو صحیحہ بتائیے کہ ایک محمد صلی
ہو کہ خدا ہمیں لا محمد و حسن کو یہ مکر دیکھے گی۔
اس کے لیے آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟
حضرت امام: میرے سامنے رسول پاک صلی اللہ
وسلم کی روشنی حدیث ہے جس میں حضور نے
بشارت دی ہے کہ تم لوگ قیامت کے دن خدا
کا دیار اس طرح کرو گے جس طرح چڑھوں بیت
کے کا مذکور دیکھتے ہو۔

مستقم: (احمد ابن ابی ذؤاد کی روایت سن کر) کہے
بتا تعین اس حدیث پر کوئی اعتراض ہے؟
قاضی احمد ابن ابی ذؤاد: حضور! مجھے اس حدیث
کی اسناد کی بنا پر کہہ سکے کہ یہ کھمت دیتے۔
مستقم: اچھا تم کو ایک جانچنے پر سوال کر کے اس ادارہ
کوئی اعتراض برتو نہیں کرو۔

دوسرا دن

اس طرح مبارک آواز ہے اور امام کو بھی ہیں

فرمایا ہے:

مستقم: قاضی احمد ابن ابی ذؤاد سے، ہاں تو صحیحہ
نے حدیث کی جانچ پر سوال کر کے کوئی اعتراض ہے؟
قاضی احمد ابن ابی ذؤاد: اہی حضور! یہ حدیث چالیس
سے ساکت ہے

وجہ؟

اس حدیث کے سلسلہ روایت میں ایک آدمی
قیس بن ابی حازم ہے۔ یہ شخص کھڑے ہو کر خطاب

کرنا تھا، جو علامت نشی ہے۔

حضرت امام: (نہریرب) استغفر اللہ! یہ شخص ہر
محبت میں گرفتار ہے۔

مستقم: امام احمد بن حنبل سے، قاضی صاحب کو
آپ کی جواب دیتے ہیں؟

حضرت امام: میں ان صاحب سے بات کرنا پسند
نہیں کرتا۔

مستقم: دیکھو! احمد؟ آپ ان سے کہیں باتیں کرتے؟
حضرت امام: میں ان صاحب کو ابی حازم میں شمار
نہیں کرتا۔

احمد ابن ابی ذؤاد: دیکھتے ہیں کہ میرا المؤمنین
اگر یہ شخص آپ کی بات مان لے تو یہ کچھ عجز منہا
ویدار اور مزید سوزنا وینار کے تیرا وہ عزیز
ہے۔

مستقم: ہاں، اگر احوال مان لے تو میں اپنے ہاتھ
سے ان کو آزاد کروں گا۔ خود لشکریوں کے
ساتھ سوار ہو کر ان کے پاس جاؤں گا۔

مستقم: امام کی طرف روئے سخن کر کے کہا جسکے،
اسے احمد: خدا کی قسم! میں تم سے یہی شقت رکھتا ہوں
میں۔ میں تم سے ایسی ہی شقت رکھتا ہوں جتنی
اپنے بیٹے ہارون کے لیے۔ پھر تم کو یوں کہتے

ہو؟

حضرت امام: مجھے جو کہنا تھا وہ میں کہ چکا
کوئی نجات میرے پاس کہنے کو نہیں ہے۔
مستقم: (بے مین مونس کرتے ہوئے) اپنے اوپر
جبر کر کے، اچھا ہم سوچنے کی صمت لیتے ہیں۔
یہ ہمیں مروت کی جاتی ہے۔ باقی کاروائی؟
پر مروتی۔

تیسرا دن

آقا! ہاں گفتنی آدمی ہے، مگر یہ موطر
خوب نام لایا، ہم کیا کہتے ہیں؟ ایک مستحکم کے
ساتھ کے دونوں طرف نظر کرتے ہیں، مگر ان دونوں
بندہ ہارون کا تیسرا ایک بندہ کہہ کر ان دونوں
بے صحت تھا۔ حضرت امام کو یہ بات کہ ان
معاہدوں کے دیوان سے گزر کر اسے جانچا، حضرت
امام صاحب رسول دوسرے تھے۔ امام کے پہلے
پر مستم نے سخت پر بیٹھے ہو کر انکار فرمایا

خطاب کیا

مستقم: (حضرت امام سے) اہی قیس رسول اللہ سے
اپنی قربت کی قسم دے کر کہتے ہوں کہ میں قیس
لازماً کوڑے لگواؤں گا یا تم کو جو میں کستا
ہوں۔

ایک درباری، حضور والا جاہ! ان کو تو قیس کی
سوال کی شخص سے پوچھو!

مستقم: ہاں، پوچھو

درباری: خدا سے اپنے شوق فرمایا ہے کہ۔ نہیں
کیشیدہ شہنشاہی۔ یہ بتاؤ کہ قرآن شہنشاہی کی قرینت
میں داخل ہے یا نہیں؟

حضرت امام: تم اگر شہنشاہ کی قربت میں آئے وہاں
گروہی تو اس سے کیا ہوتا ہے؟

درباری: اس سے تم سے تم سے عہد کے فطرت
بڑا سخت نکلتے ہیں کہ وہ دوسری جگہ ارشاد
باری تعالیٰ ہے کہ: شَهِيدٌ حَالِفٌ لَا ذِفْعَةَ
سوائے ذات الہی کے ہر شے غافی ہے سو
قرآن بھی صریحاً غافی ہوا۔ غافی ہوا تو غیر غلو

کچے ہوا

حضرت امام: آپ یہ فرمائیے کہ مشہور آیت ہے،
مَنْ نَفَسَ فَلَهُ النَّفْسُ اُور دوسری طرف
اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر نفس کا اطلاق یوں کیا
ہے کہ وَخُذْ زَكَاةً مِنْهُ لِيُطَهَّرَ
کے ذائقہ الموت ہونے سے حرم میں آپ یہاں
نفس حق تعالیٰ کو کیا نکالتے ہیں۔ اسی طرح میں
ہر شے کے ایک ہونے سے قرآن کو الگ کر
لیا ہوں۔

(چند لمحوں کے لیے سنا بھی گیا)

قاضی العتقا: (مستقم سے) حضور! اس شخص کا سر جھکا
ہوا ہے۔ اس سے بحث و مناظرہ کرنے میں وقت
بھی ضائع ہو رہا ہے اور اس طرح کے نئے نئے
سوالات اٹھنے پہلے جانتے ہیں۔

مستقم: حضرت امام سے، تو پوچھ کر فیصلہ ہے،
خدا سے تمہارا کیا کوڑے؟

حضرت امام: مجھے جو کہنا تھا، کہہ چکا۔ میں اپنے عزیز کو
کوڑوں کے خوف سے نہیں بل کہ۔ مجھے
سے چھ جہلیں کوڑے اور دوسری عقوبتیں
مل سکتے تھیں برس ہو گئے ہیں، میرے لیے یہ
تجربہ نیا نہیں۔

مستقم: (بڑا دھڑکے، جھٹکا) دیکھو! اس شخص
کو کوڑے لگواؤ۔ پھر اس کا سر جھکا ہے۔
اس لیے کوڑے میں سر پر لگواؤ اور میرا وقت
و کوڑے مار کر بہت ہائے۔ اس کے بعد وہاں
تازہ دم جھٹکا جائے، اس شخص کو ڈرنا یا تجربہ
میں ہو جائے۔

جلاد اعظم، بروہم والا جاہ!

پھر جسے گناہ ایسی گناہ، خدا سوچا کہ جس بات کا علم نہی صلی اللہ علیہ وسلم اور غفلت سے ناشدین کو نہ پورا اس کا علم تھے ہو گیا؟
 (۱) ہمارے جنگ کی نسبت کو غفلت سے نہ گنت تھا
 کہا، خاص صاحب ہی ہم بخود نہ گئے، دانی جن سے آٹھ گز ہوا اور ہمارا ان غفلت کو ہزارہا کہ جس بات کا علم نہی صلی اللہ علیہ وسلم اور غفلت سے ناشدین کو نہ پورا اس کا علم تھے ہو گیا؟
 دانی نے سید رضی پر کہ جب داعی سے نہ گنت کیا اور حضرت امام ہے پانچ پانچ اٹھادیں شرطوں کو نہ پورا کیا
 پر کسی کہ نہ لادور قمر ہو گیا تھا جنہی اپنی دوا دانی کی تحویل سے نہ گیا۔ اور سید رضی کی کہ غفلت کو نہ پورا ہوئی اور وہ اکل طوط سے غفلت کو نہ پورا
 غفلت ہوا۔ ساتھ ہی مشورہ کی کہ غفلت کو نہ پورا

(۱۱)

نئی آزمائش

ادب جب کہ واقعی میں نہ گنت ہو گیا، اور متوکل کا دور آیا تو اس نے پچھلے وقت کی سختی کی خوشبینی اور امام کی دل جوئی کی تدبیریں کی گئی کہ اگر اس نے دور ہو و دیار ہجرت سے۔ ایک واقعہ درج کیا جاتا

ہے۔

سرکاری قاصد: امام عظیم، حضرت علیہ رضوی نے ایک لاکھ دو سو چوبیس تپ کے تھکانے کے لیے بھجوائے۔ قبول فرمائیے۔
 حضرت امام: آجے تو اس کی خدمت نہیں، شہر میں جیشار لوگ ماحبت خدا و غلام ہیں یہ ان کمال

چہ ان کو مافیہ ہے۔

سرکاری قاصد: دیکھیے یا حضرت علیہ رضی کے دل میں تپ کا پورا احترام ہے اگر آپ یہ دل فرما سکیں گے تو اس کا پورا اثر پڑے گا۔
 حضرت امام: یا اللہ! یہ ماسٹر تو میرے لیے اس سے بھی زیادہ سخت ہے۔ وہ تو دل کا تشنہ آگ لاش، تھا اور یہ دنیا کا تشنہ ہے۔ یہ نہ پکے کوڑوں سے زیادہ ضرور سال ہیں۔
 قاصد: اچھا اگر آپ اسے قبول نہیں فرماتے تو اپنے پیچے کو قبول کرنے کی ایانت دیکھیے۔
 حضرت امام: ارکا انجیر میں کا مختار ہے اس سے بات کرو۔

(۱۲)

دور ہوا شہر سے ایک کتبہ جو شہر میں کئی کتب سے حضرت امام کے ہم میں فروکش گشت درانت کی کہ تھی اس کا جواب حضرت امام نے اپنے صاحبزادے سے دیا کہ اگر یہ خود ہی ہویت کے لئے ہے تو خود ہی جیت سے بھی ایک ہوا۔
 تاریخ طبع اس زمانہ سے دہائی اول پر گہرا

(۱۳)

حضرت امام کا جب انتقال ہوا تو حالت یہ تھی کہ جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد درج اختلاف روایات، ۵۰۰۰ کو سے لے کر ۱۰۰۰ کو تک تھی اس منظر سے حاضر ہو کر ہزار فیروز مسلم و ہودی، عجمی، قباذی اسلام لائے۔

جب قیادت دیتا ہے

حجاج کے دربار میں ایک قیدی کے آخری لمحات

دعا مانگنے پر بہت جلد ہوا و دل کے ساتھ تخت شاہی پر بٹھائے۔ ہر جانب موت کا سکوت جاری ہے۔ قیدی کو حاضر کیے جانے کا حکم دیا گیا ہے۔ سید رضی حیر پایہ زنجیر حجاج کے دربار میں بیٹھے جاتے ہیں،

حجاج: تیرا کیا نام ہے؟

سعید: میرا نام سعید ہے۔

حجاج: تیرے باپ کا کیا نام ہے؟

سعید: انجیر۔

سعید کے منی نیک بخت کے ہیں اور جیسے کے معنی اعلیٰ ما اعلیٰ یافتہ چیز کے۔ حجاج نے رسول کے اس حسین و لطیف کو گواہی کے ساتھ عروس کیا،

حجاج: (میں کہیں ہو کر) تو شفیق بن کر میرے دشمن کے صنی بد بخت کے ہیں اور میرے دشمن شکت چیز کے،

سعید: میری ماں میرے نام کو تجھ سے بہتر تھی تھی۔
 حجاج: تو آزاد تیری ماں دونوں بد بخت ہیں۔

ادوار

سعید: علام الغیوب تیرے علاوہ کوئی اور ہے۔
 حجاج: دیکھو اب تجھے کس طرح موت کے گھاٹ ۱۶۱ مانا ہے۔

سعید: تو پھر میری ماں کے یراعلم شیک ہیں بھگت ہے۔
 حجاج: اب اس زندگی کے بدلے تجھے جہنم دینا کیا جایا۔
 سعید: اگر میں تیرا اقتدار یہاں تک سمجھتا تو تجھے بھوکا دیتا۔

حجاج: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متفق تیرا کیا عقیدہ ہے؟

سعید: وہ اللہ کے رسول اور رحمت کے ہیں تھے جو بہترین نصیحت کے ساتھ دیا میں بھیجے گئے۔
 حجاج: غلط، کے متفق کو کیا کہتا ہے؟
 سعید: ہر شخص اپنے اھل کا ٹھوڈا مردار ہے۔ میں ہی کا قافلہ میں ہوا۔

حجاج: تیرا خیال ان کے متفق اچھا ہے یا بُرا؟
 سعید: جی نہیں ہے میں قافلہ ہوں اس کے متفق کیا کہ کہتا ہوں۔ ۱۰۰ سالے مانے سے بھی بے خبر ہوں
 حجاج: تیرے نزدیک ان میں سب سے زیادہ پسندیدہ کون ہے؟

فضیل بن یحییٰ کے فراموشی کے وقت پر آیت
پڑھی گئی:

اَلَمْ تَجِئْ بِالْحَقِّ وَالْحَقُّ لَا يَخْفَا عَلَى الْكَافِرِينَ
لَا عَلَى الْعُلَمَاءِ

ترجمہ: کیا آپ ایک ایمان لائے والوں
کے لیے دو غریبوں کی بات کرنے کے لیے

ذکر الٰہی کے لیے گناہوں کو بھگتا نہیں؟
ان کتاب مبارک نے کیا عجیب تاثیر رکھائی تھیں کہ
میرے اللہ! — اور مجھ کی لیے چوری سے تو یہ کر لی جگہ
پہنچا میں اللہ تعالیٰ اس طرح کی اور دیکھنا سنا لے لیے کیے کہ آج
آج کا شمار وہی میرے جیسے نصرت میں ہوتا ہے۔

حضرت ذوالفقار علی شاہ
نقشبندیؒ نے فرمایا ہے:

کے دونوں میں ایک عیش پرست عرب کے جن علاقہ تھے
جہاں دو دریا بہتا تھا۔ ایک ان انہوں نے کسی شخص
کی زبان سے ایک آیت سنا کہ بلا واسطہ آیت، کسی
اور اسے سنتے ہی صرف تمام مٹا ہی سے تو یہ کر لی، بلکہ
زندگی کا ورثہ ہی بدل دیا اور خدا کے چند ہندوں میں
درج پا گیا۔

حضرت ذوالفقار کا شرور بارہندہ تو بہت تھا خلیفہ
مستقل آپ کی تشریف آوری پر عظیم کے لیے خود کو اٹھ کر
ہوا اور دُعا اور دعا ہی سبھی حدود پر احترام کرتے رہی
صورتِ طاقت میں باوجود ماسد بھی ابھرتے تھے۔ چنانچہ
کچھ لوگوں نے حضرت ذوالفقار کے حق میں بگڑائی اور خلیفہ
کے کان بھر دی۔ آپ اسی وقتیں کہ خلیفہ نے حضرت کو مصر
سے بلوایا۔ آپ وہاں داخل ہوئے تو سر پر عیسائی اس حقیر
کی آیت کی تعریف نہایت ہی پر ہونے لگا اور اس کی زبان کی:

اِنَّ يَتَقَنَّ الْفَلَقِ دُخْرُ

ترجمہ: بعض پر گناہیاں گناہ ہوتی ہیں۔

ابو حازمؒ نے یہ سوزنا کہا کہ اس کے شرے خلیفہ کا
دل بگڑ گیا اور وہ بے اختیار سر دیار رہنے لگا۔ حکام کی
سے کہ اس بیل کر رہیں وہ تمام چٹپٹاں پر نہیں چڑھیں گوں
نے کان میں دھنکیں۔

سلیمان بن عبداللہ شک
قیامت کے دن سے گئے کے لیے وہ ہزار ہا
گیا حضرت ابو حازم نے حقائق بتائی۔ اس حقائق میں
جو کچھ ہوئی اس کا خلاصہ ہے،
سلیمان: روز قیامت بندوں کی طاقت پر دو گنا ہے
کس صورت میں ہوگی؟

ابو حازمؒ: اگر چند دنیا میں ایک کر کے گیا تو اس طرح ہر گ
جیسے کوئی شخص مدت کے بعد مگر کے اپنے گھر
واپس پہنچے اور بہت سالانہ واسطہ ساتھ لائے۔
ابو حازمؒ اس کی آواز سے خوش ہوئے اور غریب غلاموں کی
کریں اور اگر وہی کر کے گیا تو اس کا بہت ایسے
ہو گا جیسے کسی کا غلام چوری کر کے بھاگ گیا ہو اور
آگاہی اس کی خوش اور گرفتاری کے لیے پیادے
دوڑائے ہوں اور وہ اس کو تھکوا دیں اور بہت چوں
میں بھگا کر اگلے میں طوق ڈال کر آگاہی کے صاحبزادے
و اس دست آگاہی کے سامنے کتنا مراد اور قابل
لعنت و قریب ہوگا؟

سلیمان: انگوٹھی میں آسویے ہوئے کیا ہی اچھا ہوتا
کر میں اپنا حال جان لینا کہ ان دونوں مردوں میں
سے کس صورت میں ہلکے کے سامنے میری
پیش ہوگی؟
ابو حازمؒ: یہ معلوم کرنا تو باطل آسان ہے۔ قرآن نے

اس حقیقت سے پرہیز کیا ہے۔
سلیمان: کس آیت میں؟

ابو حازمؒ: اِنَّ الْاَنْفَالَ لَفِيْ عِلْمٍ وَ اِنَّ الْاَنْفَالَ لَفِيْ عِلْمٍ

ترجمہ: ایسے شک ایک لوگ (جنت کی)
نعتوں میں ہوں گے ان پر کا ترجمہ میں۔

اب تک خود ہی اپنے اعمال کا جائزہ لے کر آیا تھا ہر
میں سے ہو رہا تھا میں سے؟
سلیمان: اگر ترجمہ کار اعمال پر غور ہے تو ترجمہ کرت
کیا ہوئی؟
ابو حازمؒ: یہ بات بھی قرآن مجید سے پھر لے۔

سلیمان: کس آیت سے؟
ابو حازمؒ: اِنَّ تَتَقَنَّ الْفَلَقِ دُخْرُ وَ اِنَّ تَتَقَنَّ الْفَلَقِ دُخْرُ

ترجمہ: یقیناً اللہ کی رحمت احسان کیش
لوگوں کے قریب ہے

سلیمان: (خوف کی حالت میں روتے ہوئے بے حال
ہو کر) تھکے ہو کر کہتا ہے: تمہاری اس قسم کی
باتیں سننے کی مجھ میں تاب نہیں۔ میرا کچھ بچنا
ہوتا ہے۔

عدالت جج گئی ایک عالمی ترجمہ بزرگ

عمر اور ایک محنت کے برابر گواہی دینے کے لیے جانا۔
تقاضی نے دونوں طرف کے بیانات جھڑپائے جاتے۔
بزرگ خاتون کے شک گواہی دیتے سے قرآن کی آیت کی
پتا چلا کہ گواہ اور عدالت سے کہا خدا نے دو مردوں کی
گواہی ایک مرد کے برابر اس فرض سے قرار دی ہے کہ
اگر ایک گواہ کی بات جھڑپائے تو دوسری یاد دلا دے۔

عہ آتِ حُجَلِ اِسْلَامِ حَقَّقَا فَلَاحُ لِقَا اِسْلَامِ حَقَّقَا
(المعرقہ: ۱۰۰۰)

ظاہر ہے کہ جدا جدا گواہی سے یہ مقدمہ حاصل نہیں ہو سکتا۔
تقاضی نے اس قرآنی استدلال کو قبول کر لیا اور عدالت
خواتین کی گواہی ایک ہی ساتھ لی۔

یہ جگہ خاتون حضرت امام شافعیؒ کو دیکھ کر عرض۔
ماہول الرشید نے وہ عظمت

آئی انوار اللہ فضل علی کی کہ عینی سے نکال کر
جوداوت حسن و جمال سے بالا دیکھی۔ موصوم و مام سے
شادی ہوئی۔ تہائی کی اکیس طاقت کے وقت میں کا
اضطرار شروع ہوا۔ فزون تھا۔ دوسری طرف وہ ایک بھلا
تھی جس نے شرم دیا۔ سے فکر کیجئے کہ جس نے یہ آیت پڑھی
اِنَّ تَتَقَنَّ الْفَلَقِ دُخْرُ

ترجمہ: اگر کھرا کہ آپ کا پس باب عدلی نہ چاڑھا
ماہول یا انتہائی پر عمل اور مضمون نیز آیت ملتے ہی
شک کیا اور اس پر خوشی کی سی کیفیت ظاہر ہو گئی حاش
رہے کہ انی کامل یہ آیت انتہاء حق نا لیں جن کے لیے کہ
دیکھو اب خدا کا فیصلہ صادر ہوئے وہاں ہے۔ اب بہت زیادہ
جملت چندی زد کرنا۔

میرے لیے یہ آیت آج ہی نازل ہوئی ہے

تقریباً سترہویں برس پہلے کا واقعہ کہ خواجہ ابوالحسن
امروسی، مولانا شہر اللہ امروسی اور مولانا قاسم اللہ
مولانا غلام علی قصوری (مترجم) ایک مجلس میں اٹھے
ہوئے۔ دورانِ گفتگو میں مولانا شہر اللہ مرحوم نے خواجہ صاحب
سے پوچھا کہ لوگوں کی زبان میں کہی کتاب کا نازل ہوئی ہے،
ان کا ترجمہ ہے: فیاضیہ زبان کا خواجہ صاحب نے کہا کہ
ان زبان کی زبان و حق نہ دے سکتے لیکن ان کا ترجمہ نہیں۔
مولانا نے اس کی دلیل طلب کی۔ خواجہ صاحب نے یہ
آیت پڑھی:

وَقَدْ جَاءَ الْوَحْيَ بِالْحَقِّ وَالْحَقُّ لَا يَكْذِبُ
خُذُوا زِينَتَكُمْ لَإِنَّكُمْ فِيهَا تَذَكَّرُونَ

ترجمہ: وہی عرب کو آفاق میں بہت
سمت میں اس صلاحت نہیں رکھتے کہ
اسی احکام کو کہ جس میں رسول پر نازل ہوئے ہیں۔

مولانا غار اللہ نے خوبصورت میں فرمایا ہے میرے

پیشے یہ آیت آفاق ہی نازل ہوئی ہے۔

مسیح پر بھی | قاضی سید علی محمد رشتی ۱۰۰۰ ہجری
عمر (۱۶۰۰) ہجری کا پیر، اہل مالک کی صف میں مقیم رہتے تھے۔ ان
کو اطلاع ملی کہ یہاں ایک کے دو حنفیہ اپنے مکان میں
مستطابہ کو گھومنا شروع کیا ہے۔ یہ مسلمان کچھ اس
کی دولت و قوت کی وجہ سے ہم کو بزدلیں، تانہیں صاحب
نے اس کو ایک خط لکھا جس میں یہ آیت درج ہے:

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ فَتَنَ قَوْمَهُ لِيُتَفَرِّقُوا
بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ

ترجمہ: اور اس شخص سے بڑھ کر کون ہے
جس نے اللہ کی سادہ میں، کاوت ڈال
کر ان میں خدا کے نام کو ذکر کیا جائے اور
ان کو آپاٹنے کے لئے بٹھایا ہوا۔

اس آیت کا اثر یہ ہوا کہ اس دولت مند نے بہت

کوششیں کیں کہ

یٰۤاَیُّهَا الْعَرَبُ! | کہنا شروع کیا کہ ہادی کی روایت ہے

روایت حنفی میں تحریر کیا کہ اس کے اور سونے کا بچہ
نصب کرنے کی تجویز ہوئی۔ اس پیشے پر کوئی مناسبت
مہارت نہ کہ کوئی کسند آٹھا۔ عمارت کا متعلق دور
تادیر کے مصنف مرزا محمد علی خان کے پاس آیا اور
ان سے دریافت کیا کہ کیا کچھ جانتے ہو؟

جواب دیا کہ بادشاہ و تاجدار کی خدمت مزاجی کا نہیں
علم ہے۔ لہذا پہلے ان کے پاس جاؤ وہ یہ کام میرے
ذمے لگائیں تو فوراً ان کو منتظر بادشاہ کے حضور میں
پہنچا اور عرض کیا کہ مجھے پر کیا کچھ جانتے ہو؟ بادشاہ کی
نہاں سے یہ اختیار یہ آیت صادر ہوئی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا
تَحِيَّةَ أَهْلِ الْبَيْتِ

ترجمہ: اُن کے اہل خانہ کے آدمی

متعلقہ حالت نے یہ تصور کرنا احمق ہی تھا کہ
شاہان قرد و پائل حیرت زدہ رہ گئے کہ یہ عالم بادشاہ کے
منہ سے ایسی بہترین چیز کی آمد ہو۔ اور ان ضروری نہیں
اثر سے ہے۔ مرزا صاحب نے متعلقہ سے کہا کہ دیکھو کون
چند دن کے بعد میرا اس باسے میں پہنچا کہ آپ نے کیا
فرمایا تھا تو وہ اعلیٰ کا تلواریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا
بعد میں پوچھنے پر بادشاہ کے ذہن میں وہ بات ٹانگی
اور حکم دیا کہ جاؤ یا کو مرزا احمدی سے دریافت کر لو۔

حضرت شیخ مجدد و سرمدی کی اور حضرت

فیصلہ | شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے درمیان

مکتوبات کے سلسلے میں یہ گزارش مل رہی تھی شیخ مولانا

یہ آیت اِن الْوَحْيِ يَهْتَمُّونَ (وَمَا يَكُونُ رَافِعًا)
و اقرع علیہ کے دوران میں یہ تہ نصوات کے متعلق
دارو ہوئی تھی۔ بادشاہ نے ان سے اس کا اطلاق
بے حد غر ب صورت ہوا۔ یعنی ایک تہ نصوت حضرت
علی کے چہرہ غیر بشری کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ وہ
جس آیت کو ان کی اس کا تصحیح حضرت عثمان سے
تھا۔ اس طرح ایک ایسی آیت سامنے آئی جو دو
قرآن کے پہلے ایک وقت باوجود حجت تھی۔

سرمدی کہتے ہیں کہ میں ایک دن شیخ عبدالحق کی خدمت
میں گیا اور ان کے دوران میں یہ کہا کہ:

”میرا گاہک دین میں عدالت خیر نہیں۔
ہمارا آپ کا مصنف قرآن ہے۔ آیت،

وَمَنْ كَرِهَ لِمَنْ كَرِهَ لَكُمْ لَكُمْ لَكُمْ لَكُمْ لَكُمْ لَكُمْ لَكُمْ لَكُمْ لَكُمْ لَكُمْ لَكُمْ لَكُمْ لَكُمْ لَكُمْ لَكُمْ لَكُمْ L

آیت آغاز مصنف میں نقل آئے، اس کو
شیخ احمد علی کے حالی کی نالی لکھ دیجیے۔

مولانا نے یہ تجویز کر لی اور ہم دونوں نے ضرور
کے کے دو گواہ کیا اور پھر نہایت ادب و احترام سے

قرآن پاک کھولا۔ صفحے کی پہلی آیت یہ تھی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا
تَحِيَّةَ أَهْلِ الْبَيْتِ

ترجمہ: وہ ایسے مرد ہیں کہ جن میں کوئی گواہ
اور غریب و غرق خدا کے ذکر سے غافل

نہیں کرتی۔

یہ آیت اِن الْوَحْيِ يَهْتَمُّونَ (وَمَا يَكُونُ رَافِعًا)
و اقرع علیہ کے دوران میں یہ تہ نصوات کے متعلق

دارو ہوئی تھی۔ بادشاہ نے ان سے اس کا اطلاق

بے حد غر ب صورت ہوا۔ یعنی ایک تہ نصوت حضرت

علی کے چہرہ غیر بشری کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ وہ

جس آیت کو ان کی اس کا تصحیح حضرت عثمان سے

تھا۔ اس طرح ایک ایسی آیت سامنے آئی جو دو
قرآن کے پہلے ایک وقت باوجود حجت تھی۔

مولانا نے اس آیت کے چہرے ہی حضرت مجدد
کی مخالفت سے قہر کر لیا اور آخر میں اس پر قائم ہے۔

تایید ہے | ایک حکایت میں محمد و زکریا نے

حضرت ابراہیم خرقانی سے کہا کہ

حضرت ابراہیم خرقانی کے احوال و اقوال میں سے کوئی ایسی

خرقانی: اچھا! تاب ہے؟ سنو! وہ فرماتے ہیں میں نے

مجھے دیکھا وہ بڑا تکی ہے بے خطر ہو گا۔

محمود: لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابراہیم صاحب

اور کتنے ہی مکر و نالہ دیکھا وہ بڑا چست کے

چست ہی رہے۔ پھر کیا حضرت ابراہیم خرقانی کا

درجہ بیٹے سے بھی بڑھ گیا کہ ان کو دیکھتے ہی بدگفتی کا

اثر قائم ہوتا ہے۔

خرقانی: محمود واقعی طور پر کہہ کر کہ آنحضرت کو ان کے چہرے

اور اس کا بے گار دینی ایمان لائے والی ہستیاں

یہ آیت اِن الْوَحْيِ يَهْتَمُّونَ (وَمَا يَكُونُ رَافِعًا)
و اقرع علیہ کے دوران میں یہ تہ نصوات کے متعلق

دارو ہوئی تھی۔ بادشاہ نے ان سے اس کا اطلاق



جبل الغر رکتہ، جس کے پہاڑ پر واقعہ غار ہمارا ملے پہلے دوسے نالہ ہوئے۔

طُوفَانُ الْمُطَرِّا



مولانا محمد عارف

مستند کے وضاحت الہاد کے آفری مشرق و مغرب
فرک تار کے بعد ہاتھ سمہ روئی میں بٹھا ہوا تھا
کوچہ کوئی گھرانے ہوئے آئے اور جان کیا انقب
ہو گیا۔ شش میں آیا ہے کہ سکوں کے ٹکڑوں نے قرآن کو ہر جگہ لکڑوں میں ڈال دیا ہے اس پر مکتب شش ہوئے
میں اور قادیان کا مکتب شش ہوئے ہیں:

میں فوراً چکی تاجر کے موخر و اوقات پہنچا تو معلوم ہوا کہ ان لوگوں کو مسلمان کھد کے صحن میں جمع ہو رہے
ہیں۔ میں بھی وہاں پہنچا تو اس معلوم ہوا کہ اسی کھد قادیان والی میں سے چند روز ہوئے ایک عامل شریف انیسویں سال
قرآن مجید پھر کر رہی ہوئی تھی اس کی یہ حرکت ہوئی ہے۔
”یہ حرکت کرنے والے کون ہیں؟“ میں نے دریافت کی معلوم ہوا کہ انہی سکول کے زمین سکول اب علم میں جو مکتب
بنانا کلاں سیاست پشاور کے رہنے والے ہیں۔

”پرائمری سکول کے طالب علم نے مجھے نہ دیا وہاں میں نے ان کی طرف سے دریافت نہیں معلوم ہوا کہ جلتیب آٹھ نواد
بارہ سال ہیں، دل کو اس امر کا اس وقت شش میں جو کیا کہ یہ حرکت لبا کی سہ ماہی کی حد کی نسبت سے نہیں ہوئی۔ مگر
بہر حال اسی سلسلہ میں بہت کچھ امتیاز کی ضرورت تھی، قادیان کھد کے باطل سامنے تھا۔ قرآن دار کو بھی معلوم ہوا کہ

کے سرگرمی کے حقیقی معنی میں دیکھا ہی نہیں۔ پھر
قرآنی صاحب نے یہ آیت پڑھی،
وَقَدْ عَلِمْتُمُ أَنَّ اللَّهَ يَتَوَلَّى الَّذِينَ يَخِشُونَهُ
ترجمہ: اور تو ان کو دیکھتا ہے کہ وہ
تیری جانب دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ
دیکھنے سے محروم ہیں۔

میرا بھی اندازہ ایک مرتبہ منظر اعظم شہنشاہ کبیر
”موجودہ میں اسی نے ارادہ کیا ہر ایک
وہ اپنی شہرہ اندازہ کر دانا چاہتا ہے۔ دہلی
سے پھر اس میں کوئی حرکت تو نہیں ہے اور شاہ پیشہ
اسرائیل میں ہاں تو ہیں، ایک بڑگ عالم ابراہیم
موجود تھے۔ انہوں نے صاف صاف کہا کہ اللہ کا کبریا کے دو
صفت ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ خدا برابر ہے دوسرا یہ کہ کبریا
ہے۔ میں بہتر یہ ہے کہ اس کے بہانے فساد کا وعدہ کبیر
نقش کرانیں۔ یہ قرآن کی آیت ہے جس کے صحن ہیں کہ
اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔ بادشاہ نے اس صاف گوئی
کو پتہ کیا مگر عالمی صاحب نے یہ سوال کیا کہ تم اس کے
صحن و دوسری طرف کیوں نہ گئے؟ عالمی ابراہیم نے عرض
کی کہ میں نے وہ زور لگا کر صحن بیان کر دیے ہیں۔ بادشاہ
نے مدد دے کہ اس مرتبہ مناسب نقل ہے اور قرآنی صحن

جواب گئے کہ کارلوہ
میں بن حکم اس کا مشورہ
نہیں دینگے نہ مارے وہ کہتا ہے
کہ میں نے بطور امتحان سورۃ اعراف شریف کا جواب لکھتے پایا
میں نے اذہن کیا کہ حق کا یہ سب سے دل پر کیا کس نسبت ظالم
ہوئی اور اس کا لیا گیا پیدا ہوئی کہ میری ان سکوں سے خلیج
آہستہ بہت شہرت ہو گئے ہیں نے اسی وقت تیر کی۔



قرآن کے مطالعہ حاشیہ محمد کے خط و عبارت ۱۲۱۷ کے نمونہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ اور درخت میں وہ لوگ
غلاب بگلیں گے جو کھڑے بیٹھے ہوں گے میسرانہ دوسرے
دیکھتے ہوں گے۔ پھر ان کا تارڑ اور طوطا کو دے دگی ہوگی۔
اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان کا اس
طرح اصرار کرتے ہیں۔

”خفا و غمی و غمی و غمی“۔ تاکہ قدرت دیکھ کے
خود کی سیب میسرانہ۔ یعنی جب سے نور محمدی کا جلوہ دیکھ
ہو گیا۔ تاکہ اپنی غمی غمی کیا۔ نور اس فقرہ سے یہ مطلب
ہے کہ قرآن صریح ہمارا دین ہے۔ تمہارا بھی ہے۔ جس کو کہو دیکھ
اللہ کی کتاب تصور کرتے ہیں۔ اس کی ہر حرفی کلمہ سطر سطر
کا دین نہیں تمہارا ہی ہے۔

اس کے بعد انہوں نے کہا کہ اگر آپ ان فیضانِ نبوی
کو کسی کی مخالفت پر جا رہے ہیں۔ ہر ایک کے لئے ہے۔

میں نے ان میں سے ایک صاحب کی مخالفت پر سے
ہانے کی پہاڑت دے دی اور وہ مکمل سے نکلے۔ نئے خود
بھی چاہتا تھا کہ وہ اپنے کو کھینچ جائیں۔ رات کے وقت میں نے
اپنے ہاتھ پر تھام کر بیٹھ کر اپنے فرزند کے ہاتھ سے
بڑے رشتہ میں تمام بیچ کر وہاں کے کڑے مساجد اور خانہ
کو لیا۔ اس میں ان کو دیکھ دیکھ پندہ کاؤں کے کھانڈے ہو کر
آئے۔ دل چاہت ہے صاف منظر ان کے اور مالد رفت گرفت
ہو جائے گا۔ اس خیال کے تحت ہمارے ایک عزیز صاحب
نورین کو پیش کیا کہ وہ اپنی دینی میں۔ اور اگر دیکھا اور
بلے میری سے ہم کا اتفاق کرنے لگے۔ رات کو ہم انکار سے ابھی
فرط بیڑوں میں کبھی خیال آتا تھا کہ یہ ہوں یا میرے صاحب
قرآن کی ہر حرفی ہوتی ہے اس لئے میں اس لوگوں سے
جڑا ہوا ہوں۔ یہ سچ ہے کہ جو جڑا ہوا ہے۔ اور نہ تو
خیریت قرآن پر آئے گی۔ مگر خیال دینا دیکھ کا نہیں۔ ہر
تہا۔ اس کی اور انصاف سامنے آتا تھا۔ فرقہ ان کا بھی ہے۔

میں نے قریب بیچ کر مجھے دیکھا اور دوسرے سامعین کا
میں نے جواب دیا۔ میں نے تمام لکھ کر یہ کہتے ہیں تھے۔
وہ جانتی اور وہ جانتی کہ ان کی کلامی میں کہہ کر میں نے
ایک فقرہ کی جملہ کا خلاصہ ہے کہ چونکہ اللہ مسلمان ہوں
تو یہ ہوں۔ جس سے ایمان ہو تو ان میں جو قرآن کے لفظ و لے
ہوں تو یہ ہوں۔ نہایت ان میں سب کو ہر ایک اور قرآن سے
کہتے ہوں۔ مگر مجھے یہ قوت ہے کہ میں نے تو قرآن کو نبوی صاحب
اور نبی دار کو لیا تھا۔ آپ اللہ کو اور وہ میں ہی ہو
کر رہیں گے؟

وہ کہنے لگے میں نے تو یہ بتا تھا کہ نبوی صاحب کو شہید
کر دیا ہے اور قرآن پاک کی ہر حرفی کو دینی ہے۔
میں نے کہا میں ان کو آپ کے سامنے زندہ اور ملامت
موجہ ہوں۔ اسی اور قرآن پاک کا مسند وہ عقرب بیان کرتا
ہوں مسالہ کی ہی ہے کہ اس میں تصور و طرح میں کر کے بنے
ہیں۔ سامنے ہوئی ہیں۔ ہوتے ہوئے قرآن کی ہے فیضانِ نبوی ہے
مجھ کو فیضانِ قرآن پاک کا ہر کام اس میں مل کر ہے کہ مجھے بتایا
کہ آپ میں قرآن پاک کے فیضان کو ماننے کے لیے تیار ہیں؟

سب نے ایک زبان ہو کر کہا تھا: ”اے نبی کو اعلان دے دو لیکن مکر اور جھوٹ بڑا ہے۔“
”اچھا تو مجھے لاکھیاں اور سچا یہ کہتا ہے جو ہے ہواں
لو یہاں والی دو۔“

اور انہوں نے اس کی پی پی پی کی۔
ابھی ان سے جواب دیا ہے ہی تھے کہ دوسری طرف
سے ایک عرفانِ ظنا ہوا آیا اور اس میں سچ ہوا۔ اور انہوں نے
لی ڈالنے کے ساتھ کھینچ کر دھکا دیا وہ لوگ قریب آئے
تو عزم ہوا کہ یہ موعظہ جاری کر دیتے ہیں ان سے بھی پہلے
کی کھینچ ہوئی اور ان کو بھی جیسے کر کے پانچواں ہوا۔
اس دوران میں ہمارے شر کے بندہ تو نے بھی اس
لی کو دیکھا تو شرمی سا ہوا چاہا مسلمان اللہ تعالیٰ سے
بے شک۔ یہ ہے شرم و صدمہ کے قریب۔ باقی تمام
شر بندہ وہاں اور سکوں سے ہوا ہوا تھا۔ چنانچہ وہ مسک
نوجوان کہہ رہے تھے کہ جو وہ تھا کہ یہ ہے یہاں ہوا تو اور بندہ

آہی کو اعلان دے دو لیکن مکر اور جھوٹ بڑا ہے۔“
تھے کہ نبوی صاحب سے میں پی پی پی ہے کہ وہ تمام نہیں
ہوتے دیکھ کر یہ فقرہ۔

انقرضے ہی کاؤں میں ہوا اور رسول پاک کو لے کر
اور جب ہوتے رہے جب مجھے معلوم ہوئی کہ اب سب آچکے
ہیں۔ تو اس وقت ان سب نے فضلِ امیرِ ایمان کر کے یہ
دعویٰ کر دیا کہ آپ لوگ اپنے اپنے گاؤں سے ایک ایک
گاہی اور ۱۰۰۰۰۰ دینار دیا ہوا کر کے سب لوگ انہیں جے پڑیں
آپ کو نیت سے ثابت ہو گیا۔ اور ان کو فیضانِ نور اور ان
جانب کی پہچان کر لیں گی۔

سامعین نے جواب دیا کہ تم تو آپ کے فرماؤں کے تحت
دیکھ جاتے کہ تیار ہیں۔ مگر آپ غیب سوچ میں کہیں ایسا
دجو جاسے وہاں پہلے جاتے کہ بعد مکر اور جھوٹ ہوا ہے اور
پھر یہ لکھنا خواہاں اس سے انکار کر دیں جیسے میں کریم



کا دل کشی کی عزت سے لبر تھا، اور اس کے اندر بیچ سے تھا پر تھا کہ اس کے نزدیک اس کشی کی دل کی اور دل کشی، صداقت، اسلام کی ایک بہت ہی کافی دلیل ہے۔ لیکن ڈاکٹر کے بیان سے میرا دل مطمئن تھا۔ میں نے پوچھا ڈاکٹر صاحب! اس کے بعد کیا واقعہ پیش آیا؟ ڈاکٹر نے جواب دیا: آمیت سے بھی۔

انوار الحق: یہ تھوڑی سی لفظہ منہ منہ فرقہ
مذاہب فرقہ شہادت اعلیٰ تھوڑی
تھوڑی ادا اعلیٰ تھوڑی تھوڑی تھوڑی
تھوڑی تھوڑی تھوڑی تھوڑی تھوڑی

ان کی مثال پڑے گرسے سند کے
اندرونی اندجیروں کی کسی ہے۔ اس طرح



دارالرقم (تعمیر نو کے بعد)
قرآن کے تقریباً اسلام کا اولین مرکز

کہ سند کو لورے دھا پنا ہے، لہرے
اوپر لہرے اس کے اوپر ہاں ہے یعنی
اندھیرے پر اندھیرا اس حال میں ایک
شخص تیرے دریا میں اپنا ہاتھ باہر نکالے تو
تو قہقہے لگے کہ اس کو دیکھو۔ جس کو خدا
فورہ دے اس کے لیے کوئی دشمن نہیں

جب میں نے آیت پڑھی تو میرا دل کشی کی دل کی
اور انداز بیان کی واقفیت سے بہت متاثر ہوا اور میں
نے خیال کیا کہ حضرت عمرؓ ضرور ایسے شخص ہوں گے جن
کے رات دن میری طرح سند میں گزرسے ہوں گے لیکن
اس خیال کے باوجود وہی مجھے حیرت تھی اور رسول اللہ
کے اس کمال کا احترام تھا کہ انھوں نے کلمہ ہوں کی
آوازیں ادا کی کہ بعد وہ کہنے والی کہ کیسے خطرناک
میں بیان کیا ہے، گو یہ وہ خود رات کی سیاہی یا دلوں کی
تاریکی اور دوجوں کے طوفان میں ایک جہاز پر کھڑے ہیں
اور ایک ڈوبتے ہوئے شخص کی لیے حراسی کو دیکھ رہے
ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ سند کی خطرات کو کوئی
بڑے سے بڑا ماہر بھی اس قدر گنتی کے متعلق نہیں، یہی
یاسیت سے خطرات بھر کی بھی کیفیت، بیان نہیں کر سکتا
لیکن اس کے شورو سے ہی مرے ہند مجھے صوم بڑا
کرکڑی محسوس آتی تھی اور انھوں نے زندگی بھر کبھی سند
کا سفر نہیں کیا۔ اس شہادت کے بعد میرا دل روشن ہو گیا
میں نے سمجھا کہ یہ تمہاری آواز نہیں، بلکہ اس آواز سے
جوابات کی تیار ہیں، ہر دوسرے والے کے لیے ماسلی کو دیکھ
رہا ہوتا ہے، جس نے قرآن کو اپنے ہاتھ میں پکڑا اور اس
کی آواز میں پڑھی اسیتا طے ہو کر سکے گا۔ اور چند دلوں
میں مسلمان ہو گیا۔

ماہر اناسم زندہ، ترجمہ جدید قرآن مجید



ضمیمہ چہارم

وہ کہ قدر عجیب و غریب ہو گیا۔ کتنا عظیم اہانت
میں آئے شوق اہانت پڑا۔ کمال وہ ایک ایسی
تھا اور آج وہ ایک مستقل ساتھی اور مسافر بن گیا ہے۔
وہ عجیب ہے، منظم حالت میں ایک ڈرامائی
انداز سے نمودار ہوا۔
میں بڑی تجزی سے ملاحظہ ہوا تھا، پھر دور سے کی
سی کیفیت تھی۔ زندگی میں پھر میں نے بہت کچھ کیا تھا
اس کے نکات دل میں قدرت کا کلام۔ وہ تھا میں پرے
ساحل سے پوری دنیا سے اور کائنات سے انتہا لینے کے
خوف کی آتش چاندیل میں جھوٹا تھا اور جو کہ باندھا چاند
ایک احساس ہے، یہاں پہلے کیا تھا لہذا دنیا بھر کا جو پور
انتہا میں اپنے آپ سے لینے پڑتا تھا۔

میرے اس خیال سے کہ میں میکس اور بے
دوڑی چلے جا رہی تھیں ایک مزدور ٹکڑی کے جتنے پڑ گئے
کے ڈوب کا ہمارا آغا سے ڈنڈا ہوا اس سے نکل گیا میں
اسٹاپ پر کھڑی ہوئی ایک پرندہ پرش ملنے لگا پھر اچانک

لی ایک لولی آواز سے کس رہی میں اور اسی شعر پڑے
ہمارے تھے اس کلمہ والی ایک لولی لگا رہا تھا
ڈرامے دشمن کا ایک خوبصورت جملہ دکھائی دے رہا
تھا۔ معلوم نہیں اندر و دشمن کے باوجود پرتا نظر
مجھے یاد کیسے رہ گئے؟ اور میرا حرکت دماغ کب ہوا
تھا کہ سب لوگ کہتے پڑے وقت میں باوجود یہ کہ میں
باہر رہے میں سوچ رہے میں کہتے ہیں پریشان
ہوتے ہیں لڑتے ہیں فتح پاتے ہیں۔ اور زندگی
نے ان سب کو اپنا علم بنا رکھا ہے اور انہیں وہ قدیم
فراوان کی طرح استعمال کر رہی ہے۔ استعمال میں
کر رہی ہے اور میرے دماغ کے خزانوں کی طرح باوجود ان
کو دنگ لینے کے ہاتھوں کے دنگوں سے لڑا کرتی ہے
جس کا کشش میں ایک باہر نکلتے ہیں وہ پھر ان کے سر میں
اور وہ وہ محنت صورت نکالتے ہیں وہ چارے جاتے ہیں
میں ایک کلمہ پڑا میں کہاجیت جاتے ہیں وہ میں دراصل
ایک جڑی اور غرقانہ بار کے لیے حزم تھا، لیکن میں پہلی
تجاہز کا جیسے جیسے ہوا آہستہ وہ شیلہ زیادہ اچھے
رہتے ہیں، میرا دماغ سوچنا چلا ہوا تھا، عس و دیان
کا کام میں تمام خیالات، سب مجھ کے شہر اور جیتے ہیں
جن کے گول داترے کے درمیان ہر ذرات کی کوئی امید
نکلتا میں اس آواز گیا ہے کہ تو نہیں اب نہیں جیسے
یہ یا یہی جیت ہوا اس طرف مرد و زکوہ و باطن سے رہا
کئی معرکہ میں مسلسل ہاں لڑا لڑا کر لیتے مقررہ انہماک
پتہ پڑا وقت اور توں کو نہایت کے پتہ نہیں میں باہر جات
سے کہیں آتے کہ وہ اور میرے وقت ملک اپنے خوف کا اور
بے انتہی ان کے تلخ محابہ انتظار کو مل دینے کے لیے
ساری کلمہ و ذکر رہتے ہیں مزدور اپنی شہادت
کے ذریعے اور سرایہ دار اپنے سکون کے اندر رہتے اور



میں دل ہی دل میں ان سب سے غلبہ ہو کر گرہ رکھا تھا کہ اسے دو قوافیل تھادی طرح زندگی کے اس چال میں رہنے پر تیار نہیں ہوں جس کو دلکش اور گمانناں کے لیے اس نے دولت اور بخت کی مہتری اور ضروری ڈور پانچا بھی اس میں استمال کی ہیں۔ اور کچھ خوشنما سنا کر اور پیاری چاندی کیفیت کے پھول بھی اس میں چٹن و پیہ پیہ۔ یہ وہ آشوب و فتنوں کی دنیا ہے میرا اس باطل غم نے کھٹکنا ہوا۔ اپنے اسی ذہنی گرد و آب غم نے کھانا ہوا میں جب دشمنوں کے گھٹے بڑھتیوں کے پاس پہنچا تو بڑی مشفقانہ سی آواز آئی اگھر صبر رہے ہوتا۔

آواز ایسی تھی جیسے کوئی میرا نہایت دلا "پھر کوئی شفیق و بے لگت دوست کسی جھجک کے بغیر سوال کر رہا ہو۔"

مگر میرا اس دنیا میں کئی نہیں! میں کسی دوست کی دوستی کو نہیں دانتا۔ مجھے کسی شفیق کی شلفت نہیں چاہیے ایسا نہ ہر اگر جو مزمزہ میرے لیے کسی میں ہوگی وہ فطرت کے ذرا ہر کردہ ان نظریہ پر یاد چندوں کو بھول کر گئے سے انکار کرتا ہوں۔ دل ہی دل میں آٹھانی یہ سب کچھ نے سوت ڈالا اور ساتھ ہی بغیر آواز کی سمت میں دیکھے جاس سبز چشموں سے آ رہی تھی جواب دیا:

"نہیں اس سے کیا مطلب؟ تم ہر کوئی نہ پوچھنے والے؟"

"مجھے تو جوں سے محبت ہے میں تمہاری عجیب سی چال اور چہرے کا اظہار دیکھ کر چمکھرت زورہ ہوا اس لیے مجھ پر میری کج سمجھت استغفار میں دل ہی دل آخر کوئی ایک بات تو مجھ میں بیٹھ تو جاتی ہے میں جوں کیلئے

میں خبر چڑھی ہوگی کہ تمہارا مذہب مزید عجیب کیا ہوگا! پہنچا نے کہا۔

"میں جناب! میں نے تنگ کر جواب دیا میں نے وہ اخبار چاہے نہ اس سے کوئی تمکیدی ہے میں نے اپنا فیصلہ اپنی آواز دھنسی سے کیا ہے۔ آواز اور مٹی! وہ سوال میرا ہمارا فلسفہ نہ جانے میں کر رہا تھا! آواز میں تو اس زندگی میں بڑی کیا اب جس نے اور میروں کے ساتھ احوال اور معرفت نفس کے بعد اس کا قلیل سا دھڑ بڑ حاصل ہوتا ہے جو انسان کے لیے مقدر ہے۔ اور اپنی مخاطب کو سلسلہ کام پہاڑی تھا: تنگ والے تو جوں کی خوشی کو ایک پہلو سے حسد عجیب و غریب ہے۔ وہ اپنی سے پاس تھا۔ اسے تو میرا دھوکہ لگا کر رہا تھا۔ مگر اس کا میاں بڑا ننگی میں چادر رو پہلے ماؤ کا کافرا۔ وہ بڑی سمجھت بڑوں میں چکا ہوتا دیکھتا۔ بڑی کوششیں کے میاں پر رکھنے کیلئے ہاس اور سالانہ آرائش خریدتا۔ اس طرح وہ رشوت کے پتھر میں پیش کیا۔ مقدمہ میں رہا تھا جہانست پر رہا تھا اور جہانست سے معطل آئے بند قزلت کا سامنا۔ قید کو کھون سامنے اسی حالت میں بڑی بڑی کچھید و حالت ہسپتال میں داخل ہوئی پتھر وہ قتل ہوا اور اس کی جان کے لاش نہ گئے اس کے لیے غونک کا بد وہیں غریب نے کی ضرورت پیش آئی۔ بچا سارے کوئی راستہ دیا اور آقا اس کے تقدس کی آخری پیش بھی تھی۔

میں نے غلط کام کر کے کہا ان حالات میں اس نے بہت اچھا کیا! میں اس جوان کو غائبانہ طور پر خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

"میری بات کا احوال صبر جس تو سن نواں بغیر کسی جذباتی پتھر لے کے اس نے کہا۔ میرا یہ رات جس نے وہ

میرے غم کا ہی متعلق نہیں ہے فلاں چاکر
 کہ کیا اساطیر بالکل دوسرا ہے میرے ساتھ جو جبر
 ساتھ پیش آیا ہے اس کی تلافی آپ کسی طرح نہیں جو
 سکتی۔ لہذا میں زندگی کو ختم کرنے سے بہتر کوئی راستہ
 ہی نہیں سکتا۔ اب میں آپ کو کسی طرح بتاؤں کہ.....
 "تم مجھ کو بتاؤ کہ اگر ان کی ہر ایک بات میں غرور
 کو ان کا اعتبار سے پاس زندگی ہی کی کیا بات ہے ختم
 کرنے ہمارے جو تم نے اپنے آپ کو زندگی کی ہم کی شے
 سے ہمیشہ غم و رکھا ہے وہ تمہارے اس پاس بھیلی
 ہوئی کو جو دردی اس کی زیادت روشن ہر طرف بکھری
 پڑی ہیں وہ دوسروں کی طرح تھیں ہر برائی ہوتی رہی
 کبھی نہیں کہ کبھی نہ کہ کبھی کسی دوسری کسی
 کسی میں ہیں۔ مگر تم نے اسے قبول نہیں کیا۔ تم صرف
 سانس لیتا ہوا ایک سخت کی گھنٹہ تھے۔ کیونکہ خود کسی
 دلی ہو کر تھے ہیں جو دراصل اپنی تمام غم و غم کو کسی ہی
 کہتے رہتے ہیں۔

جنہیں مجھے زندگی نہیں چاہیے۔ میں نے ذرا زندگی
 سے کہا۔ میں نے اسے انوکھ سے نظر کر رہا تھا میں دیکھا
 اسے سرنگھا، چکھا، جھکوا اور جب بھی ایسا کرتا ہوا
 میں نے اسے اس تمام میں پایا کہ اسے ساتھ لوں یا
 اس کے ساتھ ہوں۔ میں اس خرب زنگ کی کوئی
 پاتا ہوں۔

پان یاں کیوں نہیں کیوں نہیں تمہارے سب
 کچھ جانتے ہوئے انتہی سے کیا تم جانتے کہ اسے جو ہوا
 نوجوان ملام کہتے ہو نہ پسند کرو تو میں اتنا ہوتا ہوا
 تمہارا احسان ہو گا کہ تمہیں کسی خبر ہے نہ کہ اس
 اور اسے کو ہمارے مل جاتا ہے کہ کیا ہوا
 اس حق قریب کو دوہرا ہے اسے نہ فائدہ تو دہرا ہے

ڈاپ کا میں نے قبول ہے بات کہ سوائے اس کے
 کے میرے اذیت بل کہ زخم آزدہ ہو جائیں۔ تاہم جو شخص
 موت کو زبردستی جی کر اس کا سامنا کر سکتا ہے وہ اپنے
 آخری لمحوں میں اپنے زخموں کی چھ جڑیں میں ہی برداشت
 کر سکتا ہے۔ میری مرگداشت یہ ہے کہ جب ہر صبر کی
 تعمیر ہو تو میری عمر آخری سال حتی میری والدہ چھپ
 میں فوت ہو چکی تھی۔ میرے والد اور میری ایک ہم عمر
 چچا ناواہن اور میں ایک تھکے کے ساتھ آئے تھے کہ
 اور شہر سے آئے تھے۔ میرے والد اور میری ایک ہم عمر
 چچا میرے والد ایک سکھ کی پرچی لٹاؤتے رہتے تھے۔ میں
 ایک سکھ کے ساتھ مرگڑوں میں جا چکا۔ جب ملکاؤر
 اپنا کارنامہ انجام دیکر واپس چلے گئے اور سنا تھا کیا
 تو تھکے کے چند بچے چلے لوگ اور دوسرے غم و غم
 میں بھی مرگڑوں سے نکلا اور کاشول کے انڈیا کی طرف
 رخ کیا۔ ایک گھر مجھے والد کی خون میں تھری لاش مل
 گئی۔ مسیحہ والدہ نہایت ہی غماز بہت اور مذہب
 کے دلدادہ آدمی تھے۔ وہ سب کے چھڑو کے آگے بین
 قرآن شریف کا وہ حافی سنو میں میں نکلا ہے جو چاکر
 گھر کی روح و روان تھا۔ انہا سے شہر تھاکر چنڑا دارا
 ہاں مرحوم نے غریب افکار اور اسی کو میری امی پر عمارت میں
 اور اس سے اپنا خاوت کرتے تھے۔ اب اس نے
 کے نکلات پر پنا کے خون کے نقش و نگار کو بھی اٹھا ہوا
 گیا۔ میں نے اس ناکان کی ناکت کو اٹھا کر اپنے گھر
 میں اور میں میرا چچا اپنی ناکان میں مذہب کی تلاش
 کرنے لگا۔ وہ بھی پاس ہی تھیں کہ ایک ڈھیر میں دلی
 پڑی تھی۔ لاشیں جڑا ہے جو دیکھا تو اس کے کندھے پر
 لگے ہوئے ہر گھم کے زخم سے خون رسی رہا تھا اور میرے
 بہت ششمن غم و غم وہ میں یہ جان کر کہی ہوگی کہ ابھی

اس کا متعلق ہمارا تھا۔ اپنے میں کسی سے نہ کر پنا
 چلایا۔ دوسروں کا وہ سے چھڑاؤ میں لگ گیا اور اس
 کا میرا اپنے اذیتوں پر دکھ کر پٹھو گیا اور قرآن کے جو تہیں
 مجھے یاد تھیں پڑھنے لگا۔ مذہب نے کراہتے ہوئے نصیحت
 کھول دیں۔ چرچا نے تھکے کے دو ایک ساتھیوں کی
 مدد سے اپنی بنیاد اور دو مال چاکر کو چنی وغیرہ ہاندی
 کو خون بندہ۔ زخم جو کہ اچھا تھا۔ اس لیے میں مذہب
 د صرف نیک نکل کے جلدی میں تھیں۔ اور میں بچے مجھے
 قتل کے ساتھ اسے سیکر کچھڑا میرے منزل کی طرف چل
 پڑا اتفاق سے ایک بہن گاڑی امی کے ساتھ تھی۔ بین
 گاڑی والے دیوانہ پڑے مذہب کو سوار کر لیا۔ میں
 جب اسے سیکر کشت میں پہنچا تو میں ٹوکس ہوتا
 تھا کہ مجھے میں ایک خزانہ بکھا ہوا ہوں مجھے میں علم اور دی
 کی لاشوں سے بہت بڑی ستار چھین گیا ہوں مذہب
 میرے لیے والد بہت تمام رشتہ داروں کا مجموعہ
 تھی۔ سارے خاندان کا محل پھر کچھ ہر سرکپ میں
 اکٹھے رہنے کے لیا ایسا ہوا کہ مذہب کے دور پار کے
 ایک ہاؤس کا کشش کرتے کرتے پہنچے اور اسے اپنے
 ساتھ لے گئے۔ میرے لیے بھی یہ صورت نشانی کا
 باعث ہوئی۔

پھر میں نے کسی طرح بہت مزاد دی کہ جس نے
 کے تھوڑی تھوڑی ذکر کیا ہیں۔ کسی طرح تعلیم حاصل کی۔
 یہ ایک لمبی کہانی ہے اس ساری کہانی میں تیر ہاؤ
 اس وقت سے پہلے ہوا۔ جب مذہب چکے تے اس
 کی بہن وین میں تھی۔ وہ میرا صاحب العین قرار پا گئی،
 اور اس صاحب العین کے لیے میں نے تعلیم حاصل کرنے
 اور ترقی پانے کے لیے سخت محنت کی۔ پھر میں نے
 اسی کی تلاش میں پھر پانے والے ایک کردہ سے مل

کہ ایک کو کھلی لاش کر لی اور دل ہی دل میں جواب
 ترتیب دیا کہ مجھے اس کو کھلی کی روح و روان مذہب
 اس میں خود ہے۔ مذہب ہی کی خاطر میں نے اسی
 سال ایم اے کا امتحان دیا اور سن ڈیوٹن میں کھلی
 حاصل کر لی۔ مجھے بہت جلد ایک کام کی پیشی پر فریسی
 مل گئی لیکن..... ناکان ہی غم ہمارے کہ مذہب جو
 فی الواقع اپنے پرہیزگار میں بڑی کایسٹنی سے مجھ
 سے محبت کرتی تھی اس کی محبت اس کے دے میں کھپاؤ
 پیدا ہونے لگا اور اس کھپاؤ کا آغاز اس دن ہوا جس
 دن میں نے اسے ایک عاتق میں کوئی لاش کر لینے کی
 کامیابی کا معاملہ سنایا۔ پہلی خوشی باقیں کرتے
 وہ اور اس میں ہوگی۔ تعلیمات کو ختم و زکریا اب
 ڈاپ سین کا دھڑلہ ہوں۔ تھہرے یہ کہتا ہی اور
 مسرت کی ناش اور ختم کے دوستوں کے مقرر سے
 ریل کے نتیجے میں شراب میری زندگی میں داخل ہو گئی۔
 کسی دس طرح مذہب تک اس کی اطلاع پہنچ گئی۔
 یہ اطلاع پا کر اس نے مجھے آخری خط لکھا کہ تمہاری
 ناپاک کو کھلی اور تمہاری شراب میری اس پکیر
 محبت کو آج قطعی ناکارہ کر دیا ہے جو اب تک سہ ماہ
 حیات تھی اور میں کا غم و غم نہ کرنے کے لیے اب میرے
 پاس انسانوں کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اب ہمارے
 دریاں ناقابل جوہر علی حاشی ہو گئی ہے اب میں
 تم سے ملوں گی۔ ذمہ میری طرف کسی آؤ۔ ظالم
 نے تمام زباناں سے بند کرنے کے لیے مجھے بلکہ غلا
 سے کہ مجھ پر کرم ہو گا کہ مجھے خط بھی دیکھو گے
 تو میں بڑے تھوڑے سے چلے گی ذوال دول کی۔ ہول
 سمجھو کہ میں تمہارے لیے مر گئی اور میری نگاہ
 میں ختم ہو چکے۔ اس مادہ کو سن کر میرے ختم

بزرگ آپ ہی فرمائیے کہ جس زینب کی زندگی بچانے سے لیکر جس پر جان بچانے اور جس کے لیے زندگی کی نفع نہتہا لیں گے کہ جس میں نہ کہ اپنے اس زینب کا جو باب پر بھی کیا زندہ رہنا چاہیے، کیا اب زندگی کے کوئی نفع ہیں؟ یہ تو خدا زینب کا معاملہ اصحابی کہنے لگا، مگر تم نے یہ نہیں سنا اس خاندانی امانت کا قصہ بالکل کر دیا کرنا جسے تم والہ کی پیش سے اللہ کے فضل میں شک کرنا کرتے تھے۔ وہ کہا ہے اور اس کے ساتھ تمہارے تعلقات کیسے رہے؟

مجھے نہیں معلوم، میں نے اس احساس کے تحت مجھے میں پھر کیا میرے غلبہ نے گواہی دی۔ ساری داستان درد کو کوئی اہمیت ہی نہیں دی۔ دیکھو، میرے غریب بڑے شہنشاہ لیوے میں آواز آئی، تو اور چہ نہیں ساتھ لے گئے۔ ایک زینب اور دو تہی وہ خاندانی امانت زینب کا معاملہ تم نے سن لیا اور بڑا دردناک ہے مگر تم نے اپنے دوسرے ساتھی کا معاملہ سمجھ سے چھپا دیا۔ تم زینب سے ہندوستانی کے کوٹھنہ لیکن تم نے خاندانی امانت کے ساتھ کس وجہ دھاک؟

سوال تم کو میں پھر کیا گیا کہ وہی کہ لیے نہ میرا قدر ٹھنڈا کر دیا اور میں نے اسے بتایا کہ وہ امانت میرے پاس ہی کی توں محفوظ ہے۔ میری کتابوں کی نگہداشت کے سب سے اوپر کے غلے میں پڑی ہے۔ تو کس اسے کھول کے پڑھا بھی تھا؟ سوچ میں کر پھٹے سے احساس نہایت کے ساتھ مگر اپنی آواز پر معذوری اور دیکھیں گے صاف صاف جواب دیا نہیں، مگر کس کی کتابیں، کتابوں ڈانٹنے اور سائلے

مجھ کو تم نے پڑھا ہو گا نہ صاحب بات کرنا کہ فرماتے پڑھا ہے تھے، مگر ایک کتاب کے لیے کبھی وقت نہ مل سکھا تو تمہارے دادا، تمہاری امی اور تمہارے والد کی یادگار امانت بھی تمہارے خدا کا کلمہ ہوا ایک نامہ رحمت جس میں کے غلبہ کرتے تھے؟

جی نہیں، اب میں نے زور دیکر کہا میں نہیں جانتا کہ کوئی خدا خدا ہے۔ خدا ہوتا تو زینب کی محبت کا مجھے یہ جواب دینا ہو سکتا ہے کہ خدا ہو مگر اس نے جو دنیا جانی ہے وہ اب کسی بے فکری بناتی ہے کہ اس دنیا کا وہ چکنے کے بندھے اس کے خدا سے کوئی وابستگی نہیں رہی مجھے اب کوئی خدا نہیں چاہیے۔ نہیں چاہیے؟

جی اس میں جھوٹا بہت کی کوئی وجہ نہیں؟ ابھی کی اور آدھی تھی۔ تم تو حق محبت سے ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مجھے تمہاری بات سے انجمن جو رہی ہے کہ خدا کی کوئی زینب کرنا سب سے بڑھ کر دوسری طرف انگریز زینب سے اپنے طریق کے لیے خدا کی مرضی کو کسوٹی بنایا ہو جو؟ جی نہیں دیر زینب چاہیے اس وجہ میں خدا میں چاہیے مجھ پر بات یہ ہے کہ تم خدا کو نہ مانتے کا بھی وہی کرتے ہو اور پھر تمہاری بات سے یہ بھی ظاہر ہے کہ خدا سے بھی صرف فراس سے ناامنی ہو گئے ہو لیکن تم نے یہ نہیں سوچا کہ وہی تم سے ناامنی ہو سکتا ہے۔ اور کیا معلوم یہ اس کی ناراضگی ہو جو جس کی برائی سے دوسری برائی کی طرف دیکھتی جا رہی ہو۔ مجھے تمہارے اس ذہنی جسدان کی حالت میں تم سے خدا کے وجود کو نہ پتا نہ تھا مطلب نہیں، مگر ایک بات ضرور تمہارے سامنے کی ہے جو بڑے بڑے تنے کے درخت تمہارے چنے کھڑے ہیں کس میں بھی نہیں آکر مگر کہہ دو کہ درخت

موج دہیں ہیں مگر تمہارے کہنے سے ان کا وجہ حقیقتاً ختم ہو جاتا ہے گا۔ یہ تو مجھ وہ ہیں کہ اور اگر ان کو اور ایک کیے غلبہ میں ہے جس کی طرف دہرتے رہتے آؤ گے تو تمہارے زمانے سے کھرا جائے گا اور زخم آجائے گا خدا تمہارے اندر موج ہے تمہارے ساتھ ساتھ خود رہا ہے تمہارے چاروں طرف وہ جلوہ گرے ہو سکر مشکل یہ ہوئی کہ تم نے اسے جاننے کی کوشش کی۔ اس سے بات چیت کرنے پر تم مائل ہوئے دو چار کرنے کا تمہیں شوق ہوا؟

مجھ پر کیا کر رہے ہیں آپ؟ میں نے حیرت سے کہا خدا سے اب میں خدا سے ملاقات کیا کرتی؟ زینب سے اب میں اور خدا سے جو کچھ ہے تو خدا سے کیوں نہیں؟ یہ تمہیں میری مشق کا جواب خدا سے ملاقات، یہ کیا قصہ ہے؟ میں مجھے اپنے آپ سے کرنا تھا۔

جان، خالی حقائق کیا مانتی؟ ابھی تو اصل معاملہ تو محبت سے شروع ہوتا ہے۔ تم میں زینب کے لیے تو محبت ابھری، مگر زینب سے زیادہ جیتوں اور دنیا؟ غریب اور دنیا وہ مسدود ہوتی ہے، لیوے دیکھو اور زینب سے بھی اتنی اہمیت نہیں محبت نہ تھی نہ خدا اور سے میرے کسی کے لیے شش غریب علی جی نہیں؟

یہ میں نہیں سن سکتا، میں چھپنے زینب کے ساتھ میں میری محبت کا انکار میری توہین ہے۔ غریبوں؟ اب میں تمہارے عبادت کے جوت ہوئے پر معافی چاہتا ہوں۔ بڑی گناہ کے انداز سے وہ نامعلوم چرگ فرماتے تھے لیکن حقائق کا کفر کرتے ہوئے کبھی باتوں کا سامنا کر لے کر آیا ہے۔

بچی باتوں کا سامنا نہ کر سکتا ہی زیادہ تر لوگوں کی خوشی کا باعث ہوتا ہے چاہے وہ خوشی زندگی کے لیے یا میں کیوں نہ ہو اور کوئی کا یہ جوہر ان اقلیت کے کہ وہ اپنے شش بھی بات نہ چاہتا تھا ہے دستا پہنچا ہے وہ پڑھ کے کیا سے کی طرح جھوٹ اور مزید کے تاروں سے ایک نرم و نازک خول تیار کر کے اپنی نرم و نازک خواہش پیر ہستی کو اس میں لپیٹ رکھتا ہے کوئی اس خول کو اگر اس سے الگ کرنا چاہے تو اس میں اسے موت دکھائی دیتی ہے؟

چھ آپ کہتے ہیں آپ کی بات اس طرح میرے سنوں کو کیسے کوئی شش بچہ نہ جانے نہ کر پال کر چلی جاتے ہیں نہ بات کا شش ہوئے گا۔

پیارے فوجیان اور اصل زینب کے جھوٹے پیرے میں کم صورت اپنے آپ سے محبت کر رہے تھے۔ باقی ساری دنیا بندے بھی اور خدا بھی سب کچھ گمراہی دکھا دینے تھا۔ جیسے صرف اپنی ذات کی خوشی اور اپنی ذات کا آرام مطلوب تھا مگر زینب کو بھی اس فتنوں میں چپے تھے جن فتنوں میں تم میں کوئی حاصل کرنے کی تشہید ہوتی اور جن فتنوں میں تم نے ہمارے شراب کا کٹھا کے جوہروں سے لگا لیا تھا مار کر موت ٹھکانا انھیں تھا جس کے گرد وہ مشتاقانہ اظہارِ محبت کرتے رہے اس کا نام مزاحمت ناموں نے جو اس رکھا ہے اور جس کو بھی مسرت و اطمینان کا ذریعہ نہیں ہوتی محبت کا وہ انداز منظرِ قربانی و شہادہ ہے۔ اب تم خودی سوچنا کرتے زینب کے لیے کیا قربانی دی؟ منڈا کیا تم نے کوشش کی کہ اس کے دل و دماغ کی کیفیتوں اور حالت کو معلوم کرتے اور ان کا احترام کرتے؟ اس کی پسند و ناپسند کا اندازہ کر کے اگر اسے سچائی اور نیکی کی راہ

پر ہاتھ تو اپنے آپ کو تبدیل کر لیتے۔ بکلاوت اس کے قہر سے ہوا کہ زینب تنہا ہی زندگی کے سانچے کو جن لاقوں قبول کرے اس کے آگے سر تسلیم خم کرے۔

مگر وہ غلط اور مکرور کیل دہو اور یہی بات تم نصیحت بھی جیت کیے بنیہ چاہتے ہو کہ تبار سے فتنے کے برقعے نہ لپو کر کے اور اس کا سارا نظام کا اقتدار ہی خوشنودی میں لگ جائے۔ نو جوانانِ اقتدار اول خدا ہی کی جہت سے خلیفہ انصاف کی محبت سے بھی غالی ہے۔ اور تم نے آج تک نہ جہت کا ایک قلعہ نہیں چکھا۔

یوں لگتا ہے میں نے بھی مگر پریشان سی آواز میں کہا کہ جیسے میرا دم بچھڑا ہے وہاں میں ایک نازک سا مسکن کر رہا ہوں۔ یہ ساری دنیا تبدیل ہو رہی ہے معلوم نہیں یہ کیا دنیا بن گئی ہے۔ مجھے تو سارا آگے لگتا ہے مجھے سارا چاہیے؟

بیٹے! میں نہیں جانتا ہوں۔ میں جانتا ہی نہیں ہوں۔ میں دم خستہ کن تھا تا قابل اعتماد دوست ثابت ہوئے۔ میں دم خستہ کن تھا تا قابل اعتماد دوست ثابت ہو سکتا ہوں۔ اب تو کوئی قلم دانہ نہ ڈرو۔ میرا مقصد یہی ہوتا ہے کہ میں اپنا کتا سوار سوہ ہو گیا۔ اب تم چاہو تو زندگی کو بھی پاسکتے ہو خدا کو بھی۔ اور شاید زینب کو بھی۔ کیونکہ اب تم پہلی بار اپنے آپ کو رہا ہے جو ویسے اگر تم کو کوئی خاص فیصلہ نہ دل سکے تو میں مزاحم نہیں ہوں گا۔

”جی! خوشی! خوشی! میں بھی بچنے میں کئے غلطہ تو واقع ہوئی۔ اسی گفتگو کے آخری مرحلے میں میرا سابق دو چتر ہو گیا اور ایک نئی مٹی پیدا ہوئی۔ مگر اب اس تو زینب سے تو جوان کو کچھ معلوم نہیں کہ وہ کیا کرے گا کہ جاسے؟“

اس مسئلے میں اگر تم جاہلوں میں نہیں تفصیلی رہنمائی اطمینان سے دو لگاؤ۔ اپنی محسن کے رہا تالی اعلان تم پہلا اقدام یہ کر کہ سید سے ہسپتال میں جائزہ لیں۔ گذشتہ رات خوشی کرنے والے نو جوان کی پوری زندگی اور موت کی کشمکش سے دوبارہ آگے بڑھنا۔ اس کے خزان سے ملاقات رکھنا جو تو جاہلوں کے فتنے کی پیشکش کو لکڑے کے ساتھ کر دو۔ باقی آئیں پھر یہی لگی۔ بہت اچھا نہیں پسرو چشم ارشاد کی تسکین کیلئے کہ میں نے دنیا ہی انھوں کے ساتھ عرض کیا کہ میرے عظیم محسن! مجھے یہ تو بتا دیجئے کہ ان کے آپ کا تدارک کیا ہے؟

”کیا تدارک! میری جگہ ابھی تک میرا نہیں مل سکا۔ محسن مجھے سوچنے پر آمادہ کرنا تھا۔ وہی تدارک غافلانِ لغات ہوں جسے تم نے یوں تو لغات میں لپیٹ کر الماری میں رکھ دیا ہے۔ مگر میں تمہارے بیٹے میں بھی موجود ہوں۔ تنہا ہی اسی تدارک! ابتدائی زندگی کے دوران میں میرے کمالات میں شام پڑ چکا کرتی تھی۔ مجھ پر وہ وہ چلائے ہوئے مجھ پر میری باتیں تمہارے کان میں داخل رہتی تھی۔ اس نے اپنی کوئی باتیں میں بھی مجھے مل کر لیا تھا۔ پھر تمہارے والد جب چلائے ہوئے وقت کے ساتھ میرا بیان پڑھتے تھے تو وہ اور اس تمہارے تغافل کے باوجود تمہارے اندر جذب ہوئی۔ یہی محسن میں تمہارے دل میں موجود ہیں اور وہ حقیقت تمہارے دل کے اندر سے بولی۔ یا ہوں! تم سے باہر اور الگ کوئی نہیں ہے۔ جو تم سے غافل ہو رہا ہو۔“

اور میں نے جب پوری قوم سے نظر اٹھا کے دیکھا تو مجھے میں دیکھا تو وہاں کوئی منتسب موجود تھا۔

عصر کا وقت تھا میں نے سوچا نہ تو چاہیے۔ میں اپنی کوشش میں ایک طرف چلا کہ دور چلنے کے بعد ایک نئی مٹی کی جگہ اس کے کنارے ایک بڑے بڑے گھر کے کنارے۔ ایک چمکانی ہیں ایسا کہ جیسے کوئی ہالو میری طرف آ رہا ہو۔ میں نے دیکھا وہ گول یا قمار گولے میرے دھیرے میری طرف آ رہا تھا اس شطرنج کے ایک چمکانے کے دیکر کہ کیا فخر! یہ میری زبان سے نکلا۔ میں نے جہت ایک طرف چھوڑا۔ لگاؤ میں دور چلا۔ ایک اسی وقت جب میں نے جہت ایک طرف کی تھی کہ میری ساری باتیں اب تو جی تو ایک اسی جگہ جہاں پہلے ہی ہو چکا۔ مگر اب ایک نئی طرف کے جہزوں میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کے منہ سے نکلتے نکلتے تڑپ رہا تھا میں نے کہنے کے بعد کہ میں نے گولیاں شہر کو پانی میں محبت کے گہا اور میرا دایرا۔

میں سوچنے لگا کہ یہ کیسے ہو گیا، شہر گولیاں کے زخم میں کیسے آپسنا بڑی کھیں آ یا کہ میرے آگے پانی تھا تو گولیاں نے مجھے دیکھا دیکھے سے شہر نے میری ایک اسی وقت جب کہ گولیاں نہ مگول کر پھر پھیلنا ایک اسی وقت شہر نے مجھ پر چھوڑا۔ لگاؤ اور فتنے اسی وقت میں دوسری طرف کوئی اور چیز ہو کر کہ گولیاں نے شہر پر کیا اور میرے بدلے شہر گولیاں کے زخم میں آ کر اور میں شہر کو دیکھا جتنا رہا پھر میں نے سوچا کہ میرے اندر ہے ایک مجھے پھیلنا شاید ابھی زندگی باقی ہے۔ میں نے وہی دل میں ایک موت تو اپنے وقت پہنچی ہے کہ تو ہوا گولیاں کیسے پھیل سکتا تھا۔

میں میں سوچ رہا تھا اور اٹھ کر گھر کو آ کر باقی کچے لپٹا لپٹا میں نے کوئی دل میں آپسنا بڑی کھیں میں دل میں تھا اور میرے پیر پیر میں ایک اس کے اندر اب تو میں گولیاں وہی باتیں ہوئی ہوئی ہے کہ اسے

ایک آخرت سے تو زخم کے ہوا تھا میں



اور میں پوری سسر پر میرے اندر تھی؟ میں نے دل سے یہ لکھنے کی خوشی کی تو یہ لکھنے کے بدلے فتنوں کا بدلہ میں دے گئے۔ اب تو میں پریشان ہونے لگا۔ میں نے اور زور دیا کہ ایک باشت اور دیکھا گیا۔ یہ دیکر کہ میری پریشان ہو گئی۔ یہ جیسے تو فی میں پریشان کر دینے کی بات میں رہتی تھی۔ دل سے نکلتے کے پلے نہ دیکھا تھا۔ اتنی ہی اندر دھنسا ہوا تھا میں ایک کڑک کڑک دیکھا گیا۔ اب میں نے جہت شہر کو دیکھا پھر پھیلنا تھا کہ بے پناہ ہو گیا۔ پھر یہ فتنے لکھے ہادی ہے میں پوری طاقت سے چلا رہا تھا۔ دیکر جب چاہے کہ میری مدد کو کوئی نہ آیا تو میں نے فتنے کرنا میری موت گولیاں کے زخم میں بکھڑا۔ دل میں تھی اور اب کھڑا وہ کھڑا میں پیر پیر دیکھ کر کوشش کہیں کیا۔

موت کا فتنے ہو گیا تو میں نے خدا کو دیکھا اور پھر مجھے لگا۔ ابھی میں نے کچھ دیکھا کہ میری کھڑی تھا کہ ایک کھڑی ہوا میں اور کوئی نہ زور نہ لگا۔ زور نہ لگا۔

کساں ہے؟

وہ کتاب میرے دل میں ہے باپ

میں تم کو یاد دے سب؟

نہاں باپ

اچھا تواسو

میں نے باپ کو گھر گھر سے قرآن سنایا اس کا سلب

کہا باپ اور سن دوں بہت خوش ہوئے۔ وہ روز

روز مجھ سے قرآن سنتے جوتے اس پر عمل کرتے اس طرح

تم تیراں جگہ میں رہتے رہتے ایک دن میں نے کہا

باپ یہاں تک میں تک یک چڑے رہیں گے۔ آؤ نہیں

بہن سستی میں حضرت موصی علیہ السلام کی لائی ہوئی بات

لوگوں کو سنائیں۔

وہ جان بہت ہاڑ۔ برسے لوگ تیری گے

باپ ایک بات اور تیراں لوگوں کے ستارے

مت گھراؤ اگر اس کام میں ہم مدد کریں گے اے ہمیں تیرے

سودا ست ہے۔

وہ کہیے؟

یہ پچھتے ہیں نے قرآن کی وہ آیتیں سنیں اور

میں جن میں خدیجہ کے لیے خوش خبری ہے اور یہ

ہے کہ اپنے لوگ یہ صاحب کتاب جنت میں داخل گئے

ہو جائیں گے۔

خوش خبری سننا تھی کہ باپ بہت خوش ہوا اب بھی

خوش ہوئی اور مجھ سے جگہ سے بہن کی طرف ہانے کے

لیے سامان کرنے گئے۔ چمک چمک دن باپ نے مجھے اونی

کو ساتھ لیا۔ راستے وہ جانتا ہی تھا سب کو کے کہ ایک

فوت چلے گا۔

باپ کے ساتھ ہم دونوں دن بھر چلتے رہے شام کو

ایک جگہ بندہ سے باپ نے بتایا کہ اشد نے جا تو ہم مل گئے

کے وقت جگہ پر کھڑے گئے۔ بہن کرشمہ بہت خوش ہو

تھی بھی خوش ہوئی۔ یہی ہوئی تو چہرے ابھی تھوڑی ہی

دور پہلے تھے کہ ایک دوست کے بچے ایک شخص کو پیش

چڑے رکھا جو جھٹ اس کے پاس لے کر ہم نے اس کے

منہ پر پانی کے پینے بڑے اس کے منہ پر پانی پلایا

دن کے بعد اس نے منہ کھول دیا کہ اسے ہاتھ پائی اس

نے انھیں کھول دیں اور میں دیکھنے لگا ہجر ہم نے اسے

سہارا دے کر بٹھایا۔ میں نے کہا،

شیر آپ بھوکے پائے ہیں وہ کچھ دوا لائی ہے جنت

اپنی دیا ہے کہ میں لکھتا ہوں اس کو اس آدی کو کھلایا۔ ہم

سب نے بھی کھایا۔ کچھ کھائی کہہ شخص کو اس کا اب ہم نے

اس کا مال پر چھانوہ اپنی اس طرح ستارے لگے۔

اسے آئے وافر میں اس کی کامیابیوں۔ یہوں

میں اپنے ہاتھ لکھ کر کے اس جگہ میں شکار کھینچے گئے

آپا تھا۔ میں نے ایک گھر دیکھا ایک اپنی لڑائی چڑی

حق اور گھر سے گھر سے حق اور اس سے اس طرح بھی

میں کھل سکتی تھی۔ اسے دیکھ کر ایک میرے دل میں یہ

بات آئی کہ اس گھر میں اسے کھا کھاں سے لے کے گھر

میں بھی سوچا ہوا ہے کہ جو ایک دھوکہ چاہیے کہ میری

تھوڑے سی طوفان رہی۔ میں نے دیکھا کہ تھوڑی ہی دیر

میں باجلی سے ایک شیر نکلا اس کے منہ میں ایک برون ہوا

حقاقت سے ایک بکرہ برون کھا خروا کی جب اس کا

ذہن بھر گیا تو اس نے اپنی منہ اٹھا کر صیچک ہوا اور گرا

کر لڑی کے کڑے میں۔

یہ دیکھ کر میں نے صہ کا خدا صاحب کو روزی دیکھنے

والا ہے۔ وہ راجہ کو بھی دیتا ہے جو دن رات رات کھا کھا کے

چکر میں ہاں کھاتا ہے۔ دیکھو سے لڑا ہے۔ یہ وقت ایک

کھینچ میں رہتا ہے اور مجھ رو چلا لوگوں کو بھی خدا ہی

روزی پہنچا تھے آخر اس نے اس لڑی کو اس کی روزی

پہنچا دی۔

میں نے بھی بات اپنے منظر کے لوگوں سے کہی اس

کے بعد میں نے کتاب میرے بات ٹیک سے تو میرے دینا کے

بھجوں اور زندگی کے جھیلوں میں پھنسے سے قادیان

دیکھ کے ایک کرنے میں بیچ ہاؤں خدا اور روزی پہنچانے

والا ہے۔ آئے اسے دلوں بھانرا میں نے شکرانے سے

کہا کہ تم سب ہاؤ۔ اب میں ہیں ہیں ہیں ہیں۔ اب

میں رات کھا کے جھیلوں میں جان نہیں کھائی۔ اب

لوگ بچے کھانے گئے کہ میں نہیں ہاؤ۔ سب کو دلوں کھانے

ایک اس پیر کے بیچ میں گھبراؤ اور دعا کو یاد کرنے لگا۔

شام ہوئی لیکن خدا نے میرے لیے میری روزی بھیجی۔

میں نے سوچا شاید دعا میرا احسان ہے۔ اسے میں بھوکا

ہی چڑاؤں۔ کچھ بڑی بھوک کی حقیر راجاں خدا کو

ساری دنیا کا خدا روزی ضرور بھیجے گا کل کا دن بھی بیت کیا۔

تم ہاؤں۔ اب راجہ آدمی میں بھوک کر گیا جانوں اب جو

بھوک کھلی تو میں پریشان ہوئے دکھا میں اپنی بات پر اذرا

رہا لیجے ہوا باپ راجا میں خدا کا روزی ضرور بھیجے گا وہ میرا

احسان ہے۔ اسے آج جب میں بھوک کے منہ سے

بڑے جوش ہو کر خدا نے تم کو بھیجا اور اس طرح میری

روزی بھیجی تھی۔ کتنی ٹھیک میری بات تو میری

کیوں زندگی کے جھیلوں میں پھنساؤں۔ کیوں بھانرا! میں

نے ٹیک کھا؟

راجہ نے بات کرتے کرتے تم سے پوچھا تو حق

جنت ہوں چڑی۔ اب میں ٹھیک راجہ صاحب آپ نے؟

وہ کہیے؟

راجہ کی طرف دیکھنے لگا۔ مجھ میں ہی کی طرف

کہنے لگے کہ کہیں اس کی بات کا کوئی باپ دیتی ہے۔

حق نے کہا:

راجہ ہو کر آپ سے یہ دعا کر کے کی طرف زندہ گھر

کرتے جس طرح شہر نے شکار کے روزی تک کھا پہنچا۔

اسی طرح خود رسولان تک کھا پہنچا۔ آئے روزی میں

کے لایا چ لوڑی اور دوسروں کی کھائی کی طرف دیکھنے گئے۔

حق نے اور کھانا پانی بھی نہیں جہ سے اسے دلوں دیا۔

میں نے سوچا کہ کھانے پر بھی جگہ میں۔ دلوں کی کھانے

میرا شاہ باخاؤ وہ خدا کو شکر ہی اب میں نے کیا کر۔

راجہ صاحب! خدا نے تم کو انسانوں کے خدا پیدا

کیا ہیں انسان کے ساتھ رہتا چاہیے۔ یہی انسانیت

ہے۔ یہ ٹیک میں ہے کہ دنیا کو چھوڑ دو۔ سب سے ایک

ٹھیک ہیں۔ میں دنیا میں ہی نہ کرین کہ کام کھاتا رہتا

چاہیے اللہ اسی طرح خوش ہو گا۔

راجہ میری بات سن کر کھالے جہان تم نے کیا بات

کہی؟ دنیا میں دو کر ہم کی طرف خدا کو خوش کر سکتے ہیں جبکہ

زندگی میں دھانے کتنی رکھیں گے اسے سامنے آتی ہیں کبھی

کبھی ہمارا اپنی کتنی ہم سے کتا ہے کہ ہم دوسرے کمال نہیں

میں بھی ایسا کرتا ہے کہ دوسروں کے کھنے سنتے سے دوسروں

کو ستا چکا ہے۔ چمک راجا میں چھوٹی ہیں تو ہمارا پانی میں

ہی سب سے پہلے میں برائیاں پر اٹھا کر ہے۔ میرے دینا کے

بڑے لوگ ہیں کہ ان کی وجہ سے ہم نے برائیاں ہو جاتی ہیں۔

راجہ صاحب! وہ کلام ہی ہے کہ وہ اس طاقت کو

خدا کے جو برائی کی طرف لے جاتے ہیں وہ۔

میں نے کہا تو حق بول چل جہان ہاؤں نے تو میری یہ

بتا رہا تھا کہ کام تو انسانوں کا ہے کہ مسلمان اپنے پاس میں

کا کائنات دانے بڑوں کا کائنات دانے بڑوں کے کھانے سے

اللہ سے جنت دیا۔ تو یہ تو مسلمان کی رکھتا ہے

حق تم ٹیک کھانے ہی ہو لیکن راجہ صاحب مسلمان تیرے

قرآن

ایک نظر مدیت

— اور —

فیل میں ہم اپنے محرم رسالت محمدؐ و جعفری کی خدمتوں کے لیے
کچھ شہادتیں لکھ کر ہیں جو اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ قرآنی
حقائق کا کوئی ایسا گوشہ نہیں ہے جسے انہوں نے چھان نہ ڈالا ہو۔

پہلی وحی ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾
(رسمہ علی مستند آیت ۱۴۱)

آخری وحی

وَالْقَوْلُ يَوْمَئِذٍ يُخَوِّتُ بِهِ إِلَى اللَّهِ أَهْلَهُ
الْيَوْمَ أَكَلَتْ نَكَارُ وَيُنَكِّرُ وَأَلَمْتُ عَلَيْنَا
بِعَمَلِهِ وَرَعْنَتِ نَكَارُ الْإِسْلَامِ وَرَبُّنَا
(آیہ ۱۰۰)

۳۰ صفحہ

جلد کا تاجان وحی

تفہیم

جس ایسی لیے میں نے راجہ صاحب کو اس طرح لکھا ہے
راجہ نے میری اور فی کی بات سے دھجھان سے تنہا
پھر بولا یہ مسلمان کی بات نہیں آتا تو مسلمان کیا کرتا ہے اور
مجھے کہتا ہے نہ

راجہ نے جو پوچھا تو میں نے جس طرح جھگڑا میں اپنا
کو اسلام کے بارے میں لکھا تھا اسی طرح راجہ سے لکھا
بات کہی اور صاف حق۔ راجہ کی کچھ باتیں آئی۔ وہ
میں مسلمان ہو گیا۔ اس کے مسلمان ہونے سے ہم سب بہت
خوش ہوئے۔ اس کے بعد راجہ اعلان اس نے ہم سب سے
کہا آپ لوگ میرے ساتھ راجہ راجہ چلیں اور میری بات
سب کو لکھا میں

راجہ میں نے مکر راجہ راجہ کی طرف چلا رہے ہیں
اس نے ہم سے کہا نا راجہ راجہ بیان سے دور بیٹا اور اچھا
سے کہ آپ اپنا پتا حال کہتے ہیں۔ اس طرح راستہ آسانی
سے نکلتے گا۔

میں نے اپنا حال بتا کر میں ایک عرب تیار ہوں
دنیا کی سیر کرنے کے لیے نکلا اور حکومت میرا اس جھگڑا
نکلا میں نے اپنے سفر کے بہت سے حالات راجہ کو سنائے۔
راجہ بہت خوش ہوا۔ پھر راجہ نے اپنی آپ بیتی سنائی۔ ہاں کی
آپ بیتی میں راجہ پرچہ لکھا ہوا۔ اس نے کہا بچا! خدا تم
کو اس کا اچھا بدلہ دے

اور مجھے اُچی پاک لول پڑی اور ہم سب بیٹھے گئے۔
تھیں بھی راجہ نے کہا۔

اس طرح بیٹھے بیٹھے ہم سب راجہ راجہ بیٹھے۔ وہاں
لوگوں کو یہ معلوم ہوا کہ راجہ راجہ آیا وہ سب خوش ہو گئے
افسوس نا کہ ہم سب کو لیا۔ راجہ ہم سب کو لے کر عمل
میں چلا گیا۔

میں راجہ کے ساتھ کچھ دنوں اس کی راجہ راجہ میں

۰۰

امین

تفصیل حروف قرآن

۱۱۹۹	ا	۱۱۳۲۸	ب	۳۸۸۴۲	ل
۹۷۳	ح	۲۲۷۳	ج	۱۲۷۶	ث
۳۷۷۷	خ	۵۹۰۲	د	۲۳۱۶	ش
۵۹۹۱	س	۱۵۹۰	ز	۱۷۹۳	ر
۱۳۰۷	ض	۲۰۱۲	ص	۲۱۱۵	ش
۹۲۲۰	ع	۸۴۲	ظ	۱۲۷۷	ط
۶۸۱۳	ق	۸۳۹۹	ف	۲۲۰۸	غ
۳۹۵۳۵	م	۲۳۴۲	ل	۹۵۰۰	ک
۱۹۰۷۰	ن	۲۵۵۴۶	و	۳۰۱۹۰	ن
۳۵۹۱۹	ی			۳۷۲۰	ی

کُلِّ حُرُوفَاتِ الْعِلَاقِ

۵۳۲۲۳	۱	فحوات (زیر)
۳۹۵۸۲	۲	کسرات (زیر)
۸۹۰۳	۳	ضرات (زیر)
۱۷۷۱	۴	مقات (زیر)
۱۲۷۳	۵	تشریفات (زیر)
۱۰۵۶۸۳	۶	نقاط (زیر)

سجدہ ہائے تلاوت

۳ مقامات

متعلق علیہ

قرآن

کُلِّ حُرُوفَاتِ الْقُرْآنِ
تَقْرِیبًا
۲۲ سال --- ۵ ماہ

پارے --- ۲۰

منزلیں --- ۷

سورتیں --- ۱۱۳

رکوع --- ۵۳۰

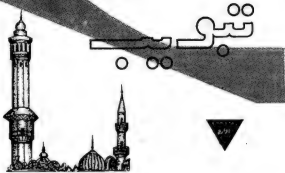
آیات --- ۶۶۶۶

اقسام آیات

۱۰۰۰	آیات دہرہ
۱۰۰۰	آیات وحید
۱۰۰۰	آیات نبی
۱۰۰۰	آیات نمر
۱۰۰۰	آیات مثال
۱۰۰۰	آیات تفصیل
۲۵۰	آیات تمجید
۲۵۰	آیات تحکیم
۱۰۰	آیات تنبیہ
۹۹	آیات تنقید
(۹۹۹۹)	(بکند)

۷ منازل کی تقسیم

- ۱۔ سورۃ فاتحہ تا سورۃ نساء
- ۲۔ سورۃ نساء تا سورۃ توبہ
- ۳۔ سورۃ توبہ تا سورۃ فصل
- ۴۔ سورۃ فصل تا سورۃ فرقان
- ۵۔ سورۃ شعراء تا سورۃ نبیین
- ۶۔ سورۃ نبیین تا سورۃ مہرت
- ۷۔ سورۃ ق تا سورۃ انکاس



الذکر

ہر وہ شخص جو قرآن سے ناشدہ اٹھنا چاہتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ قرآن کے بارے میں صحیحہ ضروری معلومات اُسے حاصل ہوں۔ کچھ افتادہ ہیں جبکہ اُپر سوال ہوتے ہیں۔ صحیحہ اہم باتیں ہیں جن کے بارے میں یہ متصور کیا جاتا ہے کہ ہر طالب علم اُن سے واقف ہے۔ ہم افتادہ عالم کے لیے اس سلسلہ کی ضروری معلومات خطو ہاں پیش کرتے ہیں۔

سُورَت کا افظ "سورۃ" ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنَّا نَحْمَدُہٗ وَنُثَنِّیْہٗ اِنَّا نَعُوْذُ بِہٖ

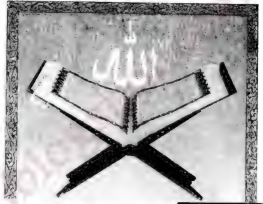
اَللّٰہِ مِنَ الْغَیْثِ وَنُحِیْثِہٖ اِنَّا نَسْتَغِیْثُہٗ وَنُجِیْثِہٗ اِنَّا نَسْتَعِیْثُہٗ

(خاطر - ۳۳)

اور اُن لوگوں کے لیے ہادیاں پیش

ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے۔ وہاں اُن کو

سُورَت کا افظ "سورۃ" ہے
ماخوذ ہے جس کے معنی فصیل
اور شہیناء کے ہیں۔ فصیل کے ساتھ زمین میں رفت و
بندی کا تصور خود کو داتا ہے۔ عربی زبان میں سورۃ کے
معنی رفت و حرکت کے ہیں۔ السورۃ لکن کو کہتے ہیں۔ اس
کی جگہ اس اور بہت کے سکینوں کے ذکر میں قرآن میں آتی



قرآن اور آپ کا گھر

کیا آپ کے گھر میں قرآن پڑھا جاتا ہے؟
بالغ افراد میں سے کتنے ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں؟
بچوں میں سے کتنے قرآن پڑھتے ہیں؟
کیا بچوں کو قرآنی قصص و واقعات سنانے سے ہاتھ ہیں؟
کیا گھر میں قرآن کی آیات اور احکام پر باتیں ہوتی ہیں؟
بڑوں اور بچوں کو قرآن میں سے کیا کچھ یاد ہے؟
بڑوں یا بچوں میں سے قرآن کا مضمون کہنے یا ترجمہ ہانسنے والا بھی کوئی ہے؟
کیا گھر میں قرآن کو کہنے کے لیے کچھ کتابیں موجود ہیں؟
(مثلاً ترجمے، تفسیریں، قرآنی مضامین و مقالات)
کیا قرآنی آیات یا اُن کے تراجم کے لیے دیواروں پر آویزاں ہیں؟
کبا گھر کے مرد یا خواتین کسی معلقہ قرآن میں مصروف ہیں؟

محسن آپ کے غور و فوض کے لیے

1

100

۱۰۰

خارجی تہذیبوں میں انسانیت کا سب سے بڑا چندہ اور شفیق ترین انسانی طواری و عقیم بیٹھا ہے۔ حال اور غم اس بات کا کہ انسانیت نے اپنی انسانی عظمت اور سادہ شرف حالت کر کے بکھرا دیا ہے۔ یہ لپٹے دھنسی تپ پہن گئے ہیں۔ وہ آجہا بولوں میں انسانوں کو دیکھتا ہے ان کی انش پرستیوں کا کشاؤ کرتا، اپنی کی خود غرضیوں اور ہوساکیوں کا نظارہ کرتا۔ ان کی فزوں اور ذرا بولوں کو محسوس کرتا، دیکھتا اور پہچانے ہیں ہوتا تھا تو آپ انشتا، وہ انسانوں کو بچا لیتا چاہتا تھا۔ قبل اس کے کہ انسانیت کبہ پرچھے اُڑ جائیں۔ وہ اس کے پیچھے چلاؤں لائے



صبح تہذیب کا ظہور

انقرض ہو گیا، لیکن کوئی نہ تھا جو انسانیت کی اس تباہ حالی پر کڑھتا ہو اور جس کے سامنے وہ دل کا پوجہ دیا کر کے اس کے دل میں پرکھ دیتی اور پھر اسے تڑپ اور ہلکے کے عالم میں وہ غار جہاں کی تنہا تیریل میں مایہ پختہ وہ انسانی طرح مضطرب دل اور پہلے پہن روح کے ساتھ وہاں چلا تھا اور دو چاروں ہلکے ایک ایک شیشے اس کرب اور بے چینی کے ساتھ اس نادر میں گزرتا رہتا تھا۔ غرور کو نہیں، ذکر و عبادت میں!

پھر آیا جواگر بدعتوں کے گرد ایک بپا چسپ ہوئی انسانیت پر کمر بستہ والا انسانیت کا وہ دوسرا دور و قمر غوار اس عالم میں سبب معمول ایک دن گزشتہ دل میں پیچھے ہے ایک چنانہ مضطرب شہنشاہ میں تھا کہ سکوت کرا کے تھے۔ میں ایک انجانی آواز، جھری۔

وَلَقَدْ رَاسِمْ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَكَ
يَا جبریل اے ان کے واسطے سے خدا کی کتاب کا آغاز تھا۔ اور جو سینہ میل ہو گیا، وہ آواز کے نور یا نور و طیش کے بیٹے نور کا سینہ تھا۔ کہ تھے، ان کے واسطے کہ اس میں قیام صلی اللہ علیہ وسلم!

چھٹی صدی مسیحی تاریخ ۶۱۰ء و ۶۲۰ء میں جب انسانیت پر ہر طرف تاریکی چھا چکی ہوئی تھی، خلیفہ راشد و فی السیر والینحیر کا شہنشاہ تھا، بعد کے مہم لپٹے تھے ہمارے

تقدیر کے میاں بیٹھ جواسے پر میرا ہی و شش درہا کتے کے عالم میں کھڑے تھے۔ جومرانی کے قوانین داستان پارہیہ ہی چکے تھے۔ وہی تہذیب جو پرانی طرود و انش کی وارث بھی تھی، ادم توڑی تھی۔ یہ انسانیت دوسرے ذوال پر ہاتھ لگن تھی، چندوستان میں تہذیب اور سادہ کا چرچہ برہمنوں کی غلامی کے سوا کچھ نہ تھا۔ دنیا کے دوسرے غلوں پر بھی جہالت اور تاریکی کے بالی چھانے ہوئے تھے اور جہالت مرد و عجم اپنی زندگی کے لیے بے ہوش کی دغا میں کوئی ہے اس طرح انسانیت ایک ششہ پیغام نئی تہذیب اور ایک جیات بچھن نظم کے لیے آسائوں کی طریت دیکھ رہی تھی۔

اس مقدمہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک خط میں جتہ تہذیب زمین کو کیا سکتا ہے، ایک ایسی قوم کے فرد کو منتخب فرماتا جو قوم کی سرور کی تہذیب کے قدموں سے پامال نہ ہوئی تھی۔ اس کے تمام قواسم نظریہ کس باؤ مہم کا شکار نہ ہوئے تھے اور اس قوم کا وہ فرد کا ناسات کا لافل ترین فرد تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے ماحول دی بنا یا۔

(۳)

جس میں کو آگے پہن کر دنیا کی قیادت کا جو عہد انسان تھا۔ جیسے پورے عالم کی رہائی کا تھی اور جس کے "مہمیں" سارے جہاں کا درد "پاشاں تھا۔ وہ اپنے وقت کو ابلائی طور پر سیر و تقریر کا وسیلہ تھا اور یہ کاموں اور لینے اور معروفتوں کی نذر کر سکتا تھا۔ اس کا ایک ایک نور قمری تھا۔ سونے اور چاندی سے زینا دو تھیں، پیر سے اور ہر اجاست سے زیادہ پیش پاداش تھے اپنے وقت اور اپنی صلاحیتوں کا صحیح استعمال کیا۔ کہہ کے تھارے، بیکار کی اڈے، ان داستان گری کے چراغ، اور لوہے کی مچھلیں، بازار شیشے اور تانے کا پیں۔ ماحول قمری نور انوں کی راہیں نہ کرتی تھیں مگر وہ جیسے انسانیت کا ذریعہ کرنا تھا، اس کی پرچا تھیں ان

پست مقامات پر نہ دکھائی دی۔ پھر کچھ گزری تو آپ گھر کی دیکھ سہال، تجارت اور دنیاوی معاملات کی مصروفیات سے خارج ہو کر سوا کرا کی غلوں میں چلے جاتے اور مینوں دوجی رہتے۔ کھانے پینے کا سامان سادہ ہوتا تھا، بید و خیر ہوتا تھا، آپ واپس آتے۔ سوا کس کاوش و ایران کا نام نہیں، جس سے کوئی یہ کچھ کہتا آپ کے لیے منہ و کجیا کا وہ انتظام ہوگا، نہ ہی وہ کوئی نوشہ نہیں تھا کہ سیر علی کاوش نہ رہا ہو۔ حضور کا مرکز غنت جہاں نور کی چمکی پر ایک شکستہ

لے۔ غلامی تپ کیا کرتے تھے، اس کے بائیں پر تھپتھا اور بیٹ میں تھی، اس سے صوم ہونا کپ واپس وقت یعنی بہادت کیا کرتے تھے۔ عبادت کی شکل تھی، یعنی طور پر نہیں کو جا سکتا، میں ملکا کا انکشاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ذکر و تہذیب تھے، اور بعض ششہ صوم میں، اسے نزدیک و غرور و عجم پر بڑی کے اندر ایک چیز تھی۔ صوم میں جو صومل کے جنرل بناری کی ایک دوایت میں "تختہ" میں آتا ہے، اور ملی زبان میں شہادت ایک دوسرے سے بدلتے رہتے ہیں، مختلف کے صحن ہیں وہی شہادت میں، یا پیچھے اسلام کے دن کی پناہ کرنا، یعنی تپ حضرت، یا پیچھے اسلام کے دن کی طاعت میں کرتے تھے۔ اور اگر قسٹ کے صحن "ششہ" میں تھے، کہہ جیسے کے لیے باقی تو میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ کا دور و صومل سے دور نہ کر سکتا، اختیار فرماتے تھے، ان کے پادشہوں کے دیکھنے سے میں غلوں میں جاتیں، غنت کی طریت تپ کے دل کا دیوانہ بنام غرور اللہ تعالیٰ نے اس لیے پیدا کیا کہ غلوں کے لیے خاص کیفیت پیدا ہو جائے۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قبل وہی، اس مستاد ہونا کر والے کے لیے، دوسرے کو کھانے کئے تھے۔



میں مانا اور اسے اداؤں کے لیے کہا اس کا مطہر تھی آپ کی
 یہ بے پنی سے ہوتی تھی۔ مراد میں کام دہی کو جودت
 ملی تھی جسے سیلا نہ جاسکتا تھا۔ وہی اسی کا اس طرح
 رنگ جانا ہر حال باعث تشریف تھا اور ایک ایسی ہی کے
 لیے قرآن کا انقلاب یسین پر نشان کی تفسیر قیادت اہم
 کی ضروری سونی گئی تھی۔ نبوت و جہودیت کا اس میں
 زور دانی یہ اندیشہ پیدا کرنے کا باعث تھا کہ کس قدر خالق
 کو کوئی بات ناممکن نہ ہوگی ہر!
 اس دور قدرت کو عسکری حکم عسکری نہ کہنا چاہیے
 یہ وقت ہر امنیہ فیض بخانا ہے اس کے میں کرکٹ کا ہر محنت
 ہیں :-

الف) گفتا بضمیر، اہل کوئے رست عالم کے
 خلوت جہاد خاتمہ کیا تھا اور آپ کے متاثر میں انھوں
 نے جو گھٹیا سے گھٹیا مسکن بنائے اور اچھے سے ادا چھے
 ہستیاہر استعمال کیے ان میں جوئے الزامات کے تیر تھے
 اور ارضی کوئی ہوتے پر یہ سمجھتے تھے کہ جانی فتن ہوئی اور
 حقہ اسلی اندیشہ و سوسلا کاشن دعوؤں کا نام ہو جانا
 ان جوئے الزامات میں ان کے نزدیک آپ جو فتنی تھے
 یہ تھا کہ مصلی اللہ علیہ وسلم پر بی اہلیتیت و حق نال نہیں
 ہوتی۔ بلکہ پھر جوئے الزامات کے نام سے چنی کرستے ہیں وہ انھوں
 میں گھڑت اور خود ان کی تصنیف کر دہ چیز ہے۔ اس قسم
 کے الزامات کے ذریعہ وہ ایک حالت کو ان کو لکھنے
 کی کوشش کرتے تھے جو نہ تھے واقعی سلام ہوتے تھے
 اور دوسری حالت ان لوگوں کو جنھوں نے ابھی تک اسلام
 نبوی نہیں کیا تھا۔ بطور حقیقت مقدمہ "قرآن کی طوط نالی
 ہونے سے روکتے تھے کہ کہیں اس کو نہیں کرو وہی متاثر
 نہ ہو جائیں۔
 یہ دور قدرت ان کے الزامات کی تردید کرتا ہے

شاہ کا کہنا کہ تو حیدر کا لودا لگا نا تھا اور علی انسانیات کو
 ہر ایک کی تلافی سے لگا کر حضرت ایک اللہ کے ساتھ غلامی
 میں لانا تھا۔ یہ سارا کام آپ نہا، انعام دے سکتے تھے۔ اس
 کے لیے ساتھیوں اور ارفاقہ کے لار کی ضرورت تھی۔ قدرت کا
 یہ دھاتی تین سالہ دور اس بات کے لیے نہایت موزوں
 تھا کہ آپ کے لئے طبعی اور انی کام کی تشریح کرنی اور ادا کرنے
 کا کوئی نام کر کے ان کی ایک ہی تھی تم تکرید کیا۔ جو اسلوب
 کے ہر لول دست کا نام ہے۔ چنانچہ یہی ہوتی مصلی اللہ علیہ
 وسلم نے اس دور میں پوری تہجد کے ساتھ اس کام کا انجام
 دیا اور دور قدرت کا صحیح ترین استعمال فرمایا۔

(۱۷)
 عام روایات کے مطابق دور قدرت کے بعد جو
 سب سے پہلی وحی نازل ہوئی وہ سورہ مدثر کی ابتدا فی
 چنانچہ آیات تھیں۔

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنذِرْ ۚ
 فَخُذْ حُزْنًا فَإِنَّكَ فَخُذْ وَلَئِنْ كُنْتَ مِنْ
 الْغَافِلِينَ (آیت ۱، ۲)
 اسے مدثر نامور اور کاروں کی ڈراؤ۔ اور
 اپنے ہر ایک بڑا نیال بیان کر اور اپنے
 کیڑوں کی پاک دھوا اور جوئے سے دور ہو
 (میں طرح کر اب تک الگ ہے ہو،
 کے لئے تو یہ چند الفاظ ہیں۔ لیکن اسی تہجد معانی
 کے سمندر سمجھتے ہوئے ہیں۔ لیکن نکات لائق توجہ ہیں :-
 ۱) اس وحی کے نازل ہونے تک آپ پر نبوت کے
 تین سال کی گزرتے تھے۔ اس دوران میں تبلیغ رسالت تغیر
 طور پر ہو رہی تھی۔ صحابیان ایمان کا ایک چھوٹا سا قافلہ
 تیار ہو چکا تھا کہ دعوت حق کو علانیہ لوگوں کے سامنے
 پیش کیا جائے۔ لیکن یہی حالگیر انقلاب کا دایہ بنا کر آپ کو

مہربان کیا گیا تھا جسے ہر ایک کے لیے بظہر کی ضرورت تھی
 چنانچہ اس وحی میں اس کی بغیر انقلاب کے لیے تفسیر کرتے
 کی ہدایات دی گئی ہیں اور انہی دعوت کا مصلحتی کیا گیا ہے
 (۱۷) وحی میں پہلا لفظ "المدثر" استعمال ہوا ہے۔ اس
 کے عام معنی کیڑا اور ڈھنسنے والے اعلیٰ پوش کے لیے ملتے
 ہیں۔ لیکن مفسرین نے اس کے معنی نبوت کا لباس اور ڈھنسنے
 کے بھی لیے ہیں۔ لیکن بعض علماء نے ذکر ایک بیان "مدثر"
 کے معنی میں مٹانے اور پاک کرنے والا اور پاک کرنے والا
 ایک نموی اور بنیادی معنی مٹانے کے بھی ہیں، مطلب
 یہ ہے۔ چونکہ حضرت مصلی اللہ علیہ وسلم کو ہر طرح کے
 مٹانے والے اور پاکیزہ کی ہر شے زندگی سے فخر کرنے
 والے تھے۔ اسی لیے لفظ "مدثر" آپ کو خطاب کیا گیا۔
 اس کی سیرت کا نید اس حدیث سے بھی ہوجاتی ہے جس میں
 آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

"میرے بہت سے نام ہیں میں مختار ہوں۔ میں احمد
 ہوں۔ میں مہدی ہوں کہنے والا، ہوں۔ میں میرے ذریعہ
 خداوند تعالیٰ کو کھڑا کرتا ہے اور میں حاضر ہوں کہ قیامت
 کے دن) لوگ میرے قدم پر اٹھائے جائیں گے اور میں
 عاقب ہوں اور عاقب وہ نبی ہوتا ہے جس کے بعد کوئی
 نبی نہیں ہوگا۔ انہوں میں آپ کا نام مہدی "قاری ذکر ہے
 جس کے معنی کو کرکٹ والے اور مٹانے والے ہیں۔ اس
 طرح "مدثر" اور مہدی دونوں ہم معنی ہو کر گواہ ایک دوسرے
 تھے۔ حضرت تہذیبی اللہ علیہ وسلم نے اعلانا یہ اللہ تعالیٰ
 تھے۔ مدثر اور تھان کا ہر ہر مدثر۔ مدثر۔ مدثر۔ مدثر۔ مدثر۔
 کرنا۔ ادا کر۔ جو کہ ہرے والا مدثر پاک کرنے والا
 مٹانے والا۔
 مدثر شکوہ

تعداد ۱۰ ہے اور چار سو روگوں کے متایم نزول کے بارے میں شکوک ہے اُن کی تعداد ۳۱ ہے۔

کئی متفق علیہ	۹۵
محل	۱۸
کوہ اعلیٰ ہونے کے بارے میں اختلاف	۳۱
کل	۱۴۳

اصلی طور پر پہلی اور دہائی سو روگوں کا پس منظر سولہ طرز بیان اور ایک ایک دوسرے سے مختلف ہے جہاں تک کہ کے دور کا تعلق ہے وہاں بہت سے کے بعد پانچ سال کی تبلیغ کے نتیجے میں آخر پانچ سال کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کر کے مسلمان بننے کو تیار ہو گئے لیکن چونکہ ان کی کثیر تعداد جو بانات یا غرض یا آبی طریقہ کی اندھی تقلید و محبت کے سبب غفلت پر آمادہ ہو چکی تھی ایسے اسلامی تحریک کی جامعیت سے بلند ہی جہاں گول گول شیعہ شیعہ برہمن ہیں کا سلسلہ کوئی آٹھ نو سال تک مختار رہا لیکن کھار کی شدید اور روز افزوں مزاحمت کے باوجود یہ تحریک جیت جیت چلی گئی جس کی کڑیں کوئی فائدہ نہی اور گھر بیاد نہ رہیں کہ کسی فرد نے اسہم قبول کر لیا ہو۔ اس طرح اور شدید کشمکش کے دوران کئی قہاں سب موقع اور سب ضرورت اپنے پیر پر رقی ذلیل فرمانا رہا اور دولت کو بہر ہزل اور اس کی وصت و تنوع کے ساتھ ساتھ ان کے طرے سے آنے والے بہت بانات میں بھی مضامین کا تنوع جھٹکا گیا یہ سبہ قرآن کی کئی سو روگوں کا پس منظر ہے۔

تمام کی سو روگوں، اصولی تعلیمات پر مشتمل ہیں زیادہ

یادست کی جلدی کوئی ترقی اور نہ قہاں نے تمدن، معاشرت، معیشت، قانون اور سیاست کے منتقلیہ جہاں ترقی شروع کیں اور یہ بتایا کہ اسلام کی اساس پر یہ کیا نظام زندگی کی طرح ترقی کیا جائے۔

دہائی سو روگوں، عموماً طوطی ہیں، اخلاق، تہذیب، تمدن اور سیاست کے معجزہ مائل سے بحث کرتی ہیں۔ جزئی اور تفصیلی تعلیمات پر بحث نہیں۔ خلاصت و طرقت کی وہی شان ہے جو کئی سو روگوں میں دہائی قہاں ہے تہذیب، تمدن اور جہاںات و معاملات کے ساتھ زیادہ ہی جہاںات کا بیان بہت گہرے، خطاب میں بھی عزم کہہ، عنصر میں زیادہ ہے۔

(۴)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تیس سال کے عرصہ میں چار سو روگوں نے غزنی کے ساتھ اپنے مشن کی تکمیل کی، یہاں تک کہ دو تارین دی آیا جب کہ آپ نے لوگوں سے گواہی لی۔ چار سو روگوں کے موقع پر عہدات کے مبارک حوالوں میں ان لوگوں کا عرصہ میں مارتا ہوا مسند جیلوا ہوا تھا۔ آپ نے لوگوں سے پوچھا۔

وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدِي وَرَسُولِي
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدِي وَرَسُولِي
لوگو! اجماعت کے وہی تم سے میری بہت
میں دریافت کیا جائے گا۔ ذرا پتہ ڈکھو تم کیا
جواب دو گے؟

سب نے ایک آواز کہا:

"ہم اس کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے اللہ کے حکم کو سنا دیا ہے۔ آپ نے سات
اور بہت لائق ادا کر دیا۔ آپ نے ہم کو کوٹھ
اور کہہ کر کیا بات اچھی طرح بتا دیا۔"

اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی اشارت

کو اٹھایا، آسمان کی طوط کی آواز اٹھانے لگی اور چار سو روگوں کی طرف جھٹکتے تھے۔ فوٹے تھے۔ "اے خدا اس نے اسے خود گواہ بنا دیا۔ اسے اللہ شہادہ پر آمادہ یہ سب کیا صاف اقرار کر رہے ہیں؟"

اسی جگہ اس آیت کا نزول ہوا۔

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

بَعْدَ أَنْ يَكُونَ الْإِسْلَامُ دِينًا (آیت ۳)

آج میں نے تمہارے وہی کو تمہارے لیے
کا دل کر دیا اور تمہاری نعمت کو پورا کر دیا
اور میں نے تمہارے لیے اسلام کا وہی پورا
پہن فرمایا ہے۔

عصر کے ایک طبقے کے نزدیک یہ آخری وہی ہے
جہاں پہ نازل ہوئی، اس کے بعد نزول وہی کا سلسلہ منتقلی
مہنگی، بعض کا خیال ہے کہ سورۃ البقرہ کی آیات آخری وہی تھی
وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ
قَالَ لَيْسَ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِلَّا أَشْجَارٌ وَلَا أَطْنَانٌ
(آیت ۲۲۱)

اس سلسلے کی روایت کے مطابق اس کے بعد حضور
صرت ایک ایسی ہی جہاںات و سات و زمرہ بنے، اس کی آخری
دہائی کے لیے جب بھی معلوم ہو گا کہ کون سی، اللہ علیہ وسلم نے
اپنے مقصد بہت کچھ دہائی طرح مکتب کر دیا اور انسانی کو
تہذیب و اخلاق کے لیے اسے راستہ کر کے اس کی تالیف کیا
کی قیامت کے وہی اپنے آپ کے سلسلے جاکر سرخ ہر چہک
اور اس طرح جس سے داستانِ جاہلیت کا آٹا کھڑا
تھا اس کی آخری باب مکتب ہوا۔

قرآن کریم کے تدریجی نزول کا
پورا زمانہ تقریباً ۲۲ سال کا ہوا
۱۲ دن ہوتا ہے۔

عہادہ میں مداخلت کا بیان ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی تھی تو آپ پر سخت کیفیت اضطراب پیدا ہو جاتی تھی اور سچے بہار کا رنگ تجزیہ ہوتا تھا۔ آپ اس وقت سر جھکا لیتے اور جو مساجد آپ کے پاس بیٹھے ہوتے تھے وہ بھی سر جھکا لیتے تھے۔ وحی کے نہادیں سر اٹھاتے تھے۔

فرشتہ امین حضرت جبریل علیہ السلام قرآن کے طوطا بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے ہی کلمات بھی لے کر آتے تھے جو قرآن کا حصہ نہیں ہیں۔ اس بنا پر علماء اسلام نے وحی کو وحی کر دی ہیں۔ ایک شخص تو اذکار کی جانے والی وحی جو بیت اللہ کا آتی ہے اور دوسری غیر منجز اور قطعی وحی جو میں صحت دعا کا ہوتا ہے، وحی کو دوسرے جو قرآن کی صورت میں مسلمانوں کے سینوں اور سینوں میں محفوظ ہے۔ دوسری قسم یعنی وحی غیر منجز ہے جو احادیث میر کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے۔ خود قرآن کی تصریح نہایت اچھی ہے: ﴿وَمَا نَزَّلْنَا بِهٖ مِنْ مَّوَدِّعَةٍ﴾

کے مطابق وہ بھی وحی ہے اور جانتے ہیے پتھر سداوت و غلات سے ہے۔ چنانچہ ایک وحی مشکوٰۃ الفتح ہے اس کا نزول خود انصاف کے پیش منہ سے ہے۔ دوسرے جو احادیث کا سب اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے اس طرح کہ قرآن فرشتہ آپ کے سامنے آتا ہے۔

لے۔ احادیث میں آیا ہے کہ آپ کا رنگ ناکستری ہو جاتا تھا۔ اس طرح اور وہ فرشتوں کے نئی بات زبان پر لاتے ہیں۔ یہ قرآن تو مسکد ہے جو ان کی حکمت کی جگہ پر ہے۔

سورۃ نجم ۲۰

لے۔ وحی اعلیٰ ۱۵۵

والوں میں سے ہوں۔

سورۃ قیامت میں صاف ارشاد ہے:

﴿لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ سَفَاطًا يَفْضَلُ بِهِ نَفْسًا حَيَّةً وَفَازًا ۝ قُلْ اِنَّ فِرْعٰنًا كَانَ كٰفِرًا ۝﴾

لے جسے آپ قرآن کو پڑھتے ہوئے اسے یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو ہندی

حرکت دیتی۔ اس کا بیان کرنا اور پڑھنا

بھلے سے دوسرے ہیں، ہم جب اسے پس

﴿قُلْ مَنْ حَقَّ عَلَیْهِ الْقَوْلُ مِنْ لَدُنْہٗ فَاسْمُوعِیْ ۝﴾

﴿فَیَسْمَعُ ۝﴾

کہو دوسروں سے کہ جو کوئی جبریل سے عبادت رکھتا ہو۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ جبریل

نے اللہ ہی کے اذن سے یہ سنا

تمہارے تلب پر نازل کیا ہے۔ دیا

پہنچایا ہے۔

سورۃ نمل میں ارشاد ہے:

﴿قُلْ لَّوْلاَ اِذْہٗ الْعٰقِلُوْنَ مِنْ قَبْلِہٖ مَا یَخْلُقُ ۝﴾

﴿یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۝﴾

﴿لَیْسَ لَہٗ شَیْءٌ یُّشَکُّ ۝﴾

ان سے کہو کہ اسے روح القدس جبریل:

نے تخلیق نہیں کرتے۔ بے کفایت سے

بتدوی نازل کیا ہے۔ اگر ایمان لایعہ اعلیٰ

کے ایمان کو پختہ کرے اور دین و دار کو

زندگی کے سعادت میں سیدھی راہ بتائے

اور ان میں قوت و سداوت کی غرضی دے۔

سورۃ شعراء میں ہے:

﴿لَیْسَ بِہٖ اِلَآٰہَ اِلَآٰہِیْنَ ۝﴾

﴿یَعْلَمُ السَّکْرٰتِ ۝﴾

اس قرآن کو ہاتھ فرشتہ دیکر آیا ہے

آپ کے تلب پر نازل کیا ہے۔ دیکھو، لے

تو تم اس کی پیروی کرو۔

مشرکہ روایات سے بھی چند اہم باتیں ہمارے سامنے آتی ہیں:

۱۔ حضرت جبریل وحی اور قرآن کو آپ کے تلب پہاگ

پر نازل فرماتے تھے۔

۲۔ وحی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اس کے حکم و

اجازت سے آتی تھی۔

۳۔ حضرت جبریل نے قرآن کو نبی کے ساتھ آپ تک

پہنچایا ہے اور اس میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں کی۔ اس

سلسلے میں حضرت جبریل کے لیے امین کی صفت

خصوصاً ذکر کرتی ہے۔

۴۔ قرآن تو صحیح کے ساتھ نازل ہوا ہے تاکہ ایک

طرف حضور اس کو پوری آسانی کے ساتھ محفوظ رکھ

سکیں اور دوسری طرف ایمان والے اس سے

روحانی غذا حاصل کریں اور اس پر باتحاد کی

سے عمل کر سکیں۔

۵۔ قرآن کے ایک ایک جملہ کرنے کی صلہ ہر وحی

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ کو مستحق حصہ اللہ تعالیٰ کی

بنیاد میں مکمل کیا اور اعراس و بارہ عام

لوگوں کے سامنے پورا قرآن سن کر ترجمہ کیا۔

۶۔ جبکہ وہ دروہا اور وحی کو تلب میں رکھ دیتی۔

۷۔ قرآن کو نبی تعالیٰ نے نازل فرمایا اس کا پہلا حصہ

والا فرشتہ طاقت و دروہا میں ﴿ذُو الْقُوَّةِ الْعَظِیْمَةِ﴾ ہے

اور اس کو حاصل کرنے والا بھی امین ہے۔ پھر

اس کے چمکانے اور چمکانے کی ذمہ دار وہ بھی

ہے جو تبار و طوطا اور فرما کر لے گا کلمات سے اس

وجہ سے قرآن کے سہ آفراد مکمل آسمانی کتاب

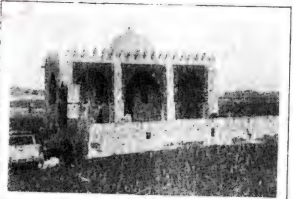
ہوئے ہیں اور ہر ایک اپنی جگہ پر رہتا۔ ●●



نبوت خصالہ



ہیابہ نور۔ وہ چوتھے مہینے کا چھڑا واقعہ ہے



مقام پچھتہ عیسا



اُمّتِ مسلمہ

مولانا محمد رفیع اعظمی

حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام
نے تعمیر کرب کے وقت یہ دعا کی تھی کہ:

”ہمارے پروردگار مجھے اور اسماعیل کو اپنا
تائید فرما اور مسلمان بنا اور ہماری اولاد سے
ایسی امت کو اُٹھا جو تیری تائید فرمائے اور
مسلم ہو۔“ (بقیہ: ۱۷۸)

اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کی یہ دعا قبول
فرمائی اور آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت
میں ایک ایسی امت کو برپا کیا جو قیامت تک کے لیے
تائید و توثیق اور شہادت حق کا وہ فریضہ انجام دیتی رہے
گی جو ختم نبوت سے پہلے اپنے اپنے زمانے میں خدا کے
پیغمبر انجام دیتے رہے ہیں۔

”اس نے تمہیں منتخب فرمایا ہے اور دین
کے معاملے میں تم پر کوئی سختی نہیں رکھی گئی“

ہے پیروی کرو اس دین کی جو تمہارے
اپنے آپ پر ایمان کا دین ہے۔ اس نے
پہلے ہی سے تمہیں مسلمان کے نام سے نوازا تھا
اور اسی طے میں کے ہر ایک تمہارے لیے یہی
حق کی شہادت دین اور تم دنیا کے سارے
انسانوں کے سامنے دین حق کی شہادت
دو۔ (الحج: ۷۸)

اس سے معلوم ہوا کہ امت مسلمہ اصطلاحی طور پر
پانچ قریش سے لیکن پھر ازیشان ضرور رکھتی ہے۔ اس
لیے کہ پہلے پیغمبر کے ہاشمیت کی حیثیت سے وہی پیغمبر
فریضہ انجام دیتی ہے۔ پھر جس طرح آخری رسول کی آمد
کی شہادت دونوں پہلے ہی جاری تھی، اسی طرح اس
امت کو بھی اس کے نمودار سے بہت پہلے مسلم کے نام
سے نوازا گیا تھا۔ یہ گویا امت کے نمودار سے سیکڑوں سال
پہلے ایک شہادت تھی کہ ایک ایسی امت برپا کی جائے
والی ہے جو اسلام اور بندگی رب کا مذہب نمودار ہوگی۔ یہ
تہناب ایک عظیم مقصد کے لیے ہوا ہے اور
نیہیت کا یہ اظہار کہ وہ رسول کی ہاشمیت ہے اور اسے
وہی کام انجام دینا ہے جو رسول نے انجام دیا اور جس طرح
آخری رسول نے اپنے قول و فعل اور شب و روز کی زندگی
سے خدا کے دین کو واضح کر کے کائنات اور کریم و شایع
اس طرح امت کو بھی دنیا کے سارے ہی انسانوں کے
سامنے خدا کے دین کو واضح کرنا ہے اور وہی حق زندہ
شہادت ہیں کہ رہتا ہے۔ امت مسلمہ کی اس امتیازی
حیثیت کو قرآن نے اس طرح بیان کیا ہے:

”اور اسی طرح ہم نے تم کو ایک امت چھڑا
بنایا ہے تاکہ تم سارے انسانوں کے لیے
دین حق کے گواہ بنو اور ہمارے رسول تمہارے

گود بولی : (بقدرہ ۱۲۲)

میں تمہاری حیثیت عام انہوں کی طرح نہیں نصیب
خدا نے امت وسط بنایا ہے۔ اور ایک امتیزا نشان
بخش ہے :

"تم انہوں میں وہ اصل و اشریت امت ہو
جسے دنیا کی تمام قوموں میں صد کی طرح
دیکھائی کی مرکزی حیثیت حاصل ہے اور تم
ہر اور اور قطعاً و قطعاً سے مخلوق خدا کی یہی دلیل
پر امتداد ملے گی اس کے امتیازی مقام پر
سرفراز فرمایا ہے اور تمہیں امتیاز
ہی نشان امتیازی کے ساتھ دیا گیا ہے

ایک اور جگہ امت کا امتیازی منصب قرآن نے لیا
انہوں میں بیان کیا :

"تم بہترین امت ہو جو سارے انہوں
کے لیے وجود میں لائی گئی ہے۔ تم عبادتی
کا علم دیتے ہو اور بڑائی سے روکتے ہو
اور اللہ پر کمال ایمان رکھتے ہو اور اللہ کے

یہی امت مسلمہ کو فعل کی امتیازی قبول میں دیا
کی تمام قوموں اور جاتوں میں ایک بہترین امت ہے۔
یہ زندگی کے میدان میں یوں ہی مومنوں کے مطابق نہیں
آجمل ہے بلکہ اس کے عظیم مقصد کی خاطر مناسبت
انجام سے پر کیا گیا ہے :

"اسے سارے انہوں کے لیے وجود
میں لایا گیا ہے"

یعنی اسے سارے انہوں کی ہدایت اور ہدائی
کے لیے لایا گیا ہے اور اب پہلی زندگی تک تمام

انسانی جاعتوں کی حیثیاتی اور اہمیت کا فرضہ اسی کو
انجام دیتا ہے :

"تم نبی کا علم دیتے ہو اور بڑائی سے
روکتے ہو
یعنی تمہارا کام عقل و حفظ و نصیحت اور انداز و
تجسس نہیں ہے بلکہ تم نبی کے ہر اور حکم کے لئے ہو۔
تمہارا امتیازی منصب یہ ہے کہ تم ایک غالب طاقت بن
کر ہو اور اپنی سیاسی قوت کے ذریعہ نبی کو پر وہ
چڑھا دو اور بڑائی کو جنتے اکٹھا چھوڑ دو۔

قرآن میں اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ
"مسلم نو" اندازے تمہارے دین کا وہی
طریقہ مقرر کیا ہے جس کی وصیت اس
نے مومن کو کی تھی۔ اور جس کی وہی اسے

رسول نے تمہارے آپ کی طرف بھیجی ہے اور
جس کی ہدایت ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ
کو دے چکے ہیں کہ اس دین کو قائم کرو
اور اس میں تفرق نہ ڈالو" (دعوتیں ۳۱)

اس آیت پر غور کیجئے کہ امت میں جس میں عظیم انبیاء
کا ذکر ہے ان میں سب سے پہلے حضرت نوحؑ ہیں۔ پھر
طوفان کے بعد انسانیت کے اولین پیغمبر تھے۔ ان کے بعد
سب سے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر
ہے۔ پھر وہ بیان کے مسطورہ میں سے تین اہم ترین
پیغمبروں کا ذکر ہے۔ جن میں حضرت ابراہیمؑ تو وہ ہیں جن
کی عظمت و پیشوائی پر سب اتفاق ہیں اور حضرت موسیٰؑ
اور حضرت عیسیٰؑ کی اہمیت یہ ہے کہ وہ نبی و معلم امتیں
ہو اور نصیحتی ان کی طرف کو مقرر کرتی ہیں۔

مسطورہ نبوت کے ان پانچ اہم ترین پیغمبروں کے
ذکر سے بتایا جاتا ہے کہ خدا کی طرف سے جسے میں رسول

آئے ان سب کا منصب الٰہی ہی تھا کہ خدا کے دین کو
قائم کریں۔ سب سے پہلے رسول کو بھی اس کی وصیت
کی گئی تھی اور سب سے آخری رسول کو بھی اس کی وہی
تجسس گئی اور وہ بیان کے ان تین عظیم پیغمبروں کو بھی اس
کی وصیت کی گئی تھی کہ انسانی اور نبوت کو مقرر کیا ہو
دنیا تسلیم کرتی ہے۔ لہذا امت کا فرض ہے کہ وہ جو
یقین اور شہرہ صبر کے ساتھ اس منصب الٰہی کو اپنا
فرضہ حیات سمجھے۔

آیت میں خطاب مسلمان امت سے ہے اور کہا
گیا ہے کہ تمہارے لیے وہی طریقہ مقرر کیا گیا ہے جس
کی تاکید تمام پیغمبروں کی تھی کہ وہی کو قائم کرو :

پوری عبارت اتری !

ایک جگہ قانون کیسوں کا لے کے سارا دایا اس میں علامہ اقبالؒ نے جو حق
پروا اور منہم جو ہے وہ ذرا دلکش پہنچا رکھی ہیں۔ لے گئے اور فرمایا :

"اقبال! تمہارے پیغمبر قرآن کا منہم آواز لے رہا ہے، انا اور کچھ انہیں صحت علی: بانی آتی تھی انہوں نے
اس کو نبی میں قتل کر دیا۔" یا یہ عبارت اس ہی اتری تھی :

میں نے کہا :
"بہار میں اتری تھی :
نوحؑ نے بڑی حیرانی سے کہا :

"انہیں! تم جیسا کہ دعا لکھا آؤ گی میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں :۔۔۔۔

میں نے کہا :
"میں نے کیا میرا حق ہے کہ میں پھر پھر اترتا ہوں تو میں نہیں اتری ہوگی۔ جبہ شرکی
کیسے تھوڑی جاتی ہے تو کہہ لو کہ میں نے کیا میرے لیے کیا ہوا ہے کہ یہ جہاں ڈالا ہے یہاں اس
کثرت سے جہاں کی طرف آ رہی ہیں کہ مہار کی پریشان ہے کہ اسے پڑوں۔ جسے چھوڑوں۔"

انہیں : اور فرمایا :

ہاں میں جسے شہدے حضرت مسیح اور حضرت مریم کو
ان تمام سامعہ الزامات سے بری قرار دیا ہے جو یہودی
ان پر لگاتے تھے۔

قرآن نے حضرت یحییٰ کے عزرائیل پر بھی بحث کر کے
بجایا ہے کہ یہ تمام عزرائیل عین اللہ کی صفی سے سرزد ہوئے
ورد ذات خود ان کے دکھانے کی حضرت یحییٰ کی طاقت
ذاتی۔

یہ بات بہت قابل توجہ ہے کہ یہودیوں میں یہاں وہ
تسبیحین کا جو طوطہ جگڑوں سے لگا کر کشتی تھا اور جس کے
قلب و خیر میں حق پنداری اور خرافاتی کا لہر ادا تھا یہی تھا قرآن
نے اس کا ذکر کیا کہ وہ قرآنی انداز سے کیا ہے۔

۱۳۔ سالی گروہ

نزول قرآن کے وقت ایک مختصر گروہ مذہب بن کر
میں تھا جس کا قرآن میں مذکور ہے کہ انک الذین اعتدوا
فلیکونن ذلک الذین یعبدونہ علیہم تھے یہ گروہ جو کلمہ جلدی مٹ
مٹا گیا اس لیے اس کی زیادہ تفصیلات نہیں ملتی۔ اس
کے متعلق جہاں ایک راستے یہ ہے کہ یہ قوراث خواں
لوگ تھے دوسری راستے یہ بھی ہے کہ یہ نصاریٰ کا ایک فرقہ
تھے ابوالہاجن الزمر ان کی متعلق علیہ شریک بات مستعار
ہے یہی ہے ان لوگوں کا فرقہ ابھر مشاہد سے ان کو کچھ عقیدت
حق اس کے متعلق بھی شیعہ کا اختلاف معلوم ہے جہاں انھوں
میں بھی اختلاف تمام یہ معتقد اس کے لیے بھی ان کے انجیل
پر ان کی روایں کی بنا پر اختلافی مضمون میں نہیں کرتے تھے
یہ تمام تھے تھے کہ یہ کلمہ وہ سامعہ کے ان کی تفسیر جو نحو
پیش اور شریک ملکتی ہوئی تھی۔ علاوہ ازیں ان کے متعلق
فرشتوں کی پیشکش کرنے کا بھی ذکر آتا ہے۔

اس تفسیر اللہ اور گروہ کا مسلک چمکدور جو مذہبی گروہ بن
۱۲۴۲

سے اقلک تھا اس لیے شرواعی و سامعہ اسلام نے دواں پر
میں یہ بھی حق کی جاتی تھی کہ یہ لوگ مابقی ہو گئے ہیں۔ جیسے موجودہ
دور میں ہمارے کرتے کرتے ہیں کہ گفان دواں ہو گیا ہے اور
نواں ہو چکا۔

۱۴۔ مشاہدات حق

ان گروہوں کے علاوہ ماحول سے سببہ اور مشروط
افراد و اشخاص ایک مجموعہ میں داخل ہو چکا تھا یہ لوگ
خصوصیت سے مشرکین کے فرقے سے تعلق رکھتے تھے یہ ایک
وہ بھی ہے کہ ان کے انداز اس کے متعلق متاخر سے کیے گئے ہوتے
مذہب سے بلند ہو چکی تھی سابقہ کے بیان کے مطابق میں اس
لیے بیان کرنا کہ اپنے ایک بت کے گروہ میں جو کہیں اپنے حق کی
مشرا و عقرب متاخر ہے تھے ادبیت کا طعن ان کے گروہ چھوڑ
چکا ہے تھے چار داری اس قریب سے ایک ملک بننے
اس بنا پر کہ انھوں نے چار داری کا اقرار کر دیا ہے۔ یہ ایک
طرح کی تفسیر ملکتی تھی جس میں وہ حق نواں وعدہ ان کے حق
مطابق ان کو شریک اور تہذیبی فرقوں میں تفسیل شریک تھے اور
درازا داری کا چسپانہ بانہ سے کے بعد ان کے انداز رائے کر
ہے تھے کہ۔

ہماری قوم ایک بے مینا و مسلک پہنچی ہی
ہے اپنے دواں الہام کے دین کو ان لوگوں
نے غافل کر دیا ہے یہ پتھر کے جس بت کا
طعن کر سکتے ہیں وہ ذہلیں سے دستا
ہے دشمنان پہنچا سکتا ہے وقت وہ مسکا
ہے سابقہ اپنے دواں کو تو لوگوں کو دلی قسم
توہمیں کہ گے کہ شادی کوئی نہیں جانتیں ہے
کے ملک کو گروہ اور دین الہام کے پیچے یہ دواں
ہو گئی لگاؤ و دستہ ابن ہشام ۱۲۴۲

و حق نواں اور تہذیبی فرقوں کے اشخاص بھی محض ان
جن سے تعلق نہیں تھا کہ ان کا یہاں ہے۔ ان میں بعض نے
تکاشی حق کے لیے بڑی ملک و دوں۔

دنیا کے دوسرے گوشوں میں بھی مثال غالب میں پہنچی
رو میں خود راوی ہو کر ادبیت کی توحش کے لیے آواز فزون
ہوئی اور ان میں سے سبب حق آنرا دواں ملک و دوں لگانے
لگے احمد و دوں میں سے توحش فزون کو دواں حق ملک
پہنچے اور ایمان لانے کی مسامت بھی ملی۔

یہ دواں کہ نزول قرآن کے پس منظر کا ہائزہ جیسے ہوتے
اس تفسیر منکر کوئی ہیست دین چاہتی ہے جو حق کی عظمت دینا
اور متاخر کے کی تشکیل حق کی عظمت تھا جو لوگ عقائد شریک
یا کسی دوسرے عقائد میں مبتلا تھے ان کے دواں میں بھی
کوئی دو تھیں کہ دے ہوئے سوالات اور انجیل اور مسطور
موجودہ دواں اور ان میں اتنی فوجی تھا یا اتنی ہو گئی کہ دواں
اپنی دواں ہوئی تشکیل حق کو کلام کر سکیں ہمارے راستے میں
دوست حق کے طور کے لیے کسی تاہی دواں اور اس قسم کے
اشطاب اور تشکیل کا ہونا ایک فطری ضرورت ہے۔

۱۵۔ منافقین

یہ وہ نصاریٰ کے علاوہ قرآن نے ان منافقین کا ذکر
بھی فرمایا ہے کہ ان سے یہ گروہ نزول قرآن سے پہلے
کے ہی نظریں موجود تھا بلکہ دواں میں اس کا ذکر دواں
یہ ہجرت کے بعد دین کے پیش منظر میں ان کا ایک ایسا گروہ

ہے جو امت برقرار اور بر وقت میں رہا ہے۔ یہ لوگ اپنے
خصوصی افراط و تفریط کے تحت جگہ اسلام میں داخل ہوئے
تھے۔ ان میں سے بعض قرآن سے مفروضہ انشاؤں کی وجہ سے
اسلام میں داخل ہو گئے تھے کہ دوسرے جاسوسی اور اپنے
دواں کی طرف سے اسلام میں آئے تھے جیسے تھے کہ اپنے
تھے جو جہاد کی تھیں سے ان کی غرضت میں شریک ہونا چاہتے
تھے کہ اپنے تھے جو مضمون دین اسلام میں داخل ہوئے اور پھر
تفسیر جہانے سے اسلام کے ساتھ متاخر کرنا چاہتے تھے۔ وہ کہتے
کہ اسلام میں داخل ہو کر اور چند دنوں کے بعد یہ اسلام کو
چھوڑ دینے سے اسلام کی شرکت اور عظمت میں فرق کیا ہائزہ
اور لوگ کہیں گے کہ یہ کوئی یا ہائزہ مذہب نہیں ہے۔ کچھ
ایسے تھے جو انجیل کے مضمون کی تقریروں میں ممانعت
کرتے اور یہی بت کر دیا کرتے تھے کہ قرآن کی یہ کلمہ زانیہ تھے
اور دلی میں توحش ہوتے کہ انھوں نے کوئی بڑا کام کر
دیا ہے۔ قرآن مجید نے بار بار ان کا ذکر کر کے ان کے
اعمال و افعال کو دنیا و آخرت میں بے نتیجہ ثابت کیا ہے اور
یہ نتیجہ یہ ہے کہ ان کا انجام کاروں سے بھی بدتر ہو گا اور یہ
دور حق کے سب سے پہلے دین میں دیکھے جائیں گے۔

اس منفرد اختلاف اقسام کے گروہ اور ادبیت کا
بڑا تفصیل جو قرآن میں ملتا ہے جس کی مدد سے صرف
یہ گروہ دور میں اس منکر کو چمکاتا جاسکتا ہے کہ انھیں گروہ
کے نتیجہ کے اصول و اساس میں بھی قرآن سے انھہ کیے
جاسکتے ہیں۔



قرآن شریعت و دعوت

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ

قرآن کریم ایک دعوت کی کتاب ہے اور ایک دعوت اور قرآنیک کے ساتھ ساتھ نازل کی گئی ہے پاورتیں سال کی مدت میں اسلامی دعوت کو نئی ہی مصلوں سے جو کر گزرتا پڑا تھا مہم مصلوں میں اس کتاب نے بروقت بتائی کی ہے، ہر موقع پر ضرورت کے لحاظ سے اس کے مختلف حصے نازل ہوئے رہے ہیں۔ ضرورت کے تقاضوں کے ماتحت انداز بدل بدل کر ایک بات کو بار بار دہرایا گیا ہے اور ہر موقع پر کسی ضرورتی چیز کو زیادہ اہم یا ایک ہے ایسی کتاب کو اگر آپ دوسری کتابوں کی طرح پر مصلیٰ حصے کو تو خیر ہے کہ آپ پر بار بار نازل نہیں جاسکتیں گے جو باتیں کسی خاص موقع اور کسی خاص عمل پر کرنی چاہتی ہیں، اگر آپ انھیں غرق اور نازل کے تصور سے الگ کر کے دیکھیں تو ان میں نہ اثر نازل رہتا ہے اور دیکھنے والے اس سے کوئی فائدہ محسوس کر سکتے ہیں آپ نے خود تجویز کیا ہوگا۔ کہیں کسی نازک موقع پر خاص حالت کے تحت کسی شاعر کا ایک مصرع یا کسی شخص کا کوئی قول کہنے والوں کو تڑپا دیتا ہے لیکن وہی مصرع اور وہی قول اگر ان حالات سے الگ ہو کر دہرایا جائے تو اس کی کوئی خاص بات معلوم نہیں ہوتی۔

قرآن ایک دعوت کی کتاب ہے، اگر آپ جانتے

ہیں کہ قرآن آپ کی آنکھوں کو پر نور اور آپ کی قوتوں کو متحرک کرے تو آپ پہلے اس دعوت کو پائیں جو قرآن کریم میں لکھا ہے، آپ اس دعوت کو عمل و دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لیے تیار ہو جائیں، اگر آپ کسی اسلامی دعوت کو بغیر انھیں سے تو آپ محسوس کریں گے کہ آپ کو قدم قدم پر دشمنی کی ضرورت ہے اور جب آپ کے سب ضرورت وہ دشمنی پر بار راستہ ایک کام کی نجات کا ہے تو آپ کے سامنے آئے گی تو دشمنی نہیں کر آپ کے بنیاد میں ابھار دینا ہو، ہر سکتا ہے کہ آپ کی آنکھیں پر نور جائیں۔ اور آپ اپنے اندر ایسی قوت محسوس کر سکیں کہ آپ کو دنیا کی مادی تفریح سے بچنے کی ضرورت

ایسا انھیں چاہیے کہ ان سے ہر اور چیز سے بچنے کی ضرورت بھی نہ ہو، وہ بانی کے اوصاف میں ہر بیان کر سکتے ہیں۔ وہ ایمان طریقت سے بانی کی کسی چیز سے ہر بیان کر سکتے ہیں۔ کیا وہ ثابت کر سکتے ہیں۔ کتنے درجے گری پا کر آج ہے، کسی درجے پر چمکا ہے، غرض یہ کہ آپ اس کی باہمی محسوس کر لیں کہ وہ بانی کا عمل عالم ہے اور بانی کے بارے میں اس کی مصلحتوں سے انتہائی قابل قدر ہیں لیکن اگر بانی کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ کرنا ہو تو آپ اس لیے یہ ہے کہ چھتے جو کسی دیکھنا میں کوئی دن تک بہ کی خوش

میں گم ہو چکا ہو، اور آخر میں کہیں سے ایک سید بھڑائی جا جائے۔

اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے لیے غور کیجئے کہ قرآن پاک کے ابتدائی دور میں اللہ تعالیٰ نے واقعی حق اصلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ ایسی باتیں دی ہیں جن میں انھیں اس مشکل کام کے لیے اپنے آپ کو تیار کرنے کی توجیہ سے انھیں اللہ تعالیٰ نے نہیں دیا، بلکہ آپ کے لیے آپ کو منتخب فرمایا تھا، اس کے لیے نوری مہماتیں آپ میں پیش ہی پیدا ہو چکی تھیں، آپ دنیا کے تمام انسانوں میں ممتاز انسان تھے، اللہ تعالیٰ کی خاص مدد آپ کو حاصل تھی، لہذا آپ کو تیار کرنے والی باتیں کی ضرورت آپ کو اتنی قدر تھی کہ آپ کے بعد آئے والے ان لوگوں کو بھی جو آپ کی بات کے تحت لائے گئے، ان کو تمام کمال کا کام کرنے والے تھے، اب ظاہر ہے کہ آپ کی امت میں سے قیامت تک جو لوگ دعوت اسلامی کا کام کرنے کے لیے نیا رہیں گے، ان کے دل کو دنیا میں تفریق کرنے کا ارادہ نہ کرے گا اور اس راہ میں کوئی قدم بڑھا جائے گا۔ وہ کتنی سخت ضرورت محسوس کریں گے کہ دنیا کے اس سب سے دُشوار کام کے لیے انھیں کچھ باتیں دیں اور ان کی بروقت رہنمائی ہو، انہیں لوگوں کے سامنے جب اس دور کا نازل شدہ قرآن آئے گا، تو انھیں وہی چیز ملے گی جس کو ان کے دل کو خود بخود دے ہوئی گے، سورہ مرقیٰ جس میں خدا کو خاتون کو اور محمد سے قوت حاصل کر لے کے لیے آئی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باتیں دی گئی ہیں۔ ایک تجویز یہی ہے کہ:

بَلِّغُوا الرِّسَالَہَ بَلِّغُوا

بلایہ تمہیں وہی دیں جو اہل اسلام کو پڑنا

(دعوت اسلامی کا کام)

اس لیے کام کے لیے قوت کی ضرورت ہے، اس خدمت کے لیے تیار ہی لازمی ہے اور اس قوت اور اس تیار ہی کے لیے یہ کم موجود ہے، بات باطل نکلی ہوتی ہے۔ جسے کوئی بلا کام کرنا ہی نہ ہو، اس کے لیے ان باتوں میں کیا رکھا ہے۔ تسخیر اور دوا کو تیار کرنا ہر تہا ہے۔

اس طرح آگے بڑھیے، کی دوسرے قوتوں میں لکھا کہ اگر کوئی وہ کسی کٹھن میں ہے، اہل ایمان کا جینا دوسرے کر دیتا تھا، بغیر کسی منظر کے موجود ہے، اللہ کا نام لینا حرام ہے، اونچے پرستے ہوئے ہمارے ہیں۔ دوست دشمنی کا بہتر ذکر کر رہے ہیں، اونچے اور کہیں لوگ باغلق اور شریف لوگوں پر قمر قمر کی بیوہ و ہر گیارہ اہل بیت ہیں، ہجر اہل ایمان کو کچھ کہہ رہے ہیں اور جو کچھ کہہ رہے ہیں ان میں کوئی مادی غرض نہیں ہوتی نہیں ہے وہ خود سیدھی راہ پر چلنا چاہتے ہیں اور دوسروں کو خدا کی کے ہی چھلنے کے لیے یہی راہ چلنا چاہتے ہیں، کچھ کہہ رہے ہیں وہ بڑی سیدھی راہ پر ہیں بات ہے پھر اسے زبردستی مڑانا نہیں چاہتے۔ ان لینے کے لیے چلی کر رہے ہیں۔ سوچتے اور دیکھنے کی دعوت ہے کہ نہیں ہیں۔ غرض انھیں خدا اور بہت دھری ہارے ہوئے ہیں، ہر بات کو سنی ان کی سہی دیتے ہیں۔ کسی بات کو مستوریت کے ساتھ سنتے ہی نہیں، غور اور فکر کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتے۔

اب ذرا سوچئے اگر کوئی گروہ یا کوئی شخص حق کی دعوت کو نہ سمجھتا، اپنی مذہب دنیا میں اللہ کے ولی کا پیغام دوسروں کو نہ پہنچا، اور اللہ کے ولی کو قاتل دیکھنے کے لیے کچھ نہ کر، کوشش شروع کر دے اور اس کے نتیجہ میں سے ہی کچھ ایسے ہی حالات پیش آئے

نہیں۔ جس کا کچھ مختصر ذکر اوپر ہوا ہے۔ وہ بھی ان شخصوں کا نشانہ نہیں جانتے اس لیے پڑا کھینچے گئیں۔ اس کے لیے بھی صورت ایک اللہ کا اپنا عالم و مالک ماننا خیر ہو جائے اس کی بات کو جس لوگ سننے اور غور کرنے کے بدلہ سونہری ہوا میں اڑائے گئیں۔ تو ایسے شخص کو ان نازک حالات میں مناسب اور بد وقت جاہلیت کی کہیں سخت ضرورت محسوس ہوگی۔

جس اللہ نے امت مسلمہ پر قیامت تک کے لیے اقامت دین کا فرض عاید کیا ہے اس کا بڑا احسان ہے کہ اس نے اس مشکل خدمت انجام دینے کے لیے ہدایات بھی دے دی ہیں۔ لیکن ان ہدایات کی صحیح قدر قیمت جب ہی محسوس ہو سکتی ہے جب اس خدمت اور فرض کو ادا کرنے کے لیے فوجا میدان میں اڑا جائے جس کے سلسلہ میں یہ ہدایات دی گئی ہیں۔

اسی اعجاز پر آپ ان تمام مضامین پر غور کرتے جائیے۔

اور پھر فیصلہ کیجیے کہ جب تک واقعی کوئی متحرک دعوتی کام لوگوں کے سامنے نہ ہوں ان کے لیے اس مشیہ میں سے کتنا حورِ اقدس آ سکتا ہے۔

=====

صبر کی تعین تو اسی شخص کے لیے موزوں ہے جو ان فتنوں کا شکار ہو رہا ہو اور مشکل حالات میں گواہی دے دینا کو مقصود نہ بنائے کی نصیحت تو اس کو کی جاسکتی ہے جو دنیا کو چھوٹے اور حاصل کرنے کے لیے نکلا ہو۔ تو تیر و آخرت کی دہلیں تو اسی شخص کو

کودھرب نہ آ سکتی ہیں تو خود بخود آئندہ رب رب جو یا نہ ہو مگر تو تیر و آخرت کو بات پہنچانے کی تیج تو

=====

شرک کے خوف تو ان کی پہلی کڑواہٹ تو اس کے سے ہیں بن سکتی ہے جو شرک اور توحید کے فتنی

روٹ کو دور کرنا بھی اس کی ذمہ داری ہے۔

=====

جنگ کی ہدایات جنگ کے اخلاق اور جنگ کی پابندیوں کا تذکرہ تو اسی کے لیے مختص ہو سکتا ہے جس نے کسی ایسے کام کی ابتدا کی ہو جس کے نتیجے میں کبھی ایسا خطرناک وقت آئے گا کہ کوئی امکان نہ ہو کہ جن لوگوں نے خوب سوچ بچار کرنا چاہنا تھا میں سے ضرورت راستہ اختیار کر لیں ہوں اور جو قدم کو ضرورت ہوگا چھوٹ کر لیتے ہوں بلکہ بروم اس بات کے لیے تیار ہوں کہ جب اور میں ضرورت پڑے قدم قرار واپس نہ لیا جائے تو ان کے لیے یہ ساری باتیں چھپے واقعات سے زیادہ کیا اہمیت رکھ سکتی ہیں۔

=====

غرض یہ کہ پورے قرآن پڑھ کر ڈھونڈ جائے اس کا ہر معضون مطالعہ کرنا ہے کہ اس کے پیچھے کوئی منطقی تحریک کسی مستحق دعوت کا پر وگرام اور گامی عملی تدبیر کا موزعہ چاہیے اس کے بیڑ پر سادہ مشابہتیں نظر نہ آجائے روح ہمت نہ لے اور اس بات کا سب سے بڑا مددگار خود

فَلَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّهُ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ

آج امت مسلمہ ہے۔

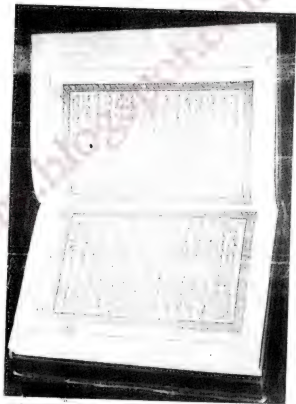
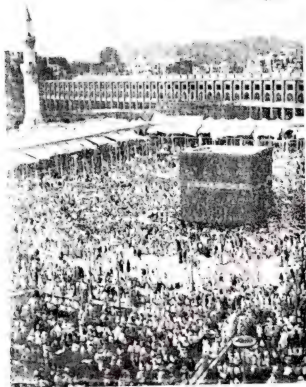
اب بھی مسلمانوں کا ایمان ہے کہ ان کی ہجرتی ہوتی حالت کا صحیح علاج صرف قرآن پاک ہے لیکن یہ علاج ان ہی لوگوں کے لیے کارگر ہو سکتا ہے جو یہ نہیں کریں کہ وہ اس پر وگرام کرنے کے انھیں کے جو قرآن پڑھ کر لے اور اس دولت کو فدا پیش کر کے ان کی حد و حد کر لیں گے جس کی ہدایت قرآن کے ہر صفحہ پر مل سکتی ہیں۔ سب سے پہلے مسلمانوں کا حشر ہے کہ وہ اس نفاذی ہدایت کو سچے مسلمانوں میں قبول کریں اور اس دنیا کے سامنے چھٹی کڑی لگی اگر خدا عز و جل انھوں نے اس خدمت کو انجام نہ دیا تو اللہ کا یہ تو ہدایت تو پیش کر دے گا۔

=====

اللہ تعالیٰ کچھ اور لوگوں کو امان سے گا۔ اور وہ ان کی غلطی کا کارہ نہ ہوں گے۔

=====

اللہ تعالیٰ جو سب کو ضروری سے بچائے اور پہلے وہی کو تمام کرنے کی بھی سادہ نصیحت فرماتے ہیں اس منہلی کی سب سے بڑی کمائی ہے۔



کا روزہ رکھا۔ اور صومچا بھی رکھنے کا حکم دیا پھر سفر میں رمضان کے روزے فرض جوئے تو عاشرہ کاروزہ مستحب ہو گیا۔ یعنی جس کا بھی چاہتا تھا رکھتا تھا اور جو نہیں چاہتا تھا نہیں رکھتا تھا۔

ابن عرب روزہ کے بہت کم مخرج رکھتے۔ اول اول روزہ اُن پر مشاق کیا۔ اس لیے نہایت تدریج کے ساتھ روزہ کی تعمیل کی گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو سال میں تین روزے رکھنے کا حکم دیا۔ پھر روزے کی فرضیت کا زمانہ ہوتی اور یہ اختیار رہا کہ جو شخص چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ کے بدلے ایک شرب کو کھائے۔ اور جو روزہ رکھ چکے ہو روزے کے تو کمر پہلے تو یہ آیت اتری:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ

یعنی جو رمضان کا مہینہ پانے وہ روزہ رکھے۔

اب روزہ فرض ہو گیا اور قدیم کی اجازت مانتی رہا البتہ جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو اس کے بدلے یہ حکم کرنا کہ اس وقت روزہ توڑ دے اور اس کے بدلے کسی اور وقت قضا کر دے۔

زکوٰۃ خیرات اور زکوٰۃ کی تشریف اور خیرات میں ابتدا سے سو جو بھی۔ کہیں جو سورتیں اُتریں ان میں زکوٰۃ کا لفظ نہیں آیا نہ کہ وہ ہے اور خیرات نہ دینے والے پر عتاب ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا

الْإِيمَانُ بِالْعِلَاقَاتِ الَّتِي بَيْنَهُمْ

(الماعون: ۱-۲)

یعنی تم نے اس شخص کو دیکھا جو یقیناً تم کو

بیشکنا ہے۔ یہی وہ ہے جو یقیناً تم کو دیکھتا ہے۔ اور مسکین کے کھانا کھانے کی دگرگوں تشریف نہیں کرتا۔

مدینہ منورہ میں زیادہ تاکیدیں آتیں بتلی ہوئی سلسلہ میں عید کے دن صدقہ فطر دینا واجب قرار پایا۔ ہجرت کے ابتدائی زمانہ میں عام سالانہ اور خاص سالانہ ہجرت میں ہفت فقر و فاقہ میں مبتلا تھے۔ مدثر میں صحابہ کے فقر و فاقہ دیکھی کہ جو اوقات کثرت کے ساتھ نہ گزرے اس لیے زکوٰۃ دینے کی بنا پر یہ حکم ہوا کہ اس کے پاس مصارف سے جو کچھ بچے سب کو خیرات کرو نہایت روزہ مذاب ہو گا۔

اب صدقہ اور خیرات کی طرف یہ عام رغبت پیدا ہوئی کہ جو لوگ نادر تھے وہ صرف اس لیے پانچ سال ہرگز مزدوری کرتے اور کندھوں پر بوجھ لاد کر لوگوں کے پاس پہنچاتے تھے کہ مزدوری ملے تو خیرات کریں۔ پانچ سو سال تک زکوٰۃ فرض نہیں ہوئی۔ فتح مکہ کے بعد اس کی فرضیت ہوئی تو اس کے مصارف بیان کیے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مالک مجبور میں زکوٰۃ کے وصول کرنے کے لیے عزم میں تھے مصلحتی طور پر فرمائے۔

دنیا میں سب سے پہلے کس کو خیرات ابراہیم حج نے خدا پرستی کی عبادت کا عام نام دیا اور دنیا کو مال اگر عبادت کرنے کی دعوت دی۔

آنحضرت ابراہیم کی دعوت کا نام پر دینا نہ دیکھا کہ اور یہ سال عرب کے دور و زماط کے لوگ جو آتے تھے لیکن ایک طرف تو یہ افسوسناک انقلاب ہو گیا جو کہ نامیں کو عید کے لیے تیس ہفتا دو تیس ہفتا سا سفر جنوں کی تاشہ گاہ بن گیا۔ دوسری طرف اس گمراہی کو توبت

عالم سے زیادہ میں کوئی قضاہ یہاں سے چلنے پر مجبور ہوا۔ اور کوسے آٹھ برس تک دھر ہوا کہ ان کا کوئی نہ دیکھا۔ بلاخرہ غم و غم کی حالت آیا۔ کچھ تھکا اور پانی نہیں پیا کہ اور اُن کے چہرے کو سوخا ہو گیا۔ ابراہیم پھر سے زندہ کیا جائے۔ چنانچہ ستر میں حج فرض ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال یہ فرض دیا وہیں کیا کہ عرب بچے ہر طرف کبہ کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایں بے طاق کا سفر آٹھ سو کیسے گوارا نہیں فرما سکتے تھے۔ اس لیے حضرت ابوبکر اور حضرت علیؓ ابراہیم کی مدد کے لیے گئے کہ کبہ میں جا کر نادی کریں کہ اللہ سے کوئی شخص عزاؤں پر کبہ کی طاقت نہ رکھتا ہے۔ ایک اور وجہ یہ تھی کہ کسی کے تعدد سے حج کا مہینہ چھٹے چھ روزہ میں آ گیا تھا۔ چنانچہ شرف کا حج اسی مہینہ اور ابراہیم کی کا اصلی مہینہ دوا لہو تھا۔ اس لیے آنحضرت

یہ سبہ و تدبیر کی طریقہ جس کے ذریعہ وہی اہل نے عبادات کے نظام کو عمل کیا۔ نہ ان کے اپنی تمام شیعوں کی ہدایت کے لیے ہیں اس طریقہ کو اختیار کیا گیا اور ۲۳ سال کی مدت میں رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے دن کو تمام کر دیا اور عمل ہدایت لسانیات کے لیے بھیج دئے۔



اور حرکت کے لیے پانی خزانے پائے ہیں سورۃ میں نزول کے اعتبار سے کی سورۃ ہے اس سورۃ مبارکہ کا نزول ہیں تمام سے منسوب تھا وہاں پہر پہن تیسرے کوئی ہے سورۃ کی ابتداء ان الفاظ سے ہوتی ہے۔

قُلْ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

داعی برحق مسمی اللہ علیہ وعلیٰ اولیٰہ وعلیٰ اولیٰہ کے ہاں تشریف لے کر گیا اور جب پہلے چھوڑ کر مکہ کی طرف سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ نکل کر مکہ کے چتر سے شہر سے ایک منزل پہنچے قبا کی پہلی والوں نے اس غلامان پر بدلتا ٹکڑا پناہ مانا کیا اس چند روزہ قیام میں قافلوں سے گئے یہاں عبادت الہی کے لیے پہلی مسجد کی بنیاد رکھی اس کے باوجود یہاں آٹھ سو سال گزرے۔

فَلَمَّا دَخَلَ أَهْلُ الْبَيْتِ الْمَدِينَةَ وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

اَلْمُسْلِمُونَ اِذَا دُعِيَ لِلْحَمْدِ فَرِحْنَا بِهَا وَنَحْنُ

وادی بدر

مدینہ منورہ کے لوگوں کے درمیان،

ابو اسحق مکرکی دہلی کا بیڑا لگا کر جہاں تھے سو تو یہ بے پروا سامی ہا پیر ہی ایک بڑا گیل کاٹنے سے میں لکھتے سے پھر گئے فتح و نصرت الہی نے اہل ایمان و مسر کے حق میں فیصلہ دیا اس واسطے میں قرآن مجید کا بیان ہے۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا بَعْضَ الْبَنِي إِسْرٰءٰلَ

اِذَا قَالُوا اِنَّهُمْ اَللّٰهُ فَتَنَّا بَعْضَ الْبَنِي إِسْرٰءٰلَ

اِذَا قَالُوا اِنَّهُمْ اَللّٰهُ فَتَنَّا بَعْضَ الْبَنِي إِسْرٰءٰلَ

اِذَا قَالُوا اِنَّهُمْ اَللّٰهُ فَتَنَّا بَعْضَ الْبَنِي إِسْرٰءٰلَ

اِذَا قَالُوا اِنَّهُمْ اَللّٰهُ فَتَنَّا بَعْضَ الْبَنِي إِسْرٰءٰلَ

اِذَا قَالُوا اِنَّهُمْ اَللّٰهُ فَتَنَّا بَعْضَ الْبَنِي إِسْرٰءٰلَ

اِذَا قَالُوا اِنَّهُمْ اَللّٰهُ فَتَنَّا بَعْضَ الْبَنِي إِسْرٰءٰلَ

اِذَا قَالُوا اِنَّهُمْ اَللّٰهُ فَتَنَّا بَعْضَ الْبَنِي إِسْرٰءٰلَ

اِذَا قَالُوا اِنَّهُمْ اَللّٰهُ فَتَنَّا بَعْضَ الْبَنِي إِسْرٰءٰلَ

اِذَا قَالُوا اِنَّهُمْ اَللّٰهُ فَتَنَّا بَعْضَ الْبَنِي إِسْرٰءٰلَ

اِذَا قَالُوا اِنَّهُمْ اَللّٰهُ فَتَنَّا بَعْضَ الْبَنِي إِسْرٰءٰلَ

اِذَا قَالُوا اِنَّهُمْ اَللّٰهُ فَتَنَّا بَعْضَ الْبَنِي إِسْرٰءٰلَ

اِذَا قَالُوا اِنَّهُمْ اَللّٰهُ فَتَنَّا بَعْضَ الْبَنِي إِسْرٰءٰلَ

اِذَا قَالُوا اِنَّهُمْ اَللّٰهُ فَتَنَّا بَعْضَ الْبَنِي إِسْرٰءٰلَ

اِذَا قَالُوا اِنَّهُمْ اَللّٰهُ فَتَنَّا بَعْضَ الْبَنِي إِسْرٰءٰلَ

اِذَا قَالُوا اِنَّهُمْ اَللّٰهُ فَتَنَّا بَعْضَ الْبَنِي إِسْرٰءٰلَ

اِذَا قَالُوا اِنَّهُمْ اَللّٰهُ فَتَنَّا بَعْضَ الْبَنِي إِسْرٰءٰلَ

اِذَا قَالُوا اِنَّهُمْ اَللّٰهُ فَتَنَّا بَعْضَ الْبَنِي إِسْرٰءٰلَ

اِذَا قَالُوا اِنَّهُمْ اَللّٰهُ فَتَنَّا بَعْضَ الْبَنِي إِسْرٰءٰلَ

اِذَا قَالُوا اِنَّهُمْ اَللّٰهُ فَتَنَّا بَعْضَ الْبَنِي إِسْرٰءٰلَ

اِذَا قَالُوا اِنَّهُمْ اَللّٰهُ فَتَنَّا بَعْضَ الْبَنِي إِسْرٰءٰلَ

اِذَا قَالُوا اِنَّهُمْ اَللّٰهُ فَتَنَّا بَعْضَ الْبَنِي إِسْرٰءٰلَ

اِذَا قَالُوا اِنَّهُمْ اَللّٰهُ فَتَنَّا بَعْضَ الْبَنِي إِسْرٰءٰلَ



مدینہ منورہ کے لوگوں کے درمیان

بجیل آمد

مدینہ منورہ کے لوگوں کے درمیان

وہ تاریخی پہاڑ جس کے واسطے میں تاریخ اسلام کا دوسرا بڑا سوکر کھڑا جس کے درمیان تصویریں آپ ایک دہا دیکھ رہے ہیں اس دور پر مامور تھے ان لوگوں سے خبر صادق مل گئی تھی وہ سچے سچے تھے میں مجتہد تھے غلطی نہ ہوئی۔ میں کی وجہ سے میں نے جنگ کا نقشہ ہی بول گیا۔ داعی اللہ کی رحمت عالم کے دلائل مبارک شہید ہو گئے۔ ہم رسول حضرت میر محمد اور دوسرے شہید ہو گئے۔ یہاں پر کام درخشاں اللہ شہید ہو گئے۔ رسالت پر قربان ہو گئے۔ دشمنوں نے اقوام راہی ملک پہنچانے سرور کا نشانہ شہید ہو گئے ہیں اس سے سنا خیرین کے دل بیٹھے گئے۔ ارشاد الہی پڑھا۔

وَمَا فَتَنَّا اِيَّاهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوا بِنِعْمَتِ رَبِّهِمْ

اَنْ يَّكْفُرُوا بِنِعْمَتِ رَبِّهِمْ اَنْ يَّكْفُرُوا بِنِعْمَتِ رَبِّهِمْ

اَنْ يَّكْفُرُوا بِنِعْمَتِ رَبِّهِمْ اَنْ يَّكْفُرُوا بِنِعْمَتِ رَبِّهِمْ

اَنْ يَّكْفُرُوا بِنِعْمَتِ رَبِّهِمْ اَنْ يَّكْفُرُوا بِنِعْمَتِ رَبِّهِمْ

اَنْ يَّكْفُرُوا بِنِعْمَتِ رَبِّهِمْ اَنْ يَّكْفُرُوا بِنِعْمَتِ رَبِّهِمْ

اَنْ يَّكْفُرُوا بِنِعْمَتِ رَبِّهِمْ اَنْ يَّكْفُرُوا بِنِعْمَتِ رَبِّهِمْ

اَنْ يَّكْفُرُوا بِنِعْمَتِ رَبِّهِمْ اَنْ يَّكْفُرُوا بِنِعْمَتِ رَبِّهِمْ

اَنْ يَّكْفُرُوا بِنِعْمَتِ رَبِّهِمْ اَنْ يَّكْفُرُوا بِنِعْمَتِ رَبِّهِمْ

اَنْ يَّكْفُرُوا بِنِعْمَتِ رَبِّهِمْ اَنْ يَّكْفُرُوا بِنِعْمَتِ رَبِّهِمْ

اَنْ يَّكْفُرُوا بِنِعْمَتِ رَبِّهِمْ اَنْ يَّكْفُرُوا بِنِعْمَتِ رَبِّهِمْ

اَنْ يَّكْفُرُوا بِنِعْمَتِ رَبِّهِمْ اَنْ يَّكْفُرُوا بِنِعْمَتِ رَبِّهِمْ

اَنْ يَّكْفُرُوا بِنِعْمَتِ رَبِّهِمْ اَنْ يَّكْفُرُوا بِنِعْمَتِ رَبِّهِمْ

اَنْ يَّكْفُرُوا بِنِعْمَتِ رَبِّهِمْ اَنْ يَّكْفُرُوا بِنِعْمَتِ رَبِّهِمْ

اَنْ يَّكْفُرُوا بِنِعْمَتِ رَبِّهِمْ اَنْ يَّكْفُرُوا بِنِعْمَتِ رَبِّهِمْ

اَنْ يَّكْفُرُوا بِنِعْمَتِ رَبِّهِمْ اَنْ يَّكْفُرُوا بِنِعْمَتِ رَبِّهِمْ

اَنْ يَّكْفُرُوا بِنِعْمَتِ رَبِّهِمْ اَنْ يَّكْفُرُوا بِنِعْمَتِ رَبِّهِمْ



وہ مقام جہاں جنتوں کے ایک جہان سے حضور کے رسالت پر ایمان لائے۔

بدینہ گاہی پر رکھی گئی وہ زمانہ لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں اس میں ایسے لوگ ہیں جو کبیر کی کوپنڈ کرتے ہیں۔ اور اللہ پاک کہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

(التوبہ ۱۰۱)

اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو نہیں کا شریک نہ کریں گے داعی ۱۰۰

مسجد قبا

(مدینہ منورہ سے پانچ میل دور) تیسرا مسجد کی کوئی مسجد

قوله: وَجَعَلْنَا لَشُعْبَانَ تَجَازُؤًا وَعِصْمًا ثَقِيلًا
فَلَا تُؤْخَذُ بِكَ لُبُّكَ وَالْجِبْجِبُ وَالْجَبْجِبُ
”سوا پنا رخ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں اور
تم جہاں کہیں جو اپنا رخ اُس کی طرف پھیر
لیا کرو“ (البقرہ ۱۷۴)

مسجد سیدنا امیر حمزہؓ

(مدینہ منورہ - قبلہ گاہ کے واسطے میں)

تسلسلہ میں گھر واسطوں کی دوسری آویزش احمد
کے دہس میں ہوئی۔ اس سرگرمی پر رسول سید الشہداء حضرت
رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت
نے تمام شہادت نوش کیا۔ یہاں تک کہ سید نے رقم ختم تھا۔
جس کی طرف حکام اللہ نے جہول ارشاد کیا:

يَا سَيِّدُنَا قَدْ خَلَّيْنَا عَنْكَ الْفِتْرَةَ وَبَشَّطْنَا

وَاللَّهُ الْوَاقِعُ لَمْ يَخْلُصْ لَكَ الْقَائِمُ

”اے احمد کے سرگرمیوں اور تمہیں رقم لگا ہے۔
تو اسی سے قبل میرا دل بدھیں، انہیں بھی



مولد النبیؐ (مکتہ منکرہ) وہ مقام
جہاں سے حضورؐ نے ولادت سے ہوئے

کیا تھا اور کج کر دکھایا۔ انشاء اُس کے
رسول نے۔ اور اُن کے اندر یقین و ہمت
اقامت اور پھیر گیا۔
(الاحزاب ۲۳-۲۲)

مسجد قبلتین

(مدینہ منورہ)

فنی زندگی میں ۱۳ سال اور ہجرت کے بعد مدینہ منورہ
میں بھی ۱۴ ماہ تک نمازیں قبلہ اولیٰ مسجد قبلتین کی طرف منکے
اور باقی قبلتین۔ جب تسلسلہ میں مسجد قبلتین کے اندھین
دوران نماز مسجد قبلتین کے بجائے بیت اللہ کی طرف رخ کرکے
نماز پڑھنے کا حکم لایا۔ جو اب کے رخ قیامت تک کے
پیشہ خاندان کی طرف پھرنے:



مسجد قبلتین جس طرح قبلہ کا حکم ہوا۔ لکن یہ ان کے بعد (میں مسود)

تسلسلہ میں قریش کی اور کفار عرب کے ہتھ و پاؤں میں
فلت سے جھپ بڑے۔ اس عرقانی حکم کو روکنے کے لیے حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے ساتھ ملی کر میں دن کی قبل
حذت میں مدینہ منورہ کے گرد وسیع و عریض شہر کی گود میں
مڑ جی میں دن کا کار کا خاصہ عمارتیں رہا۔ صحابہ کو مڑنے اس
موقع پر پڑی بامروہی کا مسطورہ کیلئے قرآن کریم میں اسی کی تعمیری
این الفاظ میں برآئی ہے:-

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا بِالْأَعْرَابِ أَنْ اسْكُنْ فِي الدَّيْنِ

عَلَيْكَ اللَّهُ وَاسْكُنْهُ وَاسْكُنْهُ وَاسْكُنْهُ

وَمَا تَكُنْ مِنَ الْكَافِرِينَ

”اور نبی مومنین کے آگے عرب کے، جھکوں
کو دیکھ کر لگاؤ اُسے جو یہاں ہے جہاں کا وعدہ
میں ہے انشاء اُس کے رسول نے۔“

ایسا ہی زخم لگایا۔ ایک اور میں اس
سلسلہ میں گھر گول میں باری باری پڑی جاتی تھی
بہتے تھے۔
(اے کوہ میں باغی طوفان شہداء کے اوصاف میں اور
دائیں طرف حضرت امیر حمزہؓ کی آخری آرام گاہ ہے اور
مسجد سیدنا امیر حمزہؓ)

وادئ عرفات

(مقام مکہ - قبلہ رحمت کی گاہ)

اس مقدس وادی میں حج کے دن والہی کی آواز
کو نوازے و احد کے پرستار آتے ہیں مشرق و مغرب سے،
شمال و جنوب سے، دور و دراز سے تہیں کھلے گونے
سُرخ و سفید، ہر رنگ اور ہر نسل کے مرد و زن، چھوٹے
بڑے، ہمہ و غریب حاضر ہوتے ہیں۔ یہ جہاں ہے اُس کا
کاہنقریباً پانچ ہزار سال قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے
زبان سے بلند ہوئی تھی:-

وَأَذَانًا فِي عَرَفَاتٍ بِأَعْيُنٍ بَاطِنَةٍ لَا يُرَى

مَنْ كَانَ فِي عَرَفَاتٍ وَمَنْ كَانَ فِي عَرَفَاتٍ

”اور لوگوں کے درمیان حج کے لیے شہداء کی

گواہی کو تیری طوفان آئیں پیدل پیدل کر“

”سب سے پہلے انہوں پر سوار ہو کر دور و دراز

کی راہوں سے۔“ (الحج ۲۲-۲۱)

مشعر الحرام

(مزدگاہ کی وادی میں)

مقامات حج میں سر فروشان وادی عشق کی ایک
مختصر منزلی جہاں دو چار دنوں کے احرام میں پہلے پہلے
پرستارانی حج میلانی عرفات سے واپسی پر ہزاروں کی گواہی



مسجد قبا

(پشکریہ ڈاکٹر عبدالیہ سید مسعود)

ہیں اس کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے
"الفتح" ص ۱۰۰

مسجد اقصیٰ

(صفین کے شہریت اللہ عباسی)

مسلمانوں کا قبلہ اول بیت سے علیہ السلام راہ
حضرت موسیٰ، داؤد اور سلیمان علیہ السلام کی یادگار شاہکار
کے سفر معراج کی پہلی منزل اور نشانات خداوندی کا مرکز
جس کے پاس میں خالق ارض و سماء نے فرمایا:
"یا کونین ہوں وہ ذات جس نے پہلے بندہ
کو راقول بات میرا کرانی مسجد حرام سے
میں اقصیٰ تک جس کے ارد گرد گوہر نے
یا برکت بنایا ہے تاکہ ہم اس سے اپنی نظائیں
دکھا دیں۔ بیشک وہ سننے والا دیکھنے والا
ہے۔" (پہلی سطرینک ۱۱۱۶)

قرآن مجید کے بار بار ۷۲۰ کی مشہور سورۃ قہر
"الاعزاب" اس غزوہ سے منسوب ہے۔

بیت رضوان

شعبہ میں رقتہ المصالحین صلی اللہ علیہ وسلم
صحابہ کے ساتھ مدینہ منورہ سے غزوہ ادا کرنے کے لیے
ڈھکڑا کر دیا۔ جو تھے۔ دو منزلی پہلے ہی صحابہ کے تمام
پر کھانسنے کی کڑا ستہ دوک لیا۔ صلی کی گفت و شنید کے
لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سفیر بن کر گئے لیکن ان کی
شہادت کی افواہ اڑ گئی۔ اس موقع پر صحابہ کرام نے
حضرت عثمان کے انتقام کے لیے حضرت کے دست مبارک
پر بیعت کی جسے بیعت رضوان کہا گیا۔ (ارشاد خداوندی
ہے:

"بیشک درخت کے نیچے بولوا کہ آپ سے
بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے

وہ بانی شب میں مختصر قیام کرتے ہیں اور اس رشتہ و صلہ کی
تکلیف دہن نہایت آسانی اور کھولنا چاہئے
البتہ الشیخ

"وہ ایام میں، اللہ کا نام لیں۔ اپنی ماؤں
کو ذبح کرنے سے روکنے کے ان کو عطا
کے ہیں سو ان میں سے خود ہی کہیں
اور جس جوں کو بھی کھلائیں
(الحج ۲۲، ۲۳)

مسجد فتح

(پاکستان غزوہ خندق، مدینہ منورہ)

وہ بانی شب میں مختصر قیام کرتے ہیں اور اس رشتہ و صلہ کی
تکلیف دہن نہایت آسانی اور کھولنا چاہئے

"وہ ایام میں، اللہ کا نام لیں۔ اپنی ماؤں
کو ذبح کرنے سے روکنے کے ان کو عطا
کے ہیں سو ان میں سے خود ہی کہیں
اور جس جوں کو بھی کھلائیں
(الحج ۲۲، ۲۳)

وادعی منیٰ

(تخلیحات کی پہلی اور آخری منزل)



مسجد خدیجہ (منیٰ)

وفات جاتے ہوئے ایک دن کے لیے اور واپسی
پر ۱۰ سے ۱۲ روز قبل مکہ اہل ایمان کے قافلے اس وسیع
مربع وادی میں فوجیں پہنچتی ہیں۔ یہیں درجہ جرات کرتے
ہیں جسے عرب عام میں شیطان پر کلنگران یا ناکا جانتے
ہیں۔ سنہ ۱۰ ہجری میں گزرنے کے لیے جانوروں کی
قرباں کرتے ہیں۔ جس کا حکم کتاب النبی میں ملتا ہے۔

داکن صالح

دوام نمود کے ہمراہ

داکن کا وہ تاریخی کنواں جہاں سے حضرت صالح علیہ السلام کی اومنی نے پانی پیا تھا۔ اس اومنی کو اللہ تعالیٰ نے "تاتہ اذہ" کا نام دیا اور اپنا نشان قرار دیا۔ اس کے بارے میں ارشاد درج ذیل ہے:

"وَسَوَّيْنَاهُ سَلَاسِلَ الْعَذَابِ لِيَسْلُبَ مِنْهَا مَن شَاءَ مِنْ عِبَادِي حِمْلًا بَارِئًا" (سورۃ الزمر: ۱۷)

الطور

(ارض مقدسہ کا تاریخی پہاڑیہ)

اس بابرکت پہاڑ کو الطور جبل الطور یا طور سینا کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ کلام اللہ میں اسے طور سینا بھی کہا گیا ہے۔ (سورۃ ص: ۱۰، ۱۱) اور اس کی وادی کو وادی الایمان کا بھی نام دیا گیا ہے۔ (سورۃ القصص: ۲۸) موسیٰ علیہ السلام نے یہاں ہکوۃ خداوندی دیکھا۔ اور اللہ علیہ شانہ سے بکھلائی کی، اور یہیں انھوں نے یہ پیمانہ اقرار کیا:

"وَأَقْبَلْتُ إِلَيْكَ آلَافًا وَآلَافًا مِنْ عِبَادِي" (سورۃ القصص: ۲۸)

"ہینک میں تیرا رب ہوں۔ اپنی بریتیاں تیار دے۔ تو طوطی کی دلوں میں ہے۔"

(سورۃ ص: ۲۸)

یہیں سے فرعون کے سامنے جا کر گواہی کئے کہ وہ ان کا اور وہ جین ہجرات صلا کیے گئے۔

جبل زیتون

ارض مقدسہ فلسطین کا مشہور پہاڑ حضرت مسیح علیہ السلام کے ولادت سے قرب ہے۔ یہیں اُن کے شب و روز گزرے۔ اُن کے اکثر اوصاف میں کوہ زیتون کا ذکر آتا ہے۔ قرآن مجید میں اس نام سے ایک مستقل سورۃ "والین" ہے۔

"وَالْزَيْتُونُ وَالْأَنْجُلُ وَالْأَخْضَرُ" (سورۃ النبی: ۱۰)

"قسم ہے تین۔ زیتون۔ طور سینا اور اس شہر امن کی" (سورۃ النبی: ۱۰)

مدین کا کنواں

شہر مدین حضرت شعیب علیہ السلام کا مسکن تھا۔ مصر میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے باقون خیراداری طور پر ایک قتل ہو گیا تو وہ اپنا وطن پیدرگراں طرف آگئے۔ سب سے پہلے وہ اس کنوئ پر پہنچے۔ قرآن مجید نے اس واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

"وَلَمَّا دَارَ فَطَلَّ غُصْنٌ فَبَسَّ عَلَيْهِ بَأْسُهُ فَمِنْ آبِ الْغُصْنِ" (سورۃ القصص: ۲۸)

"اور جب وہ عین کے کنوئ پر پہنچے، تو وہاں کوٹوں کی ایک جماعت کو پانی پیتے دیکھا۔ اُن کے دہسے اس نے وہ جوڑتوں کو دیکھا جو پانی بکریاں روکے کھڑی تھیں"

(سورۃ القصص: ۲۸)

یہیں سے وہ حضرت شعیب علیہ السلام کے کانواں سے شعیب ہوئے۔

حضرت مسیح یہوؤ کی عدالت میں

بیت المقدس کی وہ "عدالت" جس میں یہوؤ کی ایک جوڑی نے شعیب اسی حضرت مسیح علیہ السلام کو قتل کیا۔ "عجرب" قرار دیا اور شعیب کو قتل کا حکم جاری کیا۔ عہدہ اپنے حوالہ پر دے دے کر کے "قرآن مجید نے اعلان کیا ہے:

"وَقَاتِلُوا ذَا قُلُوبَةٍ بَيْنَهُ يَمِينُ" (سورۃ القصص: ۲۸)

اور ان کا یہ کہنا کہ ہم نے اللہ کے رسول صحیح اہل مریم کو قتل کر دیا۔۔۔۔۔" (سورۃ القصص: ۲۸)

حضرت میر بیت المقدس کی گلیوں میں

بیت المقدس کی وہ گلی جس کے باب میں کہا جاتا

ہے کہ یہودی انھیں اس راہ سے شعیب پر چڑھانے کے لیے لے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی تردید میں فرمایا:

"وَمَا كُنَّا لَنُؤْتِيَهُمْ لَافِيًا وَلَئِنْ شَاءَ اللَّهُ لَآتَيْنَهُمُ الْغُلَامَ" (سورۃ القصص: ۲۸)

"اور انھوں نے نہ اُسے قتل کیا۔ نہ اسے سولی پر چڑھا، بلکہ ماٹو اُن کے لیے شعیب کر دیا گیا۔ لیکن وہ غلطی کا شکار ہو گئے اور وہ چراگس کے بارے میں احمق کر گئے۔ یہ وہی گلی تھی جہاں تھیں۔ اُن کے پاس کوئی یقین خبر نہیں۔ وہ تو صرف اگل پرچل رہے ہیں۔ اور انھوں نے بالیقین اُسے قتل نہیں کیا" (سورۃ القصص: ۲۸)



آج اہل کتابت "دعوتِ حق" کی روڈ کارٹیج

مکمل قرآن کے احکام و کتاب

(ادامہ)



کے ساتھ چھین کر اس کتاب کی روشنی میں اپنی زندگی گزارتے اور سزاواتے۔

قرآن کو اس شہر و اسس سے چھیننا چاہیے کہ یہ ایک سچی بزرگوار کا معجزہ بن جائے۔ ایک کو شہرہ ہائے فتنہ کا قوربان نہ ہو جائے۔ محبوب کا محبوب مقتول نہ ہو۔

اس کو جتنی ہی فتوؤں کے ساتھ حسبِ قرآن پائے جان میں نہ کر لی جائیں قرآن کی رحمت کے دروازے نہ بند ہوں۔

ایک بزرگوار اپنی زندگی کے لیے صرف اسی کتاب سے جہاد و رہنمائی حاصل کرتی ہے۔ اس کے احکام جو کچھ سے وہ اہل ہے۔

وہ بزرگوار جس نے اپنے عہد کی بہترین حق کر کے غرضیات نفس کے راستے میں نہ گئے ہیں۔ ان کو خود کو گمراہی کی گمراہی سے بچانے کے لیے قرآن سے حشر سے میرے لیے کام کی ہیں۔

میری قرآن کی حفاظت اور اس کو ہر نوعی کو بچنے سے جیانت اُن کے ساتھ وہ کام نہیں کرنا ہے۔ ساتھ ہی ہر طرح کی کفرانہ اور کفرانہ کلمات، اہل کفرانہ میں بٹا کر ہے۔

چند ہی روز کی انفرادی یا اجتماعی زندگی میں جو چیزیں قرآن کی جہاد کے احکام پانی پانی ہیں ان کو خدا اور اطرافِ حق تسلیم کرنا ہے۔ اُن کے لیے قرآن سے نزدیک رہنا۔ جو ان میں لگائی ہے۔

اس کتاب سے فائدہ اٹھانے کے لیے کئی بڑی ادب ہیں اور کچھ پانی کی گلیات۔ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان سے اچھی طرح واقف ہو اور ان پر انھوں کے ساتھ عمل کرے۔ اس ضمن میں ہم ان ہی ادب کو پیش کرنا چاہتے ہیں۔ قرآن مجید کا ہم پر کم سے کم حق یہ ہے کہ اس کثرت سے پڑھا جائے۔ سادہ سادہ کے ساتھ پڑھا جائے اور بچہ کر پڑھا جائے۔ کثرت کے احکامات میں رات کو اور دن کے وقت کو کثرت پڑھنا چاہیے۔ ماہی ہے۔ ہر بار ان اوقات میں دل و دماغ قرآن کے پیچھے گم ہونے کے لیے تیار ہو سے زیادہ مستعد ہوتے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے کہ

يَسْكُنُ اَيَّامَ الْاَعْيَادِ

میں ہر روز کی آیات کی حکومت راتوں کے وقت کرتے رہتے ہیں۔ جب کہ وقت حکومت کی کیفیت قرآن میں نہیں پائی ہے۔ نبی اکرم صلی علیہ وسلم کو کچھ عرصہ منسوب اور سن کی گذشتہ کے علاوہ میں قرآن پڑھنے کی آیت کی جہاد کی گئی ہے کیونکہ ان سرکارِ العجیبہ کا مشہور آیت (مسورۃ النحل: ۱۰۰)

حیث شریف میں ہے کہ قرآن مجید کا ایک حرف حکومت کرتے ہوئے اس میں نیکیوں کا قلاب ہے۔ (صحیہ)

○ وہ بچہ دل میں منگ جائے کہ جس میں سے ایک بزرگوار

لے ہے ملک میں کی کثرت میں فرشتے کا حضور ہوتے ہیں۔

میں کو بھلائی لائے۔ قرآن کی علوم سے نوازا ہو اور وہ رات دن اس میں فرق ہے۔ (صحیہ)

○ جس طرح مجھے تمام مخلوق پر فضیلت ہے اس طرح کائناتی قرآن کو دوسرے لوگوں پر فضیلت ہے۔ (صحیہ)

○ اپنے گھر والوں کو قرآن کی کثرت اور ناز سے روکنے کو۔ (صحیہ)

○ میری امت کی سب سے افضل جہاد تہاد قرآن مجید ہے۔ (صحیہ)

○ حکومت اللہ کا مرکز خزان ہے اسے دیکھو اور دیکھو قرآن والو قرآن کو اس طرح پڑھو جس طرح اس کے پڑھنے کا حق ہے رات دن پڑھا سہ سہیلو۔ اس کے ضمن میں یہ ضرور ذکر کرنا چاہیے کہ (صحیہ)

○ جو قرآن مجید کو زمین دن سے نہیں غم

دن سے نہیں قرآن مجید بخیر ذکر و ذکر میں مسکراتے ہیں۔ (صحیہ)

درج بالا حدیث شریف اور حضرت امین مسطورہ صافین جناب کے اثر سے تو میں ثابت ہوتا ہے کہ زمین دن کے غم

کی اہمیت ہے۔ لیکن حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ نے جو حضور صلی علیہ وسلم سے روایت فرمائی آپ نے فرمایا کہ ایک وہ میں تم کو حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ اس سے بھی زیادہ کی قوت اپنے اہل بیت پر ہے۔ تو

آپ نے فرمایا کہ دوسروں میں علم کرنا۔ آپ نے میرے لیے کلام کیا تو آپ نے فرمایا کہ راتوں میں تم کو۔ اس سے ہم میں

ہیں۔ اسی طرح ابوصعدی روایت میں ہے کہ ان کو حضور نے فرمایا کہ راتوں میں تم کو۔ اس سے ہم میں

○ حضور نے فرمایا کہ راتوں میں تم کو۔ اس سے ہم میں

کرتے تھے بعض ایک ماہ میں بعض دو ماہ میں اور بعض اس سے

بہت زیادہ دینا۔ انھوں نے حضرت زکریاؑ سے تین سال میں ۱۰

دفعہ کر کے امام کو پہنچا دیا جس نے اس کو گھر میں لے کر دوسرے وقت
 ہو گیا تو ادا ہو گیا کیونکہ حضرت عیسیٰ نے حضور اللہ علیہ وسلم
 کے ساتھ آخری سال میں دو دفعہ ہوا تھا۔
 ○ امام نووی فرماتے ہیں جو لوگ دوسرے دن کا ہوں میں
 مصروف ہوں میں نہیں پہنچا دیتے دوست کے مطابق کہ جو کچھ
 کر چکا تھا ہے لیکن جو لوگ فارغ ہوتے ہیں انہیں زیادہ
 سے زیادہ چاہئے۔

یا کو کر کے بجلا دینا اسیر ہے جسکو لے جاتے ہیں کہ کچھ پر
 میری نسبت کے لئے لے جاتے ہیں کہ ان میں سب سے بڑا ہے
 قرآن مجید کو بھول جانے کا وقت۔ سو سے زائد میں انھوں کو
 بھول جاتا تھا جس سے کہ قرآن مجید کی تعلیمات کو بھول جانے کا
 اس میں شامل ہے۔
 یہاں عرض کرتے ہیں کہ کوئی بھول کر لے جائے کہ
 فرمایا ہے کہ قرآن مجید کی حفاظت کرو اور باہر نہ پھرو۔ ورنہ تم
 بھول جاؤ گے۔

پاکیزگی اور طہارت قرآن کتاب ہے لایسہ الاظہرہ
 (اے صرف پاک و صاف لوگ چھو
 سکتے ہیں)

○ جو لوگ کوئی پاک کے ہوں میں چڑھنا ہوتا نہیں ہے۔
 البتہ جو قرآن مجید کے خطاب پر جو کر رہیں اور ان کو صاف نہیں
 پڑھ سکتا ہے۔ نیز چڑھنے وقت ہرگز صفائی کا بھی لحاظ
 رکھنا ہے۔
 ○ جب میں تلاوت کرتا ہوں میں شہرہ کی جانتے
 تو اعمدہ باللہ من الشیطن الرجیم ضررہ فرمایا ہے
 اور ہر صورت کو ضررہ کرتے وقت ہر اہل اللہ کی تلاوت کی
 ہوتے ضررہ تو ہر اگر کسی صورت کے دوسرے جانتے تلاوت
 ضررہ کرنا ہوتا ہے عوز باللہ اور باللہ سے ناکار کیا جاتا ہے۔

پاکیزگی اور طہارت کی تلاوت کے بعد اس کی تلاوت کی وجہ سے
 سخت ناپسند ہے۔

جہر و اخفا اس کی تلاوت کے بعد اس کی تلاوت کی وجہ سے
 سخت ناپسند ہے۔

○ قرآن مجید کو تلاوت کرنے کے بعد اس کی تلاوت کی وجہ سے
 سخت ناپسند ہے۔

○ قرآن مجید کو تلاوت کرنے کے بعد اس کی تلاوت کی وجہ سے
 سخت ناپسند ہے۔

○ قرآن مجید کو تلاوت کرنے کے بعد اس کی تلاوت کی وجہ سے
 سخت ناپسند ہے۔

○ قرآن مجید کو تلاوت کرنے کے بعد اس کی تلاوت کی وجہ سے
 سخت ناپسند ہے۔

ترجمہ کی تلاوت ایسے الفاظ کی ترجمہ کرنا جائز ہے
 اور اگر قرآن مجید میں ہے لیکن قرآن مجید کی تلاوت کی وجہ سے
 سخت ناپسند ہے۔

○ قرآن مجید کو تلاوت کرنے کے بعد اس کی تلاوت کی وجہ سے
 سخت ناپسند ہے۔

ممنون یا قیوم اس کی تلاوت کے بعد اس کی تلاوت کی وجہ سے
 سخت ناپسند ہے۔

ذوالقرنیہ معاش بنانا اس کی تلاوت کے بعد اس کی تلاوت کی وجہ سے
 سخت ناپسند ہے۔

○ قرآن مجید کو تلاوت کرنے کے بعد اس کی تلاوت کی وجہ سے
 سخت ناپسند ہے۔

○ قرآن مجید کو تلاوت کرنے کے بعد اس کی تلاوت کی وجہ سے
 سخت ناپسند ہے۔

قرآن کی تلاوت صحت کے ساتھ کرنا ہے۔

چند اہم نشانات

من — یہ وقت شخص کی تلاوت ہے یہاں عاقر پڑھنا چاہیے لیکن اگر کسی وجہ سے پڑھنے والا غریبانے تو وضعت ہے۔

میلے — یہ علامت انھیں آؤں کا اختصار ہے لیکن ہمارے اگلے ٹکڑے کے ساتھ عاقر پڑھ جائے۔
وقف — اس کے معنی ہیں ٹھہرنا۔ یہ علامت ان احکام پر استمال ہوتی ہے جہاں عاقر پڑھنے کا احتمال ہو۔
اس کے بعد توجہ کیا جائے کہ کیا اس شرط پر

من — یہ علامت اس کا اختصار ہے لیکن ایسا کرتے وقت کراہت نہ ہو۔

۵ اس علامت کے معنی لغوی تہنیں ہیں کہ جس کی امریت کے اوپر یہ علامت درج ہو تو ٹھہرنے کے بعد یہی اختلاف ہے ٹھہرنے اور نہ ٹھہرنے کی دونوں صورتوں میں میں من شخص صحت پر کچھ عاقر ٹھہرنے کو نہ پڑھ سکے ہیں اور کچھ ٹھہرنے کو بہتر ہے کہ عاقر کے بعد من صحت پر جو اس مقام پر نہیں ٹھہرنا چاہیے۔

○ وقف تمام اور بیت کی علامت اس پر ٹھہرنا چاہیے۔

م — وقف لازم کی علامت ہے اس پر ضرور ٹھہرنا چاہیے ورنہ جہاں یہاں پڑھنا ہونے کا خواہ ہے۔

ط — وقف طاعت کی علامت اس پر ٹھہرنا چاہیے البتہ ربات میں نظر ہے کہ اس علامت کے بعد موضوع نظر کو جاری رہتا ہے اور اسی اس سلسلہ کی علامت باقی رہتی ہے۔

ج — اختیاری وقف کی علامت ہے یہاں ٹھہرنا بہتر ہے اور اگر تلاوت رکھنا ہو تو یہ

من — ایسے مقامات پر نہ ٹھہرنا سب سے یہ وقت مجوز کی علامت ہے۔

ق — یہ قیل علیہ وقت کا علامہ ہے یہاں ٹھہرنا نہیں چاہیے۔

قرآن پاک میں ۱۱ مقامات ہیں جہاں عاقر اور من درج ہو چکے ہیں یہ آیات کے معانی مقامات اختیاریہ اس میں جہاں جہاں نہ ہو تو نہ ٹھہرنے کی وجہ سے ان مقامات کا خلاصہ درج کیا گیا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ جہاں ان کی غیر صحت درج کی گئی ہے۔

- | | | |
|------------------------------|-----|-----------|
| ۱۔ پارہ ۱۔ سورۃ فاتحہ | آیت | نعمان صحت |
| ۲۔ پارہ ۱۔ سورۃ بقرہ رکوع ۱۵ | وقف | وقف |
| ۳۔ پارہ ۲۔ سورۃ آلہ رکوع ۳۲ | وقف | وقف |
| ۴۔ پارہ ۳۔ رکوع ۲۵ | وقف | وقف |
| ۵۔ پارہ ۴۔ سورۃ شہد رکوع ۲۴ | وقف | وقف |
- ۶۔ پارہ ۱۔ سورۃ بقرہ رکوع ۱۵
۷۔ پارہ ۱۔ سورۃ آلہ رکوع ۳۲
۸۔ پارہ ۱۔ سورۃ آلہ رکوع ۳۲
۹۔ پارہ ۱۔ سورۃ آلہ رکوع ۳۲
۱۰۔ پارہ ۱۔ سورۃ آلہ رکوع ۳۲
۱۱۔ پارہ ۱۔ سورۃ آلہ رکوع ۳۲

- | | | |
|-------------------------------------|-----|-----|
| ۶۔ پارہ ۱۰۔ سورۃ قہ۔ رکوع ۱ | وقف | وقف |
| ۷۔ پارہ ۱۵۔ سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۲ | وقف | وقف |
| ۸۔ پارہ ۱۶۔ سورۃ قہ۔ رکوع ۲ | وقف | وقف |
| ۹۔ پارہ ۱۷۔ سورۃ آلہ رکوع ۶ | وقف | وقف |
| ۱۰۔ پارہ ۱۹۔ سورۃ الطہ۔ رکوع ۱۱ | وقف | وقف |
| ۱۱۔ پارہ ۲۰۔ سورۃ قہ رکوع ۱ | وقف | وقف |
| ۱۲۔ پارہ ۲۳۔ سورۃ طہ رکوع ۲ | وقف | وقف |
| ۱۳۔ پارہ ۲۵۔ سورۃ طہ رکوع ۳ | وقف | وقف |
| ۱۴۔ پارہ ۲۹۔ سورۃ طہ رکوع ۱ | وقف | وقف |
| ۱۵۔ پارہ ۲۹۔ سورۃ طہ رکوع ۱ | وقف | وقف |
| ۱۶۔ پارہ ۲۹۔ سورۃ طہ رکوع ۱ | وقف | وقف |
| ۱۷۔ پارہ ۲۹۔ سورۃ طہ رکوع ۱ | وقف | وقف |
| ۱۸۔ پارہ ۳۰۔ سورۃ طہ رکوع ۱ | وقف | وقف |



صحیفہ ہدایت

سلسلہ ایم اے اسلامیات

ماضی کے

نظر سے ہوں یا وہاں کے خواص ۔

ان میں سے بعض انسان کی اپنی تحقیق کو کوشش اور

تجربے کا نتیجہ اور حاصل ہیں لیکن بعض تجربے اور خاص ایک عیسائی ہیں

کی طرت انسان کا ذہن کسی کو کوشش کے بغیر دیکھنا مشکل ہو گیا ۔ اسی چیز کا نام لانا ۔

ہے یعنی اللہ تعالیٰ بعض اوقات انسان کے دل میں ایک بات ڈال دیتا ہے ۔ ذہنی مداخلت میں

کتنی بہت سی تدبیریں ہیں جو ذہن میں اٹھانے کی جاتی ہیں اور وہی خود چاروں راہ کا ہے کہ یہ یا عقل یا بات

تو وہ سوچ ہی نہیں لکھا تھا ۔ یہ تو اُسے سمجھائی گئی ہے کہ کتنے بہت سے علوم ہیں جن کی ابتدا اللہ اور انسان سے

ہوتی ہے تو ان کی کرم اس پر بنا بہت کراہی کے پسند انسان کو کشا کے ہم کا کام نہوا ۔ اس حقیقت کو

ہوں میں بیان کیا جا سکتا ہے کہ انسان کی ہر ایک اولیں خیا و دینی ، اہل علم اور اللہ ہے جس اللہ نے کائنات کو خلق

فرمایا اسی نے اپنے فضل سے انسان کو کائنات کی دنیا کا مہم بھی عطا فرمایا ہے

لے یہ قدر کی گفتگو نہایت ہی سہجہ ہے جس سے ہماری ذہنی غیب سے دوسرا حالت میں لگے ہو جاتی ہے ۔ ایک یہ کہ ان کے انیک

انسان کا سارا سامان علم جس کی وجہ سے انسانی سے حاصل ہے جسے ہم اللہ تعالیٰ کی قریب ترین نسبت دیکھنے کے لئے انسانی قیاس میں

ماہرین اور نقطہ نظر سے دیکھیں تو انسانی قیاسات شاید ہی ، اہل علم اور اللہ تعالیٰ ایک انسان کے علم سے کہہ کر علم انسانی کا اعلیٰ

ذہنی سرفراہی و انسانی ہی تھا جو دوسرے کے اہل مغرب کے نقطہ نظر سے انسانی ذہن کا آفاقی کامل ہونی و مشق و محنت سے ہوا

سے ہوا ۔ اہل علم کو اس سے کہ انسان کی خاطر میں یہاں انسانی قیاس ہی نہیں ضرور خود خدا اور ہر چیز انسان کی طرف سے

سے چھوڑا گیا ہے ۔ وہاں سے انسانی سے جو عقلی و اخلاقی ہدایت کی روشنی اسی طرح ہر فرد کو دی گئی تھی ، ان دو چیزوں

کی روشنی میں ضروری ہو گیا کہ ہر مسلمان اپنا عبادت و اخلاق و علم Theory of Knowledge دیکھ کر میں نیز

تذیب و ادب کی کتب کا مطالعہ اسلامی نقطہ نظر سے کرے ۔ دینی

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی کے لیے انسانوں ہی میں سے اہل حق کو منتخب فرمایا جو ہر اعتبار سے مکمل انسان تھے ، ان کی دیانت و صداقت اور سیرت پر ہمارا مشورہ و احتیاط رکھنا تھا ۔ ان حدیث انھوں نے کوہوں کی اصلاح میں نبی اور رسول کہتے ہیں اور ان کو جس ذریعہ سے ہدایت دی گئی اُس کا نام دی ہے ۔ وہی میں نبی اور رسول کی اپنی کوشش اور تجربے کا ذکر پر بار و عمل نہیں ہوتا ۔ وہ رابطہ و مہم جوئی ہر ایک ہے

یعنی وہی اس پر نماز پڑھتی ہے وہ خود دینی ساز نہیں ہوتا

ہر نور میں اللہ تعالیٰ کی نکتہ بانہ اور سیرت کا لڑکے

تحت انبیاء و رسول آتے تھے ۔ ان میں سے بعض پر مینے اور

کئی میں نماز پڑھیں ۔ یہاں تک کہ

جب اپنی زندگی ختم ہو گئی تو دنیا

جہاں کے اہل علم کے آخری نظام میں

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نبی ہو

سالی بعد اس زمانے کا کل کو کعبہ فرمایا جس پر وہی کا نام

کر دیا گیا اور نہرت اور رسالت کے علم کے ختم کر کے اعلان

فرمایا کہ نبی ۔ احمد مقرر مصطفیٰ ۔ خاتم النبیین ہے

یعنی ایک ہی قسم اور کسی نوع کا کوئی نبی نہ ہوگا اور نہ قیامت

تک ہذا نہیں ہوگا ۔ بہت اور رسالت کا منصب اب کسی

اور کے لیے آتی ہیں ۔ قیامت تک کے لیے اسی نبی آخری

لائی ہوئی ہدایت و شریعت پر اہل علم کے کافی و کافی ہے ۔

اس میں نہ کوئی اضافہ ہو سکتا ہے اور نہ قریب بعض عالم فطین

پر جو کتاب نماز پڑھتی اُس کا نام قرآن ہے ۔

جب تمام انسان اپنے اوکٹا میں دال پر چلیں اور

ہر علم ان کی ہر ایک میں قرآن کا شامی دیکھیں ، تو

پھر اللہ تعالیٰ نے اسی کی ہر ایک جو آخری نبی صاحب کی ذات

گواہی پر نبوت و رسالت کا اختتام کر دیا ۔ جو کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں اور رسول آتے والا

تقریبوں میں نفس و دنیا کی جاتی ہے اور سال کے سال مناسبت کے مہینوں کے روزوں میں ان سے قرآن کو حفاظت کی زبان سے سنتے ہیں۔

اعجاز و درجہ اعجاز
عزیز کو اپنے انسانی ذاتی شاعری اور انصاف و بلاغت پر بڑا نجات۔ وہ اپنے علاوہ ساری دنیا کو گونا گونی کہتے تھے۔ قرآن کریم نے ان عزیز کو کھینچ کر ان کی چھوٹی سے چھوٹی بھی ایک سرور تعینت کر کے پیش کر دیا اور ان کی قوی و آسانی فہمیت کو سب سے بڑا یعنی حقاً کلمہ حق کے جواب میں انہیں سکوت اختیار کرنا پڑا۔

دنیا میں نظم و نثر کی کوئی ایسی قدیم و جدید کتاب نہیں ملتی جس کے کلمہ کو اسے بے غلطی اور الفاظ متروک نہ کہنے ہوں، اور ان میں غرض گوئی و درجہ تعینت نہ ہوگی ہر زبان صرف قرآن کریم ہی وہ تنہا مقدس کتاب ہے جس کا ایک لفظ بھی جو وہ سو سال کی طویل مدت میں متروک نہیں ہوا اور زبان و ادب کا یہ وہ بلند ترین مسیار ہے جس کے سامنے عربی ادب کی تمام شاہکاراں اور شعرواتی کتابیں کم درجہ اور فروتر نظر آتی ہیں قرآن کریم جس طرح اب سے پندرہ سو سال پہلے علت و الفاظ و طرز بیان اور مفہوم و معنی کے اعتبار سے فوق تازہ تھا۔ آج بھی وہ اس طرح تر و تازہ اور سدا بہار ہے اس لحاظ سے کہ ایک سچے ہی قرآن دیکھتے ہیں وہ اس کی ایک آیت اور ایک لفظ کو دیکھ کر دہریوں یا دوسرے کے بعد بھی وہ جان دیاں اس کا بے غموس نہیں کرتا۔

تقریر و تحریر کی سب سے بڑی غلطی ہے کہ اس میں شعریت پیدا ہو جائے۔ شاعری کا زبان و ادب میں بہت جود تمام ہے مگر اللہ تعالیٰ فرما دیا ہے کہ اس کی کوئی قرعہ نہ شاعری ملانی ہے اور نہ شاعری اس کے شان کے شانسی ہی ہے۔ یہی قرآن کریم کا اعجاز ہے کہ وہ شاعری نہ ہونے

کے باوجود کہ اس میں دو مکمل فصیح و سادہ و مکمل مستحکم ہے۔ طبعاً آج کے اس عرب میں آج کی زندگی کی صافست و سہولت و مروت کی تعریف کرتے ہوئے قرآن کریم کی عجز و غفلت کی طرف میں لطیف اشارہ کر دیا ہے۔ قرآن کریم میں وہ مقدس نظم اور ایسا پاکیزہ آہنگ پایا جاتا ہے جو شریفانہ جذبات کو حرکت میں آتا ہے۔ قرآن کی غفلت کے سامنے وہ راگ راگیاں کوئی وزن میں رکھتیں نہیں بن کر آتی ہیں کہ اندر غفلت جذبات اور ہر سنگ بنیاد حرکت میں آتے ہیں۔

قرآن کو اپنا مخالف نہ بنا لو
اسے صحت کرو!
اس قرآن کی عزت کرو
لیجئے آپ کو جسے اہمال سے بچاؤ
ہر وقت ادب سے رہو۔
دریغ
قرآن مجید تمہارا خاتم ہو جائے گا۔
دیکھتے سلامت، امام غزالی، باب الفتن،

قرآن کریم کی تلاوت و صافست و افسوس کو انشا ہی کرتی ہے اور ہر پڑھنے والی جادوئی ہے شہادت و محبت کی علی غلیظ کیفیت، اس مقدس کتاب میں وہ توازن پایا جاتا ہے جو آدمی کو تروت و فخریت کے مہاسے فیروزہ دار اور فخری شائشاں میں ہونے و تپنا اور تعاقب اور انتقام کا تصور آدمی کو دلوں میں بناتا۔ قرآن کریم کو یہ دنیا کی قد فضا ناچیز ہے کہ شہادت کے تصور و ایمان میں غفلت سوسے کے قتال لیجئے جسے گوشہ کی ہے جس گمراہ کے سامنے قرآن

پاک ہیں۔ یہ جو کہ نظر میں آتا ہے کہ گوشہ کی غفلت پاک ہیں لوگوں کے حیرت کی گھاٹیوں میں ایسا ہی یعنی اللہ تعالیٰ سے نہیں ہے جس کا غور میں ہی کے ساتھ ہر حاجت قرآن کریم انسان کو اس عالم میں رکھنا پاتا ہے کہ نہ کہ غفلت شادمانی اور صفت کی امید سے غرض ناشناس، ناگوار، ناگوار و ناگوار بننا ہے اور انتقام و صفت پر ناگوار و انتقام اور جس کے عذاب کا گوشہ کر دے تو ایسا امید نہ ہو جائے اور وہ باقی پیر کر کر اور جیچہ کر دے نہ بد ہائے۔

مکمل نظر اور زندگی
قرآن کریم صحت و عافیت اور زندگی زندگی و صحت کے ساتھ خود کو کہنے میں اس کا ہر باب ہے۔ یہ کتاب ہے۔ ہر آدمی کے اندر میں شہن کو محیط ہے اور حکومت کے ایمان سے کہ غفر کی عجز و ہیبت کی زندگی کا کوئی عمل اس سے باہر اور آداب میں ہے خود کو ملنے صلی اللہ علیہ وسلم نے جن پر قرآن نازل ہوا تھا کہ میں بائیس سال کی ہیبت تک جنگ باہر صلی ہر حکومت پر ہجرت ہوا علی زندگی ہر قرآن حکام کو ہر تہمت کو دیا۔
قرآن کریم کوئی بنیادی کتاب نہیں ہے جس کے الفاظ کا اندازہ کو محیط علوم ہوتے ہیں مگر علی و دنیا میں ان الفاظ کی مسرت ساتھ زندگی قرآن کی عقل تری و صفت و عافیت اور اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا آخری اور صلی مشورہ زندگی ہے یہ زندگی کے تجربوں کے مملو ہے کہ گزرا ہے اور زندگی کے سطوح قدم قدم پر قرآن زندگی اور فطرت سے انتہائی مربوط ثابت ہو جائے۔ قرآن کریم زندگی سے گزرا ہوا کوئی کچھ دروازہ یا پشیدہ ہر سنگ نہیں ملتا، ترکہ، ناچار و پائیت کے علی الرغم قرآن کریم نے قواس و عالمی تعلیم ہے جس میں اللہ تعالیٰ اس سے نادی دنیا کہیں و خوش نصرت یعنی صالح بنانے کی تہا کی گئی ہے (ربنا آتانی الدینا حقیق)

اللہ تعالیٰ نے دنیا کا کارنامہ انہوں کے گھر و دلوں کی مانند کھیل کے لیے بنایا۔ یہ تو شعور و بصیرت کی تمام قوتوں اور توانائیوں کے ساتھ ہر تہمت کے لیے علی کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر مقدس میں قرآنی اخلاق کی بنیاد پر سامنا و استوار کیا گیا اور اس طرح قرآنی تعلیمات کو منتقل کر دیا گیا، سامنا و دواہوں اور ہر گونہ کا سامنا فہمیں کا تھوڑا اور گھور رکھ کر دنیا کا سامنا تھا۔ اس سامنے میں صلی کے حق و درمیکوں سے زیادہ دیکھنا ہے و جس پائے جاتے تھے۔ قرآن کریم نے ان نفس قدسیہ میں اس قدر جوش اور ولولہ پیدا کر دیا تھا کہ کبھی ہر انسان قریش کے حکمران نہ گئے اور ہر حکمران کے دیکھ دیا کہ فتح ان کے لیے ہر سامان اور ہر دینا شہنوں ہی کی ہوئی۔

اس کے بعد غفلت و اللہ کے ہمارے دوسرے عالم میں قرآن نے روم و مدینہ کی پر شکوہ مسافروں کے صحن پر لیجئے۔ فتح مقدس قرآن کریم نے کئی مفسرین کے قدم چڑھتی تھی اور سکوت و اقبال ان کے گھوڑوں کی کلاہیں تمام کر چکے تھے۔ دنیا میں صلوات و امانت ان کے نام و کام سے پہچانی جاتی تھی۔ مہاجر و کرام کو تقدیر و مصیبت کے کیسے کیسے سننے شور و جیہ و مسائل سے سابقہ پڑا ہر کتاب و دست کی زبان میں غلوں نے ہر ملو کامل تلاش کر لیا اور جنگ کے میدانوں میں بھی نہیں تھکا و تھکے اور سیاست و مصیبت کے معاملوں پر بھی غالب اور فتح مند ہے۔

صحت و ہدایت
قرآن کریم کی تہذیب کی اصل نایات ہدایت ہے۔ اس لیے اس مقدس کتاب کو صحت اور نوری کہا گیا ہے۔ قرآن کریم کی ہدایت نور ہدایت ہے۔ اس لیے قرآن کریم میں ہدایت کا نام دیا اور اہلک کا ذکر کیا ہے اس سے یہ سمجھنا درست نہیں ہے کہ قرآن مجید صحت پر کوئی مقابلہ کر دیا ہے ہی

حرج ہوا اور پانی کے دگر کا علم رسمیات سے چونکہ جو دنیا و
 زمین کے بیان کو ہم جہالت اور افس سے نسبت دنیا و مافیہا پہنچتی
 پہنچاں، پرتی اور دور و شتر کی تعلیم کو فانی باقی اور فانی رہتا
 کا حیرت مہمنا، افسانہ میں غلط انداز کی دلیل ہے۔ جو لوگ قرآن
 کی ہر گزیری اور جامعیت و دنیا کے ساتھ چن چن کر نہ کی نسبت
 سے ماضی حوالہ سے قرآن کریم کو مظلومت عینہ کی کوشش
 کرتے ہیں وہ قرآن کے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہیں کرتے۔ اسی
 طرح بعض دوسرے علوم کے تخریب اور اچھے ہٹنے اور اچھے
 دہتے ہیں۔ اگر کسی علم و فن کا کوئی فقرہ اور کلمہ کسی
 کر قرآن کریم کی کسی آیت پر شرف کر دیا گیا کر کہ زمانہ یا زبان
 مدت کو نہ کہے کہ بدو و فقرہ اور کلمہ اسی علم کے ماہرین
 نے اپنے تجربہ اور تحقیق کی بنا پر رد کر دیا۔ اس وقت قرآن
 کریم کو مجروح کرنے سے بچانے کے لیے قرآن کی تائید کی جائے گی
 کی جائے گی۔ نہ ان کی ایجادات اور نہ نئے تجربوں کا قرآن
 کریم سے جوڑ دینا یا ان کو تائید کیلئے جسے جسے وہی لوگ
 کہتے تھے ہیں جو قرآنی بصیرت سے بڑی متکبر و خودی ہیں۔
 قرآن کریم میں جہاں آیت تراشی کا ذکر آتا ہے وہاں
 لوگوں کا ذکر ہے چہاں تو تراش کر نکالنا کر دیا کرتے
 تھے تو اس آیت سے یہ کلمہ پڑتا ہے کہ قرآن کریم کی ان آیتوں
 میں میں تم پر ہوا ہے۔ قرآن ہی کے ساتھ ایک طرح کا لفظ
 ہے تو قرآن کریم کو تمام علوم و فنون کی انسائیکلو پیڈیا کہتے
 کرنے کی کوشش کرنے والے قرآن کو کھلتا احسان ہیں وہی
 ہے ہیں اور نہ تھوڑے جہیز کے لیے نہیں بھرا کر کہے ہیں۔
 قرآن کریم کی جامعیت اس اعتبار سے مستقر ہے کہ
 اس میں ہدایت کا ہر جامع عنوان پڑا یا جائے اور ہر جامع
 اصل ہدایت کے ہو سکتے ہیں وہ قرآن کریم میں موجود
 ہیں۔ اخلاق و تقویٰ کی عقل تہذیب کی تعلیم اس مقدس معیض
 میں مضمی ہے۔ اس لیے حضرت مرقا و نقی رضی اللہ عنہ

ایک رومی کا بیان

اپنے سردار کے سامنے

"مات کو وہ دھمکانا، اس پر موم
 ہوتے ہیں، دن کو شہسواری کرتے ہیں
 اور اپنے تیرے بھالے دست کرتے
 ہیں۔ قرآن خوانی اور ذکر و تسبیح کی
 وجہ سے ان کی مجلس میں ایسا شور
 رہتا ہے کہ اگر آپ اپنے ہم نشین
 سے کوئی بات کریں تو وہ سن نہ سکے!
 سردار نے یہ سن کر اپنے ساتھیوں
 سے کہا۔"

"جی جی کے ایسے حالات بتانا
 ہے، ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔"

فرمایا تھا کہ خشتہ کتاب اللہ — ہمارے لیے اللہ
 کی کتاب کافی ہے۔

قرآن کریم صرف صلوٰۃ، زکوٰۃ، روزہ اور حج جی کے
 سامنے نہیں آتا بلکہ وہ حکومت، تہذیب، معاشرہ، مائتہ
 اور اس طرح زندگی کے دوسرے شعبوں کو بھی اصول اور
 قوانین دیتا ہے۔ قرآن کریم بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس طرح
 تعمیری ہے۔ اس طرح تشریف سب میں ہے جس طرح
 عالم کو میں اس کا حکم چاہتا ہے۔ اس طرح شریعت میں
 میں اس کے حکم کو قطعیت حاصل ہے جس طرح نماز میں اللہ
 تعالیٰ کے حضور مسلمان کا سر جھکتا ہے۔ اسی طرح چوری زندگی
 کو اللہ تعالیٰ کے احکام و ہدایت کے آگے سر تسلیم خم کر دیتا
 ہے۔

الارض لله والارض لله

یہ ہے قرآن کے مفروضات و سیاست کی وہ پہلی دھم
 جو اس بات کو واضح کرتی ہے کہ اس ملکیت اور حکومت اللہ
 تعالیٰ کی ہے اور انسانوں کی ملکیت اللہ تعالیٰ کی ملکیت کے
 تابع ہونی چاہیے۔ پھر قرآن کریم نے مائتہ کی ملکیت
 کے لئے کہ دنیا کو شہسواریت — کارہا احمول دیا پھر مسلمان مقرر
 کی نصرت بتائی کہ۔

الارض لله والارض لله

الارض لله والارض لله

الارض لله والارض لله

جس ملک میں مسلمانوں کو غلبہ اور اقتدار اور ملکیت میں
 ہوا اور وہاں کا مملکت اللہ تعالیٰ کے مقررہ اور حکم کے تحت
 غافل ہو اور اللہ تعالیٰ اور ہی من المکرہ کو غلبہ انجام نہ دیا
 جائے۔ جو اس طرح حکومت صحیح با حق میں نہیں ہے۔ وہ جو ہر
 عہد اور منصب کے لیے کچھ مناصات ضروری ہوتی ہیں مائتہ
 با آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلم مقرر کی مناصات بیان فرمائی
 ہیں — پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی فرمایا
 ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین مائتہ کا وارث ہے۔ اس آیت سے یہ
 بات واضح ہوتی ہے کہ دنیا کے زمین مقرر پر بھی غلبہ نہیں
 یعنی فحاشی و فحاشہ اور اصل و اصل بدو و لوگ دھم
 غاصب ہیں اس لیے اس بات کی مسلسل بدو ہوتی رہتی
 چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی زمین مائتہ کے قبضہ سے نکل کر
 زمین کے جائیدادوں میں مائتہ کے قبضہ میں آجائے۔
 قرآن کریم نے انسان کی عزت و تہذیب کا معیار تقویٰ
 مقرر فرما کر سب نسب، حکومت، دولت، تہذیب و سب
 و ہدایت اور دوسری تمام انسانی خوبیوں کو پسند اور قبول
 قرار دے دیا۔ تقویٰ کو ہر دوزخ و شرف اور دوسری خوبی سے
 برتر اور جتنے شرف و تہذیب، ملکیت، مائتہ اور تقویٰ
 کی یہ وہ قرآنی تعلیم تھی جس کے تحت حضرت سیدنا حسین

رضی اللہ عنہ نے یہ کی ہدایت سے انکار فرما کر اور اللہ
 تعالیٰ کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کر کے سب کو سرفروشی
 اور باطل کے مقابلہ میں استقامت و عزیمت کی ایک
 روحانی مثال قائم فرمادی۔

قرآن کریم نے خود اور تار کو حرام قرار دے کر
 سرایہ و داری اور ہوس زور کا مسموم مار دیا۔ "شراب" جو
 ام المائتہ ہے۔ قرآن نے اسے "بیش پین عقل
 الشیطان" کہا اور عورت جو معاشرے میں آزادانہ اختلاط
 کے سبب بہت بڑے فتنہ کا باعث بن جاتی ہے اس
 کی عصمت و عفت کے لیے حجاب و شمار کے احکام قائم
 کیے۔ اس کو تمام ہدایت کی ضروری و فاضل اور تبرج و عفت
 سے دو کا بیان کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج
 یعنی امت کو نہیں کو برادر است اور تمام مسلم خواتین کو بتانا
 حکم دیا کہ وہ تار کے ساتھ گھروں میں بیٹھیں اور کسی ناخوش
 گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں آجائے تو دوبارہ اور دوبارہ
 نہیں بڑھنے کی آڑ میں گفتگو کریں اور بات کرنے میں ایسا
 لہجہ بول نہ ہونے دیں جس سے شے والا لفظ قسم کی کوئی
 امید لینے دل میں قائم کرے۔

تفہیم و تامل
 قرآن کریم میں بار بار مثل و بعیرت
 سے کام لینے اور ذہن و فکر کی توانائی
 کو صحت کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ قرآن کریم جس مقام پر
 بھی عقل کی ہدایت کی نفی نہیں فرمائی گئی عقل اللہ تعالیٰ
 کا حکم چاہیے۔ اس کو عقل و دیکھا کہ عفت رکھنا چاہیے
 ہے مگر اس عقد کو ذہن میں رکھیے کہ قرآن میں غور و فکر
 کی دعوت اس لیے دی گئی ہے کہ قرآن میں عقلی تعلیم و تامل
 احکام کو کچھ کہ لے ان پر ایمان پڑے سے پڑے تہذیب لینے
 عقل کو حاصل و حاصل باقی کا تہذیب ہونا چاہیے بیٹھنے
 اللہ تعالیٰ کے اللہ ہونے سے انکار نہیں کیا تھا، بلکہ اس

قرآن کی واضح ہدایات کے بعد جو کوئی نسبت رسول کو دین میں
جست نہیں کرتا وہ دراصل منصب نبوت کا انکار کرتا ہے اور
منصب نبوت کا انکار کفر ہے۔
اس صورت حال کو کھیل چاہیے کہ قرآن کریم میں
میں اہل نبوت ہے، یہ اللہ کا ارشاد ہے، لہذا رسول سے ادا ہونے
ہیں اگر اس میں جھڑک کر کشش اور ادا سے کوئی دخل
نہیں ہے۔ ایک ایک لفظ وہی دستور ہے مگر احادیث کا
مقابلہ یہ ہے کہ عاتق اللہ کی طرف سے وہی ہونے ہیں۔
لیکن ان وہی شدہ معانی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنے لفظوں میں ادا فرمایا ہے۔ اس لیے احادیث
کو وہی غیر متحرک مانا جاتا ہے کہ وہی متحرک اور وہی غیر متحرک
دونوں دین میں جست ہیں۔

قرآن کے ساتھ سلوک

کوئی شک نہیں قرآن کریم
ایک مقدس قانون اور
مشرک و دستور ہے جس پر عمل کرنا تو مخصوص ہے ہی۔ اس
کا پرہیز اور سنا نہیں ٹول ہے۔ جو اہل ایمان قرآن کے
معنی جانتے ہیں یا غلطہ اُسے پڑھتے اور سنتے ہیں وہی ٹولہ
کے مستحق ہیں، اگر قرآن کریم اللہ تعالیٰ نے کھم کر پڑھنے وغیرہ
کرنے اور عمل کرنے کے بعد نازل فرمایا ہے، عطا فرمائی
نہ اور دینی کے پس میں فرمایا تھا کہ تو کیا سب سے زیادہ
معلوم کتاب قرآن ہے کہ مسلمان اُسے یہ کیجئے پڑھتے ہیں
قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی
عظمت اور اس کے کلام کی تقدس کا تصور ذہن و فکر میں
جائنا چاہیے، قرآن کریم کی آیتیں شعر و نثر میں پائیں۔
پورے قرآن کریم کی ایک دین میں پڑھنے کے لئے

یہ بات کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر ادا ہے محبت میں قرآن
کا مصلحت بن جائیں۔

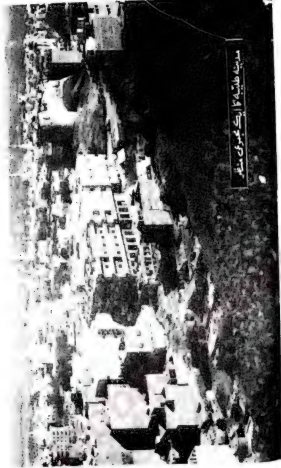


لے کر سنت دیا اذکار پر ادا است جائز وہی ہے کہ سنتے آتی
ہیں اور اُسے صحیح کر کے لے جائیں اللہ تعالیٰ (رحم)

طاقلوں میں سجایا جاتا ہوں، آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں
تعویر بنایا جاتا ہوں، وجود حق کے پلا یا جاتا ہوں
جس نے حریر و کشم کے اور پھول تنارے چاندی کے
پھر عطر کی بارش ہوتی ہے، خوشبو میں بسایا جاتا ہوں
جس طرح سے طوطا دینا کو کچھ بول سکھائے جاتے ہیں
اس طرح پڑھایا جاتا ہوں، اس طرح سکھایا جاتا ہوں
جب قول و قسم لینے کے لیے تکرار کی نوبت آتی ہے
پھر میری ضرورت پڑتی ہے یا تمہوں پہ اٹھایا جاتا ہوں
دل سوز سے خالی رہتے ہیں آنکھیں میں کرم ہوتی ہیں نہیں
کننے کو میں اک ایک جلسہ میں پڑھ کر پڑھ کے سنایا جاتا ہوں
نیکی پر بدی کا غلبہ ہے سچائی سے بڑھ کر دھوکا ہے
اک بار ہنسایا جاتا ہوں سو بار رُلایا جاتا ہوں
یہ مجھ سے عقیدت کے دعوئے قانون پر راضی غیروں کے
یوں بھی مجھے رسوا کرتے ہیں ایسے بھی ستایا جاتا ہوں
کس بزم میں مجھ کو بار نہیں کس عرس میں میری صوم نہیں
پھر بھی میں اکیللا رہتا ہوں مجھ سا بھی کوئی مظلم کوم نہیں



مولانا
ماہر القادری



مدینہ طیبہ کا ایک عجیب منظر



میدانِ احد



قبر واقعہ حلبہ۔ جنت البقیع، مدینہ منورہ



قرآن کی امتیازی خصوصیات

نہجی

’چیز سے دیگر است‘ قرآن کو کس کسی نے

ہو وہ اس کی ایک خصوصیت ہے۔ نہرو رحبت زود ہوگا اور یہی خصوصیت اسے دنیا پر کی لاکھوں کروڑوں کتابوں سے الگ ایک مقام امتیازی عطا کرتی ہے۔ ہمارے سامنے یہ واحد کتاب ایسی ہے جس میں کہیں کسی مقام پر کوئی بات شبہ کے انداز میں نہیں کہی گئی۔ کوئی ٹھکانہ کوئی ٹکڑ کوئی تجزیہ اور کوئی تبصرو اس میں ایسا دکھائی نہ لگتا جس کے پیچھے تذبذب کا راز ہو۔ ہر بات یقین و تحدید کے ساتھ کہی گئی ہے۔ اس کا ایک ایک فقرہ یہ بتاتا ہے کہ اس کے مصنف کو اس بات کا قطعاً کوئی اندیشہ لاحق نہیں ہے کہ اس کی کسی بات کو مجھلا بھی جا سکتا ہے۔ انداز گفتگو میں مقام پر درما شا تہم کہیں ایسا ہی کثرتی کا نہیں ہے۔ کہیں کسی سطر میں کوئی اضافہ نہ ہوگا۔

میں ہر صوم انسانی تصانیف میں پائی جاتی ہے۔ کوئی ایسا موقع نہیں آتا جہاں یہ عکس برکعت نہ خصوصیت منطق اور نگارش کا پروردگار کی پراپی کوئی کھیلنے کی کوشش کی ہے۔ یہ کتاب مٹی اور کتاب یقین ہے۔ اس نے لعن الیقین اور آقا میں ہیں کتاب کا تواتر کرتا ہے جوئے کہہ دیا گیا ہے کہ لاکھ بیاباں میں اس میں کہیں کوئی تشاوت نہ ملے۔ ہر بات جو اس میں درج ہے وہ دوسری بات کی توثیق ہے اور دوسری باتیں اس کی توثیق ہیں۔ حالانکہ بہترین مفسرین و محققین اور ادبا و شعرا کے مرتب کردہ جو دفتر ہمارے سامنے ہیں ان میں سے کوئی ایسی تفسیر نگارش میں اس عیب سے بوری طرقت منزه و مبرا نہیں ہے کہیں ذہن کوئی عدم تضاد ضرور ہے گا۔ جب کہ قرآن میں کہیں ایسا نہ ہوگا کہیں ممکن نہیں ہوگا۔ کہیں کوئی ابہام نہ ہوگا جس مقام پر

واریت کا ترجمان میں پائی جاتا۔

یہ کتاب تفسیری ترجمے سے قطع نہیں رکھتی۔ نہجی کے مخصوص متعلق و معاملات سے بحث کرتی ہے اور وہ بھی منہجہ اور باوقار انداز سے، مگر اس کے باوجود یہ ادب بارہ اور انتہائی محرو و فضیلتی کام بھی ہے جو اپنے نفس مغزوں کے معاملات سے تمام تر نصیحت ہونے کے باوجود اس پرست سے بہتر ہے جو نصیحت کی تحریر و تفسیر کا خاصہ ہے۔ ایک ایک فقرہ میں کی طرح جڑا ہوا ہے۔ ایک ایک سطر شائع علی ہے اور ایک ایک سورت دنیا میں بارہ مگر جس ہلال کے اس نے خیر ہونے میں کوئی مثال ایسی نہیں ملے گی کہ نگارش اصل متصدی راہ سے ذوق پر بارہ اور محرو ہو جائے اور بات کی لذت و کشش قاری کتاب کو اپنی رو میں بہا لے جائے۔ کوئی ایک جملہ کو کہا۔ ایک فقرہ میں ایسا نہیں ہے کہ ادب ہونے اور ’قرآن دے کر قصدی ضرورت سے ناظر نہ دیا جائے۔

اس کتاب کی شان یہ بھی ہے کہ اگرچہ اس کا مرکزی موضوع اور اس کے تفصیلی مباحث نہایت منہجہ و فہم رکھتے ہیں اور ان میں مباحث پرچہ کہیں انسانی فکر و حرکت میں آتا ہے تو وہ انداز بیان پیدا ہوتا ہے جو قطعاً متالون کی کتابوں میں پائی جاتا ہے۔ مگر عیب بات ہے کہ اس کتاب کے اسلوب میں ایسی غلطیات نہ کہ تہہ پرستے جوئے آدمی پر سوز و گداز اور رقت کی کیفیت ظاہر ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ قاری نے اگر دل کے دہانے بند کر دے کہہ جوں تو وہ اس کام کی مرعوبیت اپنے اوپر ظاہر ہوئی عکس کرتا ہے۔ بالآخر اس کی روح باطل سرحدوں پر کردہ جاتی ہے۔ طرفہ اشارہ یہ ہے کہ جو لوگ اس کے صافی کو سمجھنے پر چلتے ہیں، وہ بھی اس کی نہج کا حق

عبارت کی موزونیت، الفاظ کی نشست اور موسیقی میں دوک کر کے اختصار گردان ہونا ہے جس حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب میں صافی و مطالب کے ساتھ ترتیب الفاظ و اصوات کا ایسا معجزانہ استخراج ہے جس کی تفسیر کہیں اور نہیں مل سکتی۔

چنانچہ اس کتاب نے اپنے خاص معنی و مکرر کو ایک سے زیادہ بار بھی لیا کہ ایسی کوئی سورت یا چند آیتیں ہی مرتب کر کے دکھاؤ۔ ایک آدمی نہیں تو بہت سے آدمی کی رائی کاوشیں محنت کریں اور قرآنی ادب کا جواب پیش کر دکھائیں۔ یہ پہلج ہیں جو کہ سو سال کی کوئی بھی قول نہ کر سکا آج بھی اپنی جگہ پر قائم ہے اور آج بھی دنیا بھر کے انسان اپنی جگہ پر قائم ہیں اور یقیناً تو قرون گزشتہ کے قرآنی انداز نگارش اور دنیا و کلام کا جواب نہیں دے سکتے۔

اس کتاب کی یہ ایسی خصوصیات ہیں جو اس کے وقت کو برحق ماننے پر ہم معقول اور غرض ذوق آدمی کو مجبور کر دیتی ہیں، مگر اس کتاب کا مصنف کوئی انسان نہیں بلکہ خداوند تبارک و تعالیٰ ہے۔

(۲)

مرقع علم و ہدایت

قرآن ان سونوں میں شاملوں کی ہدایتی کتاب نہیں ہے جس معنوں میں ایسا یوں، یہودیوں، ہندوؤں اور دوسرے مذہب گروہوں نے مذہب کی اصطلاح کو استعمال کیا ہے۔ فی حقیقت قرآن ایک مکمل و نیا پیش کرتا ہے۔ یہ گراں قدر کتاب ہدایت Guide Book ہے۔ اس میں ایک نظام تہذیب کا خاکہ دیا گیا ہے۔ اس نظام تہذیب کو پورا کرنے کے لیے یہی حکومت کی اور اسے قائم کرنے کے لیے یہی حکومت کی ضرورت ہے اس کی پہلی نوجو

ہے۔ پھر مطلوب ریاست اور تحریک کے لیے جسے چاہت
و تنظیم اور جیسے انسانوں کی ضرورت ہے، ان کا سامنا پیش
کیا گیا ہے۔

اس کتاب کا موضوع انسان ہے اور یہ انسان کی زندگی
کے ہر پہلو سے بحث کرتی ہے۔ اس میں زندگی کو ایک
وعدت اور ایک نیا کرشمہ لکھ کر دیا گیا ہے۔ یہ کہا جا سکتا
ہے کہ یہ کتاب ایک تصور مغرب کی سرشت پر مبنی استقامت،
کتاب کا ہے اور ایک عقلی روشنی سسٹم یا نظام اجتماعی
ہمارے سامنے رکھتی ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ قرآن
عزلی اجتماعی کو ایک پائیدار قانون ہے۔ ایسی کتابیں تقدی
طور پر شریعت زندگی اور ہر علم کے بارے میں بحث ہوتی
چاہیے۔ لیکن یہ کتاب ہماری ہر وجہ تہمید علوم کے مطابق
کسی خاص جزوی علم کی کتاب نہیں ہے۔ بلکہ اس میں تمام
علوم پر مبنی ہر معاملے والا و تمام علوم کو چند ایک بنیادی
مقدمات اور اصولوں کے ذریعے منضبط اور ہم آہنگ کرنے
والا علم پیش کیا گیا ہے۔ ایسے اس کتاب نے اصطلاحاً علم

The Knowledge قرار دیا ہے۔ یعنی وہ علم ہدایت
برائے انسانی زندگی کی مجموعی نکتہ کے لیے لاکھ بڑی بنیادی علم
ہے۔ وہ دنیا میں جو تمام علوم کو اور انسانی فاعل ہائے افکار
کو دینی پر قائم کر رکھتا اور انھیں یکجہ سے روکتا ہے۔
اور قرآن میں العلم پر مشتمل ہے اس میں ایک قر
وہ اس کی صداقتیں شامل ہیں جو یہ کہ خدات علیہ السلام
اور جبر کے تحت زندگی کا تصور اور دشواریاں ہمارے دوسرے
وہ تاریخی اصول ہیں جن کے تحت قوموں کا وجود و زوال واقع
ہوتا ہے۔ اور تیسرے وہ اخلاقی ضابطے ہیں جن سے قوموں
معاشرہ کی زندگی منور ہو جائے اور ان کو ترک کرنے سے اس
میں فساد واقع ہوتا ہے۔ وہ ضابطے جو اس کی زندگی کو کائنات
کے مقاصد سے ہم آہنگ اور اسے خدا کی رضا اور خوشنودی

کا نواز دیتے ہیں۔

(۳)

حق و باطل کی فرقان

اس کتاب کی ایک اختلاصی
باطل، خیر و شر اور اچھے اور بُرے کے درمیان تمیز قائم
کرنے والی ہے۔ چنانچہ خود اس نے اپنے آپ کو "فرقان"
کہا ہے۔ سورۃ فرقان میں ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اخْلُفُوا بَيْنَ الَّذِينَ
بَيْنَكُمْ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكُمْ
بَيْنَ بَيْنٍ

اگر اس کے عزم و عمل، راستہ ہی یا برکت ہے
میں لے اپنے بندہ کو خاص اور غرضی اور غرضی
پر فیصلہ کی کتاب، قرآن، نازل کی کہ اس کی
عالم کو متبصر کرے، ڈرانے،
اسی حیثیت کے اس طرح میں بیان کیا گیا ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا لَا يُلَاقُوا إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكُمْ

وہ بات کو بخند اور بیخندہ والا کلام ہے

ایک اور جگہ ارشاد و مجرا

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ النَّاسِ

یعنی ہر امت کی راہ مصلحت کے راستے سے الگ
واقع ہو جائے۔ قرآن اپنے دلائل کو اس لیے دیتا اور امتیں
اور اپنے مندرجات کو کتاب حیات کہتا ہے اور جو امتیں
کو اپنی غایت اور فطرت بہت قرار دیتا ہے۔ وہ طریقہ
تعمیل کا مست خلاف ہے۔ قرآن حق و باطل اور نیک و
بدی کے درمیان کسی سمجھوتے اور سرسودے بازی کا قائل
نہیں۔ وہ اعداء کے مرکبات سے کوئی نظام علوم و حکمت
یا ضابطہ مذہب و اخلاق مرتب نہیں کرتا۔

انسان کو یہ خالص صیحت، علم اور بدی عقل کے لیے
کھڑا کرتا ہے اور کہہ کر دیتا ہے کہ وہ خالص صیحت اور غرضی

کی دعوت قبول کرے۔ وہ ہمیشہ مرکبات بناتا ہے۔ مرکبات
کی طرف جاتا ہے۔ اور مرکبات ہی سے غلطی کا کر انھیں
دوسروں سے قبول کرتا ہے۔

قرآن کا یہ نزول مجاہدوں نے اپنے دوسرے
رائے، اوقات فکر، اقتصاد اور اخلاقی مرکبات و تضاد
کا تجزیہ کرنے کے لیے شروع کیا تھا۔ وہ اپنے وجود
کی مذہبی و اخلاقی زندگی کے سرگوشی میں اجتماع مندرج
کے جو مرکبات مولیٰ ہیں چکے تھے۔ ان کا اس نے نہایت عقلی
تجزیہ کیا اور ان سے صاف صاف کہا تھا کہ

وَلَا تَقْلِبْهُ الْفَتَىٰ يَٰ أَيُّهَا النَّبِيُّ (البقرہ ۲۲۹) حق کو باطل کے
ساتھ خلط ملط نہ کرو۔

اعراض قرآن حقانیت کو قرار دیتے والی اور امتداد کو پہنچانے
لرنگ کر دینے والی کتاب ہے۔ ہر کتاب میں ہے۔ اس مقصد
کے لیے اس نے خدایا تعالیٰ کا نام لیا ہے۔ اس مقصد
ایمان اور کفر کو توحید اور شرک کو، غلوں اور اعتدال کو،
شکر اور ناشکری کو، صبر اور حق و سستی کو، شہادت اور
بزدلی کو آخرت پسندی اور دنیا پرستی کو، حق اور باطل کو،
عدل اور ظلم کو، اخلاص اور خبیثیت کو، فاضل اور حقار کو،

سفاقت اور بخل کو، اسرار اور افلاک کو، نفسانیت اور
ایشاد کو ایک دوسرے کے آئینے سامنے رکھ کر ان کے
اثرات و نتائج پر بحث کی ہے۔

اعتدالی اور اخلاقی سکون کے ساتھ ساتھ اس
نے اس سے آواز تہذیبی کر داروں کو بھی اخلاقی اعزاز
کے پیش کیا ہے اور کچھ ساری انسانی تاریخ کا مطالعہ
اسی اعزاز سے گزرا ہے کہ خدا کو دار ایک دوسرے
کے آئینے سامنے نمایاں ہوئی اور اچھے اور بُرے کو پہچانا
جاسکے۔ آدم و اہلبی و قابیل، نوح اور فرعون و لوط
ابراہیم اور فرعون و حضرت یوسف اور بلداہی پرست

اور ساتھ ہی عزیز و مہر اور اس کی بیوی، حضرت قوطاہ
ان کی بیوی، حضرت موسیٰ اور فرعون، حضرت یونس اور
فتیوں اور فریوں کے کردار قابلِ اعزاز سے لے کر
جہنم، قرآن نے ہر نکتہ کے مطابق پسرا پیر اور امرا
لوٹ کے باطلی امرا فرعون کا فساد اس طرح دکھایا ہے
کہ جاری کا دل اور دلچسپی انتہائی تھک جاتا ہے ہر مصر
خیر و غریب پائی جاتی ہے۔ شدہ وطن کی راہیں سامنے آتی ہیں
جہنم میں سے ایک کی موت پر اسامہ مکہ ہے اور دوسرے
پر جاہلیت کا تختہ آویزاں ہے۔

اپنے اس اسلوب سے قرآن قاری کو اپنے انسان
مطلوب سے متعارف کرتا ہے۔ اپنے انسانی مطلوب کو
مخالفت عنصر کے مطابق اپنی مختلف نمانوں میں ایک مخصوص
تاریکی ڈالتا اور کرتے ہوئے دکھاتا ہے۔ ہر وہ انسان تمام
اوصاف حسنہ کے لیے اپنی جان کے نگہ نگار بن کر رہتا ہے۔ جن
سے اس کا انسانی مطلوب قیاس ہے اور ان صفات کے
خاکے بھی متعارف ہیں کہ اسے جن سے کفرانیت کے کھنڈ
کر دیا تیار ہوتے ہیں۔

(۴)

قرآن کی خصوصیت میں سے ایک یہ
آسمانی ادب ہے کہ دنیا کی بہترین ادبی کتاب ہے
اس کا باطل جدا کا اور نرالا اسلوب ہے۔ جیسے آسمانی
ادب، یا اللہ! ادب کا قانون دیا جاسکتا ہے قرآن کی
ادبیت کا کمال یہ ہے کہ کلام کرنے والا خدا ہے اور جبر
خدا ہی کی طرف سے صادر ہوتا ہے۔ مگر انسانی کلام وہ ہے
جو انسانی ذوق اور انسانی حیثیت جمالی اور انسانی مبالغہ
لغات کے لحاظ سے ایسی چیزوں کو چھوڑ دیتا ہے جن کی
کوئی دوسری مثال نہیں۔ الفاظ اور اصطلاحات و معانی کے
دائرسے سے لیے گئے ہیں۔ تشبیہیں اور استعارے

ہے۔ وہ اس کے سرخشاں کے ساتھ ساتھ ہے۔ اس کے چہرے کا میں ہنسنے لگا رہا ہے۔ وہ اس کی دعائیں سنتا، اس کی

اس کتاب کے اسلوب میں ایسی
حالات ہے کہ اسے پڑھتے پڑھتے
آوی پر سوزو گمازا اور رقت کی کیفیت
خاری ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ قادی
نے اگر دل کے دروازے بند نہ کر
دیکھے ہوں تو وہ اس کلام کی محبوبیت
اپنے اوپر جاری ہوتی محسوس کرتا ہے
اور باقاعدگی اس کی روح کو مجبور کر رہ
جاتی ہے۔

پکاروئی کا جواب دینا، اس کے کام ہوتا رہتا ہے غیر سے
بہرہ ور کرنا اور شریعت بچا ہے۔ قرآن کا قاری اگر قرآن
کی دعوت پر لبیک کہ کر بیڑی اور غلو کی طاقتوں کے خلاف
دست اور نیک کی جنگ لڑنے لگا پڑتا ہے تو وہ یہ محسوس
کے بغیر نہیں رہتا کہ اس جنگ میں خدا خود اس کا ساتھی ہے
وہ اس کے آگے اور پیچھے اور دائیں اور بائیں اور سر پر اور
پیشے کی لڑائی میں موجود ہے۔ وہ اس کا خیر دینا دے گا

ایکے ایک لفظ متوجہ کی طرح
جڑا ہوا ہے۔ ایکے ایکے سطر چاکل
ہے اور ایکے ایکے سورے تیار ہوتے ہیں

اس کے چہرے کی ڈھال ہے۔ اس کے بازوؤں کی قوت ہے۔
پھر قرآن کا قاری جب مٹس اور پڑھتے کی دانتیں
پڑھتا ہے، میں آخر الزمان اسلئے علیہ وسلم کی جدوجہد کا
ریکارڈ دیکھتا ہے تو اس میں یہ ایمان مگر پڑا ہوتا ہے کہ

تاریخ کی جگہ میں غیر و شرکا پر مومک مسلح برپا رہا ہے خدا
اس سے بے تعلق نہیں ہے۔ بلکہ یہی یہ وہ مشاہدہ اپنے وقت
خاص سے بہرہ ور ہیں ایک خاص طرح کے نتائج پیدا کرتا
ہے۔ مخالف طاقتوں کو ایک خاص انجام سے دوچار کرنا ہے
پھر قرآن کی تلاوت کا کمال ہے کہ اس کے قاری
کے سامنے مشر و شر کا نقشہ ایسی وضاحت سے آتا ہے۔
کہ کوئی پڑے سے براہ منہ غفلت کرنا کر اور ذہنیت کے
صدر باغیچہ کر کے بھی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ اسے آخرت
کی عدالت دیکھنا دیکھنے ملتی ہے اور اس تک پہنچنے کے لیے
موت کا دروازہ سامنے کھٹکھٹاتا ہے۔ وہ عدالت بہان

قرآن پڑھتے کے فورے انسان کو حرکت
دینا ملے آتا ہے۔ اس کے شعور کو جگا
کے جذبات کو بھی اجاگر دھو دھو دھو دھو
کی دھوئی خواہشوں کو بھی اور اس کے لطافت
مناجات کو بھی

خیر شریعت چیلنگ، نہ شاد کے اندر سے انکاروں سے سنا ہوا
کی بات ہے۔ نہ کوئی کسی کا غیہ دے گا۔ نہ کوئی کسی کو چیلنگ دے گا
کام آئے گی نہ دوست اور شریعت دار سارا دے سکیں گے۔
اور نہ دوتا چیتا ہی سود مند ہوگا بلکہ وہاں کا قانون تو بس
یہ ہے کہ۔

فصل یحییٰ و یحییٰ ذاق غداہ
یحییٰ ذاق غداہ

یہ کسی نے دیکھی نہیں کی ہوگی وہ کسی
وہاں دیکھ لے گا۔ اور میں کسی نے دیکھی
میں دیکھی کی ہوگی وہ میں اسے وہاں دیکھ
لے گا۔





اس حقیقت کو ہدایت و ضمانت کے ساتھ قرآن مجید میں بیان کر دیا گیا ہے کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔ اس موضوع سے متعلق بیسی آیات میں فقط اس اعلان پر اکتفا کیا گیا ہے کہ یہ کتاب اللہ کی جانب سے نازل کر دی ہے۔ لیکن بعض آیات ایسے دلائل شہادہ و دلائل پر مشتمل ہیں جن سے قرآن کا کلام الہی ہونا قطعی طور پر معلوم ہوتا ہے۔ ان دلائل میں سر پرست قرآن مجید کا وہ پہلی جہ جو مقرر نہیں کر دیا گیا ہے، اور اس سے کم لیا گیا ہے کہ اگر قرآن قرآن کو کسی انسان کی تخلیقیت سمجھتے ہو تو اس کی نادر کوئی عام تخلیقیت کر کے دکھاؤ:

بعض لوگ اس پہنچ کی مستحق فرمیت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے یہ کہتے ہیں کہ ایک قرآن ہی کیا کسی شخص کے اسانی میں بھی دوسرے کوئی شخص ہر نظم کہنے پر قادر نہیں ہوتا، ہر مردی، ٹھیک پیر، مگر سنے، غائب، بیگوار

اقبال سب ہی اس لحاظ سے بے خلق ہیں کہ ان کی عقل، انداز، کرم، خصلت، کلام، جان، ناس کے میں نہیں ہیں۔ قرآن کے پہنچ کا یہ جواب چاہئے والے واصل غلط فہمی میں ہیں کہ **قُلْ لَّيْسَ بَشَرًا مِّنْ دُونِیْ**۔ لا غلط قرآن کے اشافی میں اس میں کسی کو کتاب لکھ دینا ہے۔ حالانکہ اس سے مراد عقلی اشافی میں صحت نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اس کے ساتھ اس اشافی اور اس مرتبہ کی کوئی کتاب لے آؤ جو صرف عقلی میں نہیں، دنیا کی کسی زبان میں خصوصیات کے لحاظ سے قرآن کی غیر عقلی قرار پائے۔ جن کی بنا پر قرآن ایک معجزہ ہے۔ مختصر چند پڑی جیسی خصوصیات حسب ذیل ہیں جن کی بنا پر قرآن پہلے ہی معجزہ تھا اور آج بھی معجزہ ہے:

۱۔ جس زبان میں قرآن نازل ہوا ہے اس کے ادب کا وہ بلند ترین اور عقل ترین نمونہ ہے۔ پوری کتاب میں ایک غلط اور ایک جملہ بھی میسر سے گرا ہوا نہیں ہے جس میں مضمون

کو بدلادیا گیا ہے مگر وہی ترین الفاظ اور مناسب ترین الفاظ بیان میں کیا گیا ہے۔ ایک ہی مضمون بار بار بیان ہوا ہے اور ہر مرتبہ پیرائے بیان نیا ہے جس سے نگار کی دلچسپی کم نہیں رہتی۔ اولیٰ سے کر آخر تک ساری کتاب میں الفاظ کی نشست ایسی ہے جیسے ٹپنے تراش تراش کر جوڑے گئے ہوں۔ کلام انعام و قربہ کو کوئی زبان دانا دلا اسے سن کر سر ہر گھٹنے پہن نہیں رہ سکتا۔ حتیٰ کہ مکرر اور محنت کی روح میں وہ کلمہ کہنے لگتی ہے۔ ہر سو برس گزرنے کے بعد بھی آج تک یہ کتاب اپنی زبان کے ادب کا سب سے اعلیٰ نمونہ ہے جس کے برابر کوئی زبان جس کے قریب بھی اس زبان کی کوئی کتاب اپنی ادبی قدروں و محنت میں نہیں پہنچتی یہاں تک جگہ یہ کتاب عربی زبان کو اس طرح بکڑ کر رکھتی ہے کہ ۱۴ صدیاں گزر جائے تو بھی اس زبان کا سلیقہ و فصاحت وہی ہے جس کی کتاب سے قائم کر دیا تھا۔ حالانکہ آجی مدت میں زبانیں بدل کر کچھ سے کچھ ہو جاتی ہیں۔ دنیا کی کوئی زبان ایسی نہیں ہے جس میں عربی عربی صحت، نظم، انما، انما، عداوہ، قاف، زبانی اور استقامتی الفاظ میں ایک ہی نشان پڑا ہوا ہو، لیکن یہ صرف قرآن کی حاکمیت ہے جس نے عربی زبان کا اپنے تمام سے بڑے زبانی اس کا ایک غلطیوں آج تک نہ ہو کہ جس نے اس کا لہر عداوہ آج تک نہ ہو عربی ادب میں متصل ہے۔ اس کا ادب آج بھی عربی کا میاں داری ادب ہے اور ترقی و ترقی کے تمام لغات عربی و سنی دینی ہوتی ہے۔ جو ہر سال پہلے قرآن میں استعمال ہوتی ہے کیوں دینا کی کسی زبان میں کوئی انسانی تخلیقیت اس شان کی ہے؟

۲۔ یہ دنیا کی ادب کا مکمل ہے جس نے عربی انسانی کے الفاظ، اخلاق، تہذیب اور طرز زندگی پر اپنی وسعت اتنی گہرائی اور اتنی ہمدردی کے ساتھ اثر ڈالا ہے کہ کوئی نظیر دنیا میں نہیں پائی جاتی۔ پس اس کی تاثیر سے ایک قوم کو بھی ادا کیا گیا ہے مگر وہی ترین الفاظ اور مناسب ترین الفاظ بیان میں کیا گیا ہے۔ ایک ہی مضمون بار بار بیان ہوا ہے اور ہر مرتبہ پیرائے بیان نیا ہے جس سے نگار کی دلچسپی کم نہیں رہتی۔ اولیٰ سے کر آخر تک ساری کتاب میں الفاظ کی نشست ایسی ہے جیسے ٹپنے تراش تراش کر جوڑے گئے ہوں۔ کلام انعام و قربہ کو کوئی زبان دانا دلا اسے سن کر سر ہر گھٹنے پہن نہیں رہ سکتا۔ حتیٰ کہ مکرر اور محنت کی روح میں وہ کلمہ کہنے لگتی ہے۔ ہر سو برس گزرنے کے بعد بھی آج تک یہ کتاب اپنی زبان کے ادب کا سب سے اعلیٰ نمونہ ہے جس کے برابر کوئی زبان جس کے قریب بھی اس زبان کی کوئی کتاب اپنی ادبی قدروں و محنت میں نہیں پہنچتی یہاں تک جگہ یہ کتاب عربی زبان کو اس طرح بکڑ کر رکھتی ہے کہ ۱۴ صدیاں گزر جائے تو بھی اس زبان کا سلیقہ و فصاحت وہی ہے جس کی کتاب سے قائم کر دیا تھا۔ حالانکہ آجی مدت میں زبانیں بدل کر کچھ سے کچھ ہو جاتی ہیں۔ دنیا کی کوئی زبان ایسی نہیں ہے جس میں عربی عربی صحت، نظم، انما، انما، عداوہ، قاف، زبانی اور استقامتی الفاظ میں ایک ہی نشان پڑا ہوا ہو، لیکن یہ صرف قرآن کی حاکمیت ہے جس نے عربی زبان کا اپنے تمام سے بڑے زبانی اس کا ایک غلطیوں آج تک نہ ہو کہ جس نے اس کا لہر عداوہ آج تک نہ ہو عربی ادب میں متصل ہے۔ اس کا ادب آج بھی عربی کا میاں داری ادب ہے اور ترقی و ترقی کے تمام لغات عربی و سنی دینی ہوتی ہے۔ جو ہر سال پہلے قرآن میں استعمال ہوتی ہے کیوں دینا کی کسی زبان میں کوئی انسانی تخلیقیت اس شان کی ہے؟

۳۔ جس موضوع سے یہ کتاب بحث کرتی ہے وہ ایک وسیع ترین موضوع ہے جس کا دائرہ اتل سے ایک طرف اور انانات پر عداوی ہے۔ وہ کائنات کی حقیقت اور اس کے آغاز و انجام اور اس کے نظموں آئین پر معلوم کرتی ہے۔ وہ بتاتی ہے کہ کائنات کا خالق اور ناظر و مدبر و برکزن ہے۔ کیا اس کی مناسبت ہیں، کیا اس کے اختیار ہوتے ہیں۔ اور وہ حقیقت نفس الامری کیا ہے جس پر اس نے یہ پورا نظام عالم قائم کیا ہے۔ وہ اس جہان میں انسان کی حیثیت اور اس کا مقام، خشک خشک مضمون کر کے بتاتی ہے کہ یہ اس کا فطری مقام اور اس کی بدلتی حیثیت ہے جسے بدل دینے پر وہ قادر نہیں ہے۔ وہ بتاتی ہے کہ اس مقام اور اس حیثیت کے لحاظ سے انسان کے یہ عقائد عقل کا صحیح راستہ کیا ہے جو حقیقت سے پوری مطابقت رکھتا ہے اور غلط راستے کیا ہیں جو حقیقت سے متصادم ہوتے ہیں۔ صحیح راستے کے صحیح ہونے اور غلط راستوں کے غلط ہونے پر وہ زمین و آسمان کی ایک ایک چیز سے نظام کائنات کے ایک ایک گوشے سے، انسان کے اپنے نفس اور اس کے وجود سے اور انسان کی اپنی تاریخ سے ہے۔ غلط و لافیل پیش کرتی ہے اس کے ساتھ وہ یہ بھی بتاتی ہے کہ انسان غلط راستوں پر کیسے اور کن اسباب سے پڑتا

رہا ہے۔ اور صحیح راستہ جو ہمیشہ سے ایک ہی تھا اور ایک ہی رہے گا۔ کسی ذریعہ سے اس کو معلوم ہو سکتا ہے۔ اور کسی طرف ہر زمانہ میں اس کو تباہ کیا جائے۔ وہ صحیح راستہ کی صورت نشانی میں رہے گا۔ اس کے ساتھ ہی رہنے پر چلنے کے لیے ایک ہر سے نظام زندگی کا نقشہ پیش کرتی ہے جس میں عقائد اخلاقی تکریم نفس عبادات معاشرت تہذیب تمدن معیشت سیاست عدالت خانہ غرض حیات انسانی کے ہر پہلو سے متعلق ایک نہایت مزید مناظر بیان کر دیا گیا ہے۔ خیر برحق وہ پوری تفصیل کے ساتھ بتاتی ہے کہ اس صحیح راستے کی پیروی کرنے اور ان غلط راستوں پر چلنے کے کیا نتائج اس دنیا میں ہیں اور کیا نتائج دنیا کا موجودہ نظام ختم ہونے کے بعد ایک دوسرے عالم میں دونا ہونے والے ہیں۔ وہ اس دنیا کے ختم ہونے اور دوسرا عالم پر پاؤں کے لیے کی نہایت منسل کیفیت بیان کرتی ہے اس خلیفہ کے تمام مراحل ایک ایک کر کے بتاتی ہے۔ دوسرے عالم کا پورا نقشہ لگا جو ان کے سامنے کھینچی دیتی ہے۔ اور پھر پوری وضاحت کے ساتھ بیان کرتی ہے کہ وہاں انسان کیسے ایک دوسری زندگی پاسے گا۔ اور کسی طرف اس کی دنیوی زندگی کے اعمال کا مناسب پرکاش نہیں ہوگی۔ اس سے باز پرس ہوگی، کسی ناقابل انکار صورت میں اس کا پورا نظام اعمال اس کے سامنے کو دیا جائے گا۔ کسی زبردست شہادتیں اس کے ثبوت میں پیش کی جائیں گی۔ جزا اور سزا بخشنے والے کیوں جزا اور سزا دیں گے۔ جزا دینے والوں کو کیسے عطا کیا میں گے۔ اور سزا دینے والے کسی کی شکل میں، چننے والی کے تاج پہن گئے۔ اس میں ضروری ہر جگہ اس کا تاج میں لگایا ہے۔ وہ اس حیثیت سے ہیں کہ اس کا معنی ہر ضروری کہنی جو درجہ ترقی کے ایک عمارت تعمیر کر

رہی ان کے حالات اور ان کی ضروریات کے مطابق اس کے اجزاء اس کو ایک کی رہائی کی زبان سے کسی طوطی خیر اور کسی جھوٹے جملوں کی شکل میں ادا ہوتے رہے۔ پھر اس میں کی تکمیل پر خلعت اوقات میں صادر ہونے والے اس اجزاء اس عمل کتاب کی صورت میں مرتب ہو کر دینے کے سامنے رکھ دیے گئے۔ جسے قرآن کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ قرآن کے رہنما بیان ہے کہ یہ شبیہ اور چیلے اس کے طبع وادہ ہیں۔ بلکہ خداوند عالم کی طرف سے اس پر نازل ہوئے ہیں۔ اگر کوئی شخص خود انھیں اس رہنما کے طبع وادہ قرار دیتا ہے تو وہ دنیا کی پوری تاریخ سے کوئی نظیر ایسی پیش کرے کہ کسی انسان نے اسے اس لحاظ تک معطل ایک ذہن درست انتہا کی قرآن کی بطور خود رہنما کی کرتے ہوئے کسی ایک واقعہ اور مسئلہ اخلاقی کی حیثیت سے، کسی ایک مظلوم حالت کے سروکار میں حیثیت سے، کسی ایک ملک کے فساد کی حیثیت سے، کسی ایک بربر جنگ فوج کے تباہی کی حیثیت سے، کسی ایک خالق کی حیثیت سے، کسی ایک شارع اور مصلح کی حیثیت سے، کسی کثرت مختلف حالات اور اوقات میں بہت سی مختلف حیثیتوں سے جو مختلف تقریریں کی ہوں یا دہی کسی ہوں وہ سب جو کہ ایک عملی سرلوہ اور جان سے تمام لغز و باری ان میں کسی کوئی حق تعالیٰ اور خداوند پایا جائے۔ ان میں اتنا ہے انتہا کہ ایک ہی مرکزی خیال اور مسئلہ فکر اور فطرت آئے۔ اس نے ازل روز سے اپنی رحمت کی جہت و بیان کی ہر آخری ایک رنگ اس میں بنیاد پر وہ عائد احوال کا ایک ازما ہر ہم نظام بننا چلا جائے جس کا ہر جزو دوسرے اجزاء سے کافی طاقت رکھتا ہو اور اس مجموعہ میں سے کوئی صاحب بصیرت آدمی ہر محسوس کیے بغیر ذریعہ دیکھ کر یہ کہنا کہ وقت اس کے

حرک کے سامنے آخری مرتبہ تک کا پورا نقشہ موجود تھا۔ اور ایسا بھی نہیں ہوگا کہ جگہ کے کسی مقام پر اس کے ذہن میں کوئی ایسا بیان آیا ہو جسے اس پر خلعت نہ تھا یا جسے بعد میں اس کو بدلنا پڑا۔ اس میں کوئی نقصان اگر کسی گزرا ہو جس سے اپنے ذہن کی عقلی کا یہ کیا گیا ہو تو اس کی نشاندہی کی جائے۔

۵۔ جس رہنما کی زبان پر یہ لفظ اور جملے جاری ہوتے تھے وہ لکھا کسی گوشے سے نکل کر صورت ان کو سننے کے لیے نہیں آہٹا تھا اور انھیں سامنے کے بعد کہیں چھ نہیں پاتا تھا۔ وہ اس قرآن کے آغاز سے پہلے ہی انسانی ماحشر میں زندگی بسر کرتا تھا اور اس کے بعد بھی وہ زندگی کی آخری ساعت تک بروقت اس ماحشر میں رہتا تھا۔ اس کی گفتگو اور تقریروں کی زبان اور طرز بیان سے لوگ بخوبی آشنا تھے۔ امانت میں ان کا ایک بڑا حصہ اب بھی محفوظ ہے جسے بعد کے عالمی لوگ چھ کر خود پسمانی دیکھ سکتے ہیں کہ اس رہنما کا اپنا طرز کلام کیا تھا۔ اس کے ہم زبان لوگ اس وقت میں صاف غور کر رہے تھے اور آج بھی عربی زبان کے جاننے والے یہ محسوس کرتے ہیں کہ اس کتاب کی زبان اور اس کا انسانی ہے۔ حتیٰ کہ وہ ان اس کے کسی شبیہ کے چنگ میں اس کتاب کی کوئی عبارت آجاتی ہے وہاں دونوں کی زبان کا فرق بالکل نمایاں نظر آتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ دنیا میں کوئی انسان کسی بات پر قادر ہو یا ہے یا ہو سکتا ہے کہ اسے اس کتاب کی دہائیوں میں اس طرح کام کرنے کا لطف چھٹا چلا جائے۔ اور کہیں یہ راز فاش نہ ہو سکے کہ یہ دو الگ اشاعتیں دراصل ایک ہی شخص کے ہیں؟ عارض اور قوی طور پر اس قسم کے نفس میں کامیاب

ہو جاتا تو ممکن ہے لیکن مسلسل ۲۲ سال تک ایسا ہونا کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ ایک شخص جب مذاکرہ سے آتی ہوئی وہی کے طور پر کام کرے تو اس کی زبان اور اس کی فکر ہر روز اور جب خود اپنی غلط سے گفتگو کرتا ہو کرے تو اس کی زبان اور اس کا اسٹائل بالکل ہی چمکے اور ہمو۔

۶۔ وہ رہتا اس کو کبھی کی قیادت کے دوران میں مختلف حالات سے دوچار ہوتا رہا۔ کبھی برسوں وہ اپنے ہم وطنوں اور اپنے پیچھے والوں کی تنقید کرتا تھا اور سخت غم و حزن کا نشانہ بنا رہا۔ کبھی اس کے ساتھیوں پر اس قدر تشدد کیا گیا کہ وہ ملک چھوڑ کر نکل جانے پر مجبور ہو گئے۔ کبھی دشمنوں نے اس کے قتل کی سازشیں کیں کبھی خود اسے اپنے وطن سے ہجرت کرنی پڑی کبھی آئے وہم لڑائیوں سے سبقت چھین گیا۔ جن میں شکست اور فتح دونوں ہی ہوتی رہیں۔ کبھی وہ دشمنوں پر غالب آیا۔ اور کبھی وہی دشمن دشمنوں نے اس پر ظلم کرنے سے اس کے سامنے سرنگون نظر آئے۔ کبھی اسے وہ اقتدار نصیب ہوا جو کہ کسی کو نصیب ہوتا ہے۔ ان تمام حالات میں ایک انسان کے جذبات خراب ہوتے رہتے لیکن نہیں رہ سکتے۔ اس زمانے ان مختلف مواقع پر خود اپنی ذاتی حیثیت میں جب کبھی کام کیا اس میں ان جذبات کا اثر نمایاں نظر آتا ہے جو ایسے مواقع پر انسان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں لیکن خدا کی طرف سے نئی ہوتی وہی کے طور پر ان مختلف حالات میں جو کچھ اس کی زبان

سے نکلتا وہ انسانی جذبات سے بالکل خالی ہے۔ کسی ایک مقام پر بھی کوئی برے سے بڑا نقاد اٹھ کر کھڑے نہیں ہوتا کہ انسان کی جذبات کا روبرو نظر آسکے۔
۷۔ جو وسیع اور بات علم اس کتاب میں پایا جاتا ہے وہ اس زمانے کے اہل عرب اور اہل روم و یونان و ایران تو دور کیا اس میں سو سو صدی کے اکابر اہل علم سے ہیں کسی کے پاس نہیں ہے۔ آج حالات یہ ہے کہ فلسفہ انسانی اور علم قرآن کی کسی ایک شاخ کے مطالعہ میں اپنی فکر کا دینے کے بعد آدمی کو پتہ چلتا ہے کہ اس شخص علم کے آخری مقام کی کیا ہیں اور پھر جب وہ غارتگاہ سے قرون کو دیکھتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب میں ان مسائل کا واضح جواب موجود ہے یہ سادگی کسی ایک مسئلہ تک محدود نہیں ہے بلکہ ان تمام علوم کے باب میں مجمع ہے جو کائنات اور انسان سے کوئی تعلق رکھتے ہیں کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ ۱۴ سو برس پہلے ریگیت عرب میں ایک آہنی کوئلہ کے ہر گوشے پر اتنی دین نظر مل سکتی اور اس نے ہر خیالی مسئلے پر فروغ دینے کر کے اس کا ایک صاف اور قلعی جواب سوچ لیا تھا؟

الحاج قرآن کے اگرچہ اور بھی متعدد وجوہ ہیں لیکن صرف ان چند وجوہ ہی پر اگر آدمی غور کرے تو معلوم ہو جائیگا کہ قرآن کا مجزہ ہونا جتنا نزولی قرآن کے زمانے میں واضح خاص سے بدرجہا زیادہ آج واضح ہے اور انشاء اللہ قیامت تک یہ واضح تر ہوتا چلا جائے گا۔

انہی چیزیں سے
نچائے گئے
طرز سے!

مذہب اس مذکورہ سے دشمنی رکھتا ہے اور اسے یہ کتاب حق کو واضح کرنے والی ہے۔ خدا کی راہ کو جو
اس کی رہنمائی دیتے ہیں اس کی حق کو چھپے جاتا ہے۔ اور اپنے دل سے ان کو انہی روئے سے نکال کر انہی
کی طرف نکالتا ہے۔ اور انہی روئے کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے۔ (المائدہ ۱۷)



ہے۔ تقدس کا یہ تصور بھی بھائے خود غیر عقلی ہے اور برعکسوں کے علاوہ کسی اور کے لیے اس کا سینکڑوں نمونہ تھا۔ جب کوئی زبان عام نہ ہو، اس میں کتابیں لکھی ہوئی نہ ہوں تو خدا پر ہے کہ ایک اجارہ دار طبقے نے اس میں کیا کچھ نہ کیا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ میں امت اور بدعت کے بڑی سختی سے منکرت کے تقدس اور برعکسوں کی اجارہ داری کی مخالفت کی۔

مندوبہ طور پر کسی کے ذکر پر ان نفاذ کی رائے یہ ہے کہ رنگ و بو کا عقلی اس وقت سے جب آریہ باہی اور مصری اقوام ایک بلکہ رہ رہی تھیں اور منکرت میں اس کا ترجمہ برعکسوں نے کیا ہے۔ یہ تعلیمات آریہ کے ساتھ ٹکرائیں اور ایرانی اپنے ساتھ ایران لائے۔ فرض ویدناصل شکل میں موجود ہیں۔ مصنفات اور زنا تصنیف کے بارے میں کچھ کہا جاسکتا ہے۔ ان کی تعلیمات ایسی ہیں جنہیں ذہن و عقل و دانش سے کوئی نسبت ہے اور شاہان و سلاوی، بیہودیت، عینیت اور مہم سے کوئی رلگات ہے۔ کتاب کو کتاب رہی اس کے دلوتوں تک کے مقام ان کی اہمیت اور تقدس میں تبدیلی آتی رہی ہے۔ آج ایک دیوتا بڑا ہے تو کوئی اور اس سے بڑا ہے۔ اس لیے یہ ہیں کہا جاسکتا کہ دیوتا کا حقیقت سے کوئی تعلق ہے۔ کوئی متعین اصول اور مرتب نظام نہ ہونے کی وجہ سے اس مذہب میں ایک عجیب قسم کی لچک پیدا ہو گئی ہے۔ اس کا مزاج انسانی بن گیا ہے۔

یہ دوسری قوموں، دوسرے مذاہب اور دوسرے طریقوں کو بہت جلد اپنی میں ضم کر لیتا ہے، لیکن اس طرح کہ انہیں اصل سطر پر نہیں بلکہ بہت کمزور سطحوں پر جو تا ہے اور اصل اہل مذہب کی اجارہ داری کو کٹا کر

نہیں ہرے رہا۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے مغربی اہل علم نے اس مذہب کے مزاج کو سامراجی مزاج، غدارانہ، اس کی چمک پھندے کا حال یہ ہے کہ بقیوں کو اکثر راجا کرشن اس میں موم سے لے کر مذہب سے بھی بچھوٹے ہیں۔ اس طرح کوئی مقدس مرتب نظام نہیں دیتا بلکہ ایک مخصوص ذہنیت کے ساتھ ایک خاص طبقے کی اجارہ داری قائم کرتا ہے اور ہر کسی کو اپنے نقطہ میں لینے کی کوشش کرتا ہے اور ایک بت پرستانہ برہمنی کچھ کا مضبوط جھانپنے گردانے جو ہے۔ یہ برہمنی نئے دھماکے یا فکر کو اپنے عقلی کشمکشیں نظام کے تحت لے کر اسے سچ کر رہا ہے۔ اسلام کو بھی اس مذہب نے بہت کم کرنے کی بڑی منظم کوشش کی تھی۔ لیکن اس میں قطعاً کامیاب نہ ہوا۔ ہندو مت اور ویدوں اور اپنی تعلیمات اور متنی تعلیمات اور مذہبی علم کے گرد گھومتے تو عقلی ایک غیر عقلی اقتدار کی وجہ سے۔ جس دن اس معاشرے میں جال کا اٹھی اور مذہبی مواد کا تنقیدی جانو لینے کا آغاز ہوا اس دن بہت جیسے ذہنی انقلاب کا آغاز ہوگا۔

زندہ اوستا

اوستا وہ کتاب ہے جسے زرتشت مذہب کے پیروانی مقدس اور آسمانی کتاب سمجھتے ہیں۔ زرتشت کی ذات اور اس کے زمانے کے متعلق بھلا اضطراب پایا جاتا ہے۔ بعض کے قول کے مطابق وہ چھٹے قریب آٹھویں صدی دوسرے عقیدتوں کی رائے میں وہ سنہ ترقیم میں گزرے ہیں۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ زرتشت کسی ایک شخص کا نام نہیں بلکہ کئی اشخاص اسی نام کے گزرتے

ہیں، جو مختلف اوقات میں لوگوں کی رہنمائی کرتے رہے۔ ہر حال کسی وقت پر سے ایرانی پروانہ کی عمر کی تھی۔ اوستا Avesta کا قدیم تلفظ اوستا Avestan تھا۔ دونوں کے نقلی معنی معلوم نہیں۔

موجودہ اوستا کے چار حصے ہیں:

(۱) یسنا Yasna اس میں عبادت کے لیے دعائیں درج ہیں۔ اس کے کل ۷۲ ابواب ہیں، جن میں سے باب ۲۸ تا باب ۵۴ غرور و دشت کے گیسے ہوئے بتائے جاتے ہیں۔ اسی یسنا میں وہ جگہ بھی شامل ہے، جسے آقا Gathas کہتے ہیں اور یہ نرس کے درمیان مقوم قطعات ہیں جس کی نوعیت مذہبی تلاوتوں کی ہے۔

(۲) ویسپرے Vispered اس کے ہر چوبیس ابواب ہیں اور یسنا کی طرح دعاؤں پر مشتمل ہے۔

(۳) وندیدیاد Vendidad اس کے بائیس ابواب ہیں، اس میں دیوتوں اور جوتوں وغیرہ سے مخوف کرنے کے ہنر پر نیز زراعت، اچھے جانوروں کی حفاظت، پاکیزہ فامر کی خدمت اور انسانی جبر کو گڑے ہونے سے بچانے کے متعلق تدابیر و دیانت درج ہیں۔

(۴) یاشت Yasht اس میں مردہ دیوتوں اور خداؤں سے استعاذ کی دعائیں ہیں۔ ان کی ترکیب

Encyclopaedia of Religions اسے بعض لوگ ہندی و آریائی اور بعض نصیبتی بتاتے ہیں۔

۱۶ "اسلام اور مذہب علم ص ۴۴ لاہور ۱۹۵۵ء

۱۷ "اساتذہ پیرا پیرا جلد ۳ ص ۳۳۳ ۱۹۳۳ء

۱۸ "اساتذہ پیرا پیرا جلد ۳ ص ۳۳۳ ۱۹۳۳ء

گوشاوند نہیں، پھر میں ان میں ترمیم پایا جاتا ہے۔ اور ان کی حیثیت بھی سرود کی ہے۔ اس کے علاوہ بھی مقدس کتابیں ہیں مثلاً وساتیر جس میں پندرہ مختلف اشخاص کے خطوط ہیں۔ اگرچہ ان میں کچھ حقائق بھی نظر آتے ہیں، لیکن اکثر وہ مشعر و خانات پر مشتمل ہیں۔ بعض خطوط رشتہ داروں اور غریبوں کے بتائے جاتے ہیں۔

اوستا کو "زندہ اوستا" کہا جاتا ہے۔ تاریخی حیثیت چرک زندہ زبان میں اوستا کا اصل تھی موجود نہیں ہے۔ اس لیے اس کی حقیقت تک پہنچنا مشکل ہے۔ آنا معلوم ہے کہ پانچویں صدی قبل مسیح میں ایران میں سفر فرما کر جو تھے۔ ہر ایک کے پاس اپنی اوستا تھی۔ جسے وہ متین اور اصل سمجھتے تھے۔ چنانچہ آندہ ارتشہ Artshes کے مشرق قریب اس شہر منوں کی کوٹلی

منندک۔ ان میں سے سات افراد کا چناؤ ہوا، پھر ان سات میں ایک ایک پر کو منتخب کیا گیا۔ اسے شراب کے تین پیالے چلائے گئے۔ وہ ایک طوطی اور گری ہندو سورا اور کھڑا کر کیا کہ اس نے اس دوران آسمانوں کی سیر کی اور وہاں سے اصل اوستا کی تعلیمات معلوم کر لیں۔ سب نے اس پتھن کرنا اور ایک کتاب مرتب ہوئی لیکن یہ کتاب بھی آج موجود نہیں ہے۔ ایک روایت میں سے کہ زرتشت نے ۷۰ کتابیں لکھی تھیں، ہر ایک ایک کتاب پر مشتمل تھیں، اور ان کے بارہ سو یا بارہ ہزار چروں پر پتھر تھیں، لیکن ظلم نے ان کو تباہ کر دیا۔ اب اس کا دور آخر تک اور خلعت لڑکوں سے ٹکڑے ٹکڑے کیے کہ یہ اوستا چھ مرتب ہوئی۔ جدید تحقیقات نے اس بات کی تصدیق کر دی ہے کہ اوستا کا اصل نسخہ "مشی حکمت" کے زمانے میں برآمد ہوا تھا۔ چرک پیرا پیرا سور لہر جلد سوم اول کے مقدمہ اس کی تدوین پیش کی

يُحِبُّ قَوْمًا يَتَّبِعُونَكَ
قُلْ مَا تَقُولُوا يَرْجَبُونَ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
لَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىَٰ فَيُضِلَّ
بِكُم مَّا كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ

(آل عمران 4)

یہ جہاں میں پائے گئے ان پر وقت کی مار پڑی۔ کہیں اشرکے دوزخ کا قورن کے دوزخ میں پناہ لے گئے تو رات ہے۔ اشد کے غضب میں گھر چکے ہیں ان پر کھانسی اور منگونی مسطر کردی گئی ہے اور یہ سب کچھ صریح اسی وجہ سے ہو رہا کہ یہ اللہ کی آیات سے گنہگار تھے۔ دور احوال سے پیروں کو ناکھ کش کیا اور یہ ان کی نافرمانیوں اور زیادتیوں کا انجام ہے۔

بنی اسرائیل کا عبرتناک ماضی
بنی اسرائیل حضرت اے یسوع مسیح کے اولاد ہیں جن کا نام اسرائیل تھا۔ حضرت یسوع کے دور میں لوگ مصر میں آباد ہوئے۔ اور کافی پھیلے ہوئے بعد کے زلزلے میں مصر میں سے انھیں اپنا وطن بنالیا۔ یہاں تک کہ اللہ کی رحمت جبرئیل آئی اور اس قوم میں ایک نبیل اللہ نے خیر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا۔ ان کو مصر کی غلامی سے نجات دی۔ اس کے بعد ان کو کولم ہوا کہ فلسطین کو فتح کرو لیکن انھوں نے انکار کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد یہ لوگ فلسطین میں داخل ہوئے۔ ان کو کولم ہوا تھا کہ وہاں کی بہت پرست اقسام کو سب سے ختم کر دیا جائے۔ لیکن انھوں نے پھر نافرمانی کی اور یہاں کی مٹی، انوری، کنٹنی، قرنی، حمی، جوسی اور فلسطین

اقوام سے گھل جئے۔ یہ قومیں ہر درجہ بہت پرست تھیں۔ بنی اسرائیل میں اپنے دین کو کھرا بہت پرست ہی گئے۔ ان اقوام نے متحد ہو کر اسرائیل کو مغلوب کر لیا۔ اور ان سے تاج و تخت چھین لیا۔ حضرت داؤد اور حضرت داؤد دشت قدیم کا متعلق ہے۔ ان کے دور میں کولم ہوا اقتدار احوال نے چر حاصل کیا۔ اور حضرت داؤد کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں ان کی شوکت پھر اپنی اشد کو پہنچ گئی لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد آپس میں انسانی کی وجہ سے ان کی سلطنت و وجہوں میں میں بہت گئی۔ شمال میں اسرائیل اور جنوب میں یسوعا کے نام سے دو سلطنتیں قائم ہوئیں۔ بنی اسرائیل شریک و بہت پرستی میں پھر مبتلا ہوئے۔ اور ان پر آشوریوں نے حملے شروع کر دیے۔ باقی خزانہ قبل مسیح میں آشور کے ملکان مارگی نے شال راست کو فتح کر لیا۔ ہزار ہا اسرائیلی مارے گئے۔ ۶۰ ہزار سنہ دو ہزار نوویں کو ملک بدر کر دیا گیا۔ آشوریوں نے بڑی راست پر ہی حملہ کر کے اسے اپنا بیکار بنایا۔ راست میں بہت پرست ہی چلی تھی۔ حضرت یسوع میں اس راست کو ابالی کے بادشاہ جنت نصرے فتح کر لیا۔ بنی اسرائیلی نے وقت کے بنی کی طرح بیانات کے غلات بابیوں کے غلات بنادت کر دی۔ جنت نصرے مشرقی قدیم میں عل کر کے ان کا صنایا کر دیا۔ تمام ہڑے ہڑے شہر مار کر شے پھیل گئی تھی کہ اس طرح اب لایا کہ کوئی دیوار اپنی دنیا پر باقی نہ رہی۔ تمام مذہبی کتابوں اور انبیاء کے سمیٹوں کو مٹا ڈالا۔ اس کے ایک حرم بہ خوش قسمتی سے باقی رہا۔ پھر کا قبضہ ہو گیا اور یہ لوگ پھر بد گئے۔ مسند راجہ کی پوت کے بعد اس کی ریاست کے حصے بکھرے ہو گئے۔ اور شام

شہر میں مائیس روی نے یہاں سلطنت کی کچھ مساد کیا۔ گیارہ لاکھ یہودیوں کو قتل کیا اور بے شمار افراد کو قید کر کے غلام بنالیا۔ اس کے بعد قید میں رہنے پانے پانے لاکھ یہودیوں کو قتل کیا اور انھیں جلا دیں کر کے ان کی جگہ یہودیوں کو لے دیا۔ شہر کا نام بدل کر "ایر" رکھ دیا اور کو حید کے بجائے وہاں بہت پرستی شروع ہوئی۔ اس کے بعد پھر بیت المقدس کو مسترد و بار ایرانیوں اور دوسری دشمنی اقوام نے تباہ کر دیا۔ اور مذہبی کتابوں کو تباہ کر دیا۔ اور یہودیوں کی تباہی کے ساتھ بار مذہبی کتابیں بھی تفت ہوئی رہیں۔

تدوین نو

متذکرہ بیان کی تصدیق کے لیے یہ نوب کے اہتمام سے ملاحظہ ہوں:

میکو کو تیری کتاب، ہدایت میں مل گیا ہے اس لیے کوئی شخص ان معاملات کا علم نہیں رکھتا ہے جو گزر چکے۔ روح القدس کو بھیجیں داخل کر دے اور میں پھر وہ ب کچھ کھوں جو تیرے قانون کی کتابوں میں لکھا ہوا تھا۔

اور پھر:

"دوسرے روز آواز نے مجھے جگایا اور کہا اے عزرا! اپنا منہ کھول اور وہ کچھ کہی جو میں تجھے پیشینے کے لیے دیتا ہوں۔ سہر میں سے اپنا منہ کھول دیا۔ جب اس نے مجھ تک ایک بار لکھا۔ باقی پانی سے پھر ہوا معلوم ہوا تھا۔ لیکن اسی کار کا رنگ نہیں تھا۔ میں نے اسے لیا اور پانی کیا۔ جب میں نے اسے پانی لیا تو مجھ میں فہم و فراست اور بغیرت پیدا ہو گئی اور میری روٹ نے میرے محافظ کو قوی بنا دیا اور پھر میری زبان کھل گئی تو بند نہیں ہوئی اور کھینے والے چالیس دن تک بیٹھے تھے۔ وہ دن بھر کھینے تھے اور صرت رات کے وقت کچھ کھا تے تھے۔ اور میں دن بھر کھتا رہتا تھا۔ اور رات کو بھی میری زبان بند نہیں تھی۔ حتیٰ چالیس دنوں میں انھوں نے ۲۰۴ کتابیں لکھ ڈالیں۔

تو ریت گم ہو جاتی رہی۔ یہ ہیں وہ ان کا جو فہم عزرا نے مشرقی م

شہ: ہزار دوم باب ۵ آیت ۲۴

شہ: ایضا باب ۵ آیت ۲۴

شہ: ۱ تفسیر باب ۲ آیت ۱۰

ہیں وہ بارہ تورات کو مرتب کرنے کے بارے میں اپنی کتاب میں لکھے ہیں لیکن اس سے پہلے بھی یسوع مسیح نے شاہ یو دا کے دور میں تورات کو مرتب کر چکا تھا۔ پھر شاہ یو دا کے عہد میں اس کا کوئی پتا نہ چلا۔ پھر شاہ یو دا کے عہد میں کاہنوں کے سردار یسعیاہ نے یسوع مسیح میں اسے اپنا نبی برآمد کر لیا۔ بمعنی کی تحقیق کے مطابق یہ کتاب پورے تین سو سال تک مر رہی۔ اگر دوسری روایت کو تسلیم کیا جائے تب بھی یہ بات ثابت ہے کہ یہ کتاب کو کم سے کم ۵۰۰ سال کے بعد اس طرح دستیاب ہوئی کہ اپنا تک باہر یسعیاہ نے یسوع مسیح سے کہا کہ مجھے خداوند کے گھر میں تورات میں ہے اور جو عہد کی کتاب خداوند کے گھر سے ملی تھی اس کی سبب بائیں ان کو چھو کر سنا نہیں پتے

ایک طرف عیسائی گنبد گئی کی مندرجہ بالا روایت واضح طور پر موجودہ عہد نامہ یسوع کی ایک مشکوک دستاویز بنا دیتی ہیں۔ لیکن یہ کہانی یسوع ختم نہیں ہو چکی تھی۔ یسعیاہ کی بڑا مذکورہ تورات کو مستند تسلیم کر دیا گیا۔ لیکن یسوع مسیح میں اس پر ایک اور آفت آئی۔ بائبل کے بادشاہ ہزنک نے یسوع پر دشمنی برپا کر کے تباہی نہادی اور تمام مقدس مصیبتوں کو پیدا کر ڈالا جس کی قرآن و حدیث کا کوئی اثر پر ان الفاظ کا کرچہ ہیں۔

”اور تیسری کتاب پادیت علی علی ہے“
تورات ان بات سے کہ مجبور تھی جو حضرت موسیٰ کو

۱۱۹۶
۱۱۹۷
۱۱۹۸
۱۱۹۹
۱۲۰۰
۱۲۰۱
۱۲۰۲
۱۲۰۳
۱۲۰۴
۱۲۰۵
۱۲۰۶
۱۲۰۷
۱۲۰۸
۱۲۰۹
۱۲۱۰
۱۲۱۱
۱۲۱۲
۱۲۱۳
۱۲۱۴
۱۲۱۵
۱۲۱۶
۱۲۱۷
۱۲۱۸
۱۲۱۹
۱۲۲۰
۱۲۲۱
۱۲۲۲
۱۲۲۳
۱۲۲۴
۱۲۲۵
۱۲۲۶
۱۲۲۷
۱۲۲۸
۱۲۲۹
۱۲۳۰
۱۲۳۱
۱۲۳۲
۱۲۳۳
۱۲۳۴
۱۲۳۵
۱۲۳۶
۱۲۳۷
۱۲۳۸
۱۲۳۹
۱۲۴۰
۱۲۴۱
۱۲۴۲
۱۲۴۳
۱۲۴۴
۱۲۴۵
۱۲۴۶
۱۲۴۷
۱۲۴۸
۱۲۴۹
۱۲۵۰
۱۲۵۱
۱۲۵۲
۱۲۵۳
۱۲۵۴
۱۲۵۵
۱۲۵۶
۱۲۵۷
۱۲۵۸
۱۲۵۹
۱۲۶۰
۱۲۶۱
۱۲۶۲
۱۲۶۳
۱۲۶۴
۱۲۶۵
۱۲۶۶
۱۲۶۷
۱۲۶۸
۱۲۶۹
۱۲۷۰
۱۲۷۱
۱۲۷۲
۱۲۷۳
۱۲۷۴
۱۲۷۵
۱۲۷۶
۱۲۷۷
۱۲۷۸
۱۲۷۹
۱۲۸۰
۱۲۸۱
۱۲۸۲
۱۲۸۳
۱۲۸۴
۱۲۸۵
۱۲۸۶
۱۲۸۷
۱۲۸۸
۱۲۸۹
۱۲۹۰
۱۲۹۱
۱۲۹۲
۱۲۹۳
۱۲۹۴
۱۲۹۵
۱۲۹۶
۱۲۹۷
۱۲۹۸
۱۲۹۹
۱۳۰۰
۱۳۰۱
۱۳۰۲
۱۳۰۳
۱۳۰۴
۱۳۰۵
۱۳۰۶
۱۳۰۷
۱۳۰۸
۱۳۰۹
۱۳۱۰
۱۳۱۱
۱۳۱۲
۱۳۱۳
۱۳۱۴
۱۳۱۵
۱۳۱۶
۱۳۱۷
۱۳۱۸
۱۳۱۹
۱۳۲۰
۱۳۲۱
۱۳۲۲
۱۳۲۳
۱۳۲۴
۱۳۲۵
۱۳۲۶
۱۳۲۷
۱۳۲۸
۱۳۲۹
۱۳۳۰
۱۳۳۱
۱۳۳۲
۱۳۳۳
۱۳۳۴
۱۳۳۵
۱۳۳۶
۱۳۳۷
۱۳۳۸
۱۳۳۹
۱۳۴۰
۱۳۴۱
۱۳۴۲
۱۳۴۳
۱۳۴۴
۱۳۴۵
۱۳۴۶
۱۳۴۷
۱۳۴۸
۱۳۴۹
۱۳۵۰
۱۳۵۱
۱۳۵۲
۱۳۵۳
۱۳۵۴
۱۳۵۵
۱۳۵۶
۱۳۵۷
۱۳۵۸
۱۳۵۹
۱۳۶۰
۱۳۶۱
۱۳۶۲
۱۳۶۳
۱۳۶۴
۱۳۶۵
۱۳۶۶
۱۳۶۷
۱۳۶۸
۱۳۶۹
۱۳۷۰
۱۳۷۱
۱۳۷۲
۱۳۷۳
۱۳۷۴
۱۳۷۵
۱۳۷۶
۱۳۷۷
۱۳۷۸
۱۳۷۹
۱۳۸۰
۱۳۸۱
۱۳۸۲
۱۳۸۳
۱۳۸۴
۱۳۸۵
۱۳۸۶
۱۳۸۷
۱۳۸۸
۱۳۸۹
۱۳۹۰
۱۳۹۱
۱۳۹۲
۱۳۹۳
۱۳۹۴
۱۳۹۵
۱۳۹۶
۱۳۹۷
۱۳۹۸
۱۳۹۹
۱۴۰۰
۱۴۰۱
۱۴۰۲
۱۴۰۳
۱۴۰۴
۱۴۰۵
۱۴۰۶
۱۴۰۷
۱۴۰۸
۱۴۰۹
۱۴۱۰
۱۴۱۱
۱۴۱۲
۱۴۱۳
۱۴۱۴
۱۴۱۵
۱۴۱۶
۱۴۱۷
۱۴۱۸
۱۴۱۹
۱۴۲۰
۱۴۲۱
۱۴۲۲
۱۴۲۳
۱۴۲۴
۱۴۲۵
۱۴۲۶
۱۴۲۷
۱۴۲۸
۱۴۲۹
۱۴۳۰
۱۴۳۱
۱۴۳۲
۱۴۳۳
۱۴۳۴
۱۴۳۵
۱۴۳۶
۱۴۳۷
۱۴۳۸
۱۴۳۹
۱۴۴۰
۱۴۴۱
۱۴۴۲
۱۴۴۳
۱۴۴۴
۱۴۴۵
۱۴۴۶
۱۴۴۷
۱۴۴۸
۱۴۴۹
۱۴۵۰
۱۴۵۱
۱۴۵۲
۱۴۵۳
۱۴۵۴
۱۴۵۵
۱۴۵۶
۱۴۵۷
۱۴۵۸
۱۴۵۹
۱۴۶۰
۱۴۶۱
۱۴۶۲
۱۴۶۳
۱۴۶۴
۱۴۶۵
۱۴۶۶
۱۴۶۷
۱۴۶۸
۱۴۶۹
۱۴۷۰
۱۴۷۱
۱۴۷۲
۱۴۷۳
۱۴۷۴
۱۴۷۵
۱۴۷۶
۱۴۷۷
۱۴۷۸
۱۴۷۹
۱۴۸۰
۱۴۸۱
۱۴۸۲
۱۴۸۳
۱۴۸۴
۱۴۸۵
۱۴۸۶
۱۴۸۷
۱۴۸۸
۱۴۸۹
۱۴۹۰
۱۴۹۱
۱۴۹۲
۱۴۹۳
۱۴۹۴
۱۴۹۵
۱۴۹۶
۱۴۹۷
۱۴۹۸
۱۴۹۹
۱۵۰۰
۱۵۰۱
۱۵۰۲
۱۵۰۳
۱۵۰۴
۱۵۰۵
۱۵۰۶
۱۵۰۷
۱۵۰۸
۱۵۰۹
۱۵۱۰
۱۵۱۱
۱۵۱۲
۱۵۱۳
۱۵۱۴
۱۵۱۵
۱۵۱۶
۱۵۱۷
۱۵۱۸
۱۵۱۹
۱۵۲۰
۱۵۲۱
۱۵۲۲
۱۵۲۳
۱۵۲۴
۱۵۲۵
۱۵۲۶
۱۵۲۷
۱۵۲۸
۱۵۲۹
۱۵۳۰
۱۵۳۱
۱۵۳۲
۱۵۳۳
۱۵۳۴
۱۵۳۵
۱۵۳۶
۱۵۳۷
۱۵۳۸
۱۵۳۹
۱۵۴۰
۱۵۴۱
۱۵۴۲
۱۵۴۳
۱۵۴۴
۱۵۴۵
۱۵۴۶
۱۵۴۷
۱۵۴۸
۱۵۴۹
۱۵۵۰
۱۵۵۱
۱۵۵۲
۱۵۵۳
۱۵۵۴
۱۵۵۵
۱۵۵۶
۱۵۵۷
۱۵۵۸
۱۵۵۹
۱۵۶۰
۱۵۶۱
۱۵۶۲
۱۵۶۳
۱۵۶۴
۱۵۶۵
۱۵۶۶
۱۵۶۷
۱۵۶۸
۱۵۶۹
۱۵۷۰
۱۵۷۱
۱۵۷۲
۱۵۷۳
۱۵۷۴
۱۵۷۵
۱۵۷۶
۱۵۷۷
۱۵۷۸
۱۵۷۹
۱۵۸۰
۱۵۸۱
۱۵۸۲
۱۵۸۳
۱۵۸۴
۱۵۸۵
۱۵۸۶
۱۵۸۷
۱۵۸۸
۱۵۸۹
۱۵۹۰
۱۵۹۱
۱۵۹۲
۱۵۹۳
۱۵۹۴
۱۵۹۵
۱۵۹۶
۱۵۹۷
۱۵۹۸
۱۵۹۹
۱۶۰۰
۱۶۰۱
۱۶۰۲
۱۶۰۳
۱۶۰۴
۱۶۰۵
۱۶۰۶
۱۶۰۷
۱۶۰۸
۱۶۰۹
۱۶۱۰
۱۶۱۱
۱۶۱۲
۱۶۱۳
۱۶۱۴
۱۶۱۵
۱۶۱۶
۱۶۱۷
۱۶۱۸
۱۶۱۹
۱۶۲۰
۱۶۲۱
۱۶۲۲
۱۶۲۳
۱۶۲۴
۱۶۲۵
۱۶۲۶
۱۶۲۷
۱۶۲۸
۱۶۲۹
۱۶۳۰
۱۶۳۱
۱۶۳۲
۱۶۳۳
۱۶۳۴
۱۶۳۵
۱۶۳۶
۱۶۳۷
۱۶۳۸
۱۶۳۹
۱۶۴۰
۱۶۴۱
۱۶۴۲
۱۶۴۳
۱۶۴۴
۱۶۴۵
۱۶۴۶
۱۶۴۷
۱۶۴۸
۱۶۴۹
۱۶۵۰
۱۶۵۱
۱۶۵۲
۱۶۵۳
۱۶۵۴
۱۶۵۵
۱۶۵۶
۱۶۵۷
۱۶۵۸
۱۶۵۹
۱۶۶۰
۱۶۶۱
۱۶۶۲
۱۶۶۳
۱۶۶۴
۱۶۶۵
۱۶۶۶
۱۶۶۷
۱۶۶۸
۱۶۶۹
۱۶۷۰
۱۶۷۱
۱۶۷۲
۱۶۷۳
۱۶۷۴
۱۶۷۵
۱۶۷۶
۱۶۷۷
۱۶۷۸
۱۶۷۹
۱۶۸۰
۱۶۸۱
۱۶۸۲
۱۶۸۳
۱۶۸۴
۱۶۸۵
۱۶۸۶
۱۶۸۷
۱۶۸۸
۱۶۸۹
۱۶۹۰
۱۶۹۱
۱۶۹۲
۱۶۹۳
۱۶۹۴
۱۶۹۵
۱۶۹۶
۱۶۹۷
۱۶۹۸
۱۶۹۹
۱۷۰۰
۱۷۰۱
۱۷۰۲
۱۷۰۳
۱۷۰۴
۱۷۰۵
۱۷۰۶
۱۷۰۷
۱۷۰۸
۱۷۰۹
۱۷۱۰
۱۷۱۱
۱۷۱۲
۱۷۱۳
۱۷۱۴
۱۷۱۵
۱۷۱۶
۱۷۱۷
۱۷۱۸
۱۷۱۹
۱۷۲۰
۱۷۲۱
۱۷۲۲
۱۷۲۳
۱۷۲۴
۱۷۲۵
۱۷۲۶
۱۷۲۷
۱۷۲۸
۱۷۲۹
۱۷۳۰
۱۷۳۱
۱۷۳۲
۱۷۳۳
۱۷۳۴
۱۷۳۵
۱۷۳۶
۱۷۳۷
۱۷۳۸
۱۷۳۹
۱۷۴۰
۱۷۴۱
۱۷۴۲
۱۷۴۳
۱۷۴۴
۱۷۴۵
۱۷۴۶
۱۷۴۷
۱۷۴۸
۱۷۴۹
۱۷۵۰
۱۷۵۱
۱۷۵۲
۱۷۵۳
۱۷۵۴
۱۷۵۵
۱۷۵۶
۱۷۵۷
۱۷۵۸
۱۷۵۹
۱۷۶۰
۱۷۶۱
۱۷۶۲
۱۷۶۳
۱۷۶۴
۱۷۶۵
۱۷۶۶
۱۷۶۷
۱۷۶۸
۱۷۶۹
۱۷۷۰
۱۷۷۱
۱۷۷۲
۱۷۷۳
۱۷۷۴
۱۷۷۵
۱۷۷۶
۱۷۷۷
۱۷۷۸
۱۷۷۹
۱۷۸۰
۱۷۸۱
۱۷۸۲
۱۷۸۳
۱۷۸۴
۱۷۸۵
۱۷۸۶
۱۷۸۷
۱۷۸۸
۱۷۸۹
۱۷۹۰
۱۷۹۱
۱۷۹۲
۱۷۹۳
۱۷۹۴
۱۷۹۵
۱۷۹۶
۱۷۹۷
۱۷۹۸
۱۷۹۹
۱۸۰۰
۱۸۰۱
۱۸۰۲
۱۸۰۳
۱۸۰۴
۱۸۰۵
۱۸۰۶
۱۸۰۷
۱۸۰۸
۱۸۰۹
۱۸۱۰
۱۸۱۱
۱۸۱۲
۱۸۱۳
۱۸۱۴
۱۸۱۵
۱۸۱۶
۱۸۱۷
۱۸۱۸
۱۸۱۹
۱۸۲۰
۱۸۲۱
۱۸۲۲
۱۸۲۳
۱۸۲۴
۱۸۲۵
۱۸۲۶
۱۸۲۷
۱۸۲۸
۱۸۲۹
۱۸۳۰
۱۸۳۱
۱۸۳۲
۱۸۳۳
۱۸۳۴
۱۸۳۵
۱۸۳۶
۱۸۳۷
۱۸۳۸
۱۸۳۹
۱۸۴۰
۱۸۴۱
۱۸۴۲
۱۸۴۳
۱۸۴۴
۱۸۴۵
۱۸۴۶
۱۸۴۷
۱۸۴۸
۱۸۴۹
۱۸۵۰
۱۸۵۱
۱۸۵۲
۱۸۵۳
۱۸۵۴
۱۸۵۵
۱۸۵۶
۱۸۵۷
۱۸۵۸
۱۸۵۹
۱۸۶۰
۱۸۶۱
۱۸۶۲
۱۸۶۳
۱۸۶۴
۱۸۶۵
۱۸۶۶
۱۸۶۷
۱۸۶۸
۱۸۶۹
۱۸۷۰
۱۸۷۱
۱۸۷۲
۱۸۷۳
۱۸۷۴
۱۸۷۵
۱۸۷۶
۱۸۷۷
۱۸۷۸
۱۸۷۹
۱۸۸۰
۱۸۸۱
۱۸۸۲
۱۸۸۳
۱۸۸۴
۱۸۸۵
۱۸۸۶
۱۸۸۷
۱۸۸۸
۱۸۸۹
۱۸۹۰
۱۸۹۱
۱۸۹۲
۱۸۹۳
۱۸۹۴
۱۸۹۵
۱۸۹۶
۱۸۹۷
۱۸۹۸
۱۸۹۹
۱۹۰۰
۱۹۰۱
۱۹۰۲
۱۹۰۳
۱۹۰۴
۱۹۰۵
۱۹۰۶
۱۹۰۷
۱۹۰۸
۱۹۰۹
۱۹۱۰
۱۹۱۱
۱۹۱۲
۱۹۱۳
۱۹۱۴
۱۹۱۵
۱۹۱۶
۱۹۱۷
۱۹۱۸
۱۹۱۹
۱۹۲۰
۱۹۲۱
۱۹۲۲
۱۹۲۳
۱۹۲۴
۱۹۲۵
۱۹۲۶
۱۹۲۷
۱۹۲۸
۱۹۲۹
۱۹۳۰
۱۹۳۱
۱۹۳۲
۱۹۳۳
۱۹۳۴
۱۹۳۵
۱۹۳۶
۱۹۳۷
۱۹۳۸
۱۹۳۹
۱۹۴۰
۱۹۴۱
۱۹۴۲
۱۹۴۳
۱۹۴۴
۱۹۴۵
۱۹۴۶
۱۹۴۷
۱۹۴۸
۱۹۴۹
۱۹۵۰
۱۹۵۱
۱۹۵۲
۱۹۵۳
۱۹۵۴
۱۹۵۵
۱۹۵۶
۱۹۵۷
۱۹۵۸
۱۹۵۹
۱۹۶۰
۱۹۶۱
۱۹۶۲
۱۹۶۳
۱۹۶۴
۱۹۶۵
۱۹۶۶
۱۹۶۷
۱۹۶۸
۱۹۶۹
۱۹۷۰
۱۹۷۱
۱۹۷۲
۱۹۷۳
۱۹۷۴
۱۹۷۵
۱۹۷۶
۱۹۷۷
۱۹۷۸
۱۹۷۹
۱۹۸۰
۱۹۸۱
۱۹۸۲
۱۹۸۳
۱۹۸۴
۱۹۸۵
۱۹۸۶
۱۹۸۷
۱۹۸۸
۱۹۸۹
۱۹۹۰
۱۹۹۱
۱۹۹۲
۱۹۹۳
۱۹۹۴
۱۹۹۵
۱۹۹۶
۱۹۹۷
۱۹۹۸
۱۹۹۹
۲۰۰۰
۲۰۰۱
۲۰۰۲
۲۰۰۳
۲۰۰۴
۲۰۰۵
۲۰۰۶
۲۰۰۷
۲۰۰۸
۲۰۰۹
۲۰۱۰
۲۰۱۱
۲۰۱۲
۲۰۱۳
۲۰۱۴
۲۰۱۵
۲۰۱۶
۲۰۱۷
۲۰۱۸
۲۰۱۹
۲۰۲۰
۲۰۲۱
۲۰۲۲
۲۰۲۳
۲۰۲۴
۲۰۲۵
۲۰۲۶
۲۰۲۷
۲۰۲۸
۲۰۲۹
۲۰۳۰
۲۰۳۱
۲۰۳۲
۲۰۳۳
۲۰۳۴
۲۰۳۵
۲۰۳۶
۲۰۳۷
۲۰۳۸
۲۰۳۹
۲۰۴۰
۲۰۴۱
۲۰۴۲
۲۰۴۳
۲۰۴۴
۲۰۴۵
۲۰۴۶
۲۰۴۷
۲۰۴۸
۲۰۴۹
۲۰۵۰
۲۰۵۱
۲۰۵۲
۲۰۵۳
۲۰۵۴
۲۰۵۵
۲۰۵۶
۲۰۵۷
۲۰۵۸
۲۰۵۹
۲۰۶۰
۲۰۶۱
۲۰۶۲
۲۰۶۳
۲۰۶۴
۲۰۶۵
۲۰۶۶
۲۰۶۷
۲۰۶۸
۲۰۶۹
۲۰۷۰
۲۰۷۱
۲۰۷۲
۲۰۷۳
۲۰۷۴
۲۰۷۵
۲۰۷۶
۲۰۷۷
۲۰۷۸
۲۰۷۹
۲۰۸۰
۲۰۸۱
۲۰۸۲
۲۰۸۳
۲۰۸۴
۲۰۸۵
۲۰۸۶
۲۰۸۷
۲۰۸۸
۲۰۸۹
۲۰۹۰
۲۰۹۱
۲۰۹۲
۲۰۹۳
۲۰۹۴
۲۰۹۵
۲۰۹۶
۲۰۹۷
۲۰۹۸
۲۰۹۹
۲۱۰۰
۲۱۰۱
۲۱۰۲
۲۱۰۳
۲۱۰۴
۲۱۰۵
۲۱۰۶
۲۱۰۷
۲۱۰۸
۲۱۰۹
۲۱۱۰
۲۱۱۱
۲۱۱۲
۲۱۱۳
۲۱۱۴
۲۱۱۵
۲۱۱۶
۲۱۱۷
۲۱۱۸
۲۱۱۹
۲۱۲۰
۲۱۲۱
۲۱۲۲
۲۱۲۳
۲۱۲۴
۲۱۲۵
۲۱۲۶
۲۱۲۷
۲۱۲۸
۲۱۲۹
۲۱۳۰
۲۱۳۱
۲۱۳۲
۲۱۳۳
۲۱۳۴
۲۱۳۵
۲۱۳۶
۲۱۳۷
۲۱۳۸
۲۱۳۹
۲۱۴۰
۲۱۴۱
۲۱۴۲
۲۱۴۳
۲۱۴۴
۲۱۴۵
۲۱۴۶
۲۱۴۷
۲۱۴۸
۲۱۴۹
۲۱۵۰
۲۱۵۱
۲۱۵۲
۲۱۵۳
۲۱۵۴
۲۱۵۵
۲۱۵۶
۲۱۵۷
۲۱۵۸
۲۱۵۹
۲۱۶۰
۲۱۶۱
۲۱۶۲
۲۱۶۳
۲۱۶۴
۲۱۶۵
۲۱۶۶
۲۱۶۷
۲۱۶۸
۲۱۶۹
۲۱۷۰
۲۱۷۱
۲۱۷۲
۲۱۷۳
۲۱۷۴
۲۱۷۵
۲۱۷۶
۲۱۷۷
۲۱۷۸
۲۱۷۹
۲۱۸۰
۲۱۸۱
۲۱۸۲
۲۱۸۳
۲۱۸۴
۲۱۸۵
۲۱۸۶
۲۱۸۷
۲۱۸۸
۲۱۸۹
۲۱۹۰
۲۱۹۱
۲۱۹۲
۲۱۹۳
۲۱۹۴
۲۱۹۵
۲۱۹۶
۲۱۹۷
۲۱۹۸
۲۱۹۹
۲۲۰۰
۲۲۰۱
۲۲۰۲
۲۲۰۳
۲۲۰۴
۲۲۰۵
۲۲۰۶
۲۲۰۷
۲۲۰۸
۲۲۰۹
۲۲۱۰
۲۲۱۱
۲۲۱۲
۲۲۱۳
۲۲۱۴
۲۲۱۵
۲۲۱۶
۲۲۱۷
۲۲۱۸
۲۲۱۹
۲۲۲۰
۲۲۲۱
۲۲۲۲
۲۲۲۳
۲۲۲۴
۲۲۲۵
۲۲۲۶
۲۲۲۷
۲۲۲۸
۲۲۲۹
۲۲۳۰
۲۲۳۱
۲۲۳۲
۲۲۳۳
۲۲۳۴
۲۲۳۵
۲۲۳۶
۲۲۳۷
۲۲۳۸
۲۲۳۹
۲۲۴۰
۲۲۴۱
۲۲۴۲
۲۲۴۳
۲۲۴۴
۲۲۴۵
۲۲۴۶
۲۲۴۷
۲۲۴۸
۲۲۴۹
۲۲۵۰
۲۲۵۱
۲۲۵۲
۲۲۵۳
۲۲۵۴
۲۲۵۵
۲۲۵۶
۲۲۵۷
۲۲۵۸
۲۲۵۹
۲۲۶۰
۲۲۶۱
۲۲۶۲
۲۲۶۳
۲۲۶۴
۲۲۶۵
۲۲۶۶
۲۲۶۷
۲۲۶۸
۲۲۶۹
۲۲۷۰
۲۲۷۱
۲۲۷۲
۲۲۷۳
۲۲۷۴
۲۲۷۵
۲۲۷۶
۲۲۷۷
۲۲۷۸
۲۲۷۹
۲۲۸۰
۲۲۸۱
۲۲۸۲
۲۲۸۳
۲۲۸۴
۲۲۸۵
۲۲۸۶
۲۲۸۷
۲۲۸۸
۲۲۸۹
۲۲۹۰
۲۲۹۱
۲۲۹۲
۲۲۹۳
۲۲۹۴
۲۲۹۵
۲۲۹۶
۲۲۹۷
۲۲۹۸
۲۲۹۹
۲۳۰۰
۲۳۰۱
۲۳۰۲
۲۳۰۳
۲۳۰۴
۲۳۰۵
۲۳۰۶
۲۳۰۷
۲۳۰۸
۲۳۰۹
۲۳۱۰
۲۳۱۱
۲۳۱۲
۲۳۱۳
۲۳۱۴
۲۳۱۵
۲۳۱۶
۲۳۱۷
۲۳۱۸
۲۳۱۹
۲۳۲۰
۲۳۲۱
۲۳۲۲
۲۳۲۳
۲۳۲۴
۲۳۲۵
۲۳۲۶
۲۳۲۷
۲۳۲۸
۲۳۲۹
۲۳۳۰
۲۳۳۱
۲۳۳۲
۲۳۳۳
۲۳۳۴
۲۳۳۵
۲۳۳۶
۲۳۳۷
۲۳۳۸
۲۳۳۹
۲۳۴۰
۲۳۴۱
۲۳۴۲
۲۳۴۳
۲۳۴۴
۲۳۴۵
۲۳۴۶
۲۳۴۷
۲۳۴۸
۲۳۴۹
۲۳۵۰
۲۳۵۱
۲۳۵۲
۲۳۵۳
۲۳۵۴
۲۳۵۵
۲۳۵۶
۲۳۵۷
۲۳۵۸
۲۳۵۹
۲۳۶۰
۲۳۶۱
۲۳۶۲
۲۳۶۳
۲۳۶۴
۲۳۶۵
۲۳۶۶
۲۳۶۷
۲۳۶۸
۲۳۶۹
۲۳۷۰
۲۳۷۱
۲۳۷۲
۲۳۷۳
۲۳۷۴
۲۳۷۵

سے نہ تھا کیونکہ کثرت قبل مسیح میں جب عبرانی قورات سے یونانی میں تفسیر سینید کا ترجمہ ہوا تو اس کے بعد اصل عبرانی نسخہ گم ہو گیا۔ اوتیسریں صدی عیسوی میں ترمزہ کی مدد سے اسے پھر تیار کیا گیا۔

دو اتلانی نسخے
 غرض تیسری صدی سے چھٹی صدی عیسوی تک بالکل لشکر اور غنیمت حمارتوں والے نسخے رائج رہے چھٹی صدی اور دسویں صدی عیسوی کے درمیان جب یہودیوں کو اطمینان نصیب ہوا تو انھوں نے مذہبی علوم کے دواڑے قائم کئے یسائی بائبل میں اور تلمیذ میں۔ بائبل میں جو نسخے رائج تھے انھیں Oriental Reading اور Occidental Reading کہتے رائج تھے انھیں Occidental Reading کہا جاتا تھا۔ ان کی شان یہ تھی کہ انھوں اور نویں صدی میں

نے عبرانی نسخوں کی غلطیاں ثابت کیں اور وہ ظاہر کیا کہ عمدتاً ترمزہ میں تصحیح کے لیے کوئی نیا ذرا مولا ہونا چاہیے پہلی مرتبہ یہ کتابیں مشرق میں طبع ہوئیں۔ جب یہ ۱۵۰۰ء میں دوبارہ طبع ہوئیں تو بارہ ہزار مقامات پر طبع اول سے اختلاف نکلا۔ دیوینڈ ہارن کہتے ہیں: "الحاقی کے باب میں یہ قبول کرنا چاہیے کہ قورات میں الحاقی فقرہ موجود ہیں"۔ جان کیڈ اپنی آئنا نیوٹن بائبل لکھتے ہیں "یہ کافی نہیں کہ جن مقامات کو ہم غلط سمجھیں انھیں کو الحاقی بائبل اور باقی کو بلکہ وکاس صحیح بائبل۔ جو کچھ

دیوینڈ ہارن کہتے ہیں: "الحاقی کے باب میں یہ قبول کرنا چاہیے کہ قورات میں یہ فقرہ موجود ہیں"

ہے کہ بعضوں نے الحاقی کیا ہوا انھوں نے باقی حصوں میں بھی تصرف کیا۔
 تخریف کی مزید راہیں
 یہ معلوم ہو چکا ہے کہ عزا فانی سے جب مشرق ق م میں قورات کو از سر نو مرتب کیا تو اس وقت بنی اسرائیل اپنی داری زبان تک عیول گئے تھے اور یہ کتابیں انھوں نے آرامی زبان میں مرتب کالیں۔ اس کے ایک صدی بعد جس ۴۰۰-۳۰۰ ق م میں شاہ مصر پٹلمیوس فلاؤینوس نے پہلے مشورہ کتاب خاں سکندریہ کے لیے عزا کی مرتب کردہ قورات کا ترجمہ کر دیا۔ یہ ترجمہ یہودیوں میں بہت مقبول ہوا اور وہ اس کو پڑھنے

۲۹۰۵۰ء کے کتب سادہ پر ایک مخلص

گئے۔ کیونکہ اب وہ عزا کی اور عبرانی کے بجائے یونانی پڑھتے تھے۔ اس ترجمہ سے یہودیوں کے دل میں یونانی افکار داخل ہو گئے اور دوسری صدی عیسوی تک یہودی اس پر اصرار کرتے رہے۔ مثلاً میں Aquila نے بعض متعلق ترجمہ کیا اور شلمن میں تیسویں و ششمین Theodotion نے باخاورد ترجمہ کیا۔ کاسٹر میں ایک شخص اور بنی Origen نے ایک کتاب مرتب کی جس کے چھ حصے تھے۔ اور ان میں علی الترتیب قورات کے تراجم کو بین کالیں عبرانی عبارت یونانی ترجمہ میں۔ ترجمہ اقوین ترجمہ نکوس ترجمہ سینید اور ترجمہ یوٹا اس کتاب کا نام "سیکس پٹر" رکھا۔ اس شخص نے ترجمہ کے ساتھ تفسیری نوادی تراجم عبارت میں مل گئی۔ مشورہ تھا کہ یہ شخص عیسائیت کی طرف گریباؤ نکھو کرتا تھا۔

سنہ ۳۸۸ء میں باپستہ دوم و ماسو نے سینٹ جریم کو مقرر کیا کہ وہ آنا بیل کا ایک مستند ترجمہ تیار کرے۔ عمدتاً ترمزہ کے لیے اس نے شام کا نسخہ کیا اور منتخب عبرانی نسخوں سے تاثرہ اضافہ کرانے سے دو کال مددے اپنا تلمیذ ترمزہ وکٹ Vulgate مرتب کیا۔ یہ ترجمہ سنہ ۱۵۲۲ء تک متداول رہا۔ اس کے متعلق باپستی نامس کا قول ہے کہ اگرچہ جرم کو پڑانے میں تیسے دستیاب چوتھے ملکیں پوری صحت نہ ہو سکی۔ باپستی ہارن لکھتے ہیں "جریم کی کر سکتا تھا۔ کتب آنتہ سے اس نے موقوف

۱۔ اور دوسری صدی کے بعد انھوں نے عملی اس لیے اس کو غیر مستند ٹھہرا دیا کہ اس سے عیسائیوں کے مذہب کے حق میں کمزوری نکلتی تھی۔ اس لیے انھوں نے اس کو ترک کر کے اصل قورات کو پھر مرتب کیا۔

۲۔ صحبت سادی زوب علی صاحب م۔ ۵۰

تھے اور موجودہ نسخوں میں بیشتر الحاقی باقی حصوں میں بائبل کا آخری ترمزہ King James Bible سن ۱۶۰۳ء میں شائع ہوا۔ یہ ترجمہ تمام مذاہب کی مشترک کا تفسیر میں کیا گیا۔ سن ۱۸۹۱-۹۵ء میں عزا ترمزہ کا تفسیری شدہ ایڈیشن شائع ہوا "اسی ترمزہ کے سب سے بڑے مفاد و اکثر کڈس" بنیابی یسائی اور تیسریں صدی میں انھوں نے اپنی طویل تحریروں میں اس ترجمہ پر سخت اعتراضات کیے ہیں۔ حالانکہ یسائی نے اپنی تحریر میں جسے انھوں نے سن ۱۸۱۸ء میں شائع کیا تھا۔ اس بات کا کائنات اقرار کیا کہ سن ۱۶۰۴ء کے بعد اصل عبرانی متن سے کوئی ترجمہ نہیں ہوا۔ وہ کہتے ہیں کہ جو تفسیری صدی میں سینٹ جریم نے یونانی ترمزہ سے اپنا دومی ترجمہ کیا۔ ان کے دومی ترجمہ سے دومی وکٹ مرتب ہوا اور اس سے یہودی کی ہتھی تمام زبانوں میں ترجمے ہوئے۔ لہذا یہ تیسے دائمی طور پر غلط رہے۔

غرض عزا فانی کی مرتب کردہ آرامی و دو اتلانی سے یونانی ترمزہ ہوا اور یونانی ترمزہ کی مدد سے پھر اصل عبرانی قورات مرتب ہوئی اور دوسری زبانوں کے تمام تراجم یونانی سے نمونے جن کی اصلاح آج تک مکمل نہیں ہو سکی۔ اگرچہ جزوی اصلاحات کا سلسلہ جاری ہے۔ ترجمہ در ترجمہ کی یہ طویل داستان زبان عالی سے نکلا رہی ہے کہ خط حقیقت خرافات میں کھو گئی۔

کتاب مقدس کا مواد اور انداز نگارش الہامیکم نے قورات

۱۔ کتب سادہ پر ایک مخلص ۳۱۔ از ذوقی شاہ شاہ کردہ اقبال کاشمیری۔ لاہور۔

کا مطالعہ تاریخی اعتبار سے کیا ہے لیکن غور و فکر کا ایک ضابطہ ایسا جو گزشتہ سہی مزیہ مطالعہ کی وسعت دیتا ہے۔ کسی چیز کو جاننے کے لیے خود اس کی اندرونی شدت و قوت ایمیت سمجھتی ہے۔ اس مسئلہ پر اگر ایک کتب مقدسہ کا مطالعہ کیا جائے تو صامت قاری ہو جائے گا کہ کبھی مواد پر یہ کیوں توجہ نہیں دیں وہ لفظ الہامی نہیں ہو سکتا مثلاً،

۱۔ حضرت موسیٰ کی تحریر کردہ کتبوں میں خود ان کے بارے میں غائب غیر استعمال ہوئی ہے۔ مثلاً موسیٰ اپنے سرکاری لکھنی کرتا تھا "تب موسیٰ نے کہا:۔۔۔۔۔"

"موسیٰ نے خدا سے کہا" وغیرہ یہی ان کی یہ تالیف کرتے ہیں کہ اس وقت کا طرز حکم میں ایسا تھا۔ لوگ اپنے مشفق غائب کی غیر استعمال کرتے ہیں۔ لیکن خود ان کتبوں میں مشکوک تحریر موجود نہیں ہے اور وہ قطعاً برہنہ نہیں

اسرائیل کا بادشاہ تھا۔۔۔۔۔ میں نے اپنے دل میں یہ بات کہی" وغیرہ۔

کے جنگ لڑائی کے بعد خداوند انہیں میں وجیب پر قابض ہوا اور ان کی خردوں پر یہ حوالہ "جنگ نامہ خداوند سے نقل ہو رہا ہے اور یہ کتاب باغیاب ہوا" کس اسرائیلی بابت پرست نے لکھی تھی جس میں فتح سیمون کا تذکرہ تھا۔ یہ واقعہ حضرت موسیٰ کے بہت بعد میں پیش آئے تھے۔ جنگ نامہ کی تعینیت اس کے بعد ہوئی اور پھر اس سے بھی متاخر مذہبی لکھن کی تعینیت عمل میں آئی۔

۵۔ تیسرا کتاب میں متنازعہ اور غلط واقعہ یا چیزیں کی صورتیں کو برکھ لگانے والے تذکرے۔ خدا تعالیٰ یہی

اگر فتنہ مزید چرچا کی غلطی سے کاغذات کا ایسا دارنہ کے ساتھ اطلاق ہو تو پہلے کتاب سے جیسے ضبط کا پڑے گا۔ خود کتاب سے سند ہوگی۔

۶۔ کتاب اشعرا کو خود حضرت موسیٰ کا الہام کہا جاتا ہے لیکن اس میں حضرت موسیٰ کی موت کے واقعات بھی ہیں اب ۱۲۴ اور یہ لفظ موجود ہے آپ ایک ہی لفظ میں موسیٰ کی ناصر نہیں آیا۔ "جب غلطاب مکہ" نے یہودی اور عیسائی مفسرین کو مشکل میں ڈالا تو بالآخر انہیں یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ پورا باب ہی الہامی ہے۔

۲۔ اور بالآخر یہ اپنا ذریعہ اختیار اور دوسرے چاروں میں جو جبرون Hebron میں ہے جا رہا۔ یہی پیدائش ۱۱۱۱ء سے اس کاؤن کا نام اب تھا (تیسرا ۱۱۱۱ء) حضرت موسیٰ کے بعد غلطیہ فتح ہوا اور اس کا نام جبرون رکھا گیا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب حضرت موسیٰ کے بہت بعد کسی نے لکھی ہے۔

۴۔ مثنوی باب ۲۱ آیت ۱۴ میں ہے "اس سب غلطیوں

میتوں کی شکل میں جس کتاب سے جس کی خود بارگاہی سے حفاظت ہوتی ہے اور انہیں معمولی سی مغز میں پرچھل قائم نہیں رہتے دیا جاتا۔ ان کی زندگی میاں بابت ہوتی ہے اور ان کے برقراری فعل کا اتباع ضروری ہے۔ وہ دوسرے انسانوں کے لیے قابل عقیدہ نہ سمجھے جاتے ہیں۔

ان وجوہ کی بنا پر عقل سلیم پر باور نہیں کر سکتی کہ موجودہ کتب مقدسہ کا ریکارڈ کوئی الہامی ریکارڈ ہو سکتا ہے یا وہ اپنی طرز عمل میں موجود ہیں

منابع بحث

اس پروری بحث سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں،

پہلی اسرائیلی کتاب میں جسے جسے آثار مجاہدہ واقع ہے۔ انہیں بار بار غلام ہونا پڑا اور ان کی تہذیب کو ختم کیا گیا۔ یہاں تک کہ وہ اپنی باوری زبان میں معمولی لکھے۔ ان کی مذہبی کتابیں بار بار سخت ہوئیں اور پھر غیر لائقوں کے ترجموں سے مرتب ہوئی، انہیں مذہب تہذیب غیر مستند تھے۔ جو کہ جس میں سے تہذیب کیا گیا وہ بھی غیر مستند تھا۔

تیسری میں سے بھی کسی غیرتہذیب کے بارے میں قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ یہ الہامی ہے۔ واقعی طرز ان میں ایسا مواد موجود ہے جسے عقل سلیم اور خود دوست سے یہود و نصاریٰ ایک کامیابی تو کیا ایک شرابہ النفس انسان کا کام بھی مانتے کے لیے تیار نہیں۔ اس کے برعکس خدا کے فضل سے مسلمان ہمیشہ آزاد رہے۔ ان کی مذہبی کتابوں پر کوئی ایسا تباہی نہیں آئی۔ حال دوسرے قوان کریم کا ایک ہی مستند متن ہے جس میں جنت و دوزخ کی تبدیلی کی رو سے بات ہے ایک ایک۔ برآمد زہر کہ منصفہ کر دیا گیا ہے۔ کون ان حفاظت کا بہترین بندہ و دست کیا گیا اور وہ خائفانہ کائنات نے ان حفاظت میں کی حفاظت کی زبردستی لی ہے کہ:

انجیل

انجیل عیسائی دنیا میں کن کن کو عہد نامہ جدید کے نام سے جانتی ہے ان کی تعداد ۴ ہے۔ یہ کتابیں مسیحی قرآن کریم کی طرز خاصہ خدا کی تمام پر حق نہیں ہیں بلکہ یہ کہ تعینت ہیں اور خود اپنے مصنفین کی طرف منسوب ہیں شہنا متی کی انجیل پر متی کی انجیل وضع۔ ان انجیل کے مصنفین میں سے کوئی ایک بھی حضرت عیسیٰ کا بڑا واسطہ شاگرد یا ان کا ہم عصر نہ تھا متعدد دوسرے لوگوں کے خطوط کو بھی اس عہد میں میں شامل کر دیا گیا ہے۔ مثلاً پال کے چوف غلطو فقرہ۔ انجیل اور یہ خطوط جو کہ چند شخصیات سے شتق ہیں اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کثافت کر دیا جاتے۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ حضرت عیسیٰ کی رسالت و السلام اللہ کے بندے آپ حضرت مریم علیہا السلام کے لہجے سے بننا آپ پیدا ہوئے یہودیوں نے بتانا نہ سہا سہا کیا اور حضرت مریم کو وہ بار تک چھوڑنا پڑا۔ ۱۲۴۔ ۳۰ سال کی عمر میں آپ نبوت سے سرشار ہوئے۔ لیکن تیس سالہ حالات کی وجہ سے نبوت کا دور بہت مختصر واجب یہودیوں نے سنا کہ آپ کو گرفتار کر دیا اور آپ کے عوارضوں نے بھی ساتھ چھوڑ دیا اور آپ کے شاگرد شیعہ پطرس Peter نے تین دن اور آپ کا انکار کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اٹھایا۔ الہیہ عیسائیوں کے عقیدے کے

"Just before emancipation he denied the Master Thrice"

—Encyclopaedia of Religions

—Page 297 — New York, 1958

بہارِ نبوت ص ۱۰۰



گھر بوجھتے ہیں۔

انگریزی کی پہلی ترجمہ ۱۳۸۲ء میں ہوا۔ چارلیا نے اس کی سب سے مختلف کتاب اور ترجمہ کو چھپوایا گیا۔

۱۵۲۶ء میں کوہنہیڈن نے ترجمہ کر کے غیر مذہب سے

تین سو سال تک عیسائی اپنے بنیادی عقائد کے بارے میں بھی فیصلہ نہ کر سکے تھے کہ ان کی حقیقت کیا ہے۔

شائع کرایا۔ اس کے نسخے چلائے گئے اور اُسے قس کر دیا گیا اس کی شش کو بھی چلا دیا گیا۔ اس کے بعد انگلستان میں جب ترجموں کی اجازت ہوئی تو لوگ جیسے اہتمام سے ترجمہ چاہتے تھے لیکن ہر شہر یا ڈیٹن اچھے سے تحفہ ہوتا تھا اور اُسے شمس اس سلسلہ جاری ہے۔

تمام آسمانی اور قدس تعلیمات میں اختلاف کتابوں کی بڑی اور مختصر رہی ہے کہ وہ انسانوں کے لیے کتاب ہدایت ہوتی ہیں۔ اس لحاظ سے جب ہم انجیل اور رسولوں کی طرف مشرب غلو کا ہاتھ دیکھتے ہیں تو یہ تمام ریکارڈ ہمیں بالکل تشویر نظر آتا ہے۔ اس ریکارڈ میں انسانی ہدایت اور راہنمائی اور انسانی زندگی کے مختلف سطحوں کے بارے میں ہدایت اور احکامات کا تمام دانشان تک نہیں ہے۔ انجیل دراصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے حواریوں کی زندگی کے حالات اور ان کے اقوال و عمل ہیں۔ یہ اودات ہے کہ ایک سیرت کی کتاب کی جیسی ہے۔ یہ اودات ہیں بعد درجہ میں کوئی۔ ہمارے ہاں ماریٹن دیر کا جوزم مسیاد راہیت اختیار کیا گیا ہے انجیل

اس پر پوری نہیں آتیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات زندگی کے شیعہ انگریزوں میں صرف جو عمل ہوئیں تو بھی انہیں گوارا کیا جا سکتا تھا لیکن جو عمل کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی تعلیمات اور طریقہ زندگی بھی بعد اختلاف ہے تقریباً ۴۰۰ سال سے عیسائی علماء کی کوشش کر رہے ہیں کہ ان اختلافات کو دور کیا جائے لیکن اب تک وہ اس مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے چنانچہ مختلف مذاہب عیسائی بن گئے ہیں۔ انگریزوں نے اس کا بھی پتہ نہیں ہو سکتا ہے کہ کسی میں تو وہ یقیناً اسی بات میں نہیں کر سکتے جو حلقہ خاص ہیں۔ ملے ہیں مصنف ایک دوسری جگہ لکھتا ہے: "انہیں غلط طور پر ایک دوسرے کی تردید کرتی ہیں تاں اگرچہ وہ انجیل خدا کا کلام نہیں ہیں جیسا کہ عیسائی عقائد کو یقین دلاتے ہیں تو یقیناً ان میں اس طرح اختلاف دہونا قرآن کریم نے اپنے مطلق حاسی لیے دعویٰ کیا ہے کہ وہ کائنات میں

ہذا فتحہ اللہ جہنما فلیہو غفلوا فلیکفوا" سورہ اور

پال۔ ایک یہودی تھا اور عیسائیوں کا کٹر دشمن۔ سترہویں صدی میں ڈیوڈ ایلیس نے عیسائیوں کی پہلی تاریخ سال عرب میں گزشتہ رات — مذہبی اعتبار سے یہودی عیسائیت کا اصل بانی نہیں پال ہے۔ اس نے عیسائیت کے عقائد کی صورت گری کی۔

- ۱۰ حیات سیرت ص ۱۶
- ۱۱ حیات سیرت ص ۲۲
- ۱۲ الفار ص ۸۲

انگریزوں نے خدا کے واسطے اور کلام ہوتا تو لوگ اس میں اہمیت نظر اختلافات پالتے۔ کیوں کہ انسانی تعلیمات اور طریقہ زندگی ضرور اختلافات دیکھنا چاہتے ہیں۔

شکر اور کفارہ کے عقائد۔ محمد علی علیہ السلام حضرت آدم سے ملتے جلتے بنائے انبیاء بھی گئے انہیں تاریخ ہدایت دی گئیں خصوصاً عقائد کے بارے میں تو تمام مذاہب متفق ہیں۔ عیسائیوں کے پاس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات پوری طرح محفوظ ہوئیں تو ان کے عقائد میں کدو اس قدر مشترک نہ دھوئے۔ ان انجیل جو عیسائیوں کو اس راستے سے ہٹانے کا باعث ہوئیں جس راستے پر تمام انبیاء نے انسانوں کو چلانے کی کوشش کی اور وہ کلام اعلیٰ انہیں کو ہلائی جا سکتی۔ ان انجیل کی تہذیب کے بعد عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو جس طرح قرب قرار دیا اس کی داستان بڑی عجیب ہے۔ ان انجیل میں خدا کے متعلق آپ کا عقائد استوار کیا گیا۔ اس سے آگے بڑھ کر جب عیسائیوں کی راہنمائی کے منصب پر پال عیسا باطنی معنی فخر ہوا تو اُس نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا قرار دیا۔ اس پچیس سو سال تک عیسائیوں کے وہ بیان ہمارے دماغ پر ہوتا۔ اور بالآخر ۳۰۰ء میں مذہب میں کوئی اختلاف نہ رہا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح قرار دیا گیا اور اس کا انکار کرنے والوں کو عیسائیت سے خارج کر دیا گیا۔ ہمارے یہ ترجمہ کتابیں انجیل کی پوری تاریخ میں ان کے تمام انبیاء کے راستے سے ہٹاتی ہیں وہ دس طرح کلام اعلیٰ جو سکتی ہیں۔

منہلہ اور عقائد کے جوہر وہ انجیل نے یہ تقسیم بھی دی ہے کہ حضرت عیسیٰ صلوب ہو کر قیامت تک آئے والے تمام عیسائیوں کے گناہوں کا کفارہ بن گئے ہیں۔ قطع

نظر اس سے کہ کس قدر غیر معتدل عقیدہ ہے کسی سمجھنے مذہب کی تقسیم کرکے نہیں ہو سکتی۔ مذہب آنا ہی اس لیے ہے کہ لوگوں کی اصلاح کرے لیکن یہ عقیدہ اصلاح کے لیے انسانوں کو گناہ پر آمادہ کرتا ہے اور اپنے پیروکاروں کو گناہ کے معاملہ میں بے جا پکاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائی معاشرہ ہمیشہ اخلاقی مفاسد میں مبتلا رہا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کام کرنے کا سبب کمزور تھا۔ دار و گیسر کے بعد آپ کے تمام شاگرد آپ کو کمزور و تہتر تر ہو گئے۔ آپ کی تعلیمات کو محفوظ کرنے کا کوئی بندوبست نہ ہو سکا۔ جب آپ کے بعد آپ کی تعلیمات کی جمع و تدوین شروع ہوئی تو ان پر یونانی فلسفے اور یونانی افکار چھائے گئے تین سو سال تک اپنے بنیادی عقائد کے بارے میں بھی فیصلہ نہ کر سکے تھے کہ ان حضرت عیسیٰ خدا کا بیٹا ہیں۔ وہ آپ کی تعلیمات صرف ہی اسرائیلی کے لیے ہیں یا تمام دنیا کے لیے (۳۰) قورات پر عمل ضروری ہے یا نہیں (۳۱) نجات کا دار و مدار کن امور پر ہے (۳۲) جو حضرت عیسیٰ کو اکرام کیا جواز سولی پر چڑھانے کے لیے نہیں دوبارہ لوٹ کر انہیں گے یا نہیں!

اب مختلف لوگوں نے آپ کی شخصی سائنات متعلق باتوں کو نوٹ کیا جو انجیل کی شکل میں ہمارے سامنے ہیں ان انجیل کو اس مذہب میں مستند نہیں کیا جا سکتا جس مذہب ہم ایک یونانی مصنف کی کسی کتاب کو مستند کہہ سکتے ہیں لیکن اس کے مقابلے میں قرآن و سنت تو بڑی بات ہے۔ دوسری اسلامی کتاب کی کو دیکھیں عیسائیوں نے عیسائیت اسلام کے لاکھوں صحابہ کو ان کے حالات زندگی کو ہی اس شان سے مرتب کیا جس کا جواب پوری انسانیت کے پاس نہیں

قرآن و آیات اور کتب مضامین

جہاں ہے خدا اکبر تعالیٰ اگر کبریا

قرآن غیر کس سے لکھے یہ میرا ایک بزرگ ہے جو ہے ایک مختصر مضمون یا جو دو کتاب اور مکتبہ صاحب کے متون میں لکھے ہیں۔ اس مختصر مضمون سے ایک مختصر پرچہ ہوتا ہے، اگرچہ اس مضمون کا نام ہی کتب ہوتا تو میدان گفتگو ذرا مختلف ہوتا۔ کتب کے علاوہ مذہبی کتب ہیں۔ اخبارات ہے کہ کتب و حرم برصغیر کا نام پانچانا مذہب ہے۔ اس کا مکرر مشورہ بھی کتاب کرتا صاحب ہے۔

ابو داؤد یہ ہے کہ اسلام کے پہلے کوہی توحید اور انسانی مساوات کی روشنی میں اس پر مشیہ رافعی بنی تو عربی پرچہ اور انسانی سسٹم پر جس نام کے فرضی تصورات کے تحت ایک یا دو زبان اور ایک یا دو زبان کا پرچہ عربی طور پر لکھا گیا تھا۔ یہ چارہ چند دہائیوں میں ہی ایک ہی آیت پر مشتمل ہوتا تھا اور اس نے مذہب کا کلی اصول اختیار کر لیا۔ اس شیعہ کی روش پر اسلام کے مکرر اخبارات غیر مشورہ طریق سے لکھے گئے جو کہ عربی کتب کی صورت میں ہی لکھے گئے۔ یہ کتاب کا نام صوفیہ مذہب اور اسلام کی روشنی میں اس کے عقائد کے واسطے سے لکھی جاتی ہے کہ باب بادشاہت کا سلام اور توجہ بہت کائی ہو تو حرم دینی و دوحانی حرم کا فوریہ صوفیہ و عمارت دینی دہائیے ہیں۔ یہ قدر و نام کی چند یوں سے حرام نہیں ہو رہا تھا اور اسے گویا سٹیشن کے لئے رکھا گیا۔

اس مضمون کو دیکھ کر کہتے ہوئے چھ ایک دوست کی شکایت آگئی جو کہتے تھے کہ اگر وہ اپنے مذہبی عقیدت کے لئے اس سے بے اعتدال ہوں تو یہ عقائد ان کے عقائد سے بڑا اور آگے ہے۔ مگر ان کے عقائد میں وہ عقائد ہیں جن کو کھینچنے کے لئے شروع کیا ہے ان کو دیکھنے کے عقائد کو دیکھا۔ لیکن اگر وہ کہتے ہیں کہ ان عقائد میں وہ عقائد سے استوار رہا ہے جس میں سیاسی احوال کو زیادہ دخل حاصل ہے۔ اس کے ساتھ ان کی زبان کو یہ کہہ کر چند دہائیوں کا نفس دیا ہے جو کہ اس کے مکتبہ صاحب کے خط و راول کو بھی اپنے عقائد سے مختلف نہیں دیا۔

اب میرا اگرچہ تحقیق سناروں اور سکھوں سے ہے۔ یہی عوام ہوں اگر مکتبہ صاحب کی تعلیمات اور بااثر و نامک کے کردار اور اقوال و افعال اور ان کی سوانح پر تحقیق کو ہم کریں تو ہمیں یہی کہہ سکیں گے کہ یہ واقعی نامک کے کردار و حقیقت میں کیا ہیں اور انھوں نے اپنے آپ کو نامک اور وہاں کے عقائد میں کیا لکھا رکھا ہے کہیں وہ ہم معین کہیں نہیں کہیں ہم حق اور نامک کے وحدت کے عقیدت کا دیکھ کر کسی ایک نامک کے بارے میں تو یہ عقیدہ

جستہ ہے جس میں میں پیغام حق سننا

نامک نے جس دین میں وحدت کا لکھا

اگر

مکتبہ صاحب کے بارے میں کہنا کہ صاحب اس میں ہم سے بہت متاثر تھے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے کلام میں کتب کلام الہی کے عربی الفاظ کو ترک کر دیا ہے۔ چنانچہ حوالہ پیش کرتا ہوں۔

سو کرتا کہ در کرم دے بیار ذق منہا

گرتا صاحب مکتبہ دہلوی دہلوی

مکتبہ دہلوی کہ در کرم دے بیار ذق منہا

گرتا صاحب مکتبہ دہلوی دہلوی

گرتا صاحب مکتبہ دہلوی دہلوی

گرتا صاحب مکتبہ دہلوی دہلوی

گرتا صاحب مکتبہ دہلوی دہلوی

گرتا صاحب مکتبہ دہلوی دہلوی

گرتا صاحب مکتبہ دہلوی دہلوی

گرتا صاحب مکتبہ دہلوی دہلوی

گرتا صاحب مکتبہ دہلوی دہلوی

گرتا صاحب مکتبہ دہلوی دہلوی

گرتا صاحب مکتبہ دہلوی دہلوی

گرتا صاحب مکتبہ دہلوی دہلوی

گرتا صاحب مکتبہ دہلوی دہلوی

گرتا صاحب مکتبہ دہلوی دہلوی

گرتا صاحب مکتبہ دہلوی دہلوی

گرتا صاحب مکتبہ دہلوی دہلوی

گرتا صاحب مکتبہ دہلوی دہلوی

گرتا صاحب مکتبہ دہلوی دہلوی

گرتا صاحب مکتبہ دہلوی دہلوی

گرتا صاحب مکتبہ دہلوی دہلوی

گرتے سے حیوان سے انسان اور انسان سے باہر انسان بن جاتا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اگر وہ نامک صاحب نے صرف

قرآن پاک کے الفاظ ہی اپنے کلام میں شامل کیے ہیں۔

بلکہ اس مقدس کتاب پر اپنی راستے ان الفاظ میں ظاہر

قرآنی ہے:

توریت: زبور: انجیل: تو سے پڑھیں دیکھتے ہیں

یہی قرآن کتاب کی ایک ہی پرچار

چھ ماسکی کوں صوم،

مکتبہ دہلوی نامک صاحب فرماتے ہیں کہ تورات

زبور: انجیل: وہی ہر کتاب کو خود ہی چھ اور دوسروں

سے چھ ماسکی کوں صوم، اس ایک کے دوسری اگر کوئی کتاب

دیکھ کر کہتا ہوں ہے چاکسکی ہے تو وہ صرف قرآن ہے۔

گور صاحب فرماتے ہیں۔

کی ولی تم قرآن دی۔ کارن وئی حرام

آتش اندر مژدیں آگے نی کلام

چھ ماسکی کوں صوم،

مکتبہ قرآن میں بے غرضی کتاب کی حیثیت سے توجہ

کھاتے ہیں وہ چار ذیل اور چار حرم کو کہہ سکتے ہیں۔ وہ

بیشہ دونوں کا انداز میں ہیں گے۔ دوسری میں کلمہ کا

ارشاد ہے۔

اور اس خط کیے

تیسے حرم قرآن ہے۔ تیسے پارہ کیے

تس و بیہ کھیتاں میں میں کلمہ کو

مکتبہ قرآن میں میں کلمہ کو

ہیں۔ اور اس ایک کتاب میں کلمہ کو

سننے والوں کو صرف سنو۔ بلکہ اس پر ایمان لاؤ۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ الْكَافِي لِلْغَنَى الْمُنْتَمِلُ الْوَاسِعُ الْوَاسِعُ

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ

مَنْ عَلَيْهِمْ غَيْرُ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ

مِنْ عَذَابِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ

ایک ایک کھسکے اپنے سر پہلی پر رکھ رکھنے، اس کے ہر دم بھرا
 ہوا ہی ہشت پہلو، سامتی اور ہر دو گارہنے، انہوں نے ہر
 مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ بڑ بڑا نالہ و گداز
 نہ کیا اور اب تک کے بھرپور کم کو برداشت کر لیا کیا!
 انہیں بتایا گیا، کہ ڈیڑھ کی غرضی لگا لی نہیں، دیکھتے انھاروں
 پر ہنسا گیا، ازخیریں ہاندہ کریمتی زینوں پر کھسکی تکی تختہ دار
 پر کھینچا گیا، چھل کی یہ کرائی گئی، کوسے کے گرگرم اور ادا
 سے رات گئے گئے، برہیل چروں کے نیچے دایے گئے،
 غرض وہ سب کچھ ہوا جس کا طعم کے غمازی سے ایک انسان
 تصور کر سکتا ہے۔ یہ تو انہیں ان غلوں کی یاد دلائی کہ
 ان صاحبانِ غم و استغفال نے کتنی قیمت پر بھی داجی حق
 صل اللہ علیہ وسلم کی شرافت کو ادا نہ کی رعیت و مصاحبت
 کو ترک نہ کیا۔ اور ایک مرتبہ میں رشتہ رفاقت اپنے ختم
 ہو گئے تھے تو اس پر کوئی حرف نہ نہ دیا، یہ حضرات آپ
 کے لیے سامتی اور رفاقت کے دیوانہ رات کو کوئی لمحہ ایسا
 نہ تھا جس میں یہ آپ سے جدا ہوتے ہوں۔ چنانچہ صاحبانِ
 کو خصوصاً صل اللہ علیہ وسلم سے محض تعلق نہ تھا، محض
 میں ایک مسرت کو تشدد کی ہم آہنگی، رفاقت اور رفاقت کا
 تھکا تھکا کھسکا کھسکا مسرت نہ پھوڑا بیٹے اور دوسری طرف
 دل کے تھکاتے تھے کہ محبوب غمراہ کھوں سے اوجھل نہ ہو۔
 اس عشق کے دل و لب قرآن میں چل سکتے گئے ہیں:
 "اے نبی کہدو کہ اگر تمہارے باپ اور
 قبیلے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری
 بیویں اور تمہارے عزیز و اقارب اور تمہارے
 مال جو تمہارے گناہ ہیں اور تمہارے وہ
 کاروبار جس کا اندر تمہارے کام کو خوف
 سے اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں تم
 کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ کی جگہ

بجائے اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے واضح ہوا
 جبکہ یہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے
 بیت کرتے تھے۔" (فتح ۱۸)
 اللہ تعالیٰ ان سے واضح ہوا کہ وہ اللہ سے اپنی
 ہوں گے۔ یہ لوگ اللہ کا گروہ (حزب اللہ)
 میں خوب ہیں کہ اللہ ہی کا طعن طعنہ
 دلائے۔ (مجادلہ ۲۲)
 ظاہر ہے کہ ایک انسان کی زندگی کا حاصل اور ایک
 مسلمان کی کشمکش حیات کا آخری دن یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ
 کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے خلیق انسانی کا مقصد،
 عبادت کی غرض و غایت اور اسلام کا دعویٰ ہے۔ اور
 نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جو تہمید کر کے کہتے ہیں کہ آخری
 سین ہیں، اس اعتبار سے صحابہ کی زندگی مثال اور نمونہ
 کی حیثیت رکھتی ہے۔

صحابہ کی شانِ رفاقت
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے جب کرب میں
 اعلانِ نبوت فرمایا تو جیسے زمین و آسمان اچھلے ہی گئے۔
 آپ کا یہ اعلان اہل قریش کے لیے باطنِ خیر تو حق قلم
 سونچ میں نہ نکلتے تھے کہ صلاوت دین ایک ایک ان کے
 لیے طوطا بن جلتے تھے اور وہ شرم و حیا کا پتلا جس کی
 نگاہیں ہمیشہ بھی رہتی تھیں، اس قدر بیکار ہو جاتے تھے کہ
 اپنے آپ اور اہل و عیال کے مذہب تک کو پہنچ کر گزر دے گا۔
 اعلانِ کما صاف مطلب یہ تھا کہ نہ صرف اہل کھوکھو کو لیے
 عرب معاشرے سے اعلانِ جنگ کیا جا رہا ہے، بلکہ ہر
 معاشرہ ایک اکیل جان کے طوفانِ فکرمذہب اور مذہب سے
 مخالفت کا طوفانِ انقلابی، یہ بڑا سخت وقت تھا۔ ایسے
 حالات میں "اس داجی حق کی حمایت و نصرت کے لیے کسی
 شخص کا تیار بن کر نہ موت کے ہم سفری خندہ خندہ خیر افرا



— شمارہ —

میسر آتی، وہ قرآن کے اولین مخاطب بنے اور ان میں سے
 بعض کو اس دنیا میں ہی بہشت کی شہادت دی گئی، دوسری
 طرف ایک اور عزم اور سب سے بڑا عزم یہ ہے کہ ان
 کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا و خوشنودی کا اعلان کیا۔
 کسی بندہ کی اس سے بڑھ کر اور خوش قسمتی کیا ہو سکتی ہے
 کہ ظرافت و سماں سے واضح ہو جائے، قرآن میں کس
 رضا کا صاف اعلان ہے،

اللہ تعالیٰ ان سے واضح ہوا اور وہ اللہ سے۔

یہی بڑی کامیابی ہے۔ (مائدہ ۱۱۹)

وہ عاجز و انصاف نہیں سب سے پہلے
 دعوتِ ایمان پر ایک کہنے میں بہت کچھ،
 نیز وہ جو بعد میں راست بازی کے ساتھ
 کے پیچھے تھے، اللہ سے واضح ہوا اور
 وہ اللہ سے واضح ہوئے۔ (توبہ ۱)

قرآن اور اصحابِ سوا

صحابی سب کے معنی سامتی اور رفیق کے ہیں اور یہ
 اصطلح عامہ لغویں قدیمہ میں انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ
 علیہ وسلم کی رفاقت و صحبت و غمازی اور انہیں روٹی کو آپ تک
 آتے تھے، اسے نہ صرف خود قبول کیا، اسے دنیا میں قائم و دائم
 کرنے میں بہت سب کچھ قربان کر دیا، چاہے اسے صلہ کاسب
 سے اعلیٰ گروہ و ممتاز طبقہ اور افضل ترین جماعت میں۔ یہ
 حضرات رفیق کی کنارہ اور پہاڑی کے چراغ ہیں۔ وہ میرتہ
 کو راہ کے ہراس افکنی مبارک بھی کہتے آتے تھے جو کسی
 انسان کے لیے مقرر کیا جا سکتا ہے، ان کی زندگی کا ہر گوشہ
 مثالی حیثیت رکھتا ہے، خواہ اس کا تعلق مسافر سے ہو۔
 مسافرت سے سیاست سے ہر جا عبادت سے۔

صحابہ کے وجود و غفلت
 انہیں تمام انہیں صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کی سعادت
 ملے صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ، صحابی کا لغوی معنی ہے نہایت
 غواہ و صحت کی حد تک یہ ہیں، ان رفاقتات سے قطع نظر صحابی
 کی تعریف کے مطلب میں پائے جاتے ہیں، موسم میں، اسلحہ
 شہیت سے صحابی پر وہ شخص ہے جس نے حالتِ اسلام میں
 محض آپ کو دیکھا ہے یا رفاقت کی ہے۔ (اسرار صحابہ جلد اولیٰ)
 جو اسلام اندہ ہی غمراہ ص ۱۱ تا ۱۱

کہتے ہیں نہ خلیج بلکہ وہ لوگ کے درمیان
اعتدال پر قائم رہتے ہیں۔
جوان کے سوا کسی اور مہبود کو نہیں
پکارتے۔
— اللہ کی حرام کی ہر قسم کی جالی کو ناحق
چاک نہیں کرتے ہیں۔
— نہ زمانے کے رجب ہوتے ہیں
— جھوٹ کے گواہ نہیں بنتے۔
— کسی منہ پر پان کا گذر ہو جائے تو
شریعت آدمیوں کی طرح گندھکتے ہیں۔
— جنس اگر ان کے رب کی آیات شاکر
نصیحت کی جاتی ہے تو وہ اس پر
اندھے اور جیسے ہی کر نہیں دے جاتے۔
(فرقان - ۶۳ تا ۶۴)
— ان کی مٹیں یا سہروں سے الگ رہتی ہیں،
اپنے رب کو خوف اور محبت کے ساتھ پکارتے
ہیں اور جو کچھ لڑائی ہم نے انہیں دیا ہے اس
میں سے (اور انہیں) اخراج کرتے ہیں۔
(اسجد - ۱۶)
— آپ کے رب کو معلوم ہے کہ آپ کے ساتھیوں
میں سے کچھ آدمی انہیں اور تہائی رات کے
قریب اور انہیں آدھی رات اور (کبھی)
تہائی رات (نماز میں) اکھڑتے رہتے ہیں۔
(مزل - ۲۰)

— محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔
اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ انہوں کے
حق میں تو تہائی رات سنت ہیں، لیکن آپس میں
آہٹائی رسول اور شفیع ہیں۔ (اسے
دیکھنے والے) تم ان کو دیکھتے ہو کہ خدا کے
آگے سرسبز ہو ہیں اور خدا کا فضل اور اس کی
عوضی طلب کر رہے ہیں۔ کثرتِ سمود
سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے
ہیں۔ ان کے ہی اوصاف نورات میں مرقوم
ہیں اور ہی اوصاف انہیں میں پائے جاتے
(فتح - ۲۹)

اور کمال یہ ہے کہ خداوندی نوعیت کا ہوا
ایک نئی نوعیت کا خلقت کو سنی کسی سمت سے راہ نہیں
باقی۔ اپنے مقصد حیات کو وہ کسی وقت فراخ نہیں کرتے
اللہ کی یاد ان کے دلوں کے کھمبو نہیں ہوتی۔ ہر ان
رب العالمین کی رضا اور خوشی کی طرف ہی توجہ رہتے ہیں۔
"وہے لوگ نہیں" نہ تجارت خلقت میں ڈالنی
نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد سے اور نماز
پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے (پارہ گشت)
وہ دلتے رہتے ہیں۔ (نور - ۳۶)

پس بہت دکر دکر کبھی وہ ہوتے ہیں جس کے متعلق
خبر مرقوم ہے کہ آپ نے ان میں سے جس کی بھی تمہاری کرد
گئے ہدایت چاہو گئے۔

چلیج
کہ دیکھتے تھے کہ اگر خدا سے مشاغل اور اس سے مل کر بھی ان کی دنیا کی چیز بنائیں تو
میں کئی چیزیں بنائیں گے۔ چاہے وہ کب اور کس کی پشت پناہ کریں (الامراء، ۱) کہتے ہیں (۱۵)

آج بھی دنیا میں قرآن مجید کے ساتھ مسلمانوں کا
جولگا اور شفقت ہے وہ کسی دوسری کتاب کے ساتھ
کسی قوم کو نہیں ہے۔ اس لئے گذرے زمانے میں
بھی جبکہ قرآنی کتب تمام ہیں اور باوجودیکہ بے شمار
کتابیں اور بے اندازہ دوسرے علوم و فنون موجود ہیں
جو انسان کی فکری کاغذ پر ہیں لیکن ہر مسلمان کچھ
قرآن مژدہ شہت ہے اور سیکھوں بزرگوں کی کھول
افراد اس کتاب مقدس کو حفظ کرتے ہیں۔ یہ تیسے ہزار
زمانہ کی حالت۔ اب قرآن اور زری کو قیاس کیجئے۔
جب کہ مسلمانوں کے درمیان خدا کا شیخ آپ رب اللہ کی
ساتھ ہی ہو اور خدا کا کلام روز و شب ترم
قرا دو صحابہ کرام میں حالت یہ تھی کہ کتاب اللہ صابر
کراہی زندگی کا محور تھی۔ عرب جو اسلوب کے حسن کی
بنیاد نہیں شکر کرتے تھے اور بلا کے ذہن تھے جب
ان کے سامنے اس قسم کی ایک بلند پایہ کتاب آئی تو
وہ اس کے شہیدی بن گئے شہداء اپنے شہر قبول
کئے خدا کا قرآن کے مقابلے میں کرتے ہوئے جو
قادر الکلام تھے ان کو زبان بکھولنے کا بار ادا۔ اب ان
کا اور خدا اور کچھ بشارت قرآن تھا۔ اس کا انہوں نے حق بجانب
بنالیا تھا۔

مہم نبوی نے ایک مکتب ایک مدرسہ اور ایک
اکادمی کی حیثیت اختیار کر لی تھی۔ اور کتاب اللہ کی
کتابت ہو رہی ہے۔ اور ایک گروہ خود میں مصروف
ہے کہیں قرآن کے مضامین سمجھے اور کھاتے جارہے
ہیں کسی گروہ میں مسئلہ تقدیر جیسے فلسفہ و مسائل پر
بحث ہو رہی ہے تو کس شخص اور جن مسائل پر غور و فکر
جا رہی ہے کسی کو کوئی شکل نہیں آ رہی ہے تو کوئی دوسرا
مشکل کشائی میں مصروف ہے۔ ان کو کیں اختلاف ہو گیا



قرآن سے صحابہ کا طریقہ استفادہ

یہ مروت شاہ شہید (زی)

تو حضور کی طرف رجوع کیا جا رہا ہے اور تعلیم و تربیت اور تشریک و ترقیت کا فریق سرالہام دے رہے ہیں سمجھ نبوی میں ایک طرف تو دیگر اوقات گزاری ہو چکی ہے تو دوسری طرف علمی مجلسیں کھل گئی ہیں حضور انورؐ فرما رہا ہے کہ مجھے جیسا کہ دونوں مجالس کی نگاہیں اٹھتی ہیں کہ وہیں حضور کس مجلس میں رونق افروز ہوتے ہیں وہیں علمیں تعلیم و تدریس کو اویست و دیر اشارہ فرمادیتے ہیں کہ وہیں علم کا ایک مقام ہے وہیں ایک طرف تعلیم و تربیت کا یہ سلسلہ چل رہا ہے تو دوسری طرف کچھ اور صاحبانِ وحی رہائی کو حلقہ کر رہے ہیں۔ کوئی منوم پوچھ رہا ہے۔ کوئی کسی کے لیے کی تعلیم کر رہا ہے غرض ہر طرف قرآن ہی قرآن ہے اور اصحابِ معترفے تو اپنے آپ کو قرآن کے لیے وقت ہی کر رہا ہے سادہ دنیا سے کٹ کر وہ صرف خدا کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ میں ضروریات زندگی تک سے درست کش ہیں ان کو اصحابِ کلمہ جوڑ کے خوشے لاکر سمجھ رہے ہیں اور یہ لوگ ان پر بسراوقات کر لیتے ہیں۔

اس دور کے حالات کا جائزہ لینے کے بعد قرآن اور صحابہ کے تعلقات سے متعلق جو بنیادی باتیں سامنے آتی ہیں ان کا اطلاقِ تذکرہ کیا جاتا ہے۔

علاقہ قرآن صحابہؓ میں سے ہر فرد قرآن کا کچھ حصہ روزانہ پڑھتا تھا جو کہ ان بزرگوں کو انکار اور تکیا سمجھنے کی مستحدمرت نہ تھی کیونکہ مسلمانین زبان کا قضا لہذا وہ معانی ہی پر غور و فکر کرتے تھے صحابہؓ کو انہیں اپنی اپنی ملامت کے مطابق قرآن مجید کے حصے مقرر کر رکھے تھے جن کی قیادت وہ ہر دور کرتے تھے۔ حضور نے منع فرمایا تھا کہ

کوئی بھی سات دن سے کم وقت میں قرآن تم ذکر سے صحابہؓ کو قرآن کو انفرادی طور پر بھی پڑھتے تھے اور ایک جگہ بھی ہو کر بھی۔ ایک دفعہ کعبہ بنی میں صحابہؓ کو قرآن مجید پڑھ رہے تھے جن میں ہدی بھی اور دوسرے صحابہؓ شریک تھے۔ جن میں علیؓ علیہ السلام تشریف لائے اور نہایت خوش ہوئے فرمایا پڑھو مجھے ہمارے کاتب کا طرز اچھا ہے اس کے بعد ایسی قوم بے راہی ہو کر قرآن مجید کو کتب کی طرح یہ حکا کہے گی لیکن اس کا مقصد ثوابِ آخرت دہر کا بلکہ دنیا ہوئی۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے قرآن ان کے حلق سے نیچے داترے کا پیرین بیرونگ اس پر عمل دکر ہی گئے اور وہی ایسے سمجھ کر میں گئے۔ اسی طرح ایک دفعہ آپ نے صحابہؓ کو قرآن کی ایک جمعیت کو دعوت کرتے ہوئے فرمایا شکر ہے کہ کتاب اللہ ایک ہے اور قرآن میں شرفِ سیدہ اور سیاہ سب قسم کے لوگ شامل ہیں۔ صحابہؓ کو قرآن پڑھنے کے ساتھ ایک دوسرے سے سلام بھی دیتے تھے حضرت عائشہؓ کے متعلق ایک روایت میں آتا ہے کہ وہ ہر سے جس سے میں تشریف لائیں حضورؐ نے دریافت فرمایا تو کہا کہ کوئی صوابیت خوش الحانی سے قرآن مجید جو رہے تھے میں مستحق ہی۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم مختلف مقامات سے قرآن پاک سنتے تھے۔ اگرچہ رسولِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حفظ قرآن کے زمانے میں قرآن مجید کی کتابت ہو چکی تھی لیکن مسلمانوں نے حفاظتِ کتاب کا دھارم لکنا ہی نہ دیکھا بلکہ یہ شمار فرماتے اس کے علو پر حفظ قرآن کا صحابہؓ کو عاقل و رکھے تھے اور جو صحابہؓ جب خدا کی کتاب کا ہر جہاں دیکھ کر حیرت سے زیادہ عزیز و محترم قرار دے سکے تھے ان کے خلفائے نو

اور بعض اوقات حضور کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تشریح فرمادی۔

مثلاً سورہ بقرہ کی آیت ۱۵۰ میں ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا زِينَتَكُمْ لِكُلِّ مَسْجِدٍ وَلِكُلِّ مَوْضِعٍ يُذَكَّرُ فِيهِ﴾ اور خطبہ اسود کی تشریح کے لیے فرشتہ وحیؑ انورؐ کے الفاظ سے گزرا یا جب کہ ایک صحابی نے ان الفاظ سے مراد سفید اور سیاہ دھانگے لیے اور اس وقت تک عمری مکانا نماز پڑھتے تھے جب تک دوڑوں دھاگے صاف صاف الٹے نظر نہ آجائیں۔

جب حضرت شراب نازل ہوئی تو صحابہؓ کو قرآن مجید ہر جگہ لوگ اعلانِ محبت سے پہلے ترکِ شراب کے بغیر فرقت ہوئے تو وہی کتا بگا رہیں اور ان سے مواظفہ ہوگا۔ اس پر ماہِ رجب ۶۳ نازل ہوئی۔ لیکن ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا زِينَتَكُمْ لِكُلِّ مَسْجِدٍ وَلِكُلِّ مَوْضِعٍ يُذَكَّرُ فِيهِ﴾ آیت ۱۵۰ (۲۴-۹۶)۔

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عقل کی تشریح شریک سے کی اور آلِ عثمان کی آیت ۴۴ کے بارے میں جب یحییٰ صحابہؓ کو قرآن کے سوال کیا کہ اہل کتاب میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کو ارہبانِ مومن و نفع دہن سمجھتا تو حضورؐ نے رب کے مومن کی وضاحت فرمائی کہ اس سے مراد کائناتِ مادی ہے اور ظاہر ہے کہ اہل کتاب اپنے مذہبی پیشواؤں کی بطورِ مدعا لکھ کر وہ چیزوں کو حلال اور حرام کر رہے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہؓ کو قرآن مجید کو فی غلغلی یا شہرِ تباہہ کے تکلفی سے ایک دوسرے سے استفادہ کرتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ کا یہ خیال تھا کہ حضورؐ فرقت نہیں ہوئے اور انہوں نے اعلان کر دیا کہ جس شخص نے آپ کے انتقال کا ۴۴

یکینیت محکم کر صورت ایک جنگ بزم میں حضرت صدیقؓ کے گھڑ میں شہادت پانے والوں میں سے عقلاً تھے حضور کریمؐ کے زمانہ میں جن لوگوں نے یہ قرآن مجید حفظ کر لیا تھا اور نہایت تعلیم و ارشاد پر مہتمم تھے ان میں سے ایک حضرت فرست ہے۔ چاروں خلفائے راشدینؓ جہاں انہیں حضورؐ و ماہود بن الصامتؓ ابی بن کعبؓ سجاد بن جبلیؓ زید بن ثابتؓ ابوہریرہؓ سلمہ بن عبد بن ابی وقاصؓ حضرت عمارؓ ایمان ابوہریرہؓ معین بن عمارؓ فضالہ بن عیادؓ ابوہریرہؓ اشعریؓ عمرو بن العاصؓ سعد بن عبادہؓ جہاں انہیں عباسؓ ابی الدیوبؓ انصاریؓ جہاں انہیں ذوالجہادؓ بن عبد بن عامرؓ ابی سلمہ بن عبد بن الصامتؓ سعد بن عبادہؓ بن عثمانؓ انصاریؓ جہاں انہیں ابی الصاحبؓ سلیمان بن ابی حشہؓ عقیس بن الداریؓ معاذ بن انصاریؓ ابی الدرداءؓ عبد بن عامرؓ ابی جہادؓ بن عمرؓ ابی الخطابؓ سعد بن ابی وقاصؓ عقیس بن سعدؓ جہاں انہیں عمرو بن العاصؓ اور ابی طلحہؓ معاذ بن ابی اسلمہؓ جعینؓ ان مردوں کے علاوہ جو لوگوں میں حضرت عائشہؓ حضرت حفصہؓ سلمہؓ اور امّ رومانؓ ابنِ نوفلؓ ان حضرات کے علاوہ ایسے صحابہؓ جو قریب قریب عاقل تھے ان کا تعداد محض ساروں تک پہنچتی ہے۔

صحابہؓ کو قرآن نے ملازمتِ قرآن میں جن طریقے استعمال کیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ ایک دوسرے سے دریافت کیا اور خود فرست کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنے کے کئی اوقات کتب تفسیر اور احادیث میں مذکور ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات تفسیر آیات کے لیے وحی نازل ہوئی



ہے اپنے آپ کو بالیا

میں کی گئی ہے :

لَا تَلَا قِيلًا قَوْلَ الْفِيلِ مَا تَعْبَهُونَ . وَلَا تَعْبَهُونَ
تَعْبَهُونَ . كَذِبَ الْفِيلِ عَلَى الْفِيلِ وَلَا تَعْبَهُونَ

وہ لوگ بات کو بہت کم سوتے تھے
اور آخر شب میں استغفار کیا کرتے تھے
اور ان کے ہاں میں سائل اور عزم کا حق تھا
(الغزوات : ۱۱۶-۱۱۹)

پھر کہ ایسے لوگ آئے جن کا حال یہ تھا کہ
تَعْبَهُونَ تَعْبَهُونَ عَنِ الْفِيلِ وَالْفِيلِ تَعْبَهُونَ
لَا تَلَا قِيلًا قَوْلَ الْفِيلِ مَا تَعْبَهُونَ . وَلَا تَعْبَهُونَ

ان کے پہلو غراب کا ہونے کا ٹھکانہ
ہوتے ہیں۔ وہ لوگ اپنے رب کو نہیں دیکھتے
اور عورت سے لگا رہتے ہیں اور ہماری وحی
ہونی چاہوں تو عجز کرتے ہیں۔ اہل بیتؑ کی
پھر کہ ایسے کہ

تَعْبَهُونَ تَعْبَهُونَ عَنِ الْفِيلِ وَالْفِيلِ تَعْبَهُونَ
لَا تَلَا قِيلًا قَوْلَ الْفِيلِ مَا تَعْبَهُونَ . وَلَا تَعْبَهُونَ

اختیار نہیں ایک جیسے عرب سرور تھے مشہور
تھا کہ اس وقت آیت تو ایک دھک تھوڑی کو نہ آ
جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت انہوں نے
نہیں کی مگر آپ کی زیارت کرنے والوں کی زیارت کی اور
ان کے ساتھ رہے۔ خاص طور پر حضرت علیؑ کا اللہ وجہ
کے بہت سے عقید اور غلط تھے۔

ایک دن ایک قاری نے یہ آیت تلاوت کی :
لَا تَلَا قِيلًا قَوْلَ الْفِيلِ مَا تَعْبَهُونَ . وَلَا تَعْبَهُونَ
تَعْبَهُونَ . ہم نے تمہاری طرف ایک ایسی کتاب
نازل کی ہے جس میں تمہارا نام ذکر ہو جو
ہے۔ تم خود دیکھو کہ ہم نہیں لگتے :

(سورہ الانبیاء : ۱۰)
عربی ان کی زبان تھی جس کو جب کہ چہرے گویا کتاب
مٹتی گئے تھے مگر اندر گہر : ذرا قرآن توڑ ڈھکیوں یہ کیا
تذکرہ ہے اور میں ان لوگوں کے ساتھ ہوں ؟
قرآن پیرا یاد لوگوں کی محرم میں ان کے سامنے
سے گزرے گئیں ایک گروہ آیا جس کی تعریف ان الفاظ

سننے ہی نے قبل کی طرف منہ چسبہ لیتے ہیں۔ اور
شراب کی عورت کا مکمل آگے اور آخر حرام ہونے
کے آگے تھے وہ وہاں پہلے جاتے ہیں اور دیکھنے کی
گھبراہٹ میں شراب پر ہلکتے ہیں اس کے برعکس تو
دینے جاتے ہیں۔ چارے نامہ جو بیان رکھنے کی کماقت
آتی ہے تو لوگ فرار اپنی عزیز بیویوں کو رخصت کر دیتے
ہیں۔ اسی طرح مگر آتے ہی شہر کی عورتوں کی طرف کر دی
جاتی ہے جب یہ آیت اترتی ہے سن تالار السور
حتیٰ تفتقوا ما تعقبون احم اس وقت تک عمل مامل د
کر سکے جب تک اس چیز کو غرض نہ کرے جو تم میں محبوب
ہے۔ تو حضرت طلحہؓ اپنا محبوب ترین باغ اللہ کی راہ
میں دے دیتے ہیں۔ جب قرآن مجید میں حکم دیا کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جہاد آواز سے لگتے کہ نہ
جائے تو حضرت عمرؓ فرمائی اللہ عز اس قدر آہستہ لپے ہیں
بات کرتے کہ لوگ سن نہ سکتے۔ دوسرے صحابی حضرت
ثابتؓ بن ابی شیبہؓ جو جہاد آواز تھے عربی میں چلے گئے اور
حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہونا خدا کی ناراضی کے ڈر سے
چھوڑ دیا۔ چنانچہ آپؐ نے کسی سے پوچھا کہ وہ پورا قرآن
میں لکھیں پورا انہوں نے بتایا کہ میں ابھی آواز سے بولنے
کا عادی ہوں اور آیت کے موجب دیکھنا کسم پورے
حضورؐ نے فرمایا آپؐ کو سنی ہیں۔ جب پورے دس مکالمہ کا
توسم ہو تو انہوں نے اپنی چادر میں لٹکا لی اور اسی
طرح معلوم ہوتا تھا کہ شاید ان کے سر دل پر کوسے بیٹھے
ہوئے ہیں۔

غرض یہ تھا صابغہ کے تعلق باقرؑ کا حال اسی
کی برکت ہے کہ اسے متحرک صبر میں ہی عرب بھی
قوم نے وہ اصلاحات قبول کر لیں جن کی بغیر انسانی تاریخ
میں نہیں مل سکتی۔

غرض ایسے بے شمار واقعات ہیں جن سے معلوم
ہوتا ہے کہ کھانا کرام تو جس قدر قرآن مجید سے بہت جلدی
اس سے کہیں زیادہ وہ قرآن مجید کی جرات شان اور
دعوت مقام کے تکان لگتے۔ وہ صفائی و پاکیزگی کی
حالت میں نہایت ہی عزت و احترام سے اسے چھوتے
تھے بقا دست و ملامت کے وقت کسی سے بات نہ کرتے
تھے ایک دفعہ کسی نے قرآن مجید ہاتھ میں لیے ہوئے اپنا
بدن کھپا تو حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نہایت برہم ہوئے
اور تلواریا مکمل دیا کہ دشمن کرو۔

عمل باقرؑ
صاحب کرامؑ نے قرآن مجید
پر عمل کر کے ایک ایسا سیار
تیار کر دیا ہے جس کی نظیر پوری انسانی تاریخ میں نہیں
مل سکتی۔ وہ بہر آیت پر عمل پسند ہونے کے لیے
ہر وقت اور ہر متن آگاہ رہتے تھے۔ تحویل قبلہ کا حکم

حضرت عائشہؓ کی لگا دو مہین
نہایت سخت آیت
ایک بار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت
میں حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ قرآن
پاک کی یہ آیت بہت سخت ہے —
مَنْ لَعَنَ لَعْنًا عَظِيمًا
جو کوئی کہے جس کی ہمارا عمل کر دے، اُسے اس کا
بدلہ لگا۔
حضورؐ نے ان کو کئی دن کی کوشش کا وقت
کیش کی چھ مہینہ فزوں کا حساب لگا
کہ اندر وہ کمال سے پہنچا کر دیا جاتا ہے
احمد و کتاب ہمارا ہے ہر اہل فکر و تدبیر

اور تقیام میں گئے رہتے ہیں۔ (الفرقان ۴۰)
 پھر ایک ہی بات کو دہرا کرنا جس کی شان پر بھی کر
 لفظاً فی السلاۃ و السلاۃ و السلاۃ و السلاۃ
 القیظ و السلاۃ فی القیظ و السلاۃ فی القیظ
 خروج کرتے ہیں فراغت میں اور بھی
 میں اور جیسے کہ مذکور کرنے والے اور لوگوں
 سے دہرا کرنے والے اور اللہ ایسے نیکو
 کا بدل کو محبوب رکھتا ہے۔ (الن طہ ۱۳۳)
 ابھی تو نیکو کرنا کہ وہ نیک ہیں کہ جسے کہے کہ ایسے جان
 مروا سنے آگے جن کا عالم یہ تھا :
 وَفَعَّلْنَا لَهُمْ الْفُلَ لِيُجِيبَهُمْ فِيهِ بِرْءًا فَشَاءُوا
 فَعَلُوا لَوْ لَئِنْ لَمْ يَنْجِئْهُم مِّنَ الْغُلُوبِ لَقَدْ
 وَفَعَّلْنَا لَهُم مِّنَ الْفُلِ لِيُجِيبَهُمْ فِيهِ بِرْءًا فَشَاءُوا

میں تو ان میں کس نظر میں آیا؟
 اب انہوں نے دوسرا واسطہ اختیار کیا اس راستہ میں
 ان کو اور طرح طرح کے آدمی نکلائے گئے۔ ایک جیڑی،
 جس کا عالم یہ تھا :
 إِنَّا جَعَلْنَا لَكَ لَآئِنَ لَّئِنْ لَمْ يَنْجِئْهُم مِّنَ الْغُلُوبِ
 لَقَدْ فَعَّلْنَا لَكَ مِنَ الْفُلِ لِيُجِيبَهُمْ فِيهِ بِرْءًا فَشَاءُوا
 جب اُن سے کہا جاتا کہ خدا کے سوا کوئی
 معبود نہیں تو تم کیا کرتے اور کہتے کہ کیا ہم
 اپنے معبودوں کو ایک شاعر دیوانہ کی وجہ
 سے چھوڑیں گے؟ (الطہ ۲۵، ۱۳۹)
 اور آگے بڑھتے تو کہے ایسے لوگ نہ کہہ :
 إِنَّا جَعَلْنَا لَكَ لَآئِنَ لَّئِنْ لَمْ يَنْجِئْهُم مِّنَ الْغُلُوبِ
 لَقَدْ فَعَّلْنَا لَكَ مِنَ الْفُلِ لِيُجِيبَهُمْ فِيهِ بِرْءًا فَشَاءُوا
 رواہ تفسیر ابن کثیر

جس تفسیر کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان
 لوگوں کے وہی تہجیب ہو جاتے ہیں اور جب
 اس کے سوا اوروں کا ذکر آتا ہے تو کسی
 وقت وہ لوگ غرض ہو جاتے ہیں اور فراموش
 ہو جاتے ہیں کہ جس کا وہ لوگ نہ کہے گا،
 مَا شَاءُوا لَكَ لَآئِنَ لَّئِنْ لَمْ يَنْجِئْهُم مِّنَ الْغُلُوبِ
 لَقَدْ فَعَّلْنَا لَكَ مِنَ الْفُلِ لِيُجِيبَهُمْ فِيهِ بِرْءًا فَشَاءُوا
 تو کہہ دو دفعہ میں کس بات سے واقف کیا؟
 (المزہ ۳۲)
 تو وہ جواب دیں گے :
 إِنَّا جَعَلْنَا لَكَ لَآئِنَ لَّئِنْ لَمْ يَنْجِئْهُم مِّنَ الْغُلُوبِ
 لَقَدْ فَعَّلْنَا لَكَ مِنَ الْفُلِ لِيُجِيبَهُمْ فِيهِ بِرْءًا فَشَاءُوا
 ہم تو تو ان پر غصہ کرتے تھے اور غصہ کو
 کہنا کہہ کر تھے اور ہم ان کے ہاتھ والوں

کے ساتھ جو بھی مشکل ہو جاتے تھے اور ہم
 آخرت کو اٹھا کر دیتے تھے یہاں تک کہ ہم
 کو موت آگئی۔ (المزہ ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶)
 اختلاف یہ ضروری دیکھ کر گہرا گئے۔ کہنے لگے خدا کیا !
 ایسے لوگوں سے تیری بات! میں ان سے بیزار ہوں اور
 مجھے ان سے کوئی صفت نہیں؟
 وہ اپنے متعلق دو دھوکے میں تھے اور ایسے دھوکے
 کہ اپنے کو کشتیوں اور باجیوں میں سمجھیں وہ جانتے تھے کہ
 اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کی دولت دی ہے ان کا مومنیت
 بلند ہے مگر ان کی جگہ مسلمانوں میں ہیں ہے ان کو ایسی
 صورت کی تلاش جس میں کو وہ باجی نہ کہیں۔ ان کو اپنے
 ایمان کا یقین بھی تھا اور اپنی کوتاہیوں اور کمزوریوں کا علم
 بھی اور اللہ کی رحمت اور مغفرت پر بھروسہ بھی۔ ان
 کو اعمال پر فرقہ تھا خدا کی رحمت سے باجی نہ کہیں ان کو اس
 عمل میں صورت کی تلاش تھی اور اس کا یقین تھا کہ رحمت
 اس ہاں تک مکمل اس زندہ و نازہ کتاب میں ضرور ملے گی۔
 کیا ایسے خدا کے بندے نہیں ہیں جو ایمان کی دولت بھی
 رکھتے ہیں اپنے گناہوں اور قصور پر مشرور بھی ہیں؟
 کیا خدا کی رحمت ان کو عفو کرے گی؟ کیا اس کتاب میں
 جو سارے انسانوں کے لیے ہے ان کی صورت اور ان
 کا ذکر نہیں ہے گا؟ (یہ باتیں ہر کتاب)

جو نسخہ یا ہندۂ احسن کہ اپنی تلاش میں کو سب ابی
 ہوئی انہوں نے اللہ کی اس پاک کتاب میں اپنے کو معزز
 کیا :
 وَطَرْنَا لَهُمْ الْفُلَ لِيُجِيبَهُمْ فِيهِ بِرْءًا فَشَاءُوا
 فَفَعَّلْنَا لَهُمْ مِّنَ الْفُلِ لِيُجِيبَهُمْ فِيهِ بِرْءًا فَشَاءُوا
 لَقَدْ فَعَّلْنَا لَكَ مِنَ الْفُلِ لِيُجِيبَهُمْ فِيهِ بِرْءًا فَشَاءُوا
 اور کہہ اگر لوگ ہیں جن کو اپنی خطاؤں

کا آثار ہے انہوں نے ملے جیسے عمل کیے تھے
 کچھ جیسے جو بڑے۔ اللہ تعالیٰ کے مال پر رحمت کے ساتھ تو چھوڑ دیتے۔
 بلاشبہ اللہ تعالیٰ مغفرت والا بڑی رحمت
 والا ہے۔ (التوبہ ۱۰۲)
 انہوں نے کہا اس میں میں مل گیا، میں نے اپنے
 کو پایا۔ مجھے اپنے گناہوں کا اعتراف ہے۔ مجھے ندامت
 تو تھی ہے جو کہ نیک اعمال ہوئے ان کا انکار نہیں۔ اُن
 کی تائید میں انہیں انکاری نہیں۔ مجھے خدا کی رحمت سے
 تائبی نہیں۔ خَلَّيْنَا لَهُم مِّنْ ذُنُوبِهِمْ رَأْفَةً وَالْعِطَافَ
 اللہ کی رحمت سے وہی مال اس ہو
 کہتے ہیں جو گراؤ میں۔ (جمہ ۵۹)
 ان سب سے مل کر جو رحمت تیار ہوئی وہ میری
 صورت ہے۔ اس آیت میں میرا اور میرے پیروں کا عالم
 بیان کیا گیا ہے اور ان کا غصہ بھی بیان کیا ہے۔ قربانی
 اپنے آپ کے ہیں نے اپنے گناہوں پر بدلہ کو فراموش
 نہیں فرمایا۔

حضرت احمت کی تلاش کا یہ نسخہ فرمایا۔ حضرت
 احمت بھی دنیا سے چلے گئے۔ اپنے پیدا کرنے والے کے
 کہے اس پہنچ گئے۔ مگر یہ کتاب موجود ہے اور اقامت تک
 رہے گی۔ تو میں اگر اپنے کہ اس میں تلاش کریں گی تو یہی
 ہیں۔ جماعتیں اور مختلف طبقے اگر اپنے کہ اس میں
 دیکھنا چاہیں گے تو دیکھ لیں گے۔ افراد۔ ہر اور
 آپ۔ اگر اپنے کہ تلاش کرنے نہیں گے۔ اللہ اللہ
 کا نام واپس نہیں ہوں گے۔ حضرت احمت نے ہم کو
 یہی تلاش کا ایک فرد دیکھا اور قرآن پڑھتے اور اس پر
 غور کرنے کو بھی طریقہ سکھا گئے۔ ہیں اس نے اور تہم
 سے نازہ آٹھا قرآن مجید کا مسلمان شروع کرنا چاہیے۔

جو بڑے بڑے گناہوں سے وہ اپنے حیاتی
 کی بات سے بچتے ہیں اور جب ان کو غصہ
 آتا ہے تو صاف کہہ دیتے ہیں اور ان کو لوگوں
 سے اپنے آپ کا ملکہ اور وہ ناز کے پندہ
 ہیں اور ان کا کام آپس کے مشورے سے
 ہوتا ہے اور ہم سے چکے دیا ہے اس میں
 خروج کرتے ہیں۔ (الشوری ۳۰، ۳۹)
 حضرت اخذ اپنے کو پہچانتے تھے کہنے لگے خدا

تو وہ دفعہ میں کس بات سے واقف کیا؟
 (المزہ ۳۲)
 تو وہ جواب دیں گے :
 إِنَّا جَعَلْنَا لَكَ لَآئِنَ لَّئِنْ لَمْ يَنْجِئْهُم مِّنَ الْغُلُوبِ
 لَقَدْ فَعَّلْنَا لَكَ مِنَ الْفُلِ لِيُجِيبَهُمْ فِيهِ بِرْءًا فَشَاءُوا
 ہم تو تو ان پر غصہ کرتے تھے اور غصہ کو
 کہنا کہہ کر تھے اور ہم ان کے ہاتھ والوں

نظم قرآن

— مولانا حمید الدین عظیمی مدظلہ —

یہ مضمون مولانا غلامی کے مترجمہ نظم قرآن معراج و ترجمہ تھا سیر فرمایا، سے غور ہے۔

آیات قرآنی کے باہمی تعلق کو اس طرح کہنا کہ وہ مسلسل اور مربوط کلام کے قالب میں داخل ہائے ایک عظیم الشان علم ہے۔ نظم قرآن کے مولف ضرورت مندرجہ ذیل اسباب کی بنا پر مرتب ہیں:

۱۔ قرآن کی کاوی میں جو اختلاف پایا جاتا ہے وہ عام طور پر اس بات کا نتیجہ ہے کہ آیات کو یکجہ وقت لوگوں نے آیات کے اندر جو نظر پوشیدہ ہے اسے نظر انداز کر دیا ہے۔ اگر ان کو عام خیال پر مبنی اور سورہ کا مجموعی مرکزی مضمون واضح طور پر سمجھ کے سامنے برتا تو تاویل میں کسی حکم کو اختلاف نہ ہوتا۔

۲۔ مفسرین نے قرآن تفسیر پر یہ الزام لگایا ہے کہ اس میں بے تعلق پائی جاتی ہے۔

۳۔ نظم کلام میں کچھ خاص مہتممیں پوشیدہ ہوتی ہیں جو اس وقت تک نہیں آ سکتی تھیں جب ایک بات اس کے نظم کی روشنی میں غور کیا جائے۔ اس نظم کا اہتمام ترک کر دیا جائے تو وہ باتیں لازمًا نظر انداز ہو جاتی ہیں جو خاص طور پر نظم سے تعلق ہیں اور نظم کی حمایت سے کچھ نہیں آ سکتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اگر ہم نظم کلام سے بے پروائی برتیں تو کتاب اللہ کے ایک بڑے حصے سے محروم ہو جائیں گے۔

۴۔ اندیشہ ہے جس طرح ایک بے سارا راہی افواج کو کثافت و سنگ

سے قریب دیتا ہے اسی طرح قرآن مجید میں ایک ہی بات مختلف طریقوں سے کہی جاتی ہے۔ قرآن میں ایک چیز کی غور و مرکز میں مضمون، ان کیفیت سے آتی ہے کہیں مضمون کی حیثیت سے کہیں وہی چیز حال کے ساتھ آتی ہے کہیں تفصیل کے ساتھ کہیں ایک چیز غور ہوتی ہے کہیں مقدم کہیں تاخیر ہوتی ہے کہیں اپنے لیے مثال کے ساتھ کہیں کسی چیز کے ساتھ اس کا جوڑ ہوتا ہے کہیں کسی چیز کے ساتھ باطل بیان مضمون مختلف سورتوں میں مختلف ترتیبوں کے ساتھ سامنے آتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب ایک ہی بات ہے ایسے مختلف پہلوؤں سے جلوہ گر کی تو اس کو ٹھیک ٹھیک ٹھیک کہہ لینے اور پوری طرح پہچان لینے میں وقت نہ لگے۔ اگر ایک ادراک سے چرک لگی۔ دوسرا جلوہ سامنے آجائے گا۔ قرآن مجید کی اسی صفت کو ان لفظوں میں بیان کیا گیا ہے:

كَلَّمَ رَبِّيَ تَحْتَهُ آيَاتٍ تَعَالَى
يُفَعِّلُونِ

(اس صحت ہم ہیر پھر کرانی آیات، یوں کرتے ہیں تاکہ وہ (توکل) کھلیں)

اور ترجمہ میں ایک خاص نکتہ غور ہوتا ہے ایک ہی شے کے مختلف پہلو جوئے ہیں۔ ایک پہلو سے دیکھنا دیکھنا سے مناسب رکھتی ہے اور دوسرے پہلو سے کسی چیز

سے شدہ نماز اور حج میں کتنی مناسبتیں موجود ہیں۔ دونوں ذکر الہی کی صورتیں ہیں۔ دونوں بدنی عبادتیں ہیں۔ دونوں بیت اللہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ یزیدی علیہ السلام کے ارشاد فرمایا ہے کہ طواف نماز ہے۔ اب روزہ کی مناسبتیں بد طور کیجئے۔ دونوں کسی شخص پر لگ کر قیصے آرا دیں۔ دونوں کی بنیاد صبر پر ہے۔ بیان تک کہ پہلے اور ان میں سکوت بھی روزہ کے شرائط میں شامل تھا۔ اس اعتبار سے گویا نماز و طواف کا باطنی ربط روزہ ہے۔ نماز کی عبادت روزہ کے ساتھ بھی ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے تقابلی ہیں۔ دونوں ایک دوسرے سے کمال کو پہنچتی ہیں۔ دونوں ایک ہی جڑ سے جڑتی ہیں۔ نماز کی حقیقت بندہ کا خدا کی طرف محبت اور خشیت سے مائل ہونا ہے اور روزہ کا خدا کی حقیقت بندہ کی طرف محبت اور خشیت سے مائل ہونا ہے پس کمال و وسادت کے لیے دونوں لازمی خصوصیات اور

ان دونوں کی روح محبت ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ خود دین کی حقیقت میں محبت گناہ باطنی اور ظاہری اسس ہے۔ چنانچہ میں جو ہے کہ ارشاد قرآنی نے اپنی تمام صفات میں رحم کو مقدم کیا اور فرمایا کہ:

وَسِعَتْ رَحْمَتِي كُلَّ شَيْءٍ

ہمیرا رحمت ہر چیز کو مادی ہے

اس طرح ایک اور مثال ہے۔ سورہ مائدہ میں ارشاد قرآنی نے پیسے کھانے کی چیزوں میں سے جو جائز ہیں ان کو بیان کیا۔ پھر ہر چیز کو ان سے علاج بیان ہے ان کو بیان کیا۔ پھر وضو کا ذکر کیا۔ اب ان کی مناسبت دیکھیے۔ دو چیزیں سامنے آتی ہیں ایک شنی اور دوسری شرط شنی۔ شرائط میں سے وہ چیزیں بیان کیں جس سے یہ چیزیں پاک ہوتی ہیں۔ چنانچہ ذبح چوپایوں کو پاک کرنا ہے ہر اور نجات سے عورتیں پاک ہوتی ہیں۔ اور وضو نماز کی



ہا کہ ہے۔ پھر اس تمام حقیقت کو آخر میں یہ نوکر کھول دیا کہ

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ وَإِنَّكَ عَلِيمٌ خَفِيًّا
(الفاتحہ ۱۰)

اللہ تعالیٰ یہ عین چاہتا کہ تم پر کوئی تغفل
ڈالے بلکہ چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے۔

اور تم پر اپنی رحمت تمام کرے۔

یہ شرط کا بیان تھا۔ اب اشیاء پر غور کیجیے یہاں

تین چیزیں بیان کی گئی ہیں۔ حقیقتِ عام، حقیقتِ خاص،

حقیقتِ نماز۔ اس سے زیادہ گہری غور سے دیکھیے تو سمجھ

ہو گا کہ یہ دنیا جو کہ عالمِ کون و شاد ہے اس وجہ سے

یہاں تین عالموں، عالمِ نفس، عالمِ روح اور عالمِ روم کے

تغصن کی کئی کئی تین چیزوں، عام، خاص اور نماز سے لفظی

ہے پھر عام اور خاص میں یہ مماثلت ہے کہ وہ دونوں

میں سے جو چیزیں تمام ہیں ان کی تخصیص کر دی گئی ہے۔

اسی طرح نماز اور نماز میں مماثلت کا ایک اور پہلو بھی

ہے۔ نماز چکا کر دی گئی اور گہری سے حفاظت کرنا

سے زیادہ قوت ہے اور منکر سے روکتی ہے یہ مماثلت دونوں

میں یکساں کی ہے۔

پھر ہر سوره میں ایک مخصوص نظام ہے اور سورتوں

کے خطاب میں بنیاد پر جو بے غفلت نظر آتی ہے محض غفلت

تہذیب کا نتیجہ ہے۔ یہ بات ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ قرآن

کی سورتیں چھوٹی ہیں اور بڑی ہیں۔ ہر سورت میں اگر

کوئی ایک مضمین متعین نہ ہوتا جس کے بارے میں

سے سورت پوری ہوتی ہو تو یہ الگ الگ مدنیوں

کی کیا ضرورت تھی۔ سارے قرآن کو ایک ہی سورت بنا دیا

پا۔ نیز سب سورتوں کے لیے کوئی خاص مقدار نہیں

نظم رانی تھی۔ بڑی چھوٹی ہر طرح کی سورتیں ہوتی تو اگر

ہر سورت کے اندر کوئی تسلی و وحدت نہ نظر نہیں ہے تو پھر

قرآن مجید

کا

طرزِ استدلال

مسئد رسالت کے جاری کیے جانے اور انبیاء

السلام کے مبعوث ہونے اور کتاب الہیہ کے نازل کیے جانے

کا مقصد اگر دو فنون میں بیان کیا جائے تو وہ ہے

”تزکیۂ نفس“ یعنی تزکیۂ نفس رسالتِ محمدی کی عرض

ہے اور قرآن مجید کے نازل کیے جانے کا بھی مقصد ہے

”جو شبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان کیا جبکہ

اس نے خدا ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر

اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے اور انکا تزکیہ کرتا ہے،

اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے“ (الفرقان)

اس تزکیۂ نفس کے لیے ضروری تھا کہ ایک طرف

توحید و صداقت پر غور ہو اور دوسری طرف باطنی

کائنات قیام کیا جائے۔ اس بنا پر قرآن نے ضرورت یہ کہ

موجودہ افسانہ نامہ

حق و صداقت کو پیش کیا ہے بلکہ حق کے حق ہونے کے

واقع اور حکم و رافق میں پیش کیے ہیں۔ اور باطن کے فساد

کے متعلق بھی مسکت براہین بیان کیے ہیں۔ چنانچہ مذکورہ

آیت اس نکتہ کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے کہ جو کچھ اس میں

رسول اللہ کی ذمہ داری سے متعلق تین باقی بیان کی گئی ہیں

سب پہلے تلاوت آیات (يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ اِذَا فُتِحَتْ ۝ اَبْوَابُ السَّمَاءِ ۝

اس کے بعد برہنہ رسول یا نزول قرآن کی طرف دعوات

یعنی تزکیۂ نفس (يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ اِذَا فُتِحَتْ ۝ اَبْوَابُ السَّمَاءِ ۝

اِذَا فُتِحَتْ ۝ اَبْوَابُ السَّمَاءِ ۝ اِذَا فُتِحَتْ ۝ اَبْوَابُ السَّمَاءِ ۝

کے بعد حق کھل کر سامنے آجائے اور باطن کا فساد پوری

طرح عیاں ہو جائے۔

قرآن کے یہ دلائل و براہین عیساکر علماء کرام کو قوی

ہے، علم ہائے حق کی تعریف تمام انواع و اقسام پر مشتمل ہیں

ابتدائی قرآن کے تفسیریں جو طریقی اور عبرت و منافع کے
 اصولوں کی اتباع کے بغیر سادہ انداز سے ادبی
 عرب کے عادت کے مطابق و افعل و براہین کو پیش کیا ہے۔
 "ہم نے اپنا پیغام بھیجے کے لیے جب کسی کوئی کمال
 بھیجنا ہے تو اس کی قوم ہی کی زبان میں پیغام بھیجا ہے،
 تاکہ وہ انھیں اچھی طرح کھول کر بات سمجھائے، انھیں
 ظاہر ہے کہ قرآن کے اولین طالب علم عرب تھے
 اور نزولی قرآن کے وقت نہ تکمیل کا طریقہ استعمال کیا
 تھا اور نہ ہی عرب اس اسلوب بحث سے آشنا تھے اس
 لیے تہذیب و ترقی کے لیے وہ اپنا انداز اور وہی اسلوب
 اختیار کیا گیا جو اہل عرب کی عادت سے مطابقت رکھتا
 تھا۔ تاکہ انھیں درجہ پیش کرنے کا موقع نہ مل سکے کہ وہ خدا
 تیری بھیجی ہوئی تعلیم کو بھاری بھرپی میں مٹا دی حتیٰ کہ تو
 ہم اس پر ایمان کیسے لاتے؟ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ
 چونکہ اللہ تعالیٰ زبردست اور واضح ترین کلام کے ساتھ
 نبوت قائم کرنے پر قادر ہے۔ اس بنا پر تفسیل اور تفسیر
 سلیب اپنانے کی اسے ضرورت نہیں ہے۔ ایسا انداز
 تو وہی اختیار کرتے ہیں جو اس وصفت سے عاری ہیں
 غرض قرآن فی ہر ماثہ اور علم کلام کے قواعد و ضوابط
 سے بھرپور ہے لیکن اس کے باوجود مفسطی اور کلامی حوزہ
 اسلوب سے غالی ہے اور اس کی وجہ ایک تو اس مذکورہ
 ہو چکی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مفسطی طرز استدلال کو کلامی
 اسلوب پر بیان اکثر وجہ تفسیر کا جواب اور سادگی کے
 نوکر دینا ہے لیکن اس کے دل سے تو درود اور تنگ کے
 کائنات کمال کا اظہار و اظہار ان کی کشمکش میں پھنسا
 لیکن وقت ہی کا ماحول اس کے باطن پر عکس ہے
 داخلی حق کی شان کشیدہ و چیلنجی بلادی کی نہیں ہوئی کہ اس
 کا مستند ثابت ہوتا ہے جو صحت و افغان و یقین سے محال

ہو سکتی ہے اور یہ افغان و یقین بحث و نزاع کے لیے
 سے پیدا نہیں کیا جاسکتا بلکہ مفسطی کے دل سے شکوک
 کے کائنات کمال کا اس میں حق انکارنے کی کسی بھی سے ممکن
 ہے۔ اس لیے قرآن نے ہر استدلال کے اسالیب اور
 براہین کے جوہر سے اختیار کیے ہیں ان سے باطن کا سارا
 زور ٹوٹ جائے اور تہذیب و تہذیب کے کائنات میں دل
 سے نکل جائے ہیں اور انسان اگر معنویت پسند ہے تو وہ
 محض سادگی اور جواب پر کرشمہ رہ جائے بلکہ اظہار
 مسئلہ کے ساتھ ہی حق کی دل کرنا ہے اپنے آپ کو نہ بھی پاتا ہے۔
 اب جو حد تک سلیب بیان کرتے ہیں جن سے بات
 واضح ہو جائے گی کہ قرآن کی طرح میں سادہ اور علم کلام
 کے قواعد و ضوابط سے اندر رکھنے کے باوجود براہین و
 بحث کو زبان استعمال کیا کرتا جو مفسطی اور علم کی زبان
 ہے۔ ۱۱) توحید کے باب میں قرآن نے ایک نیک بگلوں
 استدلال کیا ہے۔
 "اگر انسان و زمین میں ایک اللہ کے سوا دوسرے
 خدا بھی ہوتے تو زمین و آسمان، دونوں کا کلمہ بولنا پاتا
 اس استدلال کی نوعیت وہی ہے جسے فی متناظرہ
 اور علم سادہ میں "ہر بیان متنازع کے نقطہ سے تعبیر کیا جاتا
 ہے لیکن ہر بیان متنازع سے کام لینے وقت جو طریقہ اختیار
 کیا جاتا ہے اس کے بجائے اسلوب ایسا اختیار کیا گیا ہے
 کہ مشکل و پیچیدہ چیز سے ایک طرح کی جڑوشت ہوتی
 ہے وہ بھی پیدا نہ ہو اور فائدہ وہی حاصل ہو جو ہر بیان
 متنازع سے کام لینے کا ہوتا ہے اور ہر شخص کام میں سے
 جو یا خاص میں سے فوٹن اور افغان انسان ہر ماثر مستر
 یا اونی کر دیکھ جائے کہ وہ رکھنے والا سب کی ہر ماثر بیان
 طور پر آجائے۔ حالانکہ فی طریقہ ہر اگر لوں کی ہر ماثر اگر
 دنیا کے دیوار وادہ صانع ہونے کو فائدہ کائنات کے ماب

ہیں ان کی تہذیب و تہذیب اور ہر مسئلہ پر کیا اور
 ہر ماثر درجیں انسان میں اتحاد و اتفاق
 نہ ہوتا اور یقیناً ان دونوں ماحولوں کو ان میں سے کسی
 ایک کا ہر ماثر مطلوب ہوتا پڑتا کہ کوئی نگرانی میں سے ایک
 صانع شہد کسی جسم کی زندگی چاہتا اور دوسرا صانع اس جسم
 کو مارنے کا ارادہ کرتا تو ایسی شکل میں اللہ تعالیٰ دونوں کے
 اداوں میں تفریق کے سبب خدا و متنازع پیدا ہو جاتا۔
 کیوں کہ اگر اتفاق کو فرض کیا جائے تو فرض کی تجویز
 محال ہے اور اگر اختلاف کو فرض کیا جائے تو اختلاف
 ضروری لازم آتا ہے جو صلی ہے یا دونوں میں سے کسی
 صانع کا ارادہ کا تقدیر ہوتا تو دونوں صانع کا جبر ہوتا پڑتا
 حالانکہ خدا کو فرض سے پاک اور قادر ہونا چاہیے یا دونوں
 میں سے کسی ایک صانع کے ارادہ کی تفریق نہ ہوتی چیر
 اس کا فرض ثابت ہوتا ہے بالآخر خدا کو نہ ہونی چاہیے۔
 اس کو کہ وہ خدا سے والے انداز استدلال کی کو پوری
 طرف کھٹے کو فہم سمجھیں گے پھر اس انداز گفتگو سے اس
 بات کا پورا انکشاف ہے کہ انسان کے دل کو کوشش ہونے
 کے اور وہ کالوں پر پڑا تو کہ کرباں کھڑا ہو لیکن قرآن
 نے صانع بات بیان کی اور اسی پر ان سے کام لیا۔ لیکن
 کس قدر عام فہم اور مکمل طریقہ اختیار کیا اور ایسا پیرا
 اختیار کیا جو اصل منتہی ہے اور فائدہ وہی سب کے حاصل
 ہو رہا ہے جو ہر بیان متنازع سے کام لینے کرنی زبان استعمال
 کرنے کا ہوتا ہے۔
 ۲- فی بحث و مناظرہ کی ایک اصطلاح "قرآن بلوغت"
 ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ قرآن کی فصاحت کے کلام کو کسی
 کے خواستہ گفتگو سے رو کر دیا جائے۔ بلکہ قرآن کی ہر ماثر تفسیر
 کے ایک قول کی کفایت اس طرح بیان کی ہے۔
 "فہم کسے ہیں کہ اگر ہم لوگ ہر حد سے پیچھے تو

عزت والے ذلیل لوگوں کو کمال باہر کر گئے۔ حالانکہ
 عزت خدا کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے اور
 مومنوں کے لیے ہے لیکن منافق نہیں جانتے۔"
 منافقین نے اپنے اس جملہ میں "متر" پہنچ کر وہ
 کے لیے اور "اذل" کا لفظ مومنین کے لیے بطور تائید استعمال
 کر کے اپنی حماقت کے لیے بات کی کہ وہ مومنین کو
 مزید سے نکال دیں گے۔ اس کی تردید میں صحت عزت
 منافقین کے برعکس مومنین کی حماقت کے لیے بات کی کہ
 گویا ان کو کیا کر چیک ہے۔ معزز اور خود وہاں سے
 ذلیل لوگوں کو باہر نکال دیں گے مگر وہ ذلیل اور نکالے
 ہوئے لوگ خود منافقین ہوں گے اور اللہ اور اس کا رسول
 اور مومنین و معززین ہیں جو نکالے والے ہوں گے۔
 ۳- ان مباحث کی ایک اصطلاح "تہذیب" ہے۔ یعنی
 ہر محلی کو فرض کر دیا جائے خدا متنی بنکر یا مشر و ذکر کے
 مشا "آیت" اللہ کے کسی کو نہ تو اپنا بیٹا بنایا اور نہ اس کے
 ساتھ کوئی اور الہ ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر مذہب اپنی مخلوق
 کو سب کے مملی دیتا۔ اور پھر وہ ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتے
 (القرآن)
 مطلب یہ کہ اللہ کے ساتھ کوئی اور شریک نہیں ہوگا
 یہ تسلیم کر دیا جائے کہ اللہ واحد ہے خدا وہ اس کا کوئی اور
 شریک بھی ہے تو پھر یہ ماسا پر لگا کر ہر نفاق و صانع اپنی
 اپنی مخلوق کو اللہ کر لے اور ایک دوسرے پر برتری
 غلبہ پائے اور پھر وہ دنیاں کوئی امر اور کوئی حکم نافذ نہ ہو سکے۔
 حالانکہ تم دیکھ لیتے ہو کہ وہ خدا کے مخلوق ہے نہایت
 نفور و ترسید اور نہایت ہی بھرا آجیٹ کے ساتھ تمام کائنات
 کا در خوا ہے۔ اسنا چکر دو لیا اس سے زیادہ اللہ کے فرض
 کر لیتے ہے فرض محال لازم آتا ہے اور یہ فرض محال تسلیم
 نہیں کر دیا جائے تو اس کے فوٹن کا مضر و نیک محبت دینا ہے

ہوگا اس لیے اسے فرض کرنا ہی محال ہے
۳۔ فیما یشاکر ایک اور اصطلاح انتقال ہے یعنی
ایک دلیل سے دوسری دلیل کی طرف رجوع اس کی مثال
وہ حجت ابراہیمی ہے جس کی حکایت قرآن مجید نے کی ہے۔
اور جس سے بخود اور تفسیر کے یہ سبق بھی حاصل ہوتا ہے کہ
دعوت حق کی راہ عقیدانہ ضرورتاً ہی کی راہ نہیں ہے۔ اس
لیے دائمی حق کو ملنے کے حقیقی راہ رد و قدح سے نہیں ہے۔
حکمت اور عرصہ مستورد ہلال احسن کی مینوہ سالانہوں
سے تصور ہونا چاہیے۔

۴۔ حجت ابراہیمی وہ کالم ہے جو حضرت ابراہیمؑ کے
اور نورو کے درمیان ہوا ہے حضرت ابراہیمؑ کے مقابلے
میں فرود کا جواب ظاہر ہے کہ نہایت ماحول اور ابتدائی
مشکل غیر متساوی اس نے حضرت ابراہیمؑ کے استدلال میں ذکر
کردہ الفاظ "ایمان و جلال" اور "انکس نماز ڈانٹا کا کافو
منہوم و خدا پای نہیں سمجھا دیا" جو کر رکھ کر کافو اور علیٰ صلیٰ صلیٰ
کا سادہ دلیل بنایا۔

خود کو اس کی فنی اور معنیانہ جواب پر ایک منظر
آئے اس طرح آؤسے بقولوں میں سکنا تھا کہ اس کا ماحول
بند ہو جائے مگر حضرت ابراہیمؑ ایک دائمی حق تھے۔ کوئی
منظر نہ تھے۔ ان کی راہ و حجت و عقید کی راہ حق کی راہ
خصوصیت کا دار و آری کے پیش نظریہ ہوتا ہے کہ لپٹنے
غالب کے دل میں کسی طرح حق آثار دے نہ کر کے
بحث و خزانہ میں سراپا کر کے چھوڑ دے۔ اس لیے حضرت
ابراہیمؑ نے دیکھا کہ ان کے طرز استدلال اور دیت احتیاج
کو فرود کا داغ مضبوط نہ کر سکا تو وہ اپنی دلیل پر اڑے نہ
رہے بلکہ فراد و دوسری بات پیش کر دی کہ اچھا اگر تیری دعوت
و انتہا۔ دوست ایسی ہی ہے کہ راہ حیران مریب ہے،
سوئی کو مشرق سے نکالنا تو اس کو مغرب سے نکال

کو دکھا

تیر لٹانے پر لا "ضہبت الذی کفر" وہ فرود
جس سے لغو و سرگرمی کی روش اختیار کر گئی یہ جواب سن کر
بہت و دشمن دروہا۔

اس طرح ایک دلیل سے دوسری دلیل کی طرف
رجوع کر کے حضرت ابراہیمؑ نے لغو و حقیقت، کھانہ
چیننے میں طبع و لغو و آپ کے سامنے رکھی ہیں ورنہ
استقامت اور نقص سے کام لیا جائے تو بحث و استدلال کے
تقریباً سارے انواع اپنی اصلیت اور حقیقت کے لحاظ
سے قرآن میں موجود ہیں لیکن یہاں کہہ بیٹے بیان کیا جا چکا
ہے بحث پر اسے بحث اور اس کا غلبہ کر کے تصور و حجت
تھیں اس لیے پھر یہ بیان اور طرز استدلال بھی نہیں ہے۔
کہ خطیہانہ اور نہایت موثر ہے۔

بحث و استدلال کی تمام انواع کو اپنے دامن میں سمیٹنے
کے باوجود قرآن کا عقید کے طرز و ادب اختیار نہ کرنے کا ایک
وجہ یہ بھی ہے کہ قرآن کریم اپنی دنیا تک کے لیے پایہ
حیثیت رکھتا ہے جبکہ بحث و استدلال کا لپٹنے پر شہانے
کا ساتھ دینے سے مسئلہ کو نہ ایک زمانے میں جہنم کا
علمی ذوق ہوتا ہے اور مسئلہ کے پیچھے لپٹا نہیں جاتا ہے
دوسرے زمانے میں وہ بدل جاتا ہے۔ لیکن انہی نفسے کے
عروج کے زمانے میں جو طرز استدلال اور طریقہ حجت ہے۔ لیکن اس کا
آج کا طرز استدلال اور طریقہ حجت ہے۔ لیکن اس کا
گر ورنہ جی نہ اُسے کب بدل دے اور کونسا پیرایہ بیان و
طرز استدلال اور دیت کے طرز استدلال کی جگہ لے لے۔
آج اذان و تقویٰ پر اثر ڈالنے کے لیے سائنسک طریقہ
استعمال کیا جاتا ہے یہ سائنسک طریقہ طریقہ بیانیہ فلسفہ کے
طریقہ سے عقلی مختلف ہے۔ لیکن قرآن کے طرز استدلال
کی یہ غریبی کچھ بھی ترغیضوں میں سمجھا نہ سادہ اور جہنم

خود قرآن کے انہی ہونے کی ایک دلیل ہے کہ قرآن دنیا
تک سرور کی ہر جہتی سطح اس سے مستند اور متفرق ہو گئی
ہے اور زمانے کا انداز استدلال اگر اسے زبان حق مانے
تو بے اختیار قبول آئے گا۔

۵۔ دیکھنا تعسیر کی گفت کہ اس نے کہا
میں نے یہ جاننا کہ گویا میرے لیے اس میں ہے
چنانچہ قرآن کا طرز استدلال اپنے اندر سائنسک
طریقہ استدلال کے سامنے لازم اور ساری جہان بھی
رکھتا ہے اور آج کا انسان بھی قرآن کے پیرایہ بیان اور
طریقہ استدلال سے اس طرح متاثر و متغیر ہو سکتا ہے
جس طرح قدیم زمانے کا ذہن متاثر و متغیر ہو سکتا تھا۔
اسے اگر آپ سمجھنا چاہیں تو اس طرح سمجھ سکتے ہیں کہ ہر
نسل کا انسان اپنے ذہن و فکر کے قالب کے لحاظ سے
چند مقبول میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ نہایت ذہین اور طباع لوگ جن کے لیے اشادات
و کلمات کافی ہوتے ہیں اور جو عقل اہل اور اشاراتی راہ
سے بات کی شائبہ بھی جانتے ہیں انہیں حقیقت تک پہنچنے
کے لیے توضیحات و تفصیلات کی ضرورت نہیں ہوتی قرآن
میں ایسے اذان کی جاہلیت کے لیے اہمالی اور اشاراتی راہ
اختیار کیا گیا ہے۔ سرور انصاری کی ہر جہتی مثال ہے کہ اگر
دیکھا کو کون سے میں بند کر دیا ہے اور جس کی دست مالتی
تک رسائی زیرک اندوکی انسان کی بروٹسی ہے اور جہتی
اس سے کام لینا فائدہ اور حقیقی سبق حاصل کر سکتے ہیں۔

۲۔ وہ لوگ جو اپنے ذہن و دماغ کے لحاظ سے جدید نوع
نہیں ہیں مگر انہیں اپنے جتنے طریقہ کے لوگ ہوتے ہیں
اپنے لوگوں کے لیے استدلال طریقہ تکمیل اختیار کیا جاتا ہے
یعنی ذات کو قدر سے وضاحت اور حضور ہی تفصیل کے
ساتھ سامنے رکھ دیا جاتا ہے۔

۳۔ ایک عقیدہ جو کہ جس کی ذہنی سطح ایسی ہوتی
ہے کہ اس کے لیے ذہنیت کے اشادات و کلمات کافی ہوتے
ہیں جن کی جہات کو پوری وضاحت کے ساتھ سمجھ کر
دیا جاسکتا ہوگی وہ عقیدت کو نہیں پاتا۔ ایسے عقیدے کے
عمر و سن و طرز عقیدہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ ایسے عقوب
کو متاثر و متغیر کرنے کے لیے جہتی راہ استدلال اختیار کیا
گیا ہے اس لیے یہ لوگ فائدہ اٹھانے میں مشغول ہیں
اس انفاق فی سبیل اللہ سے متعلق ایک مثال یہ بیان ہوئی
ہے کہ اس کی مثال اس بچ کی سی ہے جسے نہیں میں میں لڑا
جاتا ہے کہ جب اس کو لڑا گیا وہ عقل ایک وادانہ بین
باد آور نوا کو ایک دانے سے سات بائیں علی آتیں اور
برہال سے سودا نے علی آئے۔ اس طرح اس کے ذہن
میں یہ بات رخ کی گئی کہ وہ طلبات اور علیٰ غلطیوں
کی تکمیل کی خاطر ایک پیسے کا خرچہ سمجھتا ہے اندک نہایت
رکھتا ہے اور اس کے غرات و نتائج کیا اہمیت رکھتے
ہیں۔ اور اس کا وہ ایک جیسے اس کے حق میں کتنا بڑا
سزا بنے گا۔

۴۔ کچھ لوگوں کا ذہن تاریخی قسم کا ہوتا ہے یعنی وہ
واقعات سے متاثر ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی ہدایت اور
تعلیم اور اشراج صدر کے لیے قصص القرآن کا جیسے
ہے۔ چھریں قصص القرآن میں جو استقامتی طریقہ
استدلال کا کام لیتے ہیں۔ اور اہل جملہ قدیم منطق کی جگہ
جس منطق نے لی ہے اس کا نام استقامتی منطق ہے
اس استقامتی طریقے کی مختصر توضیح یہ ہے کہ قرآن
نے حکمت مسرتوں میں مختلف انبیاء کی دعوت حق کا ذکر
کیا ہے اور اس کے ذہن کے ساتھ نتائج بیان کیے ہیں
اس طریقہ استدلال سے غلطیوں کے ذہن میں یہ بات جھٹکا

مقصود ہے کہ ہر زمانے میں دعوت حق کے قبول والیاں
 کے درجوں کے طور پر یہ عواقب و نتائج ہیں تو قرآنی دعوت
 کے رد و قبول کے بھی یہی نتائج تھے گئے گویا قرآن اپنی
 صداقت میں استقامت طریقہ امتداد کے کام لیتے تھے
 یہ کہتا ہے کہ تم سارے دایان حق کو روک دو، ان کی دعوت
 کو روک دو، سب کی زندگیوں میں یکسانیت نظر آئے گی
 سب کی دعوت میں ایک رہی ہے، سب کی دعوت قبول
 کرنے والوں کے ساتھ خدا تعالیٰ نے یکساں معاملات
 کیے ہیں، سب کی دعوت کو رد کر دینے والوں کے سامنے
 نتائج ایک ہی قسم کے آئے ہیں، یہ یکسانیت، یہ تسلسل
 یہ غیر متقطع اعادہ اس بات کی شہادت کے لیے کافی ہے
 کہ اللہ کی سنت ہے جو ہمیشہ سے ایک ہی طرح کا رہا
 رہی ہے، لہذا آج قرآن کے ساتھ اور رسول کی دعوت
 کے ساتھ رسول اور ان کے سامنے والوں کے ساتھ جو چیزیں
 انسان اختیار کریں گے، نتائج و عواقب ایسے ہی تعلیم گئے
 جیسے ہمیشہ نکلتے آئے ہیں یعنی قبول کرنے والوں کی خوشی
 اور انکار کرنے والوں کے لیے خسران، دوسری طرف
 ان قصص القرآن کا رد و نئے مسلمانوں کی طرف بھی ہے
 اور انھیں گویا متنبہ کیا یا باہر سے کہ تم خوش نمی میں مبتلا
 نہ رہنا کہ تم اس سنت اللہ کی کارفرما ہیں سے سختی رو
 جاؤ گے۔

یہ ہماری سنت ہے جسے ان سب رسولوں کے
 معائنات میں ہم نے پڑا ہے، ہمیں تم سے پہلے تم نے بھیجا
 تھا اور ہماری سنت میں تم کبھی تیر نہ پاؤ گے، ﴿الفرقان﴾
 پھر لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے اذان قبول کر
 بہت و بغیرت کے سامان بیرونیامت میں ہو جاتے
 ہیں، خدا سے سرکش قوموں کی بہترین کے وہ کشمکش جو
 زبان حال سے اپنی چہرہ سار ہے ہیں یا ائمہ دین کی کھنڈی

اور انکشافات کے ذریعے ان کے دلوں پر دستک دی
 جا سکتی ہے، قرآن کشا ہے کہ اقدار عالم میں ہر کار خود
 اپنی آنکھوں سے دیکھ لو کہ غریب کو کن حالات سے دوچار
 ہونا پڑا، اور انھیں ان کے انکار و اعتراض کے عمل نے
 کیسے روز بد دکھائے۔

”تم سے پہلے بہت سے دور گزر چکے ہیں
 تو میں نے جمل پھر کر دیکھ لو کہ دنیا بابت
 رہائی کی تکنیک کرنے والوں کا انجام کیا ہوا“
 ﴿الفرقان﴾
 ”تو پھر ان میں سے کسی پر عمنے پھر آؤ
 کرنے والی ہر ایسی اور کسی کو ایک برکت
 دھماکے لے آلیا، اور کسی کو عمنے زمین میں
 دھنسا دیا اور کسی کو طوق کر دیا، اللہ ان
 پر غور کرنے والا نہ تھا مگر وہ خود ہی اپنے
 اور پھر کر رہے تھے۔“ ﴿الفرقان﴾
 ”کم روز زمین میں پل پھر کر دیکھو کہ
 ان بحر میں کالیا انجام ہو چکا ہے۔“
 ﴿الفرقان﴾

قرآن کے ان اسالیب استدلال سے یہ بات آپ
 سے آپ واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن سائنس اور دوسرے
 نوع ہر یہ گویا کچھ نمونہ قوانین دیتا، زمانہ کا ہر مخلوق
 کا برتن اور عورت و ایذا کی ہر حکمت مومن کی گرفتار دھات
 ہے، ہر سے جہاں بات حاصل کرتے، بلکہ کائنات کا
 ہر خزاں اور دنیا کا ہر سڑک انسان ہی کے لیے پیدا کیا
 گیا ہے، اور اس کے ناق و ناک کے نام ہر اور دوسرے
 کی بہ نسبت اس بات کے زیادہ سخت ہیں کہ ان سے نافر
 احاسن لیکن فرق ہے اور بہت بڑا فرق ہے، ان سڑکیں
 اور کھنڈی کے حصول میں کوڑا دھن کا نصب ایسا بنا

لیجئے ہیں اور ان کو خدا کی زمین پر لاندہ کا کلچر کر کے
 کے وسائل کے نقطہ نظر سے حاصل کرنے میں جس طرح
 فرق ہے پھر اس سے راستہ دیکھنے کا مادہ اخذ کرنے
 اور چڑنا پر پر والوں کی طرح نیچا اور ہونے میں غریب
 ہوا کیسے سڑی، والوں میں ہو یا جیولوجی کوئی علم ہر اور کوئی
 فن ہر آپ اسے شوقی حاصل کریں، بلکہ آپ کو ضرورت حاصل
 کرتا چاہیے، لیکن ان علوم و فنون سے غفلت لاندہ کی زمین
 تقلید میں اگر آپ یہ کچھ مضامین کو دنیا کا ہر سارا کارخانہ داد
 یہ نظام کائنات ایک انداز نظر تھے نہ جانے ہاں اور

بلے ص الحکومت کی خاصیتیں اور کھرا ساریاں ہیں تو یہ
 آپ کے لیے وہ روشنی ہے، قرار پائے گی ہر انسان کے
 حق میں بلا، ثمرات ہر ہوتے ہیں اس کے برعکس اگر آپ
 سے ان علوم و فنون سے حاصل کر دہ اپنے معمولات کو کام
 میں لاندہ کر یہ یہ معلوم حقیقت پائی کہ آپ کا یعنی انسان کا
 فرض منصبی کیا ہے اور وہ کیوں ہے؟ تو پھر ان تمام
 علوم کی بدولت آپ کے حق میں آسمان اپنی برکتیں نازل
 کرے گا اور زمین اپنے خزانے اگلی دے گی۔



حقیقت جسے سائنسہ، انہاں کو کہتے ہیں کہ انہاں پہلے انسان کی بہت گ

قرآن کی انٹرنیٹنگری

صحابہ کرامؓ کی زندگی و مین

محمد عظیم

حرم میں سردارانِ قریش کی شعل بھی ہے مقلدِ جلال
اہلِ سفیان جیسے اکابر شریک ہیں، البتہ عام دونوں کی
طرح مشرت و شادمانی کے سہائے ان کے چہروں
سے پریشانی اور تڑو کے آثار نمایاں ہیں، لفظ کو موقوف
ذخیرت سے دھجک اور ارتقا میں بس ممتد ہے۔
ان کی دعوت ان کی تبلیغ ان کے سامعین نئے دین کو
ماننے والے اپنے آقا و اہلاد کے مذہب کے باقی!
وہ سوچتے ہیں کہ ان کو مانے کے لیے جسے کیا کچھ دیکھا
نئے دین سے عجیب کرنے کے لیے کسی کچھ کششیں ذکر کریں!
اور حوصلہ و ممانہ کا لکان ساحر یہ ایسا ہے جو انا
جہیں بیکہ عزم و زیادتی کی برتد سیر آزاد گردہ کیوں۔ مگر
کیا جہاں کہ وہ آزاد ہوا بدش میں آئے۔ اس کی لگائی ہوئی
آگ نرگسی ہی جہاڑی ہے جو ایک جزا اس کا بھڑھاتا ہے
کسی طرح ہمارا نہیں بنتا۔ اب تو اس کو سیدی راہ
دکھانے کی صرف ایک ہی صورت رہی ہے۔ اسے
کالے کے دام میں پھانسا جائے تب سبز باغ دکھائے

کاسا ہے لیکن ہم اس کا علاج بھی کر سکتے ہیں۔ نجم
جلد اچھے ہوا کہ اسے اور جو ہم اس پر بھی راضی ہیں کہ
کلی نکر ہم مکران کر دہیں کس چیز پر ہم مان کر دو گئے
اسے ضرور دیکھا کریں گے۔

اب نبی پاک محمد رسل اللہ علیہ وسلم نے کیا عقبہ
تم اپنی کر پکے!
وہ ہوا کافان!

اچھا میری سنو میں کیا سنا ہوا ہوں! حضور رسل اللہ
علیہ وسلم نے کہا اور ان کی بات کی تائید کی۔
حکیم۔ یہ بڑی مہربان اور رحم والی نبی کی طر

سے بھی گئی ہے۔ یہ ایک نوشتہ ہے جس کی ایک
ایک آیت نھری ہوئی ہے۔ یہ قرآن نے عربی زبان
میں کچھ مجھ سے کام لینے والوں کے لیے ایمان لانے
والوں کو ابشارت ستارے والا اور انکار کرنے والوں کو
تنبیہ دانے والا ہے۔ ان اہل کفر سے اکثر شہرت
نے اس سے دور گردان لی اور سن کر نہیں دیتے اور کہتے
ہیں کہ جاعے دل اس حقیقت کے نہایت ہیں جس کی
طوفان ہے تہہ اور ہمارے کلاں میں کوئی ہے اور
ہمارے سر پر تہہ اور دیمان ایک رنگ مانی ہے ہوتی
اپنی جگہ کر دو۔ ہم اپنی جگہ کام کرتے ہیں! ہم اسکو
آیت ۱۵۵!

خدا کا رسول کی طرح تود تکتا۔ ہر عقبہ اپنے
دونوں ہاتھ زمین پر ٹکائے خور سے سن رہا تھا۔ اسنے
شب آیت جہو آئی تو آپ نے جہو کہہ دیا۔ چہرہ اٹھا کر
ساہو اولیہ! میرا جواب تم نے سن لیا! اب تم جانا اور
تمنا! کام!

یہ جہا عقبہ جو طاقت لسانی کے زعم میں حضور کو فرست
کرے آیا تھا خود خیز ہو گیا۔ منہ سادھے سردارانِ قریش

کی طوت واپس برا تو آئے دیکھتے ہی وہ سب بول
پڑے۔ خدا کی قسم تہہ کا چہرہ بدلا ہوا ہے۔
یہ دوست نہیں ہے جسے لیکر گیا تھا۔ انھوں نے اس
سے پوچھا کیا اس نے! عقبہ نے کہا بخدا میں نے ایسا کام
سنا کبھی اس سے پہلے نہ سنا تھا۔ خدا کی قسم یہ شرعے
نہ شرعے نہ کلمات! لے سردارانِ قریش! میری بات مانو
اور اس شخص کو اس کے حال پر چھو دو۔ میں کہتا ہوں
کہ یہ کام رنگ اور ہے کہ فرض کر دو کہ اس پر غلبہ
آگئے تو لیتے جہاں کے تخت ہاتھ اٹھانے سے تہہ ہوا
گے اور وہ اسے اس سے نہایت میں گے لیکن اگر وہ غلبہ
پر غلبہ آیا تو اس کی بادشاہی ہتھادی بادشاہی اور اس کی
عزت ہتھادی عزت ہوگا عقبہ کی یہ باتیں بالکل سبھی
سادہ قیاس مگر وہ سردارانِ قریش بھلا کہے کہ ماننے
والے تھے کہنے کے لئے کوئی۔ اس کا جادو اس پر بھی
چل گیا! ۱۵۵

عقبہ کی اپنے مشن میں ناکامی کوئی معمولی بات تھی
یہ قریش کی ناکامی تھی۔ سردارانِ باطل کی شکست تھی اور کلاں
کی ہاتھی۔ ذرا عجیبی آفرینا کی! عقبہ کی نگ میں جہاں
خدا رسل اللہ علیہ وسلم کے پاس کیا تھا اور جو اس کا
وہ ایک کیسے الگ! آیت نے کیا کیا تھا! عقبہ کی پہلی کش
پاکوئی کی جو جڑی منت بر آتے نے ذکی! جادو کو آپ یقیناً
دیکھے کہ آپ نے جہو کو بھوک دیا ہو کوئی رعب نہیں
۱۵۵ کوئی رعب نہیں ہوئی کبھی قرآن کا لکھا نہیں کیا
ہیں کہ بول سادہ سے بہت پیچھے پیچھے بول جن میں
معنی کی کجانی اور تصدیق کی ہندی تھی، وہ اس کے دل کی
گہرائی میں اکثر سے پلے گئے۔ یوں دل کی دنیا بدلی تو

چہرے کا رنگ بھی بدل گیا۔
 بات صاف ہے یہ سب کچھ ان کلمات کا بھی
 کرشمہ تھا جو غصہ نے منے تھے۔ کلام — شاہوں کے
 شہنشاہ کلام — اہل دنیا کے جاوے سے بہت مختلف
 — لیکن دل و دماغ کی کاہلیت و بینہ و لاعلمی اس
 دنیا و دنیا طلبیت سے جو دلوں کو گھینتی ہے اس میں
 وہ یقین ہے کہ کس کو کڑی توادی شہر و قریب جوئے کھتے
 ہیں۔ وہ دعوت ہے چوں کہ سائے تار و دھنی ہے
 وہ غصہ ہے چوں کہ سرشار گردتا ہے وہ دل ہے جو
 اندرون کی تارک و دنیا کو خود گردی ہے وہ طاقت ہے
 جو یک نئے انسان کو جنم دیتی ہے۔

لیکن کلام الہی آخر تو سنی کی یہ مغز و شال نہیں
 ہے۔ بلکہ خدا و واقعات سے تاریخ لہرے ہیں جن کے
 مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام ایسا ہے کہ اس کو
 سمجھنے والے تو اس کو سن کر غریب نہ سمجھیں ہی بلکہ سمجھنے
 والے اس سے اثر لیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اس بات
 کی ہم چند شہادتیں اور سامنے لائیں گے۔

(۲)

فرین انقلاب رضی اللہ عنہ قریش کا پڑپوتا اور
 ہاشم کا چچا تھا۔ ان میں عیسٰی نے اپنے چچا تائب سے متاثر ہو کر
 عیسٰی کی شجاعت و زور اور عیسٰی شہسوار کی تیر اندازی
 اور بہادری کے دیکھ کر عیسٰی کے لئے جنت تھے جو ہم اور
 دل و دونوں کا مضبوط عقیدہ تھیں جو ان کے لئے سب سے بڑی
 وہ اس زمانہ کا ہے جب اسلام اس کو مغرب و مصلحت
 خدا اور اہل ایمان کا وہ انسانی خالق تھا جسے دوسرے

۱۔ سیرۃ النبی ص ۲۶۸-۲۶۹

کافر سے بلکہ ان سے بھی کو زیادہ۔ ایک شب بھی
 عمر بنی پاک کو سامنے کی طرف سے نکلے۔ اس وقت
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ناز و غرور سے تھے اور
 سونے الہام کی آیات آپ کی زبان مبارک سے ادا ہو
 رہی تھیں جب فرشتے تو وہی سے کان میں قرآن کی
 آیتیں پڑھیں۔ بھانے ستانے اور جھڑنے کے قرآن
 کے نظم اور اسلوب سے متاثر ہو کر تھوڑے دیر کے
 اور دل میں کہنے لگے خدا کی قسم یہ شاعر ہے جیسا کہ قریش
 کہہ کرتے تھے۔ ابھی یہ خیال آیا ہی تھا کہ آپ نے یہ
 آیت پڑھی:

یہ ایک بزرگ کا ممد کلام ہے اور یہ
 کسی شاعر کا کلام نہیں۔ تم سب کم ایمان
 رکھتے ہو

جب اس بات کی تردید ہو گئی تو دل نے
 کہا یقیناً یہ کون ہے لیکن پھر یہ آیت سنی:
 یہ کون کا کلام بھی نہیں۔ تم سب کم
 ضیعت پڑھتے ہو۔ یہ تو جہانوں کے پروردگار
 کی طرف سے اقرار ہے۔

دل چاہیک جوت کی وہ اسلام کی حمایت اور
 صداقت کی جوت تھی۔ البتہ مستقل مزاجی اور پختہ کاری
 نے اس جوت کو بڑے رے لیکن آخر تک: ایک
 نوجوان کی کائناتی کرسچیا پلو قند پاک گردوں، محمد
 صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی۔ اس ارادے سے گھر سے نکلے تو
 جب اتفاق چل آیا۔ راستہ میں معلوم ہوا کہ بنی قریظہ اور
 بنو سبیعیہ میں اسلام لے آئے۔ غیر محلی بن کر گری۔
 اسی سفر کے صلہ میں بن کے گھر پہنچے اور ان دونوں کو
 آتھارا اور لوہا کر دیا گیا۔ کہا کہ تو یہ شیطان
 تھی اور کہا بن جعفر بن عبد اور ان سے قرآن لیکر

میرا خدا کی ان آیتوں کو غلط
 حلقہ۔ ہم نے یہ قرآن تم پر اس لیے نازل نہیں
 کیا ہے کہ تم جیست میں چڑھاؤ۔ یہ تو یک بار دہائی
 ہے۔ ہر اس شخص کے لیے جو قرآن سے نازل کیا گیا
 ہے اس ذات کی طرف سے جس نے پیدا کیا ہے
 زمین کو اور پتہ انسانوں کو۔ وہ رحمان کا کائنات کے تحت
 سلطنت کی طرف سے ہے۔ ملک ہے ان سب چیزوں
 کا جو آسمان اور زمین میں ہیں اور زمین و آسمان کے
 درمیان میں اور جوشی کے چنے میں تم چاہے اپنی بات
 پکا کر لو گواہ کیجئے۔ وہ کسی ہوئی ایک جگہ اس سے غنی
 قریات بھی جانتا ہے اس کے سوا کوئی خدا نہیں اس
 کے لیے بہترین نام میں..... الخ

بڑے ہی جیسے قوم ہو گئے۔ ساری شکایت و کثرت
 وحل کی اور ان واسطہ میں اگر سے جیسے پانچ ٹوٹ
 کر گویں آجھا ہے کلام میں سنتے ہیں تو قیچ پڑتے ہیں
 اور ان کی طرف تک تک کر دے لگتے ہیں اور سب
 شک سے دل میں کوئی جو بھی دیک ہی تھی سزا پڑ
 جاتی ہے۔ عقب نور ایمان سے نور ہو جاتا ہے اور پھر
 آستانہ نبوت پر جا کر عطر کبریا شمس اسلام ہو جاتے ہیں۔

(۳)

عقل و دلی اپنے قبیل کے سربراہ اور شخص تھے۔
 شعروادب سے لگاؤ تھا۔ سب سے بڑے کاشمروشاؤ قمارش
 دیکھنے کو چھٹے آئے۔ کچھ پوچھے تو وہ ان کے لوگ جوت گئے
 اور کھٹے گئے۔
 تم ہمارے شہر میں ملان آئے ہو اس لیے آگاہ
 کیجئے۔ دینے ہیں کہ اس شخص نے ہماری جماعت میں بیوٹ
 ڈال کر کہا اور شہر راہزہ منتشر کر دیا ہے اور ہم لوگوں کو بہت

تنگ کر رکھا ہے۔ دعوام اس کی زبان میں کیا دوسرے
 جس کے ذریعے بیٹے کو باپ سے بھائی کو بھائی سے بھائی
 کو شوہر سے چچا اور پتا ہے۔ ہم کو کہیں ہے کہ کہیں تم اور
 ہماری قوم ہر گول کی طرف اس کے دام میں ڈال جائے
 اس لیے تم اس سے دھواور داس کی بات نہ کرو۔ پہلے تو
 یہ قریش کی بات میں آگئے اور کان میں روٹی غور کرنے
 پھر تھے کہ کہا اور ان کی آواز کانوں میں پڑ جائے اس
 حالت میں ایک دن کعبہ حرام کی طرف سے گزرتے اس
 وقت آپ غار کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ کو کھانسی
 میں پڑ گئی۔ جی غنا۔ سوچا: ہاسنو کو کوئی کھانسی پڑی
 پڑتے کیا ہیں۔ کعبہ کے معاص و عاص تو میں بھی خوب
 سمجھتا ہوں اور اپنے چل جانے کا کر کیا کلام ہے قریب
 کعبہ سے ہو کر کعبہ میں آنا سویت ہو کر دے گئے۔ قرآن کے الفاظ
 کیا تھے بھیاں تھیں جنوں نے دل کے غرض کعبہ کو
 مجھ کر کے رکھ دیا تھا۔ حیران سے آگے نہیں تو کعبہ صوفی
 نماز کعبہ کے پاس ہے میں یہی ساتھ ہو رہے آپ کے ساتھ
 آپ کی قیام کا ایک بیٹے اور اپنے آپ کو دامن اسلام میں
 کر دیا۔ بعد ازاں وہ خود آگے گئے کہ۔ خدا کی قسم اگرچہ
 تک اس سے بچ کر کعبہ میرے کانوں نے سنا اور داس
 سے زیادہ عاقل و ذہب کوئی دیکھا ہے

(۴)

ولید بن مغیرہ کے بارے میں قریش نے بہت
 چاہا کہ یہ اہم شخصیت کہیں اس کلام میں نہ لگا کر دے جائے
 ان کو سورت سے باز رکھنے کی کوشش کی مگر وہ کاعالی
 یہ تھا کہ ایک دھڑا اور سنی سے شیلہ سا بک گیا قرآن

۱۔ معارج ص ۲۶۸-۲۶۹

عید و مسلم قرآن سنائیں تو تم خوب شور مچا کر تالی مینا کرو اور اساتذہ کی ہوجھا کر تالی کرو اور لوڑا تکی چند کر لیا کرو کہ وہ علی اللہ علیہ وسلم کی آواز پ جائے۔ اس تہذیب سے وہ لوگ ایسے تھے کہ اللہ کے بنی کو شکست پہنچانے کی۔

یہ مکر کی کچھ ہیں اس قرآن کو برگزیدہ منو اور ستایا جائے تو اس میں فعل وادب شاید کہ تم اس طرح غالب آ جاؤ : احکم الحجدہ (۱۶۰)

کلام اللہ کی اس تاشیہ کو خود قرآن نے ایک تفصیل میں اس طرح بیان کیا ہے کہ اگر تم قرآن کو پہاڑ جیسی سخت چیز سے بھی آگے تو خشیت الہی سے پھٹ کر پارہ پارہ ہو جانا۔

وَأَمَّا كَذَبَ الْفُتُورِ فَلَا تُجِيبُ رَدَّائِهِ

خَالِفًا بِفُتُورِهِمَا فِرَاقَ غُلَيْبِهِ (۱۶۱)

وَأَمَّا كَذَبَ الْفُتُورِ فَلَا تُجِيبُ رَدَّائِهِ

خَالِفًا بِفُتُورِهِمَا فِرَاقَ غُلَيْبِهِ (۱۶۱)

وَأَمَّا كَذَبَ الْفُتُورِ فَلَا تُجِيبُ رَدَّائِهِ

خَالِفًا بِفُتُورِهِمَا فِرَاقَ غُلَيْبِهِ (۱۶۱)

وَأَمَّا كَذَبَ الْفُتُورِ فَلَا تُجِيبُ رَدَّائِهِ

خَالِفًا بِفُتُورِهِمَا فِرَاقَ غُلَيْبِهِ (۱۶۱)

وَأَمَّا كَذَبَ الْفُتُورِ فَلَا تُجِيبُ رَدَّائِهِ

خَالِفًا بِفُتُورِهِمَا فِرَاقَ غُلَيْبِهِ (۱۶۱)

وَأَمَّا كَذَبَ الْفُتُورِ فَلَا تُجِيبُ رَدَّائِهِ

خَالِفًا بِفُتُورِهِمَا فِرَاقَ غُلَيْبِهِ (۱۶۱)

وَأَمَّا كَذَبَ الْفُتُورِ فَلَا تُجِيبُ رَدَّائِهِ

خَالِفًا بِفُتُورِهِمَا فِرَاقَ غُلَيْبِهِ (۱۶۱)

تو یہ اثر ہو کر ان کے اپنے الفاظ میں :
”یہی وہ وقت ہے جب ایمان میرے قلب میں جاگزین ہو اور میں محمد علیہ وسلم سے محبت کرنے لگا“

(۷)

مصرغہ لغت کے موقع پر علامہ ادروانی نے جب آپ کی نیاپنا کہا کہ سے قرآن کے یہ الفاظ سنئے : وَأَمَّا كَذَبَ الْفُتُورِ فَلَا تُجِيبُ رَدَّائِهِ (۱۶۱) اس کی تم اور اس میں آمیز لے کی قسم تو فرماؤ یہی سورہ بکر کی اور سلمان ہو گئے

فرض یہ تو ہے کہ چند روایات ہیں در صحابی کی جماعت کی جماعت کو قرآن غیبی ہے۔ نہ اپنے طوفان مینا تھا اور قرآن کی کوشش میں قرآن پیش کرنے والے کی کشش محمدی طور پر شامل ہو کر اس کا کردار بھی تو آمیزہ دار قرآن تھا۔

لفظ کو خوب اچھی طرح معلوم تھا کہ قرآن اپنے اندر کسی نیاپنا تاشیہ رکھتا ہے اور اس کو سنانے والا کسی بانی کا نشان ہے اور اس کے ساتھ ہی اس کا طرز ادا میں وجہ تشریف وہ دیکھتے تھے کہ ایسے عالی مرتبہ شخص کی زبان سے اس رکش انداز میں اس سے نظیر ہوا کہ جو جسے کارہ بالآخر کمال ہو کر ہی ہے کہ اس لیے وہ اپنے بچوں اور مقرر تک کو قرآن سننے سے روکے تھے۔

شعور و واقفہ کہ انھوں نے حضرت ابو جبر کو محبت کرنے کی امانت صرف اس شرط پر دی تھی کہ وہ قرآن کو لازماً پڑھ کر اس کے الفاظ کو سنے تھے کہ جب تم اصل طرز

۱۔ اسوہ صحابہ جلد اول شانہ میں ابن ابی نعیم ص ۱۵۱

۲۔ ص ۱۵۱

کے اس میں تھے لوگوں نے کہا میرے یہ کیا ہوا ؟ وہ کہنے لگے اس کلام نے دل میں لیا۔ یہ بظاہر کلام نہیں اس کی بات خوبصورت اور اس کا انداز دل میں ہے وہ اس بار آور و رفت کی طرح ہے جس کے اوپر کا حصہ چل رہا ہے اور زیریں حصہ گرا ہوا ہے یہ غلاب ہو گا اور برگزیدہ منو ہے کہ جو اس سے ٹرانے کا پاش پاش ہو جائے گا

(۵)

جبرائیل علیہ السلام علیہ السلام اور مقررہ الفاظ ادا کرنے غلاب آواز اٹھانے والے تھے ان کے باپ بھی نرم دل اور نیک طبیعت آدمی تھے ان سب باتوں کے باوجود مصیبت جاہلیت قبول تھی نہ تھی جبرائیل جبکہ ہر کے بعد اپنے قیدی کو چھڑانے کے لیے دیرینہ حضور کے پاس پہنچے تو اتفاق سے آپ نماز میں مصروف تھے اور نہ صوفی کی بات نہ صوفی فرما رہے تھے، صوفی قسم۔ اس کتاب کی قسم جو صوفی سے نکلا اور باقی میں اور آدھروں کی قسم اور ان کی جنت کی قسم اور اپنے ہوتے دیوانہ کی قسم ہے شک تھا ہے پروردگار کا غلاب آگے رہے گا اور اس وقت اسے کوئی نہ ٹال سکے گا۔

جیسے ہی پاس کوئے ہو کر پھرتے گئے۔ حضور صوفی میں ان میں اس طرز پر کہ جسے قبول ان کے میر تقی بیٹ جانے گا اور جب آپ نے آخری کیمت : وَأَمَّا كَذَبَ الْفُتُورِ فَلَا تُجِيبُ رَدَّائِهِ (۱۶۱) تو ان پر لکھی گئی ہو گئی اور غلاب ہو کر ان میں اسی وقت

۱۔ حضرت عثمان ابن عفان جو پہلے ہی سے سواد طبعیت نیک نفس اور پاک باز تھے، دل بگڑا رکھتے تھے انھوں نے جب یہ آیت سنی : وَأَمَّا كَذَبَ الْفُتُورِ فَلَا تُجِيبُ رَدَّائِهِ (۱۶۱) خدا عادل ان احسان اور قربت مندوں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور یہ گامی برائی اور ظلم سے روکتا ہے اور وہ قسمیں اس لیے کہنا ہے کہ شاید تم کو قبول کر ڈاؤں (۱۶۱)

قرآن کی اُسی تعلیمات

ادارہ

قرآن نے اخلاقی، سماجی اور مذہبی زندگی کے متنوع پیر بھی دیا پائت دی ہیں، وہ صرف ہی گولہ کے لیے کارآمد ہیں، جنہوں نے اس کی اساسی تعلیمات کو جذب کر لیا ہو۔ یہ گویا فیلیپس جیسے ہی پرتراش کی تجربہ کر وہ اسلامی زندگی کی پوری تعلیمات فطری ہوتی ہے۔

۱۔ فوق المادی نقطہ نظر

قرآن وہ آفتاب داریت ہے جس کی شعاعیں کسی ایسی شخصیت کے خاندان میں داخل ہی نہیں ہو سکتیں جس نے مادہ پرستانہ تعصبات کے کوڑھوں سے روح کے دروازے بند کر رکھے ہوں۔ وہ شخص نہایت درجہ پست اور محدود ذہنیت کا شکار ہے جس نے تعصبات اور علم کو اس شخص کے معاملے تک محدود سمجھ رکھا ہو۔ قرآن کا نہ صرف علم حقائق، بلکہ اس کا سامان نظام انسانی و تمدن اور سلسلہ سیاست و معیشت، مادہ پرست

سے وہ متحرک باتیت کا داعی نہیں، بلکہ باتیت کو اخلاقی تقاضوں کے ذریعے تار و پود رکھنے اور انسان کو ان کا مرکب بننے کے بجائے ان کا مرکب بننے کی دعوت دیتا ہے۔ یعنی مادی تقاضے بھی اہم ہیں مگر مادی تقاضوں سے اہم تر اخلاقی و روحانی تقاضے بھی انسان کی تفریح و بہبود کا غور ضرور ہیں۔

۲۔ ایمان

قرآن اگر عقل سے کام لےنے کی بار بار تلقین کرتا ہے اور اپنے دعووں پر عقلی استدلال بھی کرتا ہے، کیونکہ انسان کو اس کا شوق حقیقت کے قانون عقل کے سوا اور کوئی دشمن نہیں ہے۔ انہی ملا باتیت پر عقل کی کمی کو پورا کرتی ہے، اسے وہ عقل ہی کے ذریعے پران کرتا ہے، مگر وہ اپنے منہ والوں کو جس حالت تک پہنچانا چاہتا ہے وہ محض ایک فلسفیانہ شعور نہیں ہے جس میں انہی تلقین و استدلال و مذہب اور بار بار کا اول بدل کا فرما رہا ہے۔ وہ آدمی مذہب باتیت اور اہم پرستی سے بھی انسان کو بچانا چاہتا ہے، اس کا مطلوب حالت ایمان ہے۔ نہ عقلی، نہ عقل پر عمل فلسفہ، نہ اہم پرستی، نہ غیر عقلی۔ انسانی زندگی کو سنوار سکتی ہے، انسانی زندگی پر حلال ہیں حالت ایمان کی محتاج ہے۔ ایمان وہ اعلیٰ کیفیت ہے جو عقلیت، یقین حکم، اعلیٰ مرتبہ باتیت اور ہرگز عقلی عمل کے ایک نقطہ پر جمیں ہو جائے سے پیدا ہوتی ہے۔ ایمان وہ قربت ہے جو انسان کی شریعت کے تمام اصولوں کو ایک مقصد کے لیے متحرک کر دیتی ہے۔ ایمان سے بہرہ مند آدمی راستی، عدل، محبت اور اسما کی تقدروں سے مرزا بہرہ مند ہے، سلسلہ حقائق و مقاصد کے لیے شہادت مل اناس کے مذہب پر قائم رہتا ہے، پھر اپنے فرائض بے لوث

۳۔ توحید

قرآن کی توحید دو تین محاورے سے کہ یہ کائنات سمجھیں تم رہتے ہو، اس کا نظم اس کے ضابطے، اس کا سلسلہ علت و معلول، اس کے اجزاء کا توافق، اس کا حسن و جمال، اس کے اندر ہونے والے ہر واقعہ کا کسی دینی مقصد اور نتیجے پر مبنی ہونا ایسی کھلی شائستگی ہیں کہ کھریوں سادہ لکھ کر کی و مستحق رکھنے والی مادی دنیا ایک خالق کے خلق کرنے سے پیدا ہوئی ہے، ایک منتظم و مدبر کے جس تدریس پر عمل آ رہی ہے، ایک آمر و حاکم کے سامنے تم تسلیم کر دینے کی جگہ ہے۔

پھر قرآن بتاتا ہے کہ قریم خدا کی اس سلسلہ کائنات کے اندر خدا کی پیدا کردہ مخلوق ہو، خدا کے رزق پر رہنے والی برکت ہو، اس کے عطا کردہ اعضا اور قوتوں کی مدد سے زندگی کے تقاضے کو پورے کرنے پر قادر ہو، خدا کا تمام اس لیے و ماحول پر ہے کہ قرآن کے مذہب کی اس کی عبادت و اطاعت میں زندگی گزارے۔

قرآن بتاتا ہے کہ کوئی ظلم و ستم کائنات کی حقیقت خداؤں کی موجودگی میں ایک لفظ کے لیے نہیں مل سکتی ایک سے زیادہ خواہ تھے تو اس کے ہر گوشہ میں انعام و فضل رونما ہو جاتا۔ پس تمہارا خدا ایک ہی ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ عبادت بھی کرنا تو اسی ایک نہ

کی ۱۱ اور پھر بھی مانگو تو اسی ایک خدا سے۔

وہی ایک نوا تھا اما خالق ہے، اور اُنق ہے، ایک
 ہے، حاکم ہے، جزا اور سزا دینے والا ہے۔ پس اسی ایک
 کو دنیا پر اور اپنا اٹا، فخر اس کے ساتھ کسی دوسری قوت
 کی وجہیت والہیت کا چہرہ نہ نکالو۔ یہ شرک ہے۔ اور
 اس کو کائنات کا ایک حاکم

اپنے مرتبہ اور اپنی صفات اور اپنے حقوق میں کسی دوسرے کی شرکت کو تسلیم نہیں کرتا، اور نہ بطور امر واقعہ کہ ایسی کوئی شرکت موجود ہے۔

خدا کی توحید کا یہ تصور ہی وہ واحد نقطہ ہے جس کے گرد و نیکی تمام قوسوں، تمام سطیوں، اپنی بولیں اور نکلنے والے اختلافات کے ساتھ جمع ہو سکتی ہیں یہی وحدتِ انشائیہ واحد راستہ ہے۔

حق و قیوم اور انسانی راہی خداوند کیسے دستمال کا یہ
نصو نہ صرف زمین پر پھیلے ہوئے تمام ملکوں کے انسانوں
کو اپنا گروہ بناتا ہے، بلکہ یہ تصور ساری انسانی تاریخ
کو بھی چونک کر ایک وحدت بناتا ہے جس کے دو جز ہیں ای
مشیت شروع سے آج تک ذلیل ہے۔

یہ نزلے و امراض ہوتا ہوں سے جہت کر کے اور
جہت کر کے کہ جو جہی سے ان کے ساتھ دایت کہ باطن
لہای فیلور کے ذریعہ واضح کر ہے ان کی دایا میں متنا
ہے ان کی تھیں یوں میں سہا با جاتا ہے اس پر بیان لانا
یہی اسی قوت کا سہرہ ہے کہ جس کے بل پر اسی
ذکی کی کشاکش کے پر تصور بہت مراحل کو جرات بہت
کے کے کرنا جاتا ہے۔

م۔ رسالت

زندگی کا عمل تکمیل کے لیے خاتون کا تہا و وسیع شو

انسان کو دینا ہے اور جو وحشی مصلحت فراہم نہیں کر سکتی۔
اسے خواہ اس مفکر کی دی ہوئی معلومات اور اپنے استدلال
استراح کے وسیعے اس سے انکار کر دے، تصورات کے علاوہ انسانی
تعلیم پر ذات کی بھی ضرورت ہے۔ انسانی عقل فوق المادی
دارے کے مابین تدریس نہیں کر سکتی، انسانی عقل جذبات کی
وضوہ انداز سے بھی مشغول نہیں رہ سکتی، انسانی عقل پر ہی
کوئی نوع کے تمام پروری کی خواہش کے خرقہ پھاڑ کر مادی چیز
میں سکتی، انسانی عقل پیشہ مادیات کو درپوں اور اس کی تعلیم
کو مادی نہیں کر سکتی، جن کی ہر ایک ایک مصلحت سے چل کر
فرد، متمدن اور اولاد سے جڑی ہوئی سادہ سادہ معاشرے
پیشہ جاتی ہیں، اور پھر بعد میں اسے مادی فطرت کے ذریعہ
میں اثر انداز کر مادی عقل جاتی ہیں۔

قلب کی کسی کو پرکار نہ کرے کیے انسان الہی ہدایت
اسی طرح محتاج ہے جس طرح سورج کی روشنی ہوا پر پانی
اور مٹی کا حتمی ہے۔ اور اس کے بہت والے سے سرخوردہ
کو پرکار نہ کرے اس نظام ہی اسی طرح پرکار ہے جس طرح اس کی
ہستی ان خود قیوں کا۔ اسی نظام کا عنوان نظام رسالت ہے
خدا نے انسان کو پیش ہدایت کے نور
پر چڑھ کر جو نسل انسانی پھیل گئی۔ پھر وہیں پر چڑھ کر
یہ وقت کے بہترین جن جن لوگوں کے مسائل کو منتخب فرما کر
نہیں صرف ہدایت و رسالت قبول نہیں کیا۔

خدا کے مبعوث کردہ انبیاء و رسول صحت و سقم کی چاربت
کی طرف سے تھے۔ جو صحیفہ انہوں کو پہنچتا ہے اسے
بلکہ ان کے طالب علموں نے ان کی زبان پر سر کر کے لکھا دیتے رہے
خدا کے نبیوں کے کسی زندگی پر مطلوب ہے۔ اسے کیا چیز
مندیہ اور کیا چیز کی شکل میں ثابت ہے۔ انچاپ کے دیکھنے
پر ثابت ہے۔ دوسرے حالات ۱۰ اسباق کو چھپنے میں انہوں
حرف اور انہیں کو کسی حلقہ اور جار میں کسی نو حرفوں

علم میں نہ جبر، تواریک، انجیل اور قرآن، اول الذکر میں کتابوں کی حفاظت ان کے عقیدہ و مذہب کے لیے، بلکہ ان میں تحریک و توسیع کی گئی، آخر خود قرآن کے نہ یہی ان کی تعلیمات کو صحیح ترین اور مکمل ترین شکل میں اساتذت کے سامنے رکھ دیا، جسے سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورت میں ہی نہیں، بلکہ ایک نئی روش سے ہر ایک مکمل نظام حیات کے چارے رنگ میں اس کے ایک ایک گوشے کو چیلو کر کر کے دکھا دیا کہ جانتے یا اندازہ انسان اور طریت یا فہم معاشرے کے سامنے کیا ہونی چاہیے۔

مختصر اور بیہوش انسانیت کے بولنے کے موقع پر اور میں اقوامی ذمہ کے سر پر ہوں ہے اور آپ کی کتاب جوئی کتاب جامع و مکمل جو سنہ کے ساتھ ساتھ تحریف کے تمام مضامین سے محفوظ کر دی گئی ہے۔ یہی کتاب آخری کتاب ہے اور اس کے لئے واسطہ رسولی آخری رسول ہیں۔

۵۔ الکتاب

قرآن کی اساسی تعلیمات کا ایک حصہ خود اس موضوعات کے لیے وقف ہے کہ نورانی ازل کہو اس کتاب پر آیت کے کیا حقوق ہیں۔ یہ نورانی کلمات کی طرف سے مقرر کردہ جامع ضابطہ ہے۔

مطالعہ یہ ہے کہ اسے کتاب کو سنوار کر پڑھا جائے
اس کے بعد دعا و مطلب کو سمجھا جائے، اس کے بعد دعائیں
پڑھ کر غور و فکر کیا جائے، اس کے بعد اصول و احکام کو عمل پیرا
کیا جائے، اس کے بعد اطفال و قنوان کو قالب کرتے کی پرورد
کيا جائے، اسے باطن نظر آتے کہ جنوں کی تیرے بچاؤ
اور اس کی آقاوت پر مٹو ثبوت اور سبب رسالت، اور
ظہر بنیاد و ماثود کا ہر دو قائم رکھا جائے اور اس کے

مطابق نظام زندگی کو بنیاد کر ساری دنیا کو فلاح و سعادت
اور امن و انصاف کا راستہ دکھایا جائے۔

۴۔ آخرت

کسی عقیدہ، نظریہ یا تصور کی محنت کی ایک عقل
ہانچی ہوگی ہے کہ اس سے زندگی بہتر شکل اختیار کرتی
ہے، یا اس میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔

اس معیار کو سامنے رکھ کر جو شخص کو انسان فی زندگی کا محض اس کو فرض کے جسمانی وزن تک محدود کرنا چاہیے سنگین کپ ٹیا ہے جو فساد اور لٹکا لٹکا کے سرا کوئی نتیجہ نہیں دے سکتے۔ مگر زندگی میں یہی ایک سے اور محض جسمانی ہے تو پھر انسان کے لیے اس سے بڑا کوئی نصب العین نہیں ہو سکتا کہ وہ اس محققہ دور میں اپنی ساری قوتیں بیکار و نامانوس کر تیار نہیں کرے یعنی نرود سے زیادہ فائز اور لذت حاصل کرے کہ اس کے لیے وہ کمال دور و وقت کا

ہر وہ چہ جسے کہیں غصہ کر دی ہے کامے اور کہیں
جہد ہی کے واسطے کہیں غم و تپ کر دی ہے تو اس اعتبار
کہے اختلاف اس کا موقف صرف یہی ہو سکتا ہے کہ جو
دعا و برادری اور احباب و دوست و کاروبار و عہد و عہد
تقریر و تحریر و قیادت و تنظیم اور شعر و شاعری اور اخبار و
مجلس اور مصاحف کی جو یہی قوتیں ہر گستاہی اور کاروبار سے
برادر و معاد حاصل کرنے کے لیے استعمال کیے۔ وہ یہ کیا
کا پرسوں جو کہ ان کی کارنگیت کے خوشنما اور مسخر اور
نفیاتی تجربوں سے کام لے کر انسانوں کا نشانہ کرے۔
اور انفرادے آگے نکل کر یہ تقاضا کرنا کہ ہے کہ ہر طبقہ
وہ دوسرے طبقے کے خلاف اور ہر قوم دوسری قوم کے خلاف
اور ہر ممالی ہر ملک کو دوسرے ملک کے خلاف ہر وقت اور
ہر زمانہ مختلف رنگ و روپ سے آواز کرے اور خدا کے خلاف

کے نقصان اور کھوکھلے رہ سکے۔ اسی تصور سے مراد داری اور شمول کی معیشتیں پیدا کیں، اسی سے مرامیت کیلئے راستہ ہمارا کیے اور اسی نے فلسفہ ارتقاء کے اصول تلاش کیے۔ اور بقائے اصلہ کو اہل صدائیں بنا دیں جنہیں لائق کے کہے افراد اور قوم اور طبقوں نے لاکھوں انسانوں پر لیے۔ ایسے مذاہب ڈھانکے ہیں کہ وہ بے شرما جائیں۔

جس تصور کو چیتے ہیں، اس نیت سے مراد ہے مصائب کے چکر میں مبتلا ہوا اور جس فاسی اور افسانہ کی بڑا دی ہوا، اس طرح خود غفلت انسان کے سامنے شہادت برقی ہے کہ وہ نفسی طور پر باطل ہے اور جو غفلت اس سے ہم آہنگ ہوئی، وہ بھی قابل استزاد ہیں۔

یہ تصور جس نے فرد و خدا پیدا کئے جس نے طاقت و قوموں کو کمزور قوموں کا شکار بنا دیا جس سیاسی اقتصاد اور دھرمی و ثقافتی غلامی کے قوا سے کمزور قوموں کی گردنوں میں ڈال دیے، جس سے مراد داری کو مڑو دے، یہ حائر نفع مغربی کا کھینچا اور جس نے اشتہاریت کو اس منزلی تک پہنچا یا کہ وہ ملت کش انسانوں کو مافوقوں کے گلے میں بدل دے، اسے قرآن نے زور کر رکھا یا اور اس کے بنیادوں آخرت کا شعور دلایا۔

قرآن کا تصور آخرت یہ ہے کہ خدا کی طرف سے اہل مسمیٰ پوری ہوئے پر انسانی دنیا ایک دان ختم کر دی جائے گی، اور تمام کے تمام مردہ انسان زندگی کے اسی منتہی درجہ داخل ہوں گے جس کا آغاز عشر پیشہ بدلتلو سے ہوتا ہے، پھر خدا کی عدالت تک، اس عدالت کے سامنے زندگی کی زندگی کا پورا ریکارڈ پیش ہوگا، اس کے مقابلہ ہر اس کے جرائم کے ستر رسید گاہ میں کے قضیوں گے، اس کی اپنی جہت، اس کی نصیحت، اس کے اعتقاد ان کے اہل کے تمام عمر گاہی ہی ہو گے، اور پھر فیصلہ خدا

ہوگا کہ اس شخص نے زندگی میں کی راہ پر گزاری یا نہی اور ملک کے رستے پر اپنی صورت میں سے حسرت خداوندی چننے ماورائی سے نوازے گی، اور دوسری صورت میں سنگین اور غوطہ خراب سے!

یہ عقیدہ آخرت جس کے نام پہلوں کو قرآن نے تفصیل سے بیان کیا ہے، اس زندگی کو ایک استقامتی زندگی قرار دیتا ہے، بیان ہم ایک استقامت گاہ میں، اسے گئے ہیں اور ساری جانیں ہو رہی ہیں کہ خدا کی عطا کردہ حیات طہر، ثروت و فقیر۔ اور اس کی نعمتوں سے ہم کس طرح کے مصائب کے لیے کیا کام لیتے ہیں، یہ تصور امتحان، ایمان و تقویٰ کی راہ اختیار کرنے کا محرک بھی بنتا ہے اور یہی کی قوتوں کے خلاف تشکک کرنے اور سستی دہنی کے خدا کی نظام کو بر پار کرنے کی جدوجہد کا وسیلہ رہتا ہے۔ اس عقیدے کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ دوسروں سے محبت کرو اور ان کی خدمت انجام دو۔ نہ یہ کہ اس پر ظلم کرو اور ان سے نامائز فائدے اٹھاؤ۔ یہ عقیدہ آخری کے پیشے میں ایک پولیس چوکی، ایک ادارہ اعتبار اور ایک نظام عدالت کا ذکر دیتا ہے جو راستے تمام قوموں میں بھی نیکی پر قائم رہنے کے رشتا کا لاندہ بننے سے گرا سکتا ہے۔

یہ قرآنی تصور آخرت اگر ہم اسے سامنے نہ جو تو ایسے لاعلم سوال پیدا ہوتے ہیں کہ جن کا کوئی جواب نہیں دیا جاسکتا۔

وہ شخص جو ساری عمر ظلم و ستمیت میں گزار کر کمر لیا و انسان کو مصائب کا شکار بنا کر ہے، کسی استقامت پر نہ کے ملہو رہو قوموں کی قوموں کو ساری ریزی اور ہرج و مرج کے تیغ چرواہے سے گزارتے ہیں، وہ نفسی اور دھرمی فساد کی نسلوں کا باطل نظریات کا شکار بناتے ہیں، اس کو خدا

نہی، اعتبار اور تعاون اور ملاتی نظام ان کے ایک ایک عمل ان کے اثرات کا احاطہ کر کے انہیں کا حق پر کر مڑا دے سکتا ہے!

اسی طرح وہ شخص یا گروہ جو فروع انسانی کو سفاکی اور نیکی سے بہرہ مند کرنے اور ان کی بہترین خدمات انجام دینے کے لیے عمر بھر تیار بنا دیتا ہے، کوئی حکومت اور اس کے ذرائع و وسائل اسے پوری پوری ہزاروں اسکینین قرآنی تصور آخرت کا چھوڑ دینے سے عیاں عیاں پیدا ہوتا ہے کہ زندگی عقل کی نگاہ میں انسانیت ہی جاتی ہے اور زندگی کو لائق بنانے کے بعد انسان کا اچھا انسان بننا ناممکن ہے۔

۴۔ چین

قرآن کی اساسی تعلیمات میں سے ایک یہ ہے کہ چونکہ دینی نام سمجھتی زندگی بسر کرنے کے انداز اور کار اور اس کے مقصود میں مسلک حیات اور نظام حیات کے تصور متماثل ہیں، اس لیے انسان ایک وقت کسی ایک ہی دین کا پیر و مہمکتا ہے۔ وہ دینی چرچے کا یا دینی باطل پر۔ وہ خدا پرستی کی راہ اختیار کرے گا یا خدا فراموشی اور منہ پرستی کی، وہ ابا بخار ہوگا یا کفر کش۔

چرچہ پر اور فلسفہ ایک خاص قسم کے دین یا نظام حیات کی بنیاد ہوتا ہے۔ اور ہر قوم اور ہر فرد کی زندگی جس نقشے پر بسر ہو رہی ہے وہی اس کا دینی ہوتا ہے۔

جمادی کتاب دیانت میں فلسفہ میں یہ بتا دیا کہ تمام اسے لیے قرآنی تصور آخرت کو چھوڑ دینے سے باطل تھا پیدا ہوتا ہے کہ زندگی عقل کی نگاہ میں انسانیت ہی جاتی ہے اور زندگی کو لائق بنانے کے بعد انسان کا اچھا انسان بننا ناممکن ہے۔ میں نے کہا اتفاق و تک اور عا کو مادی

ہونے کی حیثیت سے اسلام کو تمام دینی مقصد کو رہا ہے اور اس کے خلاف میں میں مسلک زندگی یا طرز زندگی یا نظام زندگی کو اختیار کیا جائے گا، وہ خدا کی عطا کردہ صلاحیت آخرت میں جائز VALID تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ پس قرآن کا مطالعہ ہمارے ہر فرد کے لیے کوہ ہر طرف سے مڑو کر دیتی ہے کہ یہ کیوں ہو جائیں اور پھر خود ہمیں اس سے معاشرے میں بھی غائب کرنے کی جدوجہد کریں۔

۸۔ عبادت

قرآن کا تصور عبادت دوسرے محدود مذاہب اور تحریف شدہ اور ان سے مختلف ہے۔ اسلامی تصور عبادت صرف اتنا نہیں ہے کہ خاص انفرادی راستہ میں پڑ جائے یا شے کے چہرہ پر فرد یا عقول کو پڑا جائے، بلکہ یہاں کا تصور عبادت ہی زندگی کو محیط ہے۔ زندگی کا ہر فعل اور خود فرد سے تعلق رکھتا ہو یا غائبانہ سے معاشرے سے یا راست سے مسجد کے اندک ذمہ داریوں سے یا محبت کا بنانے، بازار اور دفتر کے مشاغل سے، بالکل ان کے معاملات سے، یا فلسفہ، کچری اور اصلاحی سرگرمیوں سے، اگر اسے فرائض کے احکام و حدود میں میں سمجھا کوئی متعین کیا گیا ہے کہ تحت انجام دیا جائے تو وہ عبادت کی تعریف میں ہے، بصورت دیگر معیشت کے دائرہ میں دینی دوسرے کا اسلام کے حدود میں دوکر بالکل کے فتنہ کا استحکام کرنا، اور دینی تعلقات استوار کرنا، اور دین و دولت کے منصب پر فائز ہونا اور ان میں چمکیں محمد آدوں کا مقابلہ کرنا، عدالت کی کسی سے حق کے مطابق فیصلہ دینا، اور مدد و دیانت کے ساتھ تہمت دہن کرنا بھی بیکر عبادت کی وسیع تعریف میں داخل ہے۔

عبادت ہی کے تصور کے مطابق قرآن، نیکی کا پتہ
تصور دلاتا ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ رسوم کا بیرونی قرآن اور
اپنی جگہ فردی بھی ہے۔ اصل نیکی نہیں، بلکہ اصل نیکی
قرآن اور رسول پر ایمان لانا اور پھر اس ایمان کے تقاضے
پہنچانے کا ہے۔ جانے نماز سے لے کر میدانِ جہاد تک!

۹۔ توازن

قرآن نے ایک ایسا اصطلاح "میزان" کی استعمال
کی ہے۔ وہ بتا ہے کہ کفر کا ثبات میں ایک میزان کے
مطابق قائم ہے۔ اور تمام اس منصب بھی ہے کہ کچھ نیکی
اور گریہوں میں اس میزان کو نفل ٹوٹے بغیر برقرار رکھو۔
وہ میزان ہے کہ جس پر پتے انہی کے ساتھ جہاں کتاب
نازل کی ہے وہ اپنا میزان بھی آگایا ہے۔

قرآن کے اس میزان کا تصور کہ خدا ایک خاص فرقہ
کا توازن ہے جسے وہ انسان کی ساری زندگی میں ملحوظ کرنا
چاہتا ہے۔

قرآنی لغوی توازن کے کئی پہلو ہیں:

- ۱۔ اخلاقی اور قانونی توازن میں توازن۔
 - ۲۔ فیزی اور مادی زندگی کی ضروریات میں توازن
 - ۳۔ معاش اور اخلاق میں توازن۔
 - ۴۔ جسمانی اور روحانی اور تقاضا میں توازن۔
 - ۵۔ عقل اور عبادت میں توازن۔
 - ۶۔ فرد اور اجتماع کے حقوق و فرائض میں توازن
 - ۷۔ مرد اور عورت کے باہمی معاملات میں توازن
 - ۸۔ آزادی اور پابندی میں توازن۔
 - ۹۔ بڑوں اور چھوٹوں میں توازن۔
- تمام باطنی نظام، اصولی توازن کے ان تقاضوں کو
پامال کر کے وجود میں آسکتے ہیں۔

قرآن کا انداز بیان خود انسانی کی ایک علی شان ہے۔
اس میں عقائد اور اخلاقیات اور قانونی حکام سب آپ بیک
کر کے سامنے آئے گئے ہیں۔ اور عقل استدلال کے ساتھ
ساتھ مذہبی انقیادیت گھل لی ہیں۔ اس لیے کہ انسان کی
صحت منہ زندگی اس طرح تشکیل پا سکتی ہے کہ اس میں یہ
سب عناصر ایک دوسرے سے مربوط ہوں۔

۱۰۔ نصب العین

قرآن انسانی زندگی کو ایک بے تقدیر کیل مانند
کی حیثیت نہیں دیتا بلکہ بے مقدمہ کائنات میں بدست والی
خلق کو بھی وہ ایک اعلیٰ نصب العین سے بہرہ ور کرتا
ہے۔

وہ نصب العین است و مطر، شمس و علی بن س،
حزب انحر و سنے کے منصب جلیہ کے ساری دنیا کے
سلطنت اور طاقتور اور نبی جس لشکر کا فرض ہے انجم دنیا
ہے۔ کسی ذات کوٹ اور کسی گریہ و عدا سے بالاتر جو کر

میں رہا ہے۔ قرآن کا عطا کردہ مقصد یہ ثابت ہے
جسے کہ جس مقام پر بھی مومن، جس پیشیت کے ملک میں
ہوں، ان میں صلاحیتیں بھی، کھتے ہوں، جس پیشیت میں بھی
معروف ہوں، ہماری تمام سرگرمیوں کا بدست مقصد وہاں
دنیا تک صلاح و فلاح کا وہ پیغام پھیلے اور عقل و دل پہنچا
جس پر قرآن مشتمل ہے۔ انفرادی پیشیت کے بھی اجتماعی
حیثیت کے بھی!

تمام قومی شانیں، تمام نسلی حصیتیں، تمام انسانی
اور کوئی فرد میں ہیں سے بنیادی گئی ہیں، تمام دوسرے
معاقد و معاقد کو نگاہوں سے اچھل کر دیا گیا ہے۔ قرآن کے
مومن کا ایک ہی مقصد ہے۔ ہر شخص، ہر گروہ، ہر قوم
انسانی انسانیت کو قرآنی نظام عدل و احسان کے قریب

اس قسم کے ہڈیاں لگائے اور اخلاقی نصب العین سے
لوگ محروم رہ گئے ہیں کہ سامنے دولت پرستی، نفس پرستی
یا دوسری اور پیش پرستی کے علاوہ دوسری کوئی اور معنوی
ہی پائی نہیں رہا۔ اور اس بیماری میں جتنا اقوام اور گروہ
فاعل ہے، بے گدہ جاہلیت اور فحش اور بد اخلاقی کو تیزی سے
فروغ دے رہی ہیں۔

۱۱۔ شرف انسانیت

قرآن کی اساسی تعلیمات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ
انسان کا مقام کیسا ہے! اس کے جواب میں جہاں میں یہ
بتایا گیا ہے کہ اسے اس حق تعالیٰ پر پید کیا گیا ہے، اوسطے
کرامت سے نوازا گیا ہے، اسے علم سے بہرہ مند کیا
گیسا ہے، وہاں اس کو منصب خدا کی خلافت و نبیت ہے۔
خلافت و نبیت کے منصب کی پہلی ذمہ داری لوگ
وہ خدا کی آیات کے مطابق انجام دے کر خود آدماش میں
بجود آتار اور انعام کا مستحق شمار۔

لیکن اگر وہ اس منصب کے تقاضوں کی تلاش نہ کرے
کرے۔ یہاں تک کہ وہ میرے لیے اپنے اصل ہاکہ
عالم کے جوہر کا آثار کر نہ گئے، یا اس کے ساتھ کسی
کو شریک کرے، یا خود اپنی ذاتی کا باطل دعویٰ کر بیٹھے
تو اس صورت میں اگرچہ حیثیت انسان و خلافت و نبیت
کے لیے استعمال کی جانے والی تو توں کو نبوت کے لیے استعمال
کر سکتا ہے، دوسرے تغلوں میں وہ *DE FACTO*
اس تغلوں کے کردہ مود علم، اختیار اور تحقیق دیا گیا کہ اگر
حاصل نہ ہا ہے لیکن اسٹی طور پر *DE JURE* وہ نبوت
کا جوہر نہ ہا ہے، اسے جوہریت دی گئی ہے اس میں وہ
ذاتی حیثیت کے دائرے میں جس طرح چاہے اپنے منصب
خلافت و نبیت کو استعمال کرے، ان فرائض سے عدالت آخرت

میں اپنے رویے کا حساب دینا ہر گاہ کہ وہ وفادار نہ ثابت
ہوا، یا خدا را!

عامی طور پر استغنی و دو جہالت میں کائنات کے
تمام عناصر اس کے ساتھ تعاون کرتے رہیں گے اور تمام
موجودات اس کے امانتی طور اختیار کا سکتے ہیں۔ اسے
گا، لیکن انت کے غلط استعمال کا خیزا نہ اسے جگہ
پیشے کا۔

ہر حال انسان کو ایک گز شرف و کرامت حاصل ہے
اور اس نعمت گراں بہا کا مستحق تمام انسانوں کو کسی چیز
کے بغیر قرار دیا گیا ہے۔ اور اسی بنیاد پر انسان کو دوسرے
انسان کے لیے واجب الاحترام اور اخوت و ہمدردی
سداوت و احسان کا مستحق گردا گیا ہے۔ اور اپنے ہنگامہ
کا یہ غلبہ کہ وہ ضعیف لوگوں کو احترام و شرف انسانیت
سے محروم کر کے رکھیں، اور قرآن کی دعوت کے مطابق محروم
ہونے والے مستضعفین کی یہ مجرا ذیہ پرستی اور کمزوری
ہے کہ وہ جب چاہے اس محرومی کو قبول کر لیں اور اپنا
مقام حاصل کرنے کے لیے کوئی جدوجہد نہ کریں۔

قرآن نے خلافت و نبیت کا جمہوری تصور دیا
ہے۔ یعنی جو لوگ اس منصب کو خدا کا امانت مان کر
اس کے احکام کے تحت کام کر سکتے ہیں، وہ سب
کے سب اجتماعی نظام خلافت و نبیت کے حلقہ میں ہا
کے حصہ دار ہیں، کسی کو کسی پرسلو کے ایمان و عمل و تقویٰ کے
کوئی فضیلت دعویٰ، ملکی، انسانی، لونی، طبقاتی یا خانہ
حاصل نہیں۔

قرآن کے مطابق صحیح مسلم معاشرہ وہ ہے جو مشترک
جمہوری تصور خلافت و نبیت کے ساتھ اقامت نظام
اسلامی کی ذمہ داری انجام دے۔

اور حقیقت میں خطاب غروب ہوا اس کو وہاں
 اور مٹا کر گئے۔
 کوئی صلیبی کلام اگر بدعتی، ریاکاری اور ناشائش
 کے جذبے سے کیا جاتا ہے، وہ باطل ہوگا۔ اور اس کا
 کوئی اثر نہ ملے گا۔

وَالْحَقُّ الْقَائِمُ الْفَلَاكُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

يَا قَائِمُ وَالْقَائِمُ (بقزو: ۴۳)

”مومن! اپنے صدقات کو احسان رکھئے
 اور ادا دینے سے پرہیز کرو۔“
 ۲۔ اخلاق، درحقیقت انسانوں کے باہمی تعلقات میں
 خوش فہمی اور اچھائی برتنے کا نام ہے۔ یا یوں کہیے کہ
 انسانوں کے باہمی میل جول سے جو فرائض اور ضروریات
 ایک دوسرے پر عاید ہوتی ہیں، ان کا حسن و خوبی کو کرنا
 اخلاق کہلاتا ہے۔ اس لیے اخلاق کے وجود کے لیے
 انسانوں کا باہمی میل جول اور اوائل ضروری برپائی ہے۔
 یہی وجہ ہے کہ اسلام نے رہنمائی کے لیے خوش فہمی و ادا
 قرآن کریم پر لکھا ہے۔۔۔

وَعَلَيْكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ رِجَالُكُمْ بَيْنَهُمْ

اور رہنمائی ہے، انھوں نے خود کو گمراہ
 نہ بنے، ان کو اس کا مکمل نہیں دیا تھا۔

۳۔ اسلام میں جماعت کے افراد ہر ان کی قربت کے
 مطابق، جماعت کے دوسرے افراد کی عمرانی فرض ہے
 اسی اخلاق اور شرعی فرض کا نام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر
 ہے۔ قرآن کریم کی وضاحت کے پیش نظر اس بات سے مسلمین
 کی اس بات پر ہے کہ امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر
 کا فرض سراسر امر و نہی ہے۔

مَنْ لَمْ يَنْصَرِفْ إِلَى طَرَفٍ مِنْ طَرَفِي هَذِهِ الْأُمَمِ

بِاخْتِلافٍ وَتَفَرُّقٍ عَنِ الشُّعْبِ (تذکرہ لکھنؤ)

”تم سب پر امت ہو، جو ہمارے انسانوں کے
 لیے وجود میں آئی ہے، تم صلیبی کلام
 دیتے ہو اور وہائی سے روکتے ہو۔“
 لہذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ جہاں بھی برائی کو
 دیکھے، اسے مٹانے کی کوشش کرے اور برکات میں
 حق بات کہے۔

وَالْوَلِيُّ الْخَلِيفَةُ وَكَانَ الْخَلِيفَةُ (العصر: ۳)

۳۔ عدل اور انصاف کو ہمیشہ مد نظر رکھنا چاہیے کسی
 فرد یا قوم کی دشمنی کو جو ہے، راہ امتداد سے پہنچا یا
 بھی شہادت دینے سے گریز کرنا یا تاہنہ خواہ اس
 کی خاطر رشہ داروں، دوستوں اور آئندہ اپنی ذات
 کے مفادات ہی کو گاہ گریز نہ جانا چاہیے اور اس طرح اگر
 دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے کا سامنا پیش آئے
 تو بے لگ فیصلہ کرنا چاہیے۔

وَلَا تَحْكُمُوا بَيْنَ النَّاسِ أَنْ يَكُونَ

بِالْحَقِّ (انصار: ۵۸)

”اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو
 تو انصاف کا فیصلہ کرو۔“

وَلَا تَجْعَلُوا شَتَاءَ قَوْمٍ لَكُمْ وَلَا تَكُونُوا

اور لوگوں کی دشمنی میں اس بات پر توجہ
 نہ کر کے کہ تم انصاف چھوڑ دو۔ (انصار: ۱۰)
 قَوْمٌ قَدْ مَاتُوا بِغَضَبٍ شَدِيدٍ وَتَكُونُوا
 الْخَاسِرِينَ (الانصاف: ۱۲)

”انصاف پر قائم رہو۔ اللہ واسطے کے
 گناہ بنو غزوہ تمہاری گواہی تمہارے یا
 تمہارے ماں باپ اور رشہ داروں کے
 خلاف ہی کیوں نہ ہو۔“
 اس سے بھی بڑھ کر قرآن نے عدل کے ساتھ

”ساتھ احسان کو بھی مسلمانوں کی ایک اخلاق ضرورت
 بتایا ہے۔ احسان کا مطلب ہے کہ کسی کی کوئی چیز
 کو دینا، تاکہ اسے اور زندگی میں کسی تاہم رہے۔ اس کی
 عظمت میں عدل کا تعلق بڑی حد تک راست کے ساتھ
 میں ہوگا۔ لیکن احسان برخص کے ساتھ ہے۔
 إِنَّ اللَّهَ يُثَابِتُ كِتَابَهُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ
 ”اللہ تعالیٰ عدل اور انصاف کا حکم دیتا ہے۔“

۵۔ قرآن کے نزدیک وہ تمام صفات مذکور ہیں، جو
 معاشرہ کی اخلاق کو نقصان کو کمدر کریں اور مسلمانوں کے
 اتحاد و ضبط کو نقصان پہنچا دیں اور اس سے اس بات کا
 غرض ہو کہ پوری سوسائٹی ناقابل اعتماد قرار پائے۔ مثلاً
 جھوٹ، انکار و افتراق، اختراہ و دانی ہونگیاں، جھپٹ
 فہمیت، اخلاق اور حق و غیرہ کی حرکات ہیں جن سے
 کسی سوسائٹی کی فضا کمزور ہو سکتی ہے۔ ان سب سے بچنے
 کے لیے اس طرح ہدایات دی گئیں:

وَالْعَمَلُ وَالْحَقُّ وَالْإِحْسَانُ وَالْعَدْلُ

”اور بچنے دو جو حق بات سے“ (الحج: ۳)

(ب) وَأَعِزَّنَا بِجَنَابِ اللَّهِ

”اللہ کی لائیں میں سے بڑھ کر۔“ (آل عمران: ۳)

(ج) تَحْلُوا بِتَعَالَى اللَّهِ

”ہمیں کے ساتھ رہو۔“

(د) اَلْحَقُّ بِالْحَقِّ وَالْحَقُّ بِالْحَقِّ

”قیاس آدابوں سے بچو۔“ (حجرات: ۱۲)

(هـ) وَلَا تَقْبَلُوا بَعْضَكُمْ بَعْضًا

”ایک دوسرے کی قیمت نہ کرو۔“

(و) وَلَا تَقْبَلُوا

”نہ قبول کرو۔“ (حجرات: ۱۲)

(ز) وَلَا تَقْبَلُوا

”ایک دوسرے کو عیب نہ لگو۔“ (حجرات: ۱۲)

(ط) لَا تَقْبَلُوا قَوْلَ قَوْمٍ
 ”کچھ لوگ دوسروں کا مذاق ناوا کرتے۔“
 (ی) لَا تَقْبَلُوا قَوْلَ قَوْمٍ
 ”ایک دوسرے کو جیسے ناموں سے نہ پکارو۔“
 ۶۔ مسلمانوں کی جان و مال، عزت، نام و نسب محترم
 ہیں، تاہم کسی کی جان لینا یا عیب عزت کرنا، یا مال و مال
 کرنا ناجائز نہیں ہے، جیسا کہ خیانت، بد و باطنی حکم،
 غرور و غرور، خود ستائی، حسد، بغض، نام و مال کی بی بی
 انتقام، نقل و حرکت و غیرہ قرآن کے نزدیک عیب و مذموم
 صفات ہیں۔ قرآن کی آیات میں ان باتوں کی وضاحت
 موجود ہے:

(ا) لَا تَقْبَلُوا مَالَهُ وَالْأَمْوَالِ وَالْأَمْوَالِ

”اللہ تعالیٰ، اللہ اور رسول کے ساتھ“

خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت
 کے مرتکب ہو۔ (انفال: ۲۷)

(ب) وَلَا تَقْبَلُوا مَالَهُ وَالْأَمْوَالِ وَالْأَمْوَالِ

”انصاف، مہربانی اور لوگوں کے مال“

پھیلانے نہ کرو۔ اور نہ زمین پر اگر ذکر
 چلو۔ (نہج: ۱۰)

(ج) وَلَا تَقْبَلُوا مَالَهُ وَالْأَمْوَالِ وَالْأَمْوَالِ

”اگر ذکر چلو۔“ (یمنی اسرائیلی: ۳)

(د) لَا تَقْبَلُوا مَالَهُ وَالْأَمْوَالِ وَالْأَمْوَالِ

”چاہی کہ پکارتی“

(هـ) وَلَا تَقْبَلُوا مَالَهُ وَالْأَمْوَالِ وَالْأَمْوَالِ

”کے حصے نہ لگو۔“ (انفال: ۱۰)

(و) وَلَا تَقْبَلُوا مَالَهُ وَالْأَمْوَالِ وَالْأَمْوَالِ

”نہ قبول کرو۔“ (حجرات: ۱۲)

”جو لوگ پاک دامن نہیں ہوتے، بے خبر

قرآن کی سیاسی تعلیمات

سید ابراہیم علی محمد ودی

۱- تصور کائنات

کونسا ہے؟ (۱۵ - ۳۶)

● اس کائنات میں حاکمیت ایک اللہ کے ہوا کسی کی ہے نہ ہر ممکن ہے اور کسی اور کا یہ حق ہے کہ حاکمیت میں اس کا کوئی حصہ ہو۔

”فصلے کا اختیار کسی کو نہیں ہے سوائے اللہ کے“ (۱۵ - ۶)

”بندولی کے بیسے اس کے سوا کوئی ولی و سرپرست نہیں اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا“ (۶۹ - ۱۸)

”وہ کہتے ہیں کہ ہمارے اختیار میں بھی کچھ ہے۔“

● کو اختیار سارے کا سارا اللہ ہی کا ہے۔ (۱۵ - ۳۶)

● حاکمیت کی جو مناسبات اور اختیارات صرت اللہ ہی میں مرکوز ہیں۔ اس کائنات میں کوئی ایسا طاقتور اختیار کا حامل سرے سے نہیں ہے۔

”وہ اپنے بندوں پر ظہر رکھتے والا ہے اور وہی والا اور ہر جہے سے باخبر ہے“ (۱۸ - ۶۹)

● بادشاہ عظیم و مخلص سے پاک، عقلی ہے ہوا اس دینے والا، گہائی، غالب، بزرگ، مہم ناکہ کرنے والا، کبریائی کا مالک (۱۸ - ۶۹)

فصلہ سیاست کے تحت نظر سے اگر تصور کائنات کا جائزہ لیا جائے تو حسب ذیل نکات ہمارے سامنے آتے ہیں:

● اللہ تعالیٰ اس پر ہی کائنات کا اور خود انسان کا اور ان تمام چیزوں کا خالق ہے جن سے انسان اپنی دنیا میں مستفید ہوتا ہے۔

● کو اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور وہی دنیا ہے سب کو منسوب کر کے رکھنے والا۔

● اب اپنی چیز پر اگر وہ اس حق کا مالک قرار دے اور ہر مصلحت میں اللہ ہی ہے۔

”اس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو کچھ اس کے درمیان ہے اور جو کچھ زمین کی تہ میں ہے“ (Underground) ہے۔

(۱۸ - ۶۹)

● سورج اور چاند تانوں کو اس نے پیدا کیا، سب اس کے حکم سے سفر میں فرما رہے۔ اس کی خلق ہے اور اس کی مقرر کی ہے

● باریا برکت ہے اللہ رب العالمین (۱۸ - ۶۹)

● زمین سے آسمان تک دنیا کا انتظام

بڑا بارکت ہے وہ جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے (۱۸ - ۶۹)

● جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے اور اس کی طرف تم جہانے ہائے جو (۱۸ - ۶۹)

● جبے شک اللہ جو کچھ چاہتا ہے فیصلہ کر کے (۱۸ - ۶۹)

● اللہ فیصلہ کرتا ہے اور کوئی اس کے فیصلہ پر نظر ثانی کرنے والا نہیں ہے (۱۸ - ۶۹)

● جو کچھ وہ کرتا ہے اس پر کسی کے سامنے وہ جواب دہ نہیں اور دوسرے سب برابر وہ ہیں (۱۸ - ۶۹)

● کیا اللہ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہے؟ (۱۸ - ۶۹)

● کو خدا یا ملک کے مالک تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کر دے۔

● ساری عبادت تیرے اختیار میں ہے تو ہر چیز پر قادر ہے (۱۸ - ۶۹)

۲- حاکمیت اللہ

● کائنات کے تصور کی بنیاد پر قرآنی کتب ہے کہ انسانوں کا حقیقی خواہر اور حاکم بھی وہی ہے جو کائنات کا حاکم و فرمانروا ہے۔ انسانی معاملات میں بھی حاکمیت کا حق اسی کو پہنچتا ہے اور اس کے ہر کوئی انسانی طاقت پرورد و حکم دینے اور فیصلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ البتہ فرق صرت یہ ہے کہ کائنات میں تو اللہ کی حاکمیت اور فرما خدائی اپنے زور پر آپ کا منصب ہے۔

● ہر کسی کے اعتراض کی مناجات نہیں اور خود انسان بھی اپنی اپنی زندگی کے فیصلہ رائے جتنے میں جہاں اس کی حاکمیت

اور فرما خدائی کا ایسی طرح مصلح ہے جس طرح ایک کتبے سے لے کر کائنات میں انسانی ایک ہر چیز اس کی مصلحت ہے۔ لیکن انسان کی زندگی کے اختیاری جتنے وہ اپنی اس حاکمیت کو بڑے مصلحتیں کرتا، مگر الہامی کتابوں کے ذریعے سے جن میں آخری کتاب قرآن ہے ان کو دعوت دیتا ہے کہ شور و ارادہ کے ساتھ اس کی حاکمیت تسلیم اور اس کی اطاعت اختیار کر لیں۔ اس مضمون کے مختلف مہیروں کو قرآن میں چرخی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

● اللہ ایہ کہ کائنات کا ادب ہی و حقیقت انسان کا ادب ہے اور اس کی روبرو تسلیم کی جانی چاہیے۔

● کو میں پناہ مانگتا ہوں انسانوں کے رب انسانوں کے بادشاہ انسانوں کے مہربان کی (۱۸ - ۶۹)

● کو کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ اس صحت اور حیاتی کی قوتیں کس کے اختیار میں ہیں؟ کون ہے جان میں سے جاندار کو اور جاندار میں سے جان کو نکالتا ہے؟ اور کون دینا کا نظام چلا رہا ہے؟ وہ ضرور تمہیں ملے گا۔ اللہ کو پھر تمہارے رب نہیں؟ پھر وہ اللہ ہی تعالیٰ حقیقہ ادب ہے۔ آخر حق کے بعد کون ہے ہوا اور کیوں دیا جاسے۔ تم کہہ رہے ہو (۱۸ - ۶۹)

● (ب) یہ کہ اللہ اور فیصلہ کا حق اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ اس کی بندگی انسانوں کو کرنی چاہیے اور یہی صحیح طریقہ کار ہے۔

● تمہارے سوا کسی کے لیے نہیں ہے اس

کا فرمان ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو۔ یہی صحیح دین ہے مگر اکثر لوگ سمجھتے ہیں ہیں :- (۱۶)۔ (۲۰)

”وہ کہتے ہیں کہ جہاں بھی کچھ اختیار رہے۔ کھوار سارا اللہ ہی کا ہے (۱۵۴:۳)“

قرآن کا کتاب ہے

”جہاں تک میرا اپنا مطالعہ قرآن ہے، اسلام کا مقصد انسانی نہیں کہ افراد کی اخلاق بہتر کر دی جاتے۔ اس کا مقصد یہ بھی ہے کہ تدریجی مگر فیاضی انتساب بنی نوع انسان کی پوری اجتماعی زندگی میں برپا کیا جائے اور قوی و شل ذریعہ نظر کہ بدل کر ان کی جگہ ناصح انسانی احساس و شعور پیدا کیا جائے۔“

قرآن کہتا ہے کہ صرف اسلام ہی بڑا دھوکا ہے تو نسبت کی، خواہ اسے تنہی مضمون میں لیا جائے۔ خود بنیادی مضمون میں ہی جب کہ قرآن نے صحت صحت اطلاع کروا کر اگر کسی شخص نے اسلام کے سوا کسی مضابطہ خیالات کو بطور دینی اختیار کیا تو یہ بات بزرگ قبول کی جاسکتی۔“ علامہ اقبال رحمتی

۱۔ ”یہ کہ حکم دینے کا حق اللہ کو اس لیے ہے کہ وہی خالق ہے۔“

”خبردار اس کی صف ہے اور اسی کا نام ہے۔“ (۵۴:۴)

”یہ کہ حکم دینے کا حق اللہ کو اس لیے ہے کہ وہ کائنات کا بانی ہے۔“

”چند مرد اور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ

دو ... کیا تم نہیں جانتے کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ کے لیے ہے۔“

(۲۰:۵ - ۲۰:۶)

۲۔ ”یہ کہ اللہ کا حکم اس لیے برحق ہے کہ وہی حقیقت کا علم رکھتا ہے اور وہی صحیح رہنمائی کر سکتا ہے۔ جو سکتا ہے کہ ایک چیز حقیقت میں پسند ہے اور وہ تعداد سے بے بہتر ہو اور جو سکتا ہے کہ ایک چیز حقیقت میں پسند ہو اور تعداد سے بے برتری ہو۔ اللہ جاننا ہے اور تم نہیں جانتے (۲۰:۱۱۱)“

۳۔ اللہ کی قانونی حاکمیت

ان وجوہ سے قرآن فیصلہ کرتا ہے کہ اخلاقیات خاصہ اللہ کی اور ہر دوسری اسی کے قانون کی برتری ہے۔ اس کو چھوڑ کر دوسروں کی یا اپنی خواہشات نفس کی پیروی ممتنع ہے۔

”اسے نبی ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ تصدیق طوط نازل کی ہے۔ پس تم دین کو اللہ کے لیے خاص کر کے اس کی بدلتی کرو۔ خبردار دین خاص اللہ ہی کے لیے ہے۔“

(۳۹:۱ - ۳۹:۱۲)

”کو مجھے حکم دیا گیا ہے کہ دین کو اللہ کے لیے خاص کر کے اس کی بندگی کروں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ سب سے پہلے سرِ اطاعت چمکا دینے والا میں ہوں۔“

(۳۹:۱ - ۳۹:۱۲)

”پھر تم نے تجھ کو دین کے ایک خاص طریقے پر قائم کر دیا۔ تو اسی کی پیروی کر اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کر جو تم پر ہیں رکھتے۔“ (۴۱:۱۰)

۴۔ ”وہ کہتا ہے کہ اللہ نے انسانی مفاہات کو مضبوط کرنے کے لیے جو عدلی مقرر کر دی ہیں۔ ان سے تجاوز کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے۔“

”یہ اللہ کی پادشاہی ہوئی عدلی ہیں۔ ان سے تجاوز نہ کرو اور جو اللہ کی حدود سے تجاوز کریں۔ وہی ظالم ہیں۔“ (۲۶:۶ - ۲۶:۷)

۵۔ ”نیز وہ کہتا ہے کہ اللہ کے مفاہات جو حکم ہیں وہ صرف غلط اور ناجائز ہے مگر فکر و مشاغل اور غلط فہمی ہے۔ اس طرح کا بر فیصلہ حاجت کا فیصلہ ہے جس کا انکار ازہر ایمان ہے۔“

”اور جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں (۲۴:۲۰)“

”اور جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی ظالم ہیں (۲۵:۵۵)“

”اور جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی نفاق ہیں (۲۵:۵۱)“

”کیا دو حاجت کا فیصلہ جانتے ہیں حالانکہ یقین رکھتے والوں کے لیے اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا اور کوئی ہو سکتا ہے؟“

(۲۵:۵۱)

۴۔ رسول کی حیثیت

خدا کا وہ قانون جس کی پیروی کا اوپر کی آیتوں میں حکم دیا گیا ہے انسان تک اس کے پہنچنے کا ذریعہ صرف اس کا رسول ہے۔ وہی خدا کی طرف سے اس کے احکام اور اس کی ہدایت انسانوں کو پہنچانے کا ہے اور اپنے قول اور عمل سے ان احکام و ہدایات کی تشریح کرتا ہے۔ پس رسول انسانی زندگی میں خدا کی قانونی حاکمیت Legal Sovereignty کا نمائندہ ہے اور

اس بنا پر اس کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔ خدا ہی کا یہ حکم ہے کہ رسول کے امر و نہی اور اس کے فیصلوں کو سبھ چون و چرا تسلیم کیا جائے حتیٰ کہ ان پر دل میں ناگواری پیدا نہ ہو۔ ورنہ ایمان کی تیر نہیں ہے۔“

”اور جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی (۴۰:۶۰)“

”جو کچھ رسول تمہیں دے اسے اسے لے لو اور جس چیز سے روک دے اس سے باز رہو اور اللہ سے ڈرو۔ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔“ (۵۹:۴)

”پس یقیناً تیرے رب کی قسم وہ بزرگروں نے جہاں گئے جب تک کہ (اسے نبی) وہ سمجھے اپنے باہمی اختلاف میں فیصلہ کرنے والا زمانہ میں اور پھر جو تو فیصلہ کرے اس پر اپنے دل میں بھی محسوس نہ کرے بلکہ سرسری تسلیم کر لیں۔“ (۶۲: ۱۵)

۵۔ بالآخر قانون

خدا اور رسول کا حکم قرآنی کیریم کی دوسے وہ بالآخر قانون Supreme Law ہے جس کے مطابق انسانی صورت اطاعت ہی کا وہی اختیار رکھتے ہیں جس سماعت میں خدا اور رسول اپنا فیصلہ دے چکے ہیں ان میں کوئی مسلمان خود آزادانہ فیصلہ کرنے کا جائز نہیں ہے اور اس فیصلے سے انحراف ایمان کی ضد ہے۔ کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یقین نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا فیصلہ کر دیں تو اپنے اس معاملہ میں ان کے لیے کوئی اختیار باقی

روہ جاتے اور جو کوئی اشرار اس کے
برہمن کی نافرمانی کرے وہ کھلی گمراہی میں
پڑ جائیگا (۱۳۰-۱۳۱)

۷۔ خلافت

اسلامی حکومت کی صحیح صورت قرآن کریم کے مطابق
صرف یہ ہے کہ ریاست خدا اور رسول کی قانونی ہدایت
تحتیماً کر کے اس کے حق میں مابکیت سے دست بردار
ہو جائے اور حاکم حقیقی کے تحت "خلافت" بنائے،
کی حیثیت قبول کرے۔ اس حیثیت میں اس کے اقتدار
خواہ وہ تشریف جوں یا عدالتی یا انتظامی ذرائع اور
سے محدود ہوں گے جو ۴۰ اور ۵۰ میں بیان ہو سکتی
ہے، یعنی، جو ملے یہ کتاب نصاریٰ طوت
حق کے ساتھ خدا کی ہے جو تصدیق ہو گئی
ہے پٹے آئی ہوئی کوئی کئی اور گمراہی
ہے ان پر، لیکن جو کہ اللہ نے نازل کیا
ہے تم اس کے مطابق لوگوں کے درمیان
فیصلہ کرو اور لوگوں کی خواہشات کی
پیروی میں اس حق سے منہ نہ موڑو جو
تمہارے پاس آیا ہے" (۴۰-۵۰)

۸۔ خلافت کی حقیقت

اس خلافت کا جو تصور قرآن میں دیا گیا ہے وہ
یہ ہے کہ زمین میں انسان کو جو قدرتیں ہیں حاصل ہیں
خدا کی عطا اور بخشش سے حاصل ہیں۔ خدا نے خود
انسان کو اس حیثیت میں رکھا ہے کہ وہ اس کی فطرتی
ہوئی طاقتوں کو اس کے وسیلے جو کسے اختیار سے
اس کی زمین میں استعمال کرے۔ اس لیے انسان میں

خود مختار مابک میں ہر اصل مابک کا لطیف ہے۔
اور یاد کرو جب تمہارے رب نے
جانکو سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ
بنائے والا ہوں (۲۱-۲۲)

"پھر ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا تاکہ
دیکھیں تم کیسے عمل کرتے ہو" (۲۴-۲۵)
لیکن یہ خلافت صحیح اور جائز خلافت صرف
اس صورت میں ہو سکتی ہے جب کہ یہ مابک حقیقی
کے حکم کے تابع ہو، اس سے دو گروائی کر کے جو خود
خدا راہ نظام حکومت بنایا جائے وہ خلافت کے بجائے
بدلت بن جاتا ہے۔

"تم میں جو لوگ ایمان لائے ہیں ان میں
نے نیک عمل کیے ہیں۔ اللہ نے ان سے
وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ
بنائے گا۔ نبی حرج اس کے اس نے
پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا کہ وہ میری
پندگی کریں اور میرے ساتھ کسی چیز کو
شریک نہ کریں" (۲۴-۲۵)

۹۔ اجتماعی خلافت

اس بات پر زیادہ صحیح نوعیت کی خلافت کا حامل
کوئی ایک شخص یا خاندان یا طبقہ نہیں ہوتا بلکہ وہ تمام
Community (یعنی جمعی حیثیت میں ہوتی ہے۔
جس نے مذکور بالا اصولوں کو تسلیم کر کے اپنی ریاست
تاکم کی جو آیت ۵۰-۵۱ کے الفاظ اس لحاظ
میں سرچیں، اس کی رو سے اہل ایمان کا ہر فرد خلافت
میں برابر کا حصہ دار ہے۔ کسی شخص یا طبقہ کو ان میں
کے امتیازات سے خلافت سب کر کے انھیں لینا۔

۱۰۔ اولی الامر کی صفات

اس ریاست کا نظام چلانے کے لیے اولی الامر
کے انتخاب میں جن امور کو غور و نگاہ دینا چاہیے وہ یہ ہیں
(۱) وہ ان اصولوں کو جانتے ہوں جن کے مطابق
خلافت کا نظام چلانے کی ذمہ داری ان کے سپرد کی
جاری ہے۔ اس لیے کہ ایک نظام کو چلانے کی ذمہ داری
اس کے اصولی ضابطہ پر نہیں ڈالی جاسکتی۔
"اسے لوگو! جو ایمان لائے ہو" خلافت
کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور
ان لوگوں کی جو تم میں اولی الامر ہوں"

(۵۹-۶۰)

(ب) یہ کہ وہ ظالم، فاسق و فاجر نہ ہو اور
سے گزر جائے ورنہ نہ ہوں بلکہ انھیں خدا ترس اور
نیکو کار ہوں۔ کوئی ظالم یا فاسق اگر امامت کے
مصبوب پر قابض ہو جائے تو اس کی امامت اسلام کی
نہایت میں باطل ہے۔

"اور تو! اطاعت نہ کر کسی ایسے شخص کی،
جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل
کر دیا ہے اور جس نے اپنی خواہش نفس
کی پیروی اختیار کی ہے اور جس کا کام
سے گمراہی ہے" (۶۰-۶۱)

اور اطاعت نہ کرو ان گنہگاروں کو
کی جن میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں
کرتے (۶۱-۶۲)

"تم میں سے سب سے زیادہ محترم اللہ کے
ترویک وہ ہے جو زیادہ پیغمبر کا پیروار ہے"

۱۱۔ وہ لوگ اور جاہلی نہ ہوں بلکہ خود علم و دانہ دار

۱۲۔ ریاست کی اطاعت کے حدود

اس نظام خلافت کو چلانے کے لیے جو ریاست
تاکم ہوگی وہ اس کی صورت اطاعت فی الضرورت کے
پابند ہوں گے۔ مصیبت آقاؤں کی خلافت و زمین
میں نہ کوئی اطاعت ہے اور نہ تقاضا۔
"ان میں سے کسی گناہگار اور نادان شکر سے
کی اطاعت نہ کرو" (۶۶-۶۷)

۱۳۔ شورشی

اس ریاست کا پورا کام اس کی تاسیس و تشکیل
سے لے کر بحالی و اصلاح اور اولی الامر کے انتخاب اور
تشریف و انتظامی معاملات تک اہل ایمان کے باہمی
مشوروں سے چلنا چاہیے۔ قطع نظر اس کے کہ یہ مشورے
بلا واسطہ یا منتخب ناخاندان کے ذریعہ سے۔
"اور ان کا کام آپس کے مشوروں سے
چلنا ہے۔" (۴۰-۴۱)

معاذ ختم ہوں اور کاروبار خلافت کو چھلانے کے لیے کافی
ذہنی اور جسمانی تربیت رکھتے ہوں۔

"اپنے اعمال میں اللہ سے تمنا نہ کیے
وہابیہ قیام بنایا ہے نادان لوگوں کے توڑ
شکرو" (۲۰-۵۰)

"وہ ایسے امانت دار ہیں کہ ذمہ داریوں کا بوجھ
ان پر اچھا لگے ساتھ رکھا جائے۔
اللہ تم کو علم عطا کرے کہ امتیں ملی امانت
کے حوالے کر دے" (۲۰-۵۰)

۱۲۔ دستور کے بنیادی اصول

اس ریاست کا دستور جن بنیادی اصولوں پر قائم
ہوگا وہ یہ ہیں۔

"اُسے لوگ جو ایمان لائے جو احکامات
گرد اللہ کی اور احکامات گرد رسول کی،
اور ان لوگوں کی جو تم میں سے اولی الامر
ہوں، پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ
میں نزاع ہو جائے تو اُسے اللہ اور رسول
کی طرف پیرو اور اگر تم اللہ اور رسول
آخر پر ایمان رکھتے ہو" (۳۱-۵۹)

یہ آیت سچ و سدری نکات واضح کرتی ہے،
اللہ اور رسول کی احکامات کا براہ راست پر مقدم
ہونا (۲۱) اولی الامر کی احکامات کا اللہ اور رسول کی
احکامات کے تحت ہونا (۳۱) یہ کہ اولی الامر اپنی اپنی
جگہ سے ہوں۔ (۳۱) یہ کہ لوگوں کو نظام اور حکومت
سے نزا نہ لگتا ہے (۵۰) یہ کہ نزاع کی صورت میں آخری
فیصلہ کن سند خدا اور رسول کا قانون ہے (۴۰) یہ کہ
نظام خلافت میں ایک ایسا ادارہ بنایا جائے جو اولی الامر

اور عوام کے باقاعدہ آزاد رہ کر اس بالاتر قانون کے
مطابق چلن چلا جائے۔

اب، مشعل کے اختیارات لازماً حدود اللہ سے محدود
اور خدا اور رسول کے قانون سے محدود ہوں گے جس
سے تجاوز کر کے وہ ذکوئی اپنی پالیسی اختیار کر سکتے ہیں،
ذکوئی ایسا نکر دے سکتے ہیں جو مصیبت کی قرینہ
میں آتا ہو کیوں کہ اس آئینہ وار کسے سے باہر جا کر
اُسے احکامات کے مطابق کا قانون نہیں پہنچتا (۱۵) اس کے
متعلق قرآن کے واضح احکام ہم اوپر بیان کر چکے ہیں،
خدا وہ رہیں یہ مشعل لازماً خودی یعنی انتخاب کے ذریعہ
سے وجود میں آئے ہیں۔ اور اُسے خودی یعنی خود
دونوں کے متعلق قرآنی تعلیمی اور تعلیمی میں پورا اختیار
ہوگا ایک وسیع اصول تمام کر کے اس پر عمل درآمد کیا جائے
کو خلافت زمانوں میں معاشرے کے حالات اور طریقہ
کے مطابق ملے کرنے کے لیے کھل چھوڑ دیتا ہے۔

(۲۱) مشعل لازماً ایک خودی (Consultative Body)
ہونی چاہیے لیکن اس کے اختیارات قانون سازی پہل
ان حدود سے محدود ہوں گے۔ جہاں تک ان امور کا
تعلق ہے جن میں خدا اور رسول نے واضح احکام دیئے
ہیں یا حدود اور اصول مقرر کیے ہیں۔ یہ مشعل ان کی تفسیر و
تشریح کر سکتی ہے۔ ان پر عمل درآمد کے لیے ملحق قواعد
اور ضابطہ کار اور لازماً تجویز کر سکتی ہے۔ گرام میں رد و بدل
نہیں کر سکتی۔ دسے دو امور ہیں کہ جیسے ہاں تو قانون ساز
نے کوئی قطعی احکام نہیں دیئے ہیں۔ نہ حدود اور اصولوں
میں نہیں کیے ہیں۔ ان میں اسلام کی اسپرٹ اور اس کے
اصول عامہ کے مطابق مشعل پر مشورہ سے کے لیے قانون
سازی کر سکتی ہے کیونکہ ان کے بارے میں کوئی عام
نہر نہابی اس بات کی دلیل ہے کہ شارع نے ان کو

اہل ایمان کی ضروریات پر مبنی قرار دیا ہے۔

(۱۵) عدلیہ ہر طرح کی مداخلت اور باؤ سے آزاد ہونی
چاہیے تاکہ وہ عوام اور حکام سب کے متوازی ہو
کے مطابق یہ لاگ فیصلے کرے۔ اسے لازماً ان
حدود کا پابند رہنا ہوگا اور اس کا فرض ہوگا کہ اپنی
اور دوسروں کی خواہشات سے متاثر ہو کر کسی غیر منصف
منصف حق اور انصاف کے مطابق مداخلت کا فیصلہ کرے۔
ان کے درمیان اللہ کے نازل کردہ قانون
کے مطابق فیصلہ کر اور ان کی خواہشات کی
پیروی نہ کرے (۵۰-۱۵)

"اور اپنی خواہشات نفس کی پیروی نہ کر
کہ وہ خدا کے راستے سے ہٹ جائے
جائے" (۳۰-۲۹)

۱۳۔ ریاست کا مقصد

اس ریاست کو دو بڑے مقاصد کے لیے کام
کرنا چاہیے۔ اول یہ کہ انسانی زندگی میں عدل قائم ہو
اور دوسرا جو ختم ہو جائے۔

"ہم نے اپنے رسولوں کو واضح ہدایات
کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب
اور میزان میں نازل کی تاکہ لوگ انصاف
پر قائم ہوں اور ہم نے قانون بنا لیا جس
میں سلامت و قوت اور لوگوں کے لیے منافع
ہیں" (۵۰-۲۵)

دوسرے یہ کہ شریعت کی قوت اور روحانی تہ
مصلحتی اور دنیا کی ترقی دی جائے اور دنیا کی ترقی
"یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں
اقتدار دے دیں تو یہ فساد قائم کر دیں گے" (۲۰)

دی گئے ہیں، لہذا حکم الہی کے اندر ہی سے روکیں
گے (۲۲-۲۱)

إِنَّ السَّمَايَاتِ يَرْجِعُ بِلَا شَكٍّ
مَّا لَا يَسِرُّهُ بِلَا تَسْرِيٍّ
(پہچھٹا جاتا ہے)

اللہ تعالیٰ اپنے احکامات گزار دے گی، حکومت
کی قوت کے ذریعہ وہ کام نہیں ہو رہا جو
قرآن کے متعین ذریعہ سے نہیں لیا جاتا۔

۱۴۔ بنیادی حقوق

اس نظام میں دینے والے مسلم غیر مسلم باشندوں
کے بنیادی حقوق یہ ہیں انہیں تمدنی سے متعلق رکھنا
ریاست کا فرض ہے،
(الف) جان کا تحفظ

"کسی جان کو جسے اللہ نے حرام کیا ہے حق
کے بغیر قتل نہ کر دے" (۱۵-۳۳)

(ب) حقوق کلیت کا تحفظ
"اپنے مال آپس میں نا جائز طریقوں سے
نہ لگاؤ" (۲۰-۱۰۰-۱۰۰-۱۰۰)

(ج) عزت کا تحفظ
"کوئی گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ ادا کرے
اور نہ ایک دوسرے کو عیب لگاؤ نہ
ایک دوسرے کو بڑے عیب دو، نہ تم
میں سے کوئی کسی کے پیچھے نیچے اس کی
برتری کرے" (۲۹-۱۱)

(د) نجی زندگی Private Life کا تحفظ
"اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں

- ۱۱) میں داخل نہ ہو، جب تک کہ اجازت نہ ملے۔ (۲۲-۲۴)
- ۱۲) "اور لوگوں کے سچیدہ مشغلوں" (۲۴-۲۹)
- ۱۳) فکر کے غلوں اور اٹھانے کا حق۔ اللہ کی قربانی کوئی پسند نہیں کرتا، اگر کسی پر غلظ ہو جائے (۲۹-۳۰)
- ۱۴) اس بات کی ضرورت تھی کہ اللہ کی عبادت کی آزادی کا حق بھی شامل ہے۔
- ۱۵) "تم وہ بہترین امت ہو جسے تم کا کیا ہے لوگوں کے لیے تمہاری تعلیم دیتے ہو، یہی ہے کہ تمہارے پروردگار اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔" (۳۰-۳۱)
- ۱۶) آزادی، اتحاد، Freedom of Association
- ۱۷) لائق بڑھیکہ و دین اور عبادت کے لیے استعمال ہوا اور اسے معاشرے میں تعزیت اور دنیاوی اقلیت پر لگانے کا ذریعہ نہ بننا چاہیے۔
- ۱۸) "اور جو مانا جائے تو ہمیں سے ایک ایسا گروہ ہو جو حق و سچائی کی طرف اور اللہ کے سچے پیاروں کے ہدیے سے ایسے ہی لوگ تھیں جو اپنے دین اور دنیاوی امور ان لوگوں کی طرح ہر قسم کی برکت اور جنوں سے محفوظ کیا جب کہ ان کے لیے واضح ہدایات اپنی تھیں۔ ایسے لوگوں کے لیے بڑا خطاب ہے۔ (۳۱-۳۲)
- ۱۹) "خیر و اتحاد کی آزادی کا حق" دین میں جبر نہیں ہے (۳۲-۳۳)
- ۲۰) "کی تو لوگوں کو مجبور کرے گا کہ وہ عبادت ہو جائیں" (۳۳-۳۴)

- ۱) "تمہاری حق سے شدید تر چیز ہے" (۳۴-۳۵)
- ۲) "خیر و اتحاد کی آزادی سے محفوظ کا حق" یہ لوگ خدا کو مجبور کر رہے ہیں جو ان کو اپنے دین میں ایمان نہ دینے دیتے ہیں۔ (۳۵-۳۶)
- ۳) اس معاملہ میں قرآن یہ صراحت کرتا ہے کہ مذہبی اختلافات میں بحث کوئی جاسکتی ہے مگر وہ ہر طرح سے جبری نہیں ہونی چاہیے۔
- ۴) "اللہ تعالیٰ کے ساتھ بحث نہ کرو اور مگر اس حق سے" (۳۶-۳۷)
- ۵) "یہ حق کو ہر شخص صحت اپنے اعمال کا ذریعہ ہوا اور دوسروں کے اعمال کی ذمہ داری میں اسے نہ بڑھائے۔"
- ۶) "مشرقیوں کو تمہارے اس کا دانا ہی ہے۔"
- ۷) "یہ ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے۔"
- ۸) (۳۷-۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱

برتری نہیں چاہتے اور نہ خدا کو ربانیت میں۔ ایک انجام پر یزید کو لوگوں کے لیے ہے (۲۰-۲۱) غیر مصادقاتوں سے دوستانہ برتاؤ۔

۱۴۔ ائمہ کو اس بات سے نہیں روکا کہ جہ لوگوں کے نام سے دین کے مسائل میں جنگ نہیں کی ہے اور تعین محاکم گھروں سے نہیں نکالا ہے۔ ان کے ساتھ تم نیک سلوک اور انصاف کرو ویتھانہ انصاف کرنے والوں کو پتہ نہ کرنا ہے۔ ۱۵۔ ایک معاملہ کرنے والوں سے نیک برتاؤ۔

۱۶۔ کیا احسان کا بدلہ احسان کے سوا کچھ اور ہو سکتا ہے؟ (۱۰۰-۱۰۱) ۱۷۔ زیادتی کرنے والوں کے ساتھ اتنی ہی زیادتی جتنی انہوں نے کی ہو۔

۱۸۔ پس جو کوئی تم پر زیادتی کرے اس پر پس اتنی ہی زیادتی کر جو جتنی اس نے کی تھی اور ائمہ سے ڈرو، بیشک ائمہ پر بیزگار لوگوں کے ساتھ ہے۔

اسلامی ریاست کی خصوصیات

قرآن کے ان ۱۰ احکامات میں جس ریاست کی تصویر بنائے گئے ہیں اس کی نمایاں خصوصیات ہیں:

۱۔ ایک آزاد قوم کی طرف سے شعوری عداوت یا است کو وجود دینا کہ وہ اپنی خود مختاری کے نام پر جسے وہ اپنے مرضی سے خود رب العالمین کے آگے سر تسلیم کر دے گی۔ اور اس کے باوجود ملکیت کے بجائے خلافت کی حیثیت قبول کرے ان دایات و

اعظم کے مطابق کام کرے گی جو اس نے اپنی کتاب اور اپنے رسول کے ذریعہ حکم دیے ہیں۔

۲۔ وہ ملکیت کو خدا کے لیے خاص کرنے کی مذمت کرتا کیونکہ اس سے انک پر جانا ہے۔ مذہبی چیزوں کے لیے خاص جتنے کو خدا کی خصوصی خلافت مقرر کرنے اور مل و عقد کے سارے اختیارات اس جتنے کے حوالے کر دینے کے بجائے وہ عدو ریاست میں رہنے والے تمام اہل ایمان کو انہوں نے رب العالمین کے آگے سر تسلیم کرنے کا شعوری عہد کیا ہے) خدا کی خلافت کا مل قبول کرنا ہے۔ اور مل و عقد کے آخری اختیارات برقی طور پر ان کے حوالے کرتی ہے۔

۳۔ وہ جمہوریت کے اس اصولی نام Democracy سے متفق ہے کہ حکومت کا بننا اور دین اور دنیا کا باطل عوام کی رائے سے ہونا چاہیے لیکن اس میں عوام مطیع الحکام نہیں ہوتے کہ ریاست کا قانون اس کے اصولی حیات اس کی داخلی و خارجی سیاست اور اس کے وسائل و ذرائع سب اس کی خواہشات کے تابع ہوں اور جس حد جس حد تک وہ مافی ہوں یہ اسلامی چیزیں بھی اسی طرف متوجہ رہیں۔ بلکہ اس میں خدا اور رسول کا ہونا تھا تو ان اپنے اصل و معدود اور اخلاقی اعظم و بڑا ہے عوام کی خواہشات پر ضبط قائم رکھا ہے اور ریاست ایک ایسے تئیں راستے پر چلتی ہے جسے بدل و بچنے کے اختیارات نہ اس کی منتقل کو حاصل ہے جس انداز پر وہ نہ مقتدر نہ مجبوری طور پر پوری قوم کو اپنی یہ قوم کو اپنے عہد کو توڑ دینے کا فیصلہ کرے وائے ایمان سے نقل ہائے۔

۴۔ وہ ایک فطرتی ریاست ہے جس کی جملہ افراط و تفریط لوگوں کا کام نہ ہو بلکہ ہے جو اس نے فطرتی حکم

اور اصول کو تسلیم کرتے ہوں۔ لیکن تسلیم نہ کرنے والے جتنے لوگ ہیں اس کے حدود میں تابع قانون پر مکر رہنا قبول کر لیں انھیں وہ تمام مل حقوق کی طرف حق ہے جس طرح تسلیم کرنے والوں کو دینی ہے۔

۵۔ وہ ایک ایسی ریاست ہے جو لوگ، نسل، زبان یا جغرافیہ کی مصیبتوں کے بجائے صرف اصول کی بنیاد پر قائم ہوتی ہے۔ زمین کے ہر گوشے میں نسلی، انسانی کے ہر افراد بھی پائیں ان اصولوں کو قبول کر لیں جسے اور کسی امتیاز و تفریق کے بغیر یا فطرتی مساوی حقوق کے ساتھ اس میں شامل ہو سکتے ہیں۔ اس نوعیت کی خاص اصولی ریاست کے لیے ایک عالمی ریاست بن جانے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ لیکن اگر زمین کے مختلف حصوں میں بہت سی ریاستیں ہیں اس نوعیت کی ہوں تو وہ سب کی سب یکساں اسلامی ریاستیں ہوں گی کسی قوم پرستانہ کشمکش کے بجائے ان کے درمیان پورا پورا ہمدردی تعاون ملے گا۔ اور کسی وقت بھی متفق ہو کر اپنا ایک عالمگیر وفاقی قائم کر سکیں گی۔

۶۔ سیاست کو خدا اور فرائض کے بجائے اخلاق کے تابع کرنا اور اسے خدا ترسی و پیمبر گداری کے ساتھ چلانا اس ریاست کی اصل روح ہے۔ اس میں فضیلت کی بنیاد اخلاق و فضیلت ہے۔ اس کے کارروائوں اور اہل مل و عقد کے انتخاب میں بھی مذہبی و جہانی صلاحیت کے ساتھ اخلاق کی پیمائش سب سے زیادہ قابل لحاظ ہے اس کے داخلی نظام کا بھی ہر شے دیانت و امانت اور عدل و انصاف پر مبنی ہے۔ اور اس کی خارجی سیاست بھی بری ریاست بڑی قوی و قرار کی پابندی میں ہے جس میں اقوامی عدل اور حسن سلوک پر قائم ہونا ہے۔

۷۔ یہ ریاست محض زمین کے فرائض، انجام دینے کے لیے نہیں ہے اور اس کا اصل صحت و نظریہ فطرت قائم کرنا اور سرمدوں کی حفاظت کرنا ہے۔ ایک مقصدی ریاست ہے جسے دیکھائی طور پر اجتماعی عدل اور صلہ کرنے کے فرائض اور برائیوں کا امتیضال کے لیے کام کرنا چاہیے۔

۸۔ حقوق اور مرہمے اور مواقع میں مساوات قانون کی فراہم دینی، لیکن یہ تمام عدل اور ہر ہی عدم تعاون خدا کے سامنے ضروری کا احساس ہے جس سے ہر مکر فرعی کا شعور فراہم اور نہایت شہ اور ریاست سب کا ایک مقصد پر متفق ہوتا اور نہایت شہ اور ریاست سب کا لوازم حیات سے عزم نہ رہنے دیتا۔ یہ ریاست کی بنیادی قدریں ہیں۔

۹۔ فرد اور ریاست کے درمیان اس نظام میں ایسا توازن قائم کیا گیا ہے کہ نہ ریاست غنی مطیع اور مکرہ اقتدار کی ملک بن کر فرد کو اپنے لیے ہی مملوک بنا سکتی ہے اور نہ فرد وہ قید آزادی یا گروہ سرور اور اجتماعی منافع کا دامن بن سکتا ہے۔ اس میں ایک طرف افراد کو نہایت حقوق دے کر اور حکومت کو بالاتر قانون اور شریعت کا پابند کرنا فطرتی شخصیت کے لیے نشو و نما کے لیے مواقع فراہم کیے گئے ہیں اور اقتدار کی بے جا طاقت سے اس کو محروم کر دیا گیا ہے۔ مگر دوسری طرف فرد کو بھی مناسب اخلاق میں سکایا ہے اور اس پر یہ فرض عاید کیا گیا ہے کہ قانون خداوندی کے مطابق کام کرے فانی حکومت کی دلی سے اٹھائے کرے۔ بھلائی میں اس کے ساتھ عمل نہ تو کرے اس کے ان میں عمل چلائے سے باز رہے اور اس کی حفاظت کے لیے جان و مال کی کسی قربانی سے دریغ نہ کرے۔



قرآن کی معاشی تعلیمات

خودشید احمد

قرآن نے جو سماجی تعلیمات پیش کی ہیں ان کا ایک اجمال خاکہ یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔

۱۔ سب سے پہلے قرآنِ فرود اور ہجرت دونوں کے ذہن سے اس باطل نظریہ کو غائب کرنا ہے کہ حقوق اور مذہب کا باہمی شامی زندگی سے جھجکا سرور کا ہے اور تجارت تو بس تجارت ہے۔ قرآن پاک کے لیے ایسا نظریہ جس سے مستلزم ہر اعلیٰ لائق کی تہذیب و تمدن کا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَذِهِ السُّبُلَ
الَّتِي تَقْتُلُونَ أَنْفُسَكُمْ ۚ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ
مُخْرَجِينَ

کے دو میان عدل و انصاف کا قیام ہے۔ مثبت طور پر جو چیزیں انصاف قائم کرنے والی ہیں ان کا علم دیا گیا ہے اور جو چیزیں علم و تعدی کا ذریعہ بنی ہیں ان کا سہ باب کیا گیا ہے۔ اس کام میں جو مرکزی قہر سامنے آتی ہے وہ ماضی عدل کا قیام ہے۔

۶۔ خدا کی ساری زمین کو انسان کے لیے میدانِ عمل قرار دیا گیا ہے اور انسان کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ جدوجہد اپنی معاش کے حصول کے لیے کرے۔ معاشیات کی اصطلاح میں اسے پیداوار کو بڑھانے کی پالیسی کہہ سکتے ہیں۔

وَأَقْدَمَ مَعَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ
بَيْنَهَا مَعَابِشَ (اعراب - ١٠)

اور بیشک ہم نے تم کو زمین پر رہنے کی جگہ دی اور اس میں تمہارے لیے سامانِ معاش پیدا کیا۔

۴۰۔ اسلام کے مثبت معاشی مقاصد میں قیامِ صلہ، معاشی فراخِ اہلِ کاحصول، غربت کا اٹھاؤ اور تمام انسانوں کو معاشی پروہد کے مساوی مواقع فراہم کرنا بھی شامل ہے۔

۵۔ اسلام معاشی سطح کو دور کرنے کا طریقہ یہ بتاتا ہے کہ حصولِ رزق کی کوشش کی جائے اور پیداوار بڑھانے کے ذریعہ کو استعمال میں لایا جائے، اور زمین غریب اور افلاس و مایوسی زدگی کے گرنے کے فخر سے انسان کو شرمزدگی کو کفایت کرنے کی پالیسی کی بجائے نہیں دیتا۔ سماجی منہوا مکمل انسانوں کو کمزور نہیں سمجھتا۔

وَأَمَّا الْفُلُفُلُ فَإِنَّهُ لَا يَأْكُلُ الْحَبْلَ إِلَّا فِي السَّيْرِ



مسلمانو! جب عید کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو تم اللہ کی یاد کو فراموش نہ کرو اور زمین پر چڑھو اگر تم جانتے ہو تو یہی تمہارے لیے بہتر ہے۔ پھر جب نماز ختم ہو جائے تو تم زمین پر پھیل جاؤ

اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کا ذکر
کثرت کے ساتھ کرتے رہو تاکہ تم کو اللہ
قرآن پاک میں متعدد مقامات پر مباحثہ کوفضل اللہ
کہا گیا ہے اور اس سے ذہن میں یہ ذال گئی ہے
کہ سب اللہ کی عبادت سے ہے اور مباحثہ زندگی میں بھی
انسان کو اس طرے سے امداد کا بندھن چاہیے جس طرح
آپ کا مزمعہ میں۔

www.elsevier.com/locate/jmb

ولوں: بیض خرید و فروخت اور تجارت

خدا کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔
 اسی طرح معاہدہ کرنے اور صحیح راہ کی روشنی کو
 تقری قرار دیا گیا اور آپ کو ملی کی پیش کر دیا گیا
 تاکہ اس کی وجہ سے ایک ہزار کی قوم کا تختہ الٹ دیا
 جائے۔ اس طرح مسائیت اور اخلاق کا اس کی تسبیح قائم
 کیا گیا۔

۶۔ قرآن کی معاشی تعلیمات کا ایک اہم مقصد انسانوں



10

100

اور تم اپنی اولاد کو اٹھاس کے قوسے
قتل نہ کرو ہم ان کو رزق مہیہ میں اور
تم کو ہم ان کو مار ڈالنا بڑی ہی فطابہ؟
یہاں یہ بات شعوریت سے خارج ہو رہی ہے کہ
غربت اور اللہ اس اور میرا خدا کے کرنے کے خطہ
کے سبب قتل اولاد کو منع کیا گیا ہے اس سبب
تھا نہ ہی تم اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ ان خطرات
کی نماندگی نہیں کیلئے یہاں پس چلو اور اس کے واسطوں انسان
کو گمراہی سے بچاؤ، جو اس کی فطرت سے ملتا ہے

ایک ہاتھ میں قرآن
"لیکن عورتی دروازہ کا فریب غریبی کے
غلت جب میں اُٹھے گا تو اسی کے ایک
ہاتھ میں قرآن ہوگا۔"
"وہ اکثر سیتہ صبر اندر،"

نہیں رکھتی۔ قرآن آبادی کے حقیقی مسئلہ کا حل اضافہ پیداوار کی شکل میں کرتا ہے، انسان کو کم کرنے کی شکل میں نہیں۔

ذات کا بھی انفراد گرسے کی جرحام ہیں اور میں کو سخت
ناہز و نامراد قرار دیتی ہے۔
بَلَّغُوا النَّاسَ ظُلُومًا قَالِيَةً فِيهِمْ خَلَاةٌ خَلِيلِيَّةٌ
والبقرة - ۱۷۹

اسے لوگو! جو چیزیں نہیں ہیں جو مرد
ہیں ان میں سے حلال اور حرام کے لیے کچھ نہیں لکھا
حلال کی طلب اور حرام سے بچنے کی ہدایت کے
ساتھ ساتھ ان چیزوں کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے۔
جو حرام ہیں ان میں سب سے بڑا کوسود ہے۔ خواہ
اس کی کوئی چیز محض ہو اور اس لیے اس کو خدا اور اس
کے رسول کے خلاف جنگ قرار دیا گیا۔ اس طرح باقائدہ
اخلاق کا ایک ضابطہ بنا لیا گیا ہے اور ان تجارت اس کا
اتباع کریں۔ اگر اس کے خلاف عمل ہوتا ہے تو وہ راہ
حق سے ہٹا ہوتا ہے۔ اس طرح اسلام اعلیٰ کے تمام
ذرائع کو بند کر دیتا ہے جو غیر منصفانہ ہیں اور جن کی وجہ
سے مائتروں میں فساد اور عدم استحکام رونما ہوتا ہے۔
اور ایک معقول اور متوسط زندگی کے لیے انسان کو
تیار کر دیتا ہے۔

پھر حلال کے ساتھ ساتھ "طلب" کی بھی قید طے
ہوتی ہے، "طلب" ہے کہ کس چیز میں حرام کی بھٹی
استیلا کا فی فیض ہے کہ چیز اللہ کی حرام کی بھٹی
کی قبرست میں سے نہ ہو، بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ چیز
بازو طریقہ اور جائز ذریعہ وسیلہ سے حاصل کی جائے
ورنہ اگر جائز ذریعہ سے حاصل نہ کی جائے گی تو وہ
چیز میں حرام ہی قرار پائے گی۔ اگرچہ وہ بھانے خود
حرام کی قبرست میں نہ ہو۔

۲۔ طالب حلال کے ساتھ ساتھ اسلام انسان کو
بازو مصداق پر دولت خرچ کرنے کی ترغیب بھی

دیتا ہے اور امرات و تہذیر سے روکتے ہیں جس
کی وجہ سے دولت کا بے جا استعمال اور بیاض رک
چاٹا ہے۔ اور وہ تعمیری مقاصد کے لیے استعمال کرنے
ملتی ہے۔ نچا چھوڑا ہے:

وَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمْ لَا يَرْجُونَ
فَلْيُفْضِلُوا

یعنی امراتیں ۵۶-۵۷
اور فضل خرمی سے مال نہ ڈالو کہ فضول
خرچی کرنے والے تو شیطان کے بھائی ہیں
پھر اسلام نے دولت کے چند باتوں میں بچے
ہو جانے کو بھی پسند نہیں کیا اور اس بات کا انعام
کیا ہے کہ محض قانونی اور اخلاقی تدابیر سے دولت
کی تعمیر نہ ہو بلکہ وہ منصفانہ ہو اور وہ پورے معاشرہ میں
گروٹ کرے۔

لَا يَرْجُونَ لَدُنْكَ بَرْئَةً خَلُوفَةَ الْغُلَامِ
وَلَا يَرْجُونَ لَدُنْكَ مَالًا وَدَوْلَتَ عَرَنَ تَحَاكُ
وَعَمَلُهُمْ فِي مِثْلِهِمْ مَعْدُودٌ بَوَكْرَهُ بَلَاءُ
دَوْلَتِ كِي تَقْسِيمِ كَيْ يَلِيَهُ مَعْدُودٌ فِي مِثْلِهِمْ

تجزیر کی گئی ہیں:
۱۔ دَوْلَتَ مَالِ مِثْلِهِمْ دَوْلَتِ مَالِ مِثْلِهِمْ
عورت پر فرض ہے اور اس کے ذریعہ دولت مستحق
امراء سے فریاد کی طرف منتقل ہوتی ہے اور اس طرح
اس کی گروٹ میں سے معاشرہ میں عمل آتی ہے اور
یہ کوئی غیر ناست نہیں بلکہ فقر و مساکین کا حق ہے۔

۲۔ "امرات" ضرورت سے نہ خرچ کرنے کر کے
اور تہذیر سے ضرورت اور بے عمل خرچ کا ہم نام اور تزویر
سے دونوں سے روکا ہے۔

۱۔ "امرات" ضرورت سے نہ خرچ کرنے کر کے
تعمیل میں موقوف ہونے پر ہر صاحب حیثیت مسلمان
کو ادا کرنے سے ملے۔ بلکہ صدقہ فطر وغیرہ بھی مندرجہ
بالا مقاصد کو پورا کر کے ہیں۔

۲۔ اتفاق و اسلام مسلمان میں اتفاق فی سبیل اللہ کا
بند ہے پیدا کرتا ہے، مالی سے بہت کم کو کم کرنا ہے اور خدا
کی راہ میں خرچ کر کے دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل کرنے
کی ترغیب دیتا ہے اور ان کا گواہ ہے کہ تعمیری دولت
کو منصفانہ طور پر لے کر ایک موثر ذریعہ ہے

۳۔ دولت و امین ایک شخص کی وفات پر اس کی دولت
کی منصفانہ تعمیر اس کے پورے خاندان میں ایک خاص
ترتیب کے ساتھ۔

۴۔ حق سوئی الذکوۃ: زکوٰۃ اور صدقات واجبہ
کے مع اور ضرورت محسوس ہو تو حکومت کو اس بات
کا حق ہے کہ وہ لوگوں سے ملے مالی بطور زمینیں لے اور
اسے استحکام حکومت اور تمام انصاف کے لیے صرف کرے
حضرت کا ارشاد ہے کہ:

ان فی المسائل الحق سوئی الذکوۃ

توضیح:
۱۔ حق سوئی ممالک میں زکوٰۃ کے سوا اور بھی حق ہے
۲۔ العفو۔ اور ان کو صرف اتفاق ہی کی ترغیب
میں دی جگر اس میں سے نہ ہو بلکہ ایک ایسی چیز ضرورت
سے زیادہ جو بھی ہر اسے فلاحی راہ میں اور دوسروں
کی بہتری کے لیے خرچ کرے،

وَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمْ لَا يَرْجُونَ
فَلْيُفْضِلُوا

۱۔ اس طرح قرآنی تعلیم پورے معاشرہ میں دولت
کی تعمیر کی کوشش کرتی ہے اس کی پالیسی کے دو بنیادی
اصول "ذریعہ پیداوار" اور "دولت کی منصفانہ تعمیر" ہیں۔
وہ ان میں سے کسی ایک کو بھی نظر انداز نہیں کرتی۔

۲۔ کتاب الہی تمام زمین اور مادی فطرت کو اس کو
خدا کی دین اور اس کی ملکیت قرار دیتا ہے۔ اس کے
ساتھ ساتھ تمام مادی مملکت میں انسان کو اس طریقہ
حکیت کے تصور کے تحت اپنی نعمت کی حیثیت سے
انفرادی ملکیت کا حق دیتا ہے یہی وہ عقل ہے جس میں
انسان کی معاشی آزادی محفوظ رہ سکتی ہے اور اچھے اخلاق
پر دان بڑھ سکتے ہیں۔ لیکن یہ حق غیر محدود نہیں ہے
یعنی اگر ملکیت انسان پر ہوتی ہے تو اس کے حقوق
پر اس کا غلط اثر پڑے گا جو تو ریاست کو مداخلت کا بھی
حق ہے۔ بنیادی بات یہ ہے کہ قرآن کی انکسار کی طرف

میں ملکیت کی حیثیت ایک انکسار کی ہے جسے حق
کے ساتھ ہے جسے طریقوں کے مطابق استعمال کیا ہے جو
ایک اخلاقی تصور ہے اور سرمایہ داری اور اشتراکیت
دونوں کے تصور ملکیت سے بنیادی طور پر مختلف ہے۔

۱۔ اسلام ریاست کے مادی وظائف کا بھی ایک
مثبت تصور پیش کرتا ہے اور مادی، اخلاقی اور مادی
انصاف کے قیام کو اس کی اولین ذمہ داری قرار دیتے
زکوٰۃ ایک مادی غلام کی، لیکن یہ ہے جس کے نظام کو
ریاست کا حق تو قیام کیا جاتا ہے۔ مادی قانون
سازمی اور عدلیہ کی طاقتوں کے ذریعہ ریاست مادی
انصاف قائم کرتی ہے جس کا کوئی وارث نہیں، اس کی طاقت
وارث ہے۔ ناچاروں "پا بجوں کی مذہب ریاست کا فرض
ہے اور بھی اس کی ذمہ داری ہے کہ تمام شرکوں کو ان کی
بنیادی ضرورتیں فراہم کرنے کی ذمہ داری لے۔

۲۔ وہ پچھتے ہیں کہ ہم کی طرح کریں۔ کہ
ہم کی طرح مادی ضرورت سے زیادہ

پہنی آٹا میں وزیر اعلیٰ کا پرچہ اظہار ذکر ہے۔ اگرچہ اس کام کے لیے باہر ہونا بھی پڑے تو پرہیز کریں۔

۱۰۰ (الغرائب)

دہانت گھبراہٹ میں مضرب ہو جاوے جو مارچ پہلے ہاٹیت کے دونوں
سے اظہارِ حق کرتی تھیں اس طرح نزہت نہ دکھاؤ۔

بہارِ مرد اور عورت کا باہمی تعلق نہایت مقدس ہے۔ مرد اور عورت دونوں کو علم ہے کہ وہ ایک دوسرے کے مخلص اور نواہدار ہیں۔ بلکہ ایک جان

وہ صاحبِ ہون۔ حق باتیں لفظ و فہم سے باتیں لہجہ
وہ تمہاری پوشاک میں اور تمہاری کی پوشاک
وہ بے غور، ۱۹۵۰ عیسوی الفہرست کے حوالے سے لفظ

الروم : ۲۱ — اور اس کے نشانات ہیں
جسے کہ اُس کے تھارے پیٹے تھاری ہی بنیں

یاں اپنے شوہروں کے لیے وجہ تسکین بن گئیں۔

تبدلی فریضہ قرار دیا گیا ہے جس سے نسل الہی کا

امام غفرلہ نے یہاں پر جو جگہ کی تقسیم و تربیت
ان کی مناسب پرورش میں جو یہی وجہ ہے کہ قرآن
مقدس کے لئے حشر و نشر کو لازم و ملزوم قرار

جس طرح ایک گیت کے دامن سے ایک غزل
غیب اور قس سے فصل تیار ہو کر نکلتی ہے۔ اسی طرح

کے معزز فرد دین میں ہیں۔ "واجعلہ رب رضیاً" ہے۔
 رب اس امر سے کہ اسے بچے کو خوش خاطر بنا دے
 والہین کا فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کو نیکی کا علم دیں اور

زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے۔ (۱۶: ۱۰۵) اور سورہ الفرقان کے

جیورج کی طرف سے اول کا چین، اور اولو کی طرف سے
آکاسو کی تختہ عطا فرما اور تین چوبیس گارو، کا

۸۔ خاندان کی تنظیم کے بعد اسلام کے تمام رشتہ داروں کو ساتھ ساتھ جمع کرانے کا حکم ہے۔ اس سے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم

شریک ہیں۔ اس دُنویس میں ایک خاندان سے آگے
بڑھ کر کئی خاندان شریک ہو جاتے ہیں جن میں باہمی طرفی
تعلیق ہوتا ہے۔ مارشلے خاطر موتی ہے۔ تو آکر مرے

ایک نانا خان کے افراد کے باہمی تعلق کے لیے احسان کا
استعمال کیا ہے اور اس کے بعد حکم دیا ہے کہ اپنی خوشیوں
میں ذوالفقار کو یاد رکھا جائے۔

آپ کا خط ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی طبیعت بہتر ہو جائے گی۔

۹۔ ایک خاندان اور اس کے قریبی رشتہ داروں کے بعد اس خاندان اور اس کے ہم سایہ خاندان کے تعلقات

کا مہل آتا ہے جس میں ہمایوہ علی علیہ السلام اور جانی پہچانی ملے
دوسرے لوگوں کا باہمی تعلق سامنے آتا ہے۔ قرآن
کرم نے ہمارے لیے حقیقی معجزہ کا حکم دیا ہے اور یہی

علم ان لوگوں کے بارے میں بھی ہے جن سے صوری
مسل جڑی جو اس دائرے میں: جب علم آگیا تھے ہیں

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَكْتَبَ

۱۰۰

وہ چڑھ کر مارنے کے لیے بیٹا ہوا ہے ایک دوسرے سے مسافرت کرتے ہیں اور باہم تشویشوں اور غم و درد میں شریک ہوتے ہیں۔

اسلام سے کی جائے۔ اس طرٹ یہ تعلیم دی گئی ہے کہ آپ سے بات کرنے والا جس اخلاز سے بات کرتا ہے،

میں نے کہا: "اے نبی! میں نے اپنے رب سے دعا کی ہے کہ وہ تم کو اپنی مرضی کے مطابق بنا دے۔" (سورہ ابراہیم: 10-11)

اس کو اس سے بہتر طریقہ کے ساتھ جواب دینا ایک اہم کام اس کی ضرورت ہے۔

کی گہائی کو مزید کی قرار دیا گیا ہے۔ سوائے انعاموں میں کیا گیا ہے کہ وہ شخص خوب آخرت نہیں رکھتا جو —————

کرو چکے ہیں۔ اور تاہم وہ ان کو کھانا کھانے کے لیے
ترغیب نہیں دیتا اور دوسری جگہ ہے۔ وہ کہتا ہے:

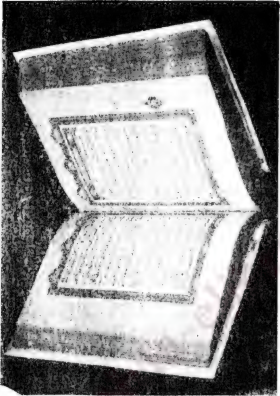
ساقی اور نادار کا حق جزا ہے۔ اس مقصد کے لیے شریعت نے کفّہ اور صدقات کو مشرب قرار دیا اور حکم ہو کہ یہ فقراء و مساکین کا حق ہے۔ (اشعۃ الیقین، ج ۱)

تشریف فرما (۱۶: ۹۱) ہے: **ثُمَّ كُنَّا مَعَهُ قَوْمًا فَتَرَا بَعْضُ الْوَحْيِ**
 کے لیے ہیں۔

۱۰۔ عرض اسلام کے معاشرتی نظام کی بنیاد عالم گیر
 انسانی برائی، رنگ و نسل کے بھائے تھا۔ وہ انسانی
 فائدائی نظام کی مضبوطی، جنس کمالات کے اصطلاح و
 حریت کے دائرہ کار کی محدودگی اور عدم انسانی و وحشی کے
 جذبات اور اصولوں پر رکھی گئی ہے۔ ایک مسلمان کبھی
 اپنے اپنے خاندان اور پشتہ کے کامورو ہوتا ہے۔ اسی طرح
 پوری انسانیت کا مجدد ہوتا ہے۔ قرآنی تفکرات کے
 معاشرہ اسلامی معاشرہ میں ہے جس میں حق و سبک و دوسرے
 کے دشمن اور ایک ہی منزل کے دو مختلف حصوں میں۔
 — دیکھو اسے ایک دوسرے کے لیے امینی بھائی اور
 بھائی دونوں مسلمان۔

۱۱۔ یہ ہے ایک جملے کا قرآنی نظام معاشرت کا۔ اس
 کی پیمائش آج بھی کسی مذہب مسلمانوں کے معاشرے میں
 نظر آتی ہیں۔ صدیوں گزر گئیں جب کہ مسلمانوں کا اجتماعی
 اور سیاسی نظام مکتب پر چلا ہے۔ ہر کئی مسلم معاشرے صدیوں
 تک غیر مسلم حکومتوں کی ماتحتی میں زندگی بسر کرتے رہے
 ہیں۔ لیکن اس کے باوجود آج بھی قرآنی نظام میں معاشرے
 کے کام مروجہ ہیں اور ان میں خیریت یا جاسکا۔ اس کی بڑی
 وجہ یہ ہے کہ قرآن نے اسلامی نظام معاشرت کے لیے کچھ
 اس خاص اور نگر خفاقی تیار فرمادیا جس کی بدولت
 انسانی نامساعد حالات کے باوجود آج اسلامی معاشرہ
 زندہ ہے۔ وہ تباہ و تخریب سب ڈھل گیا:

۱۲۔ اسلام نے قرآن و سنت کی شکل میں اسلامی نظریۃ
 حیات کے تصور کو زندہ رکھا۔ مسلمانوں کے عقائد و دینیت
 رہے اور سب سے پہلے رسالت نے ہمیشہ انھیں جس سلوک اور زمین
 معاشرت پر اپیل کی۔ حضور کی ایک حدیث ہے کہ



”وہ قرآن و سنت کے ساتھ ساتھ اسلام کے عقائد و دینیت کے ساتھ ساتھ“

اثر ڈالتے ہیں اور اثر لیتے ہیں، بڑا بھی اور چھوٹا بھی۔
 یہ بجا کرتے تو خود پر فضا آپ کے نفوت ہوئی مگر
 یہاں ایک بھڑی ہے جو جی نفسیات میں کہ لوگ واقعہ
 کے کسی ظہری پہلو سے اور اس کے متعلق کسی فردی بیان یا
 قریح سے اثر پذیر ہوتا ہے ہیں اور ایک انصاف پسند فرد کی
 طرح تحقیق نہیں کرتے۔ دوسرے اس شخص میں ایک عام اثر
 جو ہر صاحب حیثیت آدمی کے نفوت پر پڑا کرتا ہے وہ لوگوں
 کو جذبہ عبادت دیتا ہے۔ سائیکل والے کے نفوت میں کتنی دلا
 اور کتنی دالے کے نفوت میں کارواں گواہی نفسیات کی
 عدالت میں پہلے سے شہ و بزم ہے، اسی کے ساتھ آپ
 اس حیثیت کو بھی سمجھیں کہ کارواں افراد کے متعلق ان
 کی اکثریت کے رویوں کی وجہ سے ایک خاص طرح کے احساسات
 کو ہم میں پھیلے ہوئے ہیں جن میں افسانہ موقی ملی جاتا ہے
 ایک خاصہ رسمی انتظامی ڈھنگ کا شکار ہو جاتے ہیں۔
 کچھ کا دعویٰ ہے کہ یہ سب بھی یہی معاشرے کی انتہی پڑا
 غریبوں کی حالت میں جو خود کو ایک تعلیمی ہوتی ہیں، جن کی توجہ
 گہری نہیں ہوتی کہ بدلے کے لیے جس قدر محنت و کوشش کی
 ضرورت ہے اس کا حق ادا کر کے والے لوگ کہیں نہیں کہیں تو
 اپنے گھر پر اپنی خوشی، اپنے مسائل سے واسطہ سے لگتی کہ آپ
 اپنے گھر پر اور دوسری کو تفریح کی شے پڑا دیں اسلئے کہ میں کہ اپنے
 نفس ساقی و دوستی کے لئے آپ کو سائیکل دلاؤں کو بھی نہیں
 دلاؤں کو بھی لگا دلاؤں کو بھی محبت و ہمدردی اور خدمت و
 ایثار کے واسطے سے خیر و برائی کی تربیت دیتی ہے، اور مجھ سے
 معاشرے کی غریبوں کے نفوت ایک خیر خواہانہ جادو لانا ہے۔
 چرچہ آپ اس راز پر نفسی کی تو اس کے لیے آپ کو جہاں
 توان اور اس قدر سوائے سے رہنا پڑے گی وہاں خوشی بہت

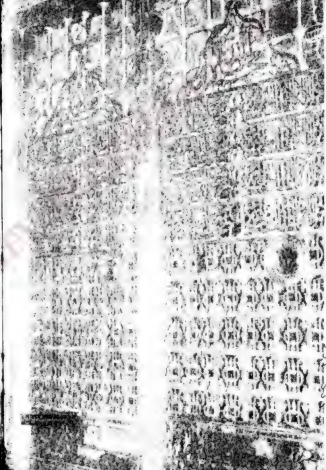


لوگ اور بھی اپنے میں لے جاسی تم کی تنگ دلوں میں ہیں۔
 ان کو اب تک آپ نے نہیں جانتا، لیکن راجہ قصد کی آمدت
 آپ کو اس سے بیگانہ نہ رہنے دے گی۔ آپ کا یہ کام کہ آپ
 کے شوہر ہر دم کے شکر و مسلسل برگ و بار لے گا۔ آپ محسوس
 کریں گی کہ جیسے سبب کی زندگی ایک نئے رنگ میں جاری ہے
 اور اب وہ آپ کے باہر پہلو گرہوں کی بجائے آپ کے اندر
 پہلو آ رہی ہیں۔ ایسے تیرے کا تصور سابق زندگی میں آپ کو
 کہی نہ پڑا ہوگا۔
 آخری گزارش یہ ہے کہ سب سے افسانوی ادب میں خدا
 کے متعلق انسانی زندگی کے کچھ فیئیں ہیں لیکن ان کا شک
 مناصر نے شروع کیا تھا، وہ اب اتنا دور کر گئی ہے کہ کفر کھٹنے
 والے اور اس کے عدل پر دم کرنے والے لوگ بھی گہری ہی
 باتیں کرتے رہتے ہیں، حالانکہ یہ باتیں ایمان کے لیے کھینچنا بہت
 ہوتی ہیں جو آہستہ آہستہ چھوڑ کر رہتا ہے۔ ایمانوں کو خدا سے
 تعلق کے معاملے میں اس مقام پر وہ اپنے جہاں محسوس ہوتا ہے
 شے عجیب ترین چیزیں ہیں جسے یہ ظاہر ہر قوم پر کر لیا تھا۔
 ان باتوں کا شک کہ امن قصد نہیں
 وہ انسانی فکر و مانتوں
 (جو صفحہ 181)
 غریب سے خیر و خیریت کے الفاظ کو ہر انسان
 ہے مگر ان الفاظ کو روح میں پڑا لیا مشکل ہے مگر اس
 مشکل کو بھی بار بار انسانوں نے سر کر رکھا ہے۔ آپ کہیں کی
 کہ کہیں پڑوں کی باتیں اور کہاں ہم لوگ، بجا بجا تفریق
 کی باتیں دہی دے رہا ہو گا کی کمی میں کہ اس سے ہم کو نہ تفریق
 خدا آپ کا مای و ناصر ہو، اور آپ کے گناہوں سے
 والے رفیق پر رحم و بخشش فرمائے!



اور چاہیے کہ ہر شخص اس بات پر کڑی نظر رکھے
 کہ اس نے کل (یعنی آخرت) کے لیے کیا
 اندوختہ کیا؟





اور پر جہالت علی شانہ ثانی کی کمی رہتی تھی۔

پرنسپل جعفری صاحب : گھر کا یہ حال تھا کہ حقد سرگشتہ بیٹے دادا کوئی نہ تھا انھیں ہی سلسلہ کے لوگ تھے، بیٹے گھر میں وہ بیٹا شخص تھا جس نے ڈرامی سٹار کی ایک عداوتی سعادت توڑی، نمازیں میں نہ لگنے کے زمانے میں بھی دعا مانگی سے پرہیز ہیں۔

ایڈیٹر : آپ تعلیم کے میدان میں اتفاقاً آگئے یا اپنے رجحان کی سمت؟

پرنسپل جعفری صاحب : میں اپنے ذوق سے کیا **ایڈیٹر :** اس میدان میں آپ کا شہناہب تک کیا رہا ہے کی صورت ملازمت اور تحواداری؟ یا اس سے آزاد کچھ اور؟

پرنسپل جعفری صاحب : بیزارمنٹ شروع سے لے کر اب تک یہ رہا ہے کہ اچھے طالب علم پر لینے جائیں اور بڑے حد تک کرانچے تعلیمی نہیں انسانیئت کا بہتر نمونہ ہوں۔

ایڈیٹر : اس منہا میں آپ کس دیر کا سماں کہتی ہیں؟ **پرنسپل جعفری صاحب :** مجھے خوشی ہے کہ میری کوششوں کے اچھے نتائج تھے رہے ہیں۔

ایڈیٹر : کیا آپ دس ہندسہ سال پہلے کے طلبہ اور موجودہ دور کے طلبہ کے درمیان فرق دیکھ کر بتا سکتے ہیں کہ کوئی نمایاں تبدیلی واقع ہوئی ہے؟

پرنسپل جعفری صاحب : جہاں تک طلبہ سے میرے اور مجھ سے طلبہ کے تعلق کا معاملہ ہے اس میں کبھی کوئی فرق نہیں آیا۔ **ایڈیٹر :** ایہ اسے۔ اور کالج پورہ میں تھا، پھر سرگودھا اور لاہور میں رہا، اب لاہور میں ہوں۔

(بیت صفحہ ۵) اور اس کے زیر اثر ہم انسان کو منڈی کا مال سمجھنے لگتا ہے اور منڈی کی گارڈ باری ماتی ہے۔

پروفیسر منور صاحب : یہ نفسیاتی افواہ بازی دلیل تیار دلائے شرافت ہے، ایک لطیف یاد آ رہا کہ اسی مرتبہ میری میں حفیظہ اہل مانتہ تھی، صاحب سے ملاقات ہوئی، ایک صاحب کے متعلق فرماتے تھے کہ یہ شخص مجھ سے اتنی محبت کرتا ہے کہ اگر اعتبار نہیں آتا۔

ایڈیٹر : اس حقیقت کی عکاسی ہماری ایک پروائی کتاب میں ہے کہ اس سے زیادہ چاہیے، کتنی کہیں بڑھ چلا، واکو لپڑائے کی تعلیمات غلوں اور افواہوں پر کہیں لیے تباہ کیے ہیں، جس سے ہاں حسن تعلقات دینی روحانی اور اخلاقی نقصان ہے، حتیٰ کہ مسکرا کر شے کو صدمہ قرار دیا گیا ہے، لیکن مغرب والوں نے تعلقات کو بھی کیٹھن کیل آرٹ بنا دیا ہے۔ اچھا تو جعفری صاحب یہ فرمائیے کہ آپ کا دینی راقان کہاں سے چلا؟ گھر۔ یہ خاندان ہے، اساتذہ سے؟ یا ذاتی کچھ؟ دراصل ہے؟

پرنسپل جعفری صاحب : یہ تجربہ گھر کے اثرات کا گھر کا ماحول مذہبی تھا، والدہ تھیں، تیار کس کے ملاقات تھے، میرے تعلیمات کا گھر بھی پانچ ہندسہ تھا۔

ایڈیٹر : جس دور کی آپ بات کر رہے ہیں اس وقت تو یاد تو گھر لے کر آ رہی تھی۔

پروفیسر منور صاحب : جعفری صاحب کے والد محترم میاں شیر محمد صاحب شرقپوری کے والد



ان سادہ اور میں پر حیثیت استاد لفظ
ظہر کے ساتھ کیاں رہے اور طلبہ کی طرف
سے بھی احترام کا یہ جاری رہا۔ میر خیال یہ
ہے کہ مختلف حالات میں بھی انسانیت کی انجمن
نہیں ہوتی ہے۔ یہ ایک بات ہے کہ غور و استد
کا انداز ہل گیا ہے۔ وہ یہاں اوقات شاکر
و گھبروں میں لپٹی جیتے ہیں، ان کو خاص طور
پر بنا کو غور دیتے ہیں، اس طرح نقصان خراب
ہوتی ہے۔

پروفیسر منور صاحب: جعفری صاحب کے اس
قول کی روشنی میں میں سمجھتا ہوں کہ جعفری صاحب
کہ وہ غلو و تعصیب کے تشق کیا رائے رکھتے ہیں
پرنسپل جعفری صاحب: میں غلو و تعصیب کے
صفت خوف ہوں۔

محمود مرزا: غلو و تعصیب کا سلسلہ تو اپنی فطرت میں ہی ہے۔
غور و محنت کی طرف یہ غلط فہمی انتشار
کرتا ہمارا ہے کہ ان کے لیے ایک غیر منطقی
ہوتی ہیں۔

پرنسپل جعفری صاحب: ایک ہوسہ ہے
کتاب کے اندر طلبہ میں فرق آیا ہو تو
وہ انگسٹ ہے۔

محمود مرزا: تجویز یہاں رکھ کر ہے، ایمانی معیار

Standard of Character
Academic standard

میں ان واق ہوتی ہے۔

پرنسپل جعفری صاحب: میں ان استعداد
و استعداد کم!!

محمود مرزا: میرے ہمک طریق استادوں میں ایک کثیر

یہ ایک ہے کہ وہ اپنے مخصوص نظریات و سیاسی
اقتصادی اور ثقافتی کے تعصب کا سر میں
دار بعض طلبہ پر ان کو کم کرتے ہیں، اور بعض
کے ساتھ ذاتی و ذاتی دوا رکھتے ہیں۔

ایڈیٹر: میں آخری سوال یہ کرتا چاہتا ہوں کہ کیا آپ
کی رائے میں ہمارے ان علم انفس کو قرآنی
بنیادوں پر از سر نو تدوین کرنے کی ضرورت ہے؟

پرنسپل جعفری صاحب: یہ سب سے پہلے
یہ کہ دوسرے علوم کی طرح کتب نفسیات میں
جہاں جہاں موقع ہر اسلامی حقائق و قرآنی و
حدیث کے حمل، زندگی کے اقوال و روایات
اسلام کے واقعات کے حوالے شامل کیے جائیں
تاکہ علوم کا مجموعہ رنگ و بلی مائے انسانی ہند
تکبیر میں نہ کہ ہوں کہ عنصر پر مبنی ہے
اس میں اسلامی مواد شامل کر ہوں، مثلاً خدا
کی بندگی اور تحریکات

Human
Impulses

کے واپس کا ذکر کر
کرتے ہوئے میں قرآن سے واقفیتیں، ایضاً

کی آیت کو سبق میں لائیں گے، میں اور انسانی
کے موضوع پر بات ہوگی تو میں یہ حقیقت ناپا
کوں کا ذکر نہ اور ذاتی زندگی کے لیے

تیار ہوگی ہے۔ تو میری فہمیاتی مابین تفسیر
بحث لاتے ہوئے ناز کی مثال دوں گا۔

غرضیکہ اپنی ہی ایک کوشش جاری ہے
پرنسپل جعفری صاحب: اگرچہ آپ سے یہی کار

یہ ہے کہ یہ تو کم ہے کہ درجہ کی مجرمانہ
تدویر ہے تو آپ عمل میں لایا ہے میں ان

بست مفید ہے۔ مگر میری رائے میں جب علم

کا پورا ڈھانچہ اس کی ابتدائی تعریف سے
کہ تجویز انفس کے تجربوں تک اسلام کے
واقعہ ہوئے اس کو ڈھانچہ کو جو ان کا توں نقص
میں نے کہ ہر اسلام کے بعض اجزاء اس میں
شامل ہیں کہ تو اس سے عید کی عمل نہیں ہوا
کیا آپ اس بات کی ضرورت محسوس نہیں کرتے
کہ تدوین انصاف سے سرے سے جو، اس
کے لیے پہلے سے ادارہ کو جو رہے، اس کو
سب کیشیاں بنا سکتا ہے، اس کو مشورہ پر
کاغذ ش بلانی کافی سکتی ہے، کبھی مقرر
کیا جاسکتا ہے مگر جاری کا شری جیسے چل
رہی ہے چل جا رہی ہے۔

پرنسپل جعفری صاحب: یہ سب کچھ تو نہ

ہونا ہی چاہیئے، نفسیات کا نیا انصاف کو
کیا جاسکتے ہیں میں غرض کے اصولوں کو

انہما را گیا ہو تو میں انسانی فطرت انفس
قرآنی میں تجویز انفس و قرآن میں نفس کے
تصادی عمل اور تضادات کا ذکر دیتا ہوں

و میں مبرا ہے کہ اس پر ہمارے علم انفس
کو جن بننا چاہیئے، اور اس کے ساتھ میں
طلبہ کی معلومات کے لیے ادب و ادب اور
اور پرستوں کے نظریات میں تعادلی مطالعہ
کے لیے پیش کر دیتے چاہئیں۔

پروفیسر منور صاحب: اس سطح پر تبدیلی کی

جی ضرورت ہو گئی، اور تدوین انصاف کی کوشش
جی موجود ہے تاکہ اندر ملے کیا ہو رہا

ہے اور کیسے؟

ایڈیٹر: جعفری صاحب آپ بہت دقت لیتے
مگر آپ نے اسی جو قرآنی نفسیات کی بات

چھتری ہے، یہ سب پیش نظر ہی موضوعات کو
حق، مگر انکو چھڑنے کے لیے ہم میں سے
کسی کو بھی مسئلہ انگشت پر کوئی اختیار نہیں

رہا گیا تھا، تاہم جو میں آپ سامنے آئیں گے
صدر، ان کا وہ ہیں آپ کا بھی انگشت، اور

پروفیسر منور صاحب: محمود مرزا صاحب کا بھی
جن کی رائے یہ ہو کہ زیادہ کامیابی سے نہ ہوا



بہرہ پکھڑا اور لہو لگی جالی ہو گئی کہنے لگا۔

”جیسی تھی: نہ کوئی لیا و نہ لیا خواب میں: یہ کچھ فرح صوفی قسم کا تھا: اس کی حوروں کی داگری تجھ سے ہو گئی: کیر کر کے گئے تھے: دن بہت سے خواب نظر آتے رہتے ہیں: لیکن جاتے ہی: جیسی تھی: نہ لیا جاتے ہیں: گر یہ خواب کچھ عجیب قسم کا ہے: اس کا لہو اشتعال میری آنکھوں کے سامنے پھرتا ہے: اس کا خیال میرے دل سے ایک لمحے کے لیے بھی نہیں جاتا: ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ابھی میں اسے دیکھ رہا ہوں۔“

”جیسی لانی،

”تو کونسا آواز تھی؟ شاید اس کو بیان کرنے سے دل کا لہو جھلکا ہو جاتے۔“

”یہ تو میری بات تھی۔“

”جیسی تھی: اصل خواب میں میں نے اس کا بیان کرنا میرے لیے کی بات نہیں: البتہ اس واقعہ کا ایک سا نمائندہ چرچہ کرتا ہوں گا: جو میری سنے خواب میں دیکھا اور اب بیداری میں بھی میری نگاہوں کے سامنے معلوم رہا ہے۔“

”وہ ایک رات ہی تھی: نہ بہت نیا اور نہ پرانی بلکہ نہ بہت نیا اور نہ پرانی: میں دو مہینے پہلے ہی تھی: اس کے دو دن پہلے خواب دو برس پہلے پہلا تھی: اس کے اوپر آتے ہوئے کہ ان کی چوٹی تک ٹھکانا میں سمجھتی تھی: کیا دیکھتا ہوں کہ وہ بکر بکر سے چمکتے ہیں اور ان میں بے شمار گہری گہری دراڑیں پڑ گئی ہیں: ان دراڑوں میں سے جوتھک الگ کے شعلے بلند ہو رہے ہیں: ہر ایک دوسرے کی طرف ایک ایک چمک کر ہمارے ہیں: ان شعلوں اور چمکوں کے شعلے سے تم دادی میں آگ اس طرح جھلک رہی ہے جیسے سولہ کا پانی بہتا ہے: اس دادی کے پری پہلے میری نظروں کے اگلے سامنے ایک سرسبز مزار ہے: جس میں شعلے سے پانی کی جڑیں بہہ رہی ہیں: یہ آگ وہاں تک نہیں پہنچتی کہ اس سے برے ہی لک جاتی ہے: میں نے دیکھا کہ اس سبز مزار میں تم گھر گئی ہو۔“

”کچھ طرح معلوم تھا کہ اس ترکانی دن پر تھے مگر کمینہ سے آگ ہے: لیکن ایک روز جب وہ سینہ سے بیدار ہوا تو اپنے سر سے تین آگ: نہ کوئی نظر نہ ہوا سے نکلا: بلکہ اپنی خاصیت کم صحت پر گہرائی پکڑا رہا: جو غرض آج تک سکوت و سکون سے نا آشنا: ہمارے اس آج اس صدمہ چمک چمک پڑا تھا اسے گرا کر نہ ہو سکا: ہمارے اس چمک چمک چمک چمک اس کی حرکت پر ہی کرتے گئے: لانی،

”کیا مال ہے: اس ترکانی کوئی تکلیف ہے؟“

”اس ترکانی کوئی دیکھا آواز سے جواب دیا کہنے لگا۔“

”نہیں کوئی بات نہیں: عجیب ہوں۔“

”جیسی لانی،

”تجربہ کیا بات ہے: آج تم نے گھر میں شور میں چاہا: دو گھر گھر کیا شہنا پڑا ہے؟“

”یہ تو تھا۔“

”وہ رات ہی تھی: تو کبھی عجیب ہے: تجھے آخر کیسے خوش رکھوں؟“

”اس کے بعد اس کی آواز آہستہ آہستہ ٹھیک ہوئی گئی: کہنے لگا۔“

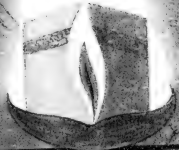
”آگ لگ کر رہا ہوں اور اپنی ذاتی کرتا ہوں تو کبھی ہے میری تیرہ خواب گری: اور اگر چہ یہ چاہوں تو کبھی نہ گھر میں چلا ہے: شوروں میں نہیں چلتے لیکن حقیقت یہ ہے کہ آگ میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے: میں کی وجہ سے تمام شہنشاہی کی باتیں بھول گیا ہوں۔“

”نہ تو سر توڑ دیا بیجا ایک خواب دیکھا اور شوروں میں رہا: ہاں اس طرح مجھے سینہ پری کرنے کا ترکانہ مل جائے گا۔“

”اس ترکانہ کو دیکھا اس کی باتیں گھنٹوں اور روزانہ پھر گھنٹوں

چپ پیو پھٹی

(ادامہ)



تہا رہی عافیت میں لوٹ آئی ہے اور ہوا چلے چکے آج ہے
 ہر دوری رات کا چاند ہے دیکھ کر تم سزا دی چکا ہوں اور نشان
 سے چہری ہزاروں آواز بھی دے رہی جو سب سے پہلے جگر کوٹھے
 اور اس آگ میں گھس جانے کے لیے تھے اب ہمارے جگہ جگر کوٹھے
 میری آواز میں کہہ رہا ہے اب کہاں آجیتے تو کسی آپ کو کچلے
 تیں جو گاہے چند چنگا رہاں میں توں، اوسے بعد ایک دو چلے
 پر تھیں کہ کھینے سے پہلے تو دیکھ لیا کہ ہر ہمارا ہاں ہے اور
 ان کی تیر کو دیکھنے والے ہاں کا گھونک رہی ہیں آپ کا شباب بھی
 ان کے تئیں سب کچھ آپ کا انکسار کر رہا ہے آخر وہ انکسار
 تھا اور ہم جادواری نہیں تھی آواز میرے کونوں میں ہر باری
 تھی آخر وہ میرے ذرا لگی تھیں لیکن آگ میں گھسنے ہی کو تھا کہ اس
 کی پشت تھنے میری آگ کو کھل گئی۔
 یہ کہہ کر ہاتھ سے سر پٹ کیا اور چلنے لگا۔
 "ہائے ہائے" اس آگ کی میں مجھے اب تک محسوس
 ہو رہی ہے؟
 میرے تڑپا تھی، اچھے قرار ہو کر کہنے لگی
 "خدا میں ہر بلا سے بچائے" کچھ لڑکھڑکھ کر وہ آواز کو کچھ
 بلی کو بھیجا ہر جا کے ہمارے کسی کبھی کو یہ عیاں خواب سے نکلا
 شاید وہ اس کی تصویر بنا سکیں۔
 اس روز دشنام بھی نہ ہوئی تھی کہ وہ خواب تو میری تصویر
 بن کر سامنے آئی تھی کہ یا تو آگ کی میں بھی محسوس ہوئی۔
 (۲)
 میرے خواب نشانے کے بعد اس تصویر چھایا وہاں جی
 فزوم کی محسوس میں پہنچا تو اس امر کے نتیجہ کہ سب اپنی اپنی
 باتوں میں مشغول رہے، جیسے انھیں اس آنے والے کی کوئی پروا
 ہی نہیں ہے۔ وہ جانتا تھا کہ فزوم ہمیشہ سے ٹھنڈی، سرد اور
 ٹھیکڑی، اگر کوئی تھوڑے کے ہوتے جیسا کہ اس نے ہزاروں آواز
 فزوم کو چھوڑ کر کسی کا کسی دو سے قرعہ کی قبیلہ سے جا چکا ہوتا

یا تو سنے نہیں کر لیا،
 "تو کیا مجھے اسے اٹھ کر دے کر دے بھی کھائے؟ یا کبھی
 دیکھ کر کہ میں نے تیرے سرورں کو کبھی کوئی تکلیف پہنچائی ہو؟
 خود ہی چشم نامے کہا:
 "تو وہ دیکھ لے میرے سرورں کو تھما رہا تو اس سے کوئی
 نقص ہی نہیں ہے۔"
 یا تو سنے نہ کیا:
 "خود ہی مطلب کیا ہے؟"
 خود ہی چشم کے چہرے اور آواز دونوں میں غصہ و غضب
 کے آثار نمایاں ہو گئے۔ گرفت آواز میں ہوا،
 "ہاں میں معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ میں ہمارے ساتھ
 ہے اور کون ہمارے خوف، انھیں کاب قوت
 آگاہ ہے کہ کوئی کب ہر باشندہ اپنے دل کی بات
 ظاہر کرے اور اپنا اپنی افسردہ صاف بیان کرنے
 اب تک ہم نے اپنے غصوں سے بہت ترس رہی
 ہے اور ہرگز سے کام لیتے رہے ہیں لیکن
 آج سے ہم ان کی ذرا بھی زور و رعایت نہیں
 کریں گے۔"
 یا تو سنے نہ کیا:
 "الاف کہ ذرا نہیں کہ بات کر دینیں دوسرے سے کہہ سکتا
 ہوں کہ جب سے میں جس طرح سے لڑاؤ لڑا کہ عیث جانوں
 اور ہمارے دوستوں کو دوست اور دشمنوں کو دشمن ہونے
 کا جھگڑا ہے اس وقت سے اب تک میری طرف سے زخم
 نے کوئی اتنی بڑی بات دیکھی ہے نہ تھک رہی ہے تو نے دیکھی ہے
 نہیں اب میں تم سے ایسی باتیں سن رہا ہوں کہ جب سے فزوم کو
 میں آپا ہوں اب تک کھٹنے میں نہیں آئیں۔"
 خود ہی چشم نامے کہا:
 "تو آج اس جہد کے مطابق آج سے تم اپنے بے شمار
 کے دشمن ہو۔"
 یہ کہہ کر وہ غصا اور جھٹکا، لیکن محسوس نہیں میں خوشی سے
 زیادہ غصہ کھل گئی۔
 یا تو سنے نہ کیا:
 "الاف کہ ذرا نہیں کہ بات کر دینیں دوسرے سے کہہ سکتا
 ہوں کہ جب سے میں جس طرح سے لڑاؤ لڑا کہ عیث جانوں
 اور ہمارے دوستوں کو دوست اور دشمنوں کو دشمن ہونے
 کا جھگڑا ہے اس وقت سے اب تک میری طرف سے زخم
 نے کوئی اتنی بڑی بات دیکھی ہے نہ تھک رہی ہے تو نے دیکھی ہے
 نہیں اب میں تم سے ایسی باتیں سن رہا ہوں کہ جب سے فزوم کو
 میں آپا ہوں اب تک کھٹنے میں نہیں آئیں۔"
 خود ہی چشم نامے کہا:
 "تو آج اس جہد کے مطابق آج سے تم اپنے بے شمار
 کے دشمن ہو۔"

گودیت ہو۔ آخر ارقم بن ابی ارقم پہنچے کہیں نہیں گرتے ہو بہائی
 ہی طرف خرم کا سر مارا ہے۔ اگرچہ قتل کا سہارا ہے۔ لیکن وہیں جو
 کیا ہے تو اس سے پہلے کہ قریبی تو اس کی طرف بے درگاہ ہو گیا؟
 بلکہ اس نے تو اپنے گھر کو گھر کے لیے وقت کر دیا ہے۔ وہاں
 اس کے سامنے آگ اس سے سستے ہیں اور وہیں سے وہ اپنی دوڑ
 چھوڑتا ہے اور تھکے ہوئے ہمدردوں کو بڑے کلمات سے دبا کر تھکے
 لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر قریبی ابی ارقم سے ڈرتے ہوئے نہ ہو کر
 اگر قریبی اس پر ڈرنا اٹھائی تو اندیشہ ہے کہ اس کے بھائی
 بناس کی پشت پناہی کو انہوں نے بڑے ہرے لیکن میرے خلاف
 تھکے ہوئے اور اندیشہ بیان ہو جوتیں ہیں، اگر وہ آج زندہ جیتے
 تو قریبی مسلک کرنے سے پہلے خوب سوچ کر کہتے۔
 یہ کہ گروہ او اس عقب اور پشتہ دل کرتا پڑا تھا اور
 گھر کو چل دیا۔

(۳)

جیسے یہ وہ گھر کے دروازہ سے داخل ہوا، گھر کی ہر چیز
 اُسے ہلی ہوئی نظر آئی۔ گھر والے کسی اور ہی حالت میں تھے،
 ماماں اور بڑا چوٹا جیرو کو دیکھا کہ بڑی خوش چاشنی پیش
 ہو رہی تھی۔ قریبی نے یہی حال کو اس سے لپٹ کر نہایت
 مستتر آہنی بے ہوش کیے گی۔

باترہ مبارک ہو، آخر وہاں اور آخرت کی بھلائی
 ہمارے پاس کیا ہے۔

باترہ نے قریبی سے کہا،
 "آخرت؟ آخرت کیا؟..... کیا کہہ رہی ہو تم ہمیں
 قرآن کی تلاوت کیا، ہوں، راتوں کو تلاوت کرنے پریشان
 کر رکھا ہے، دن کو لوگوں کی باتیں سمجھ نہیں دیتیں۔ جب
 مصیبت کا سامنا ہے۔"

اور سے قمار لڑا،
 "آبا جان، مبارک ہو، میں آج آپ کے لیے دنیہ اور

آخرت کی بھلائی دیا ہوں۔
 باترہ نے کہا،

"تو آگے بھی آخرت کا مطلب کیا ہے؟ لوگ تو کہتے ہیں
 تو بے درگاہ ہو گیا ہے، بہرہ بہت، اپنے ان باپ کے لیے کیا
 مصیبت کوئی کرتی ہے؟
 قمار پیش کر کے لگا،

"بکر بن کیے کی نصرت حاصل کر لی ہے؟
 کہیں کوئی تو آپ دونوں کے لیے دنیہ اور
 آخرت کی بھلائی کر لگا رہا ہے۔ یہ شک
 کسی نے آپ سے کہا ہو گا کہ میں بے درگاہ ہو
 گیا ہوں، لیکن ان حقیقت میں بے درگاہ نہیں
 ہوا، بلکہ اس نے خدا کی فرماں برداری اختیار کر
 لی ہے میں نے زمین اور آسمان بنائے، مخلوق
 پاتا اور ستاروں کو پیدا کیا، اور تم کو ہمارے
 اس رسول پر کرم کیا کہ وہ میں سیدھی دل
 دکھائیں۔

پھر اسی باترہ نے قریبی سے یہ باتیں سن کر ابی ارقم کو
 تھا کہ گروہ اس کے بیٹے کے قریبی کا قریبی سے گزرتے بغیر
 سبھی میں اس کے دل میں حسب کار چوسست ہو
 رہی ہیں۔

پھر اسی باترہ نے قریبی سے یہ باتیں سن کر ابی ارقم کو
 زبانی سے یہ الفاظ نکل پڑتے تھے۔

"آپ کا یہ وہ ہے؟ وہ ہے وہ؟
 قمار سے نہتی سے چوچا،

"آبا جان؟ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟
 باترہ نے بات کرتی تھی، لیکن اس کا خلق خشک
 ہو گیا تھا، اس وقت اس کی آنکھوں سے ٹپا ٹپا آنسو گر

رہے تھے۔

اس نے کہا،

"یہ شک کیا ہے وہ؟ آج قہر نے بڑی پانی بات
 یاد دلائی، یہ بات مسکے اور دواؤں کے درمیان ہوئی
 تھی جب کہ میں شروع شروع کو نہیں آتا تھا، اس وقت
 میری غلطی میں برس ہوئی۔ بات یہ تھی کہ وہ اپنے
 مصدروں کے پاس ہاگرتے صفت باخدا پاتا تھا میں
 نے ان کے پاس جانے سے انکار کر دیا تو قریبی نے چھینے لگا۔
 میں نے کہا کہ اگر میں کسی کو اپنے مصدروں کو سمندر کو تھاکا میں
 کی دوست و بیکاری سے بعض اوقات میں ہم بھی ہانا ہوں،
 یا صورت ہی کو پاتا، جو کہ مجھے روکشی تو دیتا ہے ورنہ
 ہمدردی لکھا، جو مجھے راستہ جانتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے
 کہ ان میں سے کوئی چیز بھی خوف و ڈر بہت پیدا کر کے مجھے
 ان کی عبادت پر پرستش پر آمادہ نہ کر سکے۔ تو قریبی باترہ
 قہر نے کیا کہ ان تمام چیزوں کا ایک خالق ہے میں نے
 ان سب کو پیدا کیا ہے اور جو ان کا اختتام کرتا ہے۔۔۔۔۔ تو یہ

ہے وہ؟
 یہ کہ کہ اس نے سر نہ لگا اور کافی دن تک چھوٹے
 رہا۔ پھر جب اٹھا تو بدستور آنسوؤں کی جھری گئی ہوئی تھی
 رہا، پھر اٹھا، اور کہتا تھا،

"یہ شک یہ ہے وہ؟ ابی ارقم میں دینی کو سمجھو
 کہ یہ دین میں رہا۔

پھر وہ دینی کی طرف مدد کرنا کا سر سہاگہ ہوتے لگا
 "تم میری ہی محبت نے مجھے اس وقت کے اختیار
 پر آمادہ کیا۔

اب اس کے آخر قریبی تھے۔ لیکن خلاصی کے ہاں
 میں شک کے قریبی کو تو میں کی طرف چک رہے تھے، سر

اتھا کہ وہ اپنے اپنے گھر سے کہتے تھے،
 "بیٹا، تم کو اسے کسی میں کب سے چوچے؟ ہم بھی تو

خبر کی سزا نہیں دیں جب کہ انھوں نے نہ کوئی قتل کی ہونہ

انہی باتیں نہیں۔
 قہر نے کہا،

"ابھی چلے چلے۔"

اس روز شام ہوئی تو ابی ارقم اور وہیں ہشام بن عبد
 خرم سے چند آزاد اور غلام نکالوں کو ساتھ لے کر باہر
 کے گھر گیا۔ اس نے قمار اور اس کے ماں باپ کے
 باہر پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں اور ان کے گھر کو آگ
 لگا دی۔

ابن کے لوگ ان کو گھسیٹ گھسیٹ کر ایک
 کو غریبی میں قید کرنے سے باز ہے تھے اور بڑھاپا ستر
 ستر سے بڑھاپا،

"دیکھو یہ آج پہلا دن ہے کہ میرا وہ خواب میرے
 سامنے پیش ہو رہا ہے۔"

اور سے قمار کھینے لگا،

تینے نظر دیے، اس کے بعد جنت ہے، جہاں ہماری
 تعداد کی گنتہ والی اور آپ کی دعوت قبول کرنے والوں
 کے لیے جہنم کا پیش و آرام ہے اور سب سے بڑھ کر
 خدا کی خوشخبری۔"

(۴)

دوسرے روز جب کوئی دن چڑھا تو قریبی کے قیام
 سرور ہشام بن عبد خرم نے، لیکن وہاں انھوں نے نہ کسی چکر
 اور جو پار کے متعلق گفتگو کی، نہ خرید و فروخت کے سامنے
 میں باہر بیٹیت کی، بلکہ اس باغیر عادی کی بابت گفتگو کی جو
 خرم کے ایک سر پرستہ نے انھوں نے اس پر اس شہر
 میں برآمد کر دیا تھا۔ اس شہر میں جہاں کے باشندوں کا دستور
 ہی نہ تھا کہ وہ بے گناہ لوگوں کے گھر جاتے تھے، بلکہ انھوں
 مرد و عورتوں کو لوٹ کی بیڑیاں پٹائیں اور انھیں سسر
 عرب کی سزائیں دیں جب کہ انھوں نے نہ کوئی قتل کی ہونہ

جہڑی کی جو نہ کھلی اور قابل مزاحم کا رنگ کیا ہو۔
 ولید نے غزوے لے لیا پہلے عروین ہشام سے کہا،
 "جیسے بڑے افسوس کی بات ہے، کوئلے
 اس عزم مزمزم میں ایک ایسی حرکت کی جو
 قریش کی روایات کے باطل خلاف ہے، تو
 نے اس کام میں ہم سے مشورہ بھی نہ لیا اور نہ
 اپنی قوم کے گمراہ بزرگوں کی رائے لی جس
 بوجہ میں آیا کہ گزرا۔ اس شخص اور غزوے
 تیری عقل مار دی ہے اور چند بیوقوف فوجران
 اور احمق غلام تیرے کہنے پر چل پڑے ہیں، خدا
 کی قسم! مجھے اندیشہ ہے کہ تیری اس حرکت کا
 غمزدگی بڑا نتیجہ برآمد ہوگا، کیونکہ اہل عرب
 کے دلوں میں اس عزم کی بڑی حرمت و عزت
 ہے۔ غور و مشرت کے وقت وہ ہاں امان
 حاصل کرتے ہیں، جھوک اور غلط فہمی کی حالت
 میں انہیں یہیں سے کہا جاتا ہے اور تنگ و سختی
 و غریب و انفکس میں سب جڑے دایں جو
 کردہ اسی طرح کرتے ہیں، انہیں انہیں
 فرات و سختی اور کٹائی سختی ہے اور آرام و دلچلی
 کی زندگی نصیب ہوتی ہے، یہ غلو میں کیا پتا ہے،
 ہے اور غریبوں اور مفلسوں کی امید، جو حیرت
 لوگوں کو میں انکو سکون دتا ہے، فریادوں کی
 دوا کی کو مقام کی ہے، ذرا صبر تو کی،
 جب عرب یہ ہیں گے کہ لوگوں کو حرم کی پناہ
 میں آتے ہیں انہیں اپنا پناہ نہیں ملتی،
 میں غریبوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ ان قیدیوں کو
 آزاد کر دیں اور تجھ سے تیسرے لوگوں سے ان کا انصاف
 کریں۔"

دیکھو! میں بھی غصہ میں ہوں، مجھے اندیشہ ہے کہ اگر
 میں نہ تھا، تو ان سامان کے کرشمہ یا میں ہاؤں اور نہ جیسے
 بعد واپس آؤں تو میں ان اچھے خاصے مالداروں اور خوشحال
 کو ان کے گھروں اور جائیدادوں سے محروم ہوؤں؟
 ولید نے غزوے میں چلا گئے،
 "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں نے اپنے جیسے بات کر
 کے تمہارے دل کا زور کھڑا کیا، نہ معلوم کیا بات ہے، تم لوگ
 خواہ مخواہ اسے دوسرے جیسے لگاتے ہو، غور کے بارے
 میں پتا ہے جو نہ زبان غلو میں ہے نہ دل قبضہ میں، اپنی
 اپنی بات کہتے ہو، گھبراہٹ میں آپ نے باہر سے
 بات ہے، ایک دوسری دلی ہے اسے نہ ہانے کا کہتے ہو،
 لگتی ہے چھڑک رہی ہیں، انہیں بڑا بھروسہ ہے، جہاں تک جیسے
 معلوم ہے، یہاں سے میرے سامنے کھین لوگ ہیں، انہیں
 میں جہاں کہتے دیتے ہیں، تمہارا ڈاکو تو انہیں نے پھینکا
 میں ہے اور تمہارے دل و دولت میں سے کچھ دیا ہے۔"
 ابھل گئے،
 "میں ابھی ہمسہ فیض کو بھڑکنے سے پہلے ہی بھاڑا
 ہے اور بھاڑتا پاتا ہوں، اس شروفا کا میں بچہ پوری حسرت
 قہقہہ کرتا ہے۔"
 ولید نے غزوے ہاتھ سے ادھر ادھر سارا لے کر اٹھا اور
 منتظر انداز میں اس کی ہنسی اڑا کر گئے،
 "جیسے: جو کچھ تم کر رہے ہو، خدا کی قسم تمہارے
 طاقتور آدمی اپنے برابر کے لوگوں پر قوت آزمائی کرتا ہے، اگر
 وہ ملحق، غلوں اور گمراہوں پر طاقت آزمائے تو ان کی
 نبرد اولیٰ اور محاربت ہے، لیکن میں کی بات ہی نہ مانی ہے اس
 کا مشورہ دونا نہ دیتا ہوں۔"
 اس کے بعد قریش کے تمام لوگ اٹھ اٹھ کر چلے گئے،
 لیکن ابھل اپنا اپنے ساتھی و بھائیوں اور غلوں کے لئے کہنے
 قیدیوں کے پاس آیا، اور اس کو غصی سے ان کو باہر نکال دیا
 رات بھر وہ نہ رہے تھے، پھر ان کو بٹھا جوالے ہوا دیکھے
 سے ان کو بٹھا ہوا تھا اور دیکھے دے دے کہ کتنے حکاکم
 بڑھا کر کھڑے ہوئے تھے انہیں میں مجھ سے ہوئے ہیں کیسے
 قہم بڑھا گیا، لیکن ابھل اور اس کے سب ساتھی ان
 بیسوں کو نیزے جیسے چھوڑ کر نکلتے دیتے، غزیر کیوں سے
 غریب لٹاتے اور بڑے بڑے زخمی کرتے، مگر ان تمام غلو
 اور غلوں کے باوجود ان کے عزم و وثاق میں کوئی فرق
 نہ آیا، وہ غلو میں ان کو کوئلے مار مار کر ہلا کر دیتے،
 کبھی یا ستر اور غلام کی ڈھلی اور سیرت کے بالی بچھتے اور غزیر
 قہقہہ لگاتے اور لڑکیاں بکا کر شور مچاتے، جہاں جہاں سے
 یہ گزرتے، شور و غل مچا کر لوگ اپنے اپنے گھروں سے نکل
 آتے اور کھینکے، وہ دادوں، برآمدوں اور مردوں پر
 ٹھٹ کے ٹھٹ لگ جاتے، راہ گیر ہر طرف سے اٹھتے ہو کر
 ان کے گرد جمع ہو جاتے اور یہ دردناک منظر دیکھتے یہ قیدی
 بڑھارے، ہساف غم آٹھا کہ ان کے دل تڑپا رہے ہیں
 لیکن رہائیں ناخوش ہیں، گویا انہوں نے تہیہ کر لیا ہے کہ
 کوئی آہ و فریاد یا صرف شکایت زبان پر نہ لائیں گے، نہ کسی
 قسم کے قہقہے اور نہ تلخ کا افسار کریں گے،
 غلوں کا غنائی قیادت میں اسی طرح آئے
 بڑھارے، آخر جب کہتے باہر ایک کھیت ریت میدان میں
 پہنچا تو ابھل لوگ گئی، اس کے ساتھ دوسرے بھی لوگ
 گئے، پھر ابھل ان کے بڑھا اور یا اس کے قریب آکر ستر انداز
 میں گئے،
 "لیکن اب بھی غزوے کے عطف پر قائم ہے یا نہیں؟
 لیکن تو غور و فکر کر رہا ہے،
 ہاتھ لگا،
 تو نے ہم پر غم توڑ کر غم عاف تو ڈیا ہے، اب ہی

اور مجھ پر نہیں رہا، ہم اس کی قوم داری سے اب پوری طرح آزاد ہیں۔

الاجمل لیلہ:
"تو آزاد ہو گیا، ہمارے عطف سے؟"
باسمہ نے کہا:

”ہاں بالکل اس طرح، جیسے ہر قسم کی بدی اور زسوا کی بڑائی سے آزاد اور بہتر ہوں۔“

دو جہل تھے۔ ہنسنے ہی میں پراپک شد یہ عرب لٹائی اور
میں کا تمام چہرہ بھولان کر دیار یہ دیکھ کر اس کے ساتھیوں
نے بھی ہمارا اور مسیحہ کے غمزہ پر آ لٹائی اور انھیں بھی تو غم خیز
دیا۔

اس کے بعد الزہرا نے اپنے ساتھیوں سے قیدیوں کو

[illegible]

ان کی نگہبانی کے لیے مقرر کر کے چلے گئے، تاکہ اگر کرسٹیاں اور سورج ڈھلنے پر تازہ دم ہو کر ان کی گوشالی کو چسپاں آجود ہوں۔

قیلہ شہنشاہ نے آج بیٹا مارک دیکھ کر نہ دیکھا تھا۔ آج انھوں نے بغیر اسے مجھ سے دشمن پہنچا پائی اور اسے شہر والہ خیمت اندر لگا دیا۔ انھوں نے کھانسی کے مال کی ٹوٹ چھادی تھی اور ان کے لیے آؤن عام ہو گیا تھا کہ اس میں سے جس قدر چاہیں لے لیں۔ یہاں تک کہ وہ مجھ پر آئے۔ لیکن ان کا دل نہ کھڑا تھا۔ آج ان کے لیے کوئی بڑی طرح شکست کا کرکٹ سے اٹھے۔ ہاؤن واپس بھاگ رہی تھی اس کی قوت مشترک تھی۔ ان دنوں کو فریڈرک کوئی لڑائی شہر سے سب ناک میں ملی لیا تھا۔

ان لوٹ مار کرنے والوں اور ملکر کرنے والوں کے ماقہ
 فیہ میں کس بھی جی میں کھڑا ہو تو ان کے ساتھ قریب قریب
 جتنے کئے گئے۔ اپنے بھائی بندوں کی طرح اس نے بھی سرفہ
 پائی اور طرے طرے مال و مال پر ہاتھ صاف کیا لیکن
 سب چیزوں سے قطع نظر اس نے ایک دوڑتی ہوئی کوئی
 بھی چھوئے ایک درشت، شہر دار و رئیس جو بعضی ہاک
 و اخلاص و کمالی قوی اور مضبوط نظر آتا تھا۔ لیکن اب اس کی
 حالت جراب و سہیل جی کی یہی حالت تھی۔ اس نے ذرا اور قور سے
 قور قور کر اٹھنی پر ایک بڑا کھمبہ موجود تھا۔ اب جس پر لگا چڑھ
 رہے تھے وہاں سے اس نے قور قور کر کے کھمبے سے کھمبے
 اس کو دیکھ کر بڑا حیران و حیران ہو گیا تھا۔ اب اس کو علم
 ملا کہ وہاں وہاں سے اس کو دیکھتے ہیں۔ کوئی ایک نہیں قور
 کے لئے حوالہ کر دی اور اس کے آگے آگے بڑھی عاجزی اور
 بردباری سے پہنچ گئی۔

یکم بن سید نے اس سے پوچھا،
"یہ اونی اور جودہ کس کا ہے؟"

نوح نے ٹوٹے پھوٹے عربی پیرے میں کہا:

”یہ ضرور ارکی بھائی ہے۔“

یہ حکم ہی سید، غلام اور اونٹنی کو گھر کی طرف جنکاتا ہے ہا
اور دل ہی دل میں کہہ رہا تھا،

مالی حیثیت میں سے مجھے کوئی فائدہ نہ ہوا اور
اقتصادی اور کسی نہ کسی طرح ساز و سامان ہی کافی
ہے۔ یہی بخیر و خالی قانون، تو اس کا دور
میرا کیا تعلق، اسے کسی قسم کی ضرورت نہ ہو۔
میں پیش کر دوں گا۔

اور اسی طرح یہ چار بار اٹھا اور غلام بھی اونٹنی کو بے
گناہ لے آئے ہیں اور فاطمہ جب وہ اپنے قید کے ڈر سے
بے گناہ لے آئے ہیں تو غلام کو لے کر آنا اور کیا غلام
میں بار بار اور خود کو دور دینے کی بھی کوشش کرتا کرتا
ہو کر کوئی چیز دوسرے سامنے رہے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر
سب کو آواز دہرائی کہ غلام اس کا ایک چور اور غلام
غلام اور ان کی چوری چوری اس کا لہجہ فرست دیتے
تھے۔ غلام کو لے کر آنا اس سے کہہ دیا کہ جو کچھ

بہت کم عمر کی عمر میں یہ تو پہلے ہی نماز کہ ترقی ہے!

اس کی حیرت اور مستی سمجھاؤں۔ اس نے ایک
دو شیئر کو دیکھ کر تھک جہاں جو اپنی مافوقی رنگت

ہرگز کسی کو نہیں دیا اور نہ ہی اس کی قیمت
 دینی تھی نہ زکوٰۃ اور نہ زکوٰۃ کے لئے
 اس کو ہرگز کسی کی شے تھی بلکہ اس کے ہاتھ میں
 اس سے اس کے لئے ہر شے تھی۔ چنانچہ اس کے
 ہاتھ میں ہر شے تھی کہ اس کی قیمت سے
 اس کے لئے ہر شے تھی۔ چنانچہ اس کے

تشریح

پھر کس نے دوشیزہ کو بڑی نرمی و ہرمت اور عزت و احترام کے ساتھ خود سے نکال دیا۔ ساتھ ساتھ کم کم بابا تھا۔
- یعنی: ذرومت، اورومت، میں تم سے کوئی بڑا سلوک
نہیں کروں گا، کوئی سختیافت نہیں دوں گا۔

پھر اس کا ہاتھ پکڑا اور آہستہ آہستہ اپنے گھر لے گیا اور
دو شیرازہ بھی اس کے علم پر چلے گئے۔ یہی ہے اپنے اس کے چارو
ہی کی گھنٹا: جب وہ اسے گھر میں داخل ہوا تو اپنی بیوی
سے بڑی خوش چہرہ کی کے ساتھ نائیک گھر گئے ہوئے گئے کا:
اس حمام (گھر) کے ساتھ (اس حمام) کے ساتھ

اس کی ترقی ضرور ہوگی۔ اس کا اصل مسئلہ تو
ایسی ترقی ضرور ہوگی۔

[illegible]

- سہولتیں، ہر شخص کو جانستے کہ میں شمار سے لیے کیا گیا

نصف نے کہا،
- کوئی بھلی چیز ہی دے ہو گی۔ جو اچھے نصیب ہے کہ
نور کوئی اچھی چیز دے ہو۔

میں تم سے پیسے سرور کی بجائے دیا ہوں اور یہ ہے
کہ کہنے آیا تھا لیکن رب کہہ نہ اس کو دھکڑا اور دھکڑا
کے فائدہ

خلف لڑا،

ایک ایڑی کی بجائی؟

نہیں لگا،

ہاں! ایک ایڑی کی بجائی؟

خلف ہم سے پہلے ہی دلا تھا کہ وہ اس دوشیز کی

کیا قیمت دے گا؟

ڈاکٹر اوریو: دیکھو میں یہ شہزادی تمہارے پاس

دیکھنے کی طرف سے نہیں آیا بلکہ تمہیں دیا ہوں اس کو اپنے

دوست کا قصہ سمجھو؟

خلف نے کہا،

”تمہارے حقیقہ کا بہت بہت مشکوک: خدا کا سے

تعلق کو قائم رکھو؟“

پھر اس نے دو شہزادہ کا رخسے ہانسنے کا حکم دیا اور

وہ گھروالوں کے پاس پہنچا دی گئی۔ اس دوران میں ہم نے

برسوس کیا کہ اس کے خنجر کا اس کے دوست کے دل پر

وہ اثر نہ ہوا جس کا وہ جتنی تھا۔ لیکن خلاف توقع خلف نے

سر اٹھا پایا اور لڑا:

”ہمچا! جانتے ہو، آج جو احسان تم نے میرے پر کیا ہے،

ایسا احسان پہلے بھی نہ کیا ہوگا۔ دیکھو میرے اہل بیت سے جنگ

بہنیں کی اور نہ بیٹ۔ اس کی مخالفت کو کوئی انتظام کیا۔ جتیم

نے راجا اعلان کر دیا کہ جس کے پاس سے مشفق ہو جائیں اور

وہاں سے آگ بہت کراس کی حمایت اور مخالفت صرف

اس کے پروردگار پر چھوڑ دیں۔ چنانچہ اس گھر کے مالک

نے اپنے مقدس گھر کی خود مخالفت کی اور اذیت دے اس کے

باتیروں اور مشکوروں سب کو علیل کر دیا۔ میرے پیروں اور

مجھ پر مشفق ہونے کی چیرن، گھائیروں اور ان دونوں سے

دیکھتے ہیں جہاں ہم نے اور اودھ منتشر ہو کر ہوائی تھپیج

جب دشمن واپس چلا گیا تو ہم کو میں اپنے گھروں کو لوٹ

آئے۔ کس وقت بہت سے لوگوں کے دل صحت و انفس

میں جلتے دیکر کہ ہم نے اس مقدس گھر کی مخالفت و مخالفت

کا حق اور مخالفت اور اس کی طرف سے ہم سے نہ

ہے اور نہیں کیا تھا۔ لیکن اب اس سلسلہ کو ابھی کیسے

پاس دکر تم نے مجھے دل کی بھڑکائے اور میں کی آگ

خشکی کرنے کو حق فراموش کر رہا ہے۔ قسم ہے اس پروردگار

کی جس کے گھر کا میں نے مخلوق میں کیا۔ میں اس شخص ایزد زادی

کو اپنے ذلیل و خوار کروں گا کہ کوئی جہش ایسی ذلیل و خوار ہو

ہوگی۔“

تیمر کو،

”ڈاکٹر اس سے اور آئیہ: اگر مجھے معلوم ہو کہ تم اس

ناگ بدین میں پرتی سے یہ بدچل کر گئے تو میں اس کو

تمہارے پاس سرنگز دے گا۔ اپنے گھر کی رکھا۔“

خلف نہیں کر سکتے،

”وہ میرے ذہن تو اس میں کالے کیا جو اشی فیصلہ سے جو

اسے اور تم سے اختیار و اختیار میں بڑھ کر ہے۔ اس ایزد زادی

کو اس حرم کے قریب ذلیل و خوار بنا چاہئے، جس کی بے گھر

گوارا وہ اس کی قوم نے کیا تھا۔ خدا کی قسم! جب تک میں زندہ

ہوں نہ آزاد کی سکھیں آشتی نہ ہوگی اور نہ آزاد ہونے

ہوگی۔“

میر نے کہا،

”تیمر کو معلوم ہو کہ تم کو اسے اپنے لیے پسند نہیں

کر سکتے۔ اگر انہی ہی بات سے تم پر مجھے واپس وید۔“

خلف خفا دار کر رہا اور کہنے لگا،

”واہ کراہ! میں تو اسے تمہارے لیے پسند نہیں

کر سکتا۔ میں نے کہا ہے، اگر جب تک میں زندہ ہوں نہ آزاد

ہوتے نہیں ہوں گی۔ اس زمین میں میرے بہت سے۔ اور

اور گھر میں میں نہیں میرے تمام چاہتے ہیں۔ ہاں! غلاموں میں

گورے کے لئے صرح کے ہیں۔ یہ بھی ایسی غلاموں کے ساتھ

اور پھر پھر بکر یا چرائے گی۔“

خلف کو ایک جہش فضا و غم تھا ہے۔ رہا کہتے تھے۔

وہ کچھ کچھ نہیں پس کا ہوگا۔ بڑا ذہین ہوشیار کام میں

ماہر اور بزرگ و دور اندیش تھا۔ اس کے اتنے خوش ہو کر

اسے آزاد کر دیا تھا اور اپنی سرائے والی ذہنی کا ٹکڑا مقرر کیا

تھا۔ جیج ہوئی تو غصہ نے اپنے اس آزاد کو وہ غلام کو چھوڑ

شکر کر کے لگا،

”دیکھو بھی! رہا ہے تمہارے امیروں میں

کی ایک ایزد زادی کل ہمارے پاس آئی تھی ہے

اور جو کچھ تمہاری قوم نے کیا ہے تمہیں معلوم ہی

ہے۔ لہذا میں نے تمہارے لیے کہ میں اس سے

اور پھر یہاں چرواہوں کا تو کیا میں سے

تمہارے پروردگار کو تم اس کو ایسا ذلیل

خوار کرو کہ میں بھی کمزور کہاں دیکھی ہے اسی

دانت ہے؟“

رہا کہ لگا،

”تو پھر تمہارا اس بات سے سرواہ ہے کہ تو ہر قسم کے

غلاموں کے ساتھ میرا تار تار کر چکے ہو۔ کیا میں نے تمہیں

سے دیکھ کر نہیں اور ہر قسم کی ذلت اور فرست لڑا کہ

ان کو کہندی بہتر سے بہتر نہ دے پڑا۔ وہ نہیں کیا ہے اور

سے ہر قسم کے کام نہیں لیے ہیں؟“

خلف نے کہا،

”ہاں! بے شک! تم ٹھیک کہتے ہو۔ اچھا تو اس دلی کو

سے ہاؤ اور اسے چرواہوں کو باکس پتلا کراس کے ہم پیشہ

لوگوں میں کیجیو؟“

رہا کہ لگا،

”سرواہ! میں اس کو مجھے کوئی ذلت یا رسوائی نہیں

آئی کیسے؟ ذہن میں ایک اور تجربہ ہے۔ لیکن اس

سے تمہارا مقصد یہاں رہا ہے۔ باجانت ہو تو پیش کروں؟“

خلف نے کہا،

”بناؤ کیا ہے؟“

رہا نے کہا،

”یہ تو میں معلوم ہے کہ میں نے حبش کا کوئی نہیں ہوں۔

نہ وہاں کی سرور اور کچھ نہیں ایک عام آدمی ہوں اور میری

گوں میں ذہنی نشی کا خون ہے۔ اگر میں نہ کہ میں نہ

چاہا ہوتا اور وہیں حبش میں رہتا تو اس شہزادی کے عمل میں

مذہم ہونے کی آرزو بھی نہ کر سکتا تھا۔“

خلف سرواہ دیا، خوش ہو کر کہنے لگا،

”تو تمہارے اپنی چوری بنا چاہتے ہو؟“

رہا کہ لگا،

”ہاں! اگر تم اس کی اور حبش کے سرواہوں اور ساتوں

کی ذلت و رسوائی چاہتے ہو تو اس کو اپنے معاشی غلام سے

بچاؤ دو۔“

خلف نے کہا،

”پہلے میں نہ دیا۔ آج سے تم اس کے غلام ہو۔

جب دن و رات چڑھتا ہے تو پڑی خوشی سے اپنی بیوی کو

ساتھ لے گا۔“

اس ذہنی خیال نے اپنی اس پیش کردہ تجربہ میں بڑی

چالکی سے کام لیا تھا اور بہت دور کی تدبیر تھی مگر اس اور

شاہد اس دن سے پہلے اس نے بھی اپنے آقا سے چاہا اپنی

اور تیل گری میں کی تھی اور ذہنی جھوٹ لڑا تھا۔ لیکن اس

مترہ میں اس کی شہزادی کو راجا لعل معلوم ہو گیا تھا اور اس

پر نہ ہونے لگا تھا کہ اس کا آقا اس بھاری کو ذلیل کرنا چاہتا

یہ تجربہ اس کی شہزادی گزری اور اس نے سوچا کہ جہاں تک

میں ہو کوئی ایس تدبیر کی جائے کہ رسوائی اور ذلت

اس پرستش کا جاری ہے اس سے یہ منفرد ہے کہ لیکن اس کو سوائے اس ترکیب کے اور کوئی صورت اس کے چھٹکار کی نظر نہ آئی۔

بلکہ اپنی شہزادی کو سامنے لایا اور اپنے حجر سے خیزا گھریں اسے طہریا۔ وہاں وہ بہت عزت و احترام کے ساتھ اس سے پیش آتا رہا اور اس کے ساتھ بڑی نرمی کا سلوک کرتا رہا جس قدر محبت و شفقت اور شفیع و احترام کے جذبات اس کے لیے وقف کر سکتا تھا اس نے کیے۔ صبح و شام اس کی پسندیدہ اور درخیز چہرہ اس کے پاس تھا اور وہ بھگروائی ایسی بات نہ ہونے دیتا جو اسے بڑی موصوم ہو جب رات ہو جاتی اور سونے کو وقت قریب آجاتا تو وہ دروازے کے باہر کو کھٹ پر ٹیکہ کر کے اس پر چڑھتا اور تمام رات سو کر گزارتا یا جاگ کر وہ ہمیشہ اپنی بیوی کی نظر میں لگتا تھا اور وہی آدمی کی زندگی نہ سوتا خود وہ اُسے چھٹا تک نہ تھا نہ اُس کے قریب تھا نہ تھا۔

وہ دوسٹری ہوئی اپنے خاندان کے اُسے بڑی عاجزانہ فرماں برداری نہ ہی۔ لیکن جب اس نے دل کا کہ وہ اس کی تعظیم و توقیر کرتا ہے اور ہر بات سے پیش آتا ہے تو مطمئن نہ ہوتی اور اس کے دل کو سکون میسر نہ آتا۔ پھر وہ بڑھ چلا وہچہ اور اخلاقی تربیت کو خیال کر کے اس سے ایک ماہ کی محبت سے گفتگو کرنے لگی۔ لیکن کچھ عمارتی بڑبڑاہی اور غمی کے ساتھ۔

ایں دونوں کا باہمی رشتہ بہت خوب قسمت کا تھا غلط اور اس کے ہم درتہ پر بڑی سرداری کے نزدیک تو یہ خیر نہ رہا بات کی بیوی بھی اسی طرح بہت بات کے باعث غلام نہیں اُسے بہت کی نظر نہ کیے تھے۔ لیکن مران دونوں کے اندرونی حالات اور باہمی تعلقات کو دیکھ کر جانے تو وہ بات کی کہ اگر وہ شہزادی موصوم ہوتی مگر وہ بہت بات بھی اس کو

کتنی جتن لگائی کہ اس کی دل فرامی کو وہاں گھر نہ آجائے ایک مہر مال تھا کہ اگر اس کے قدم اس کی تک نہ ہیں۔

اس طرح اُن دونوں کے درمیان عجیب صورت حال پیدا ہو گئی۔ لڑکی تو اس کی عاشق تار تھی لیکن دونوں اپنے آپ کو اس سے عشق و شفقت رکھتے تھے تاہم نہیں جیسا تھا بلکہ نہیں خود تر خیال کرتے تھے۔ لیکن اوقات تو یہ لڑکی اس کو کھٹے رشتہ اور زمانے کھٹے سے تنگ آجاتی تھی کہ دونوں سے بدولی ہو جاتی اور اس کو منظور و خیر نہیں۔ تو کونوں کے دل میں بدگوئی ٹھکانی اور کوشش کے جذبات نمودار تھے۔ لڑکی کا دل بڑا بڑا

گھبراہٹ اور اس کی انا بہت اور لکیر کی نڈر بروز چستی کی جی کہ اس کے مزاج میں بڑی بڑی بدگوئی پیدا ہو گئی اور وہ ہر باہمی بات سے نفرت کرنے لگی۔ آخر ایک روز تنگ آ کر بولی: تم میرے غلط وادش کر کے امان کرنا چاہتے ہو لیکن اس بے عمل احسان سے تو اندیشہ مجھے تکلیف دے رہے ہیں تمہیں موصوم ہے کہ میں قہریہ اس کو لاش و کرم کے علاوہ کسی اور چیز کی محبت نہ کر سکتا۔

دونوں نے بڑی ملامتی اور افسردہ سی پر بولا: "وہ کیا چیز ہے؟"

لڑکی نے طنز بے انداز میں ایک عجیب شہزادہ لاش شہلا گار بولی: "تم جانتے ہو کہ تم آزاد عمارد میں....."

دونوں ہنسا میں دل کر پڑا: "تمیں بھر نایا آزاد عمارد میں۔ دو مال پٹے میں بھی غلام۔"

دوبولی: "دو مال پٹے ہو گئے۔ لیکن اب تو آزاد لی گئی تھی جا اور غلامی کو موقوف آؤ گئے۔ اس کا فائدہ تم میری نسبت کچھ

مال میں ہو اور اپنے گھر پر میرے بھرا بھائی اور کسکری اور غلامداریت کیسی۔ پھر تم کو عرصہ سے کرتے آ رہے ہو چہ جہ لاکھ۔ تمہیں یہ ہے۔ بڑائی اور کٹر کوششیں کہ یہی کچھ ہمارے عروج و تعلق پر کر کے آدرا آئندہ ہونے والے رشتہ کو روکنے کیلئے کہتا رہا لیکن ہے کہ میں شہزادی یا میرا ذاتی ہوں اور اسی لیے تم میری امانت اور شہزادی کے عشق کی مخالفت نہ لگنا کی کہ ہے کہ میں جس موصوم ہونا چاہیے کہ میری امانت اور شہزادی جیسے ہونے والوں کے ساتھ نہ ہو گئی۔ جب تم آزاد رہتے ہیں غلام ہو گئی اور میرے لئے مجھے یہی بیوی بنانا ہے۔

میں نے تو تمہیں اس لیے بیوی بنانا تھا کہ کوئی تم سے بدگلی نہ کر سکے۔ لڑکی بولی:

"بے شک تمہیں اپنا فرض ادا کر دیا اور اس کی امانت مندوں۔ لیکن یہ تحقیقت ہے کہ میں اب تمہاری بیوی کی ہوں۔ لہذا ہمارا آپس میں وہی عشق بڑا نہ چاہیے۔ ہر مومن بیوی میں ہوتا ہے۔"

یہ شہناشا کہ ابھی کی آنکھوں سے ٹپٹپ ٹپٹ کر گئے۔ نہیں موصوم اور غرضی کے تھے باقی کے۔ یہ دیکھ کر لڑکی کے چہرے پر بھی شرمی دودھ لگی اور اُس کے زخار والی ہیرا کو ہونے لگی۔ نہیں اس کا سنا کہ آیا یہ شرمی شرم دینا کی بھی پامست و شاندار کی، مگر کون اب وہاں نہیں اور لگ بھل کو جو کر رہی تھی کہ اس کے اور اس کے صہب خاندان وہاں کے دربار میں تھیں۔

ایک روز غلط اپنی سزا والی زمین میں آکا اور کچھ دن وہاں قیام کر کے اس کا ہاتھ لیا اور تمام حالات موصوم کے اپنے حکم رہا۔ اس سے وہ تمام اپنی شہنشاہی جو شہناشاہ تھا اور یہ سب حالات دیکھ کر وہ غصہ ہو گیا۔ لیکن اس

کی راستی قائم کروادربخش خشک طور پر چلا رہا تھا۔
 غلبہ اس قدر غرض بڑا کر اس نے کچھ اونٹنوں اور
 بکریاں و بچہ کو بھی لایا اور اپنی زمین کی پیداوار میں سے
 بھی بہت کچھ دیا۔ بہانے سے بھی انعام و اکرام کا سکہ بڑا
 لکے اپنے انکار کو دل خوش کروایا۔ بہانے جب غرضی غرضی
 واپس جانے والا تھا کہ غلبہ نے اسے روک لیا اور بڑے
 میٹھے الفاظ میں دل کی اور مذاق کرتے ہوئے پوچھ لگا۔
 "اسے میان رہا ہے؟ کیا یہ تو بتاؤ کہ تم دونوں میں
 سے آخر کون جیت کر رہا ہے؟ دیکھو انہیں وہ جتنی حصار
 سپرد کیے ایک سرگرد کیا ہے لیکن تمہارے کوئی اونٹ و بکری
 ہر گز نہیں آئی۔"
 یہ سن کر راجہ نے جھنجھکیا اس نے اس کے بات کو کئی چابی
 لیکن خشم و حسد سے اس کی زبان بند رہی، اس نے انہیں
 بچی کر لیں اور سر جھکا لیا۔ لیکن غلبہ نے پھر وہی سوال دہرایا
 اور بچتے ہوئے پوچھ لگا۔
 "اب میں بہانے بتاؤ میں آخر تم دونوں میں سے کون جیت
 کر رہا ہے؟"
 اس کے دل میں کچھ عجز و پدا ہو گئی اور غور و
 کا سامنا کرنے لگا۔ اس نے بہت کچھ کہے بے باکی سے
 جواب دیا۔
 "لیکن میں اس سے کیا، ہم خواہ بانہ جوں و بالا کچھ
 والے ہوں؟"
 یہ صاف جواب سن کر غلبہ کلک گیا اور انڈانہ جت
 ہونے لگے۔
 "بہانے واقعی سے بات کرو شاید فخر میں تم کچھ ہونڈ
 رہے ہو۔ اگر آزاد ہو لیکن تمہاری حصار تو اب میری ہی رہ گئی
 ہے۔ پھر کچھ میری نہ بھر رہی۔"
 راجہ کا نام بھی ہو کر رہا۔

"اچھا تو تم نے اسے جس سے ساتھ اس نے بڑا پٹا کچھ
 جڑوا بھیجے اونٹ اور بکریاں سے کچھ جڑوا لے ہیں۔"
 غلبہ نے کہا۔
 "راجہ تم کو نام بھیجے ہیں میں تم کو کئی تکلیف دینا نہیں
 چاہتا تھا، میں کو دوستانہ طور پر تمہارے حالات معلوم کر رہا
 تھا۔"
 راجہ نے کہا۔
 "میں ات سے کچھ چاہو معلوم کرو۔"
 پھر اس نے اپنے سپرد پٹ لایا اور دو دھیری آواز میں
 کہنے لگا۔
 "ہائے افسوس! میں یہ تو قبول بھی کر رہا ہوں کہ وہ اونٹنی ہے
 اور اس کا لڑکا بھی اس کی طرح غلام رہے گا۔"
 "بہانے کیا واقعی اس کے لڑکا ہے؟"
 راجہ نے کہا۔
 "اب اس سے اور اگر یہ اصل آکا وہ ہو جانا اور طبیعت
 کو کچھ بھی کرنا اور تو میں اس کو زندہ دوں گا کہ وہ تمہارے سپرد میں
 لڑکوں کو کرے۔ ہر انسان اس بات سے بھی غرض نہیں ہو
 سکا کہ اس سے اونٹ اور بکری کی طرح نسل کشی کوئی جانے
 اور دلچسپی کی بات نہیں کر کے کچھ پیر کر لے جائیں۔"
 غلبہ نے کچھ کہہ کر دھڑک دیا۔
 "افسوس ہے بہانے! تم بڑا میرے دلی لڑکھ
 بہانہ ہے۔ ہر آدمی اپنی جان بھی بچانے میں ڈال
 رہے ہو۔ ہر بھائی نے تم سے دشمنی کشی کرنے
 کا ارادہ کیا ہے۔ نہ بچے جڑوا لے گا۔ نہیں یاد رہے
 گا میں نے تم سے کیا کہا تھا۔ میں نے یہی کہا تھا
 کہ اس لڑکی کو دیکھو چرواہوں کے ساتھ
 اونٹ بکریاں چروانے میں لگا دیتا، لیکن تم نہ

لے اور دھار کر لے گئے کہ میں اسے تمہاری
 جیروں بنا دوں۔ تمہارا دھوئی تھا کہ اس طرح
 اس کی ذلت و غمراہی زیادہ ہو گی اور کسی
 خواہش پر غور نہ پا دی ہو گی۔ کچھ جواب یہ
 ملا اصلی نہیں ہوا اور اس قدر غلطی کریں؟"
 یہ سن کر راجہ دم بخود رہ گیا۔ اس کو اب کچھ بھی قائم نہیں
 یاد آئے نہیں کہ اس نے جتنی شہزادی کو ذلت و دوسوائی سے
 بچانے کے لیے کیا تھا۔ میری غمی۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ اس کو پاس
 کی بیوی کو کوئی نشانہ پہنچے۔ یہ سب کچھ وہ بتاؤں کہ وہ بڑا
 جس سے روکا جائے اور وہ بہتر تھا۔ پھر کہنے لگا۔
 "اب کیا باتوں؟ بس یہی کہ سنا کہ جوں کہ وہ میرے دل
 میں جاگزیں ہو گئی اور میں اس سے محبت کرنے لگا۔"
 غلبہ نے کہا۔
 "اچھا اب اس سے محبت کرنے لگے!! اور کچھ رہے
 تھے کہ میں اسے ذلیل کروں گا؟"
 راجہ نے کہنے لگا۔
 "سوچتے کی بات ہے، پہلے وہ ایک شہزادی تھی، پھر
 باندی بنی، پھر ایک ایسے غلام سے بیاہی گئی جو اس کا لڑکھ
 ہونے کی بھی آرزو نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن اس نے نہ رشتہ
 پہلے تو بھرا کر لڑا کیا، پھر بھانسی سے اور پھر اپنی غرض نہیں
 سمجھتے ہوئے اسے قبل لیا۔ آخر بتاؤ تو میں تم ایسی غلطی
 اور شریک غفلت لڑکی کو میرے ہاتھوں میں ذلیل کرنا
 چاہتے ہو؟"
 یہ سن کر غلبہ بہت داس بچا اور میں لگا۔
 "اچھا یہ بات ہے، لیکن کچھ غلطی کے ساتھ رہے ہیں
 ہر زمین کا غلط اور دھوئی کی غلطی کی غمی۔ اسے ختم کر دیا۔"
 راجہ نے ہنس کر کہنے لگا۔
 "کیا یہ عجیب بات نہیں کہ غلطی تو تو لوگوں میں دھاری ہو

مسادات قائم کئے اور دھوئی کی غلطی ثابت ہو گئی۔
 ان میں ہر لحاظ و امتیاز پیدا کر کے اور ایک غریب عالم کو
 حیات و ذکر و اور آکا غلام کے طبقے بنائے۔ تمہارا یہ لڑکھ
 رات کب ختم ہو گی اور وہ سبانی روکشیں صبح کب ختم ہو گی؟
 غلبہ نے جواب بڑا پوچھ لگا۔
 "واہو راجہ! یہ تم کیا کہہ رہے ہو کہ کوئی راست ہے؟"
 راجہ نے کہا۔
 "رات ہی رات نہ ہے جس میں ہم تم زندگی گزار رہے ہیں
 جس میں غلاموں کے درمیان غلامی، مسادات قائم ہے اور
 آنکھوں کے درمیان آزادی، تفریق پیدا کرتی ہے اور صبح
 دو آنے والا ناز ہے جس میں آنکھ اور غلام دونوں کے
 درمیان مسادات قائم ہو گئی اور لوگ صرف اپنے اہمال و
 کردار کے اعتبار سے ایک دوسرے سے افضل ہوں گے
 نہ کہ مال و دولت کے لحاظ سے۔"
 غلبہ ہنس پڑا کہنے لگا۔
 "بہانے! آج تو تم کچھ بڑھوئی کی سی باتیں کر
 رہے ہو۔ پھر دیکھو اپنی اس اندھی رات اور
 روکشیں صبح کو ذرا اس بچہ کے ہارے میں
 کچھ تازہ کچھ تم زندہ دوں گے کہ بتا رہے تھے۔
 افسوس کا نام کیا ہے؟ یہ کسی شکل صورت ہے؟"
 راجہ نے کہا۔
 "تم میری رات اور صبح کا مذاق اڑاتے ہو۔ خدا حافظ
 یہ رات ختم ہو کر رہے گی اور آئندہ ہے کہ ہم اس کے غلام
 کو دیکھیں گے، اور وہ صبح روکشیں ہو کر رہے گی اور آئندہ
 ہے کہ ہم اس کی روشنی اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اور
 اگر ہم نہ دیکھیں گے تو تمہارا بیٹا آئندہ اور میرا بچہ چل آئے
 ضرور دیکھ لے گا۔"



”مجھے اس سے کیا ہے؟ ہم نے ابھی بڑی عورت کبھی نہیں دیکھی، مگر تو اس عرصہ میں کہیں باہر جوتی تو ہم تجھے بھی بھرت ملا چکا ہو دیتے۔“

”اُمّ انکار غصہ کی وجہ سے چپ سی ہو گئی اور اس کے چہرے پر مصروفی مسکراہٹ آ گئی تھی، وہ فرمایا:

”جو تم میں ہم میں ہوں اس لیے تم جو پر دست دلاؤ نہیں رکھتے۔ لیکن میں اپنے ان چڑھنے سے کچھ نہیں کہتی، لیکن کوئی سفید کارڈھون اور شاد رنگ علی جوئی بھی کسی زلفوں پر شرم نہیں آتی کہ اس کو بچہ پتہ ضرور کہہ کر کپڑے دے جاوے۔“

ایک عماری نے کہا:

”اگر اس کے گھونے جانے کی ضرورت دوسرے لڑکے جو ہم پرستہ تھے پر ہوتا تو کبھی مجھے ترس نہ آتا، اور نہ اس پر ترس لگتا۔ بھلا یہ بالکل بلا وہ غلام ہے، ہم پر بھارت کو کچھ تو ڈانٹے ہیں لیکن قاعدہ کچھ نہیں دیتا، یہی نہیں بلکہ ہمارا شکایت نہیں مانتا، ہمارے ساتھ چلنے سے انکار کرتا ہے، جیسے یہ شہر کے بہت پسند آگیا ہے، حالانکہ وہ کوئی باشندہ بھی تو ہے پسند نہیں کرتا۔“

”اُمّ انکار فرمائی:

”میںوں نہیں سمجھے یہ بڑا چمکا گتا ہے۔“

عماری نے کہا:

”تو میرے عزیز کیوں نہیں جیتی، قیمت دوسرے اور اس کو سنا جاوے۔ وہ تو گارت زدوں میں بہت غلام میں۔“

بالآخر حاملہ اس عرصہ میں خیر بڑا کہ اُمّ انکار نے چند روپے دے کر بہت سستے داموں آسے خرید لیا۔ اُمّ انکار بھی اس کو بچے کے ساتھ لے کر آئے، وہ بچہ کے ہاتھ میں لپیٹ کر لے گئی، اُمّ انکار نے اپنے گھر واپس آئی، لیکن اس کے سامنے اس غلام کو بڑا مان تھا، سفر کی تکلیف دہن تک اس لیے چارہ و کھجور کا انعام اُمّ انکار صاحب

بھی نئی زہرہ کے مردوں یا عورتوں کے ٹکٹھٹ کے اس سے گزرتی، وہ ہنس کر کہتے:

”وہ اپنی اُمّ انکار آگے یہ کسی فرد سے کوئی عشق ہے یا یہی جو ہے۔“

وہ جواب نہیں دیتی:

”تمہیں اس سے کیا ہے؟ میں اس کو اپنے پاس رکھوں گی، یہ میری خدمت کے لیے آکر میرے بچے کے ساتھ کھینچے گاؤں، نہ بچے کو گھر پر لے گا اور وہ کام سے شہر میں چلی گئی۔“

شام کو جب وہ گھر واپس آئی تو اپنے بیٹے اور غلام کو دیکھ کر حیرت طاری کی، لیکن کھیل کر قرب تک گئے تھے، اس نے اپنی خوب نکلیا، پھر وہاں پر چڑھ کر نئی اور لطفات سے غلام سے باتیں کرنے لگی، فرمائی:

”بیٹا، اگر تم اس کا کام ہے؟“

غلام نے کہا:

”نہاں ہے۔“

پھر فرمائی:

”اور آپ کو کام کیا ہے؟“

غلام نے کہا:

”آزاد ہے۔“

اُمّ انکار فرمائی:

”اچھا بیٹا تو تیرا، تمہاری ماں کا کام کیا ہے؟“

یہ گفتگو تھا کہ وہ کچھ اس قدر چوٹ چوٹ کر گیا کہ بڑھیا کو دل پیچ گیا، اس نے مزید سوچا کہ بندہ کہیں اس کو بھلا شروع کر دے اور اس کو سر پر بھیجے گی:

قدرے بھلا کہنی ہمارے کہ وہ لوگ ایک دن دھوکا دے کہ اس کے خاندان پر ٹوٹ پڑے، اس روز قید والے کہیں گئے جو سنے تھے تو کوئی خبر نہ تھا، بھلا یہاں تک ہر سکا اس کے والد نے نہ مانا، کا کھانا بڑیا، لیکن انھوں نے اس کی

بیوی، تو بھلا بیٹی اس حال اور اس کے سامنے اسے قتل کر دیا، پھر اس کا مال و اسباب سب سمیٹ کر لے گئے اور گھر واپس کو قید کر لیا، اس کی ماں کو تو بچہ کے کسی قیدی میں بچہ دیا اور اس میں ایک دو سے قیدی میں فروخت کر دیا۔

پھر اس کو اور رستے پر سے مال و اسباب کو اوجھلے آئے، مال اسباب تو جاکسی وقت کے نہایت آسانی سے بک گیا، مگر آخر میں سے بچے کو یہاں کے پاس رہ گیا جس کے اچھے دام نہیں کہیں نہ ملے تھے، آفراس کو بھی اُمّ انکار نے خرید لیا اور اس کے ساتھ غلاموں کا سلوک نہیں کی بکرا اپنے بیٹے کی طرح رکھنے لگی، جب وہ کام کا کچھ توامیں کر گیا تو اُمّ انکار نے اس کو ایک نوادہ کے ہاں بٹھا دیا، یہاں اس نے ٹوٹے اور جھپٹا ساز کی کام کیا، ابھی اس کی عمر بیس برس سے زیادہ نہ ہوئی تھی کہ وہ اپنے اور اپنی ماں کے لیے مختصاً بہت مکان بنائے اور ایک دوکان بھی بنی تو بچہ اور بھتیجا بڑی کام کر رہے گئے۔

اس غلام نے بھی اپنے جیسے دوسرے بہتر غلاموں کی طرح پرورش پائی جو باہر سے کر لائے جاتے تھے یا پھر کے ماں باپ کو قسمت نے یہاں دے ڈالا تھا، وہ اگرچہ ایک غلام کی طرح بڑا نہ تھا، لیکن غلامی کا روبرو اسے محسوس نہ ہوا، مگر آزادی کی محاسن سے بھی نا آشنا تھا، اس میں ان دونوں حالتوں کے میں جین تھا، نہ یہ غلام نہ یہ آزادانہ۔

یہ نوجوان جب ایک دوسرے سے سنائی میں تھے تو اپنی بات گفتہ بہ حالت کے متعلق حیرت طاری کی خیال آتا نہیں کہتے اور ان کی یہ تمام باتیں ہمیشہ ایک فردہ حسرت اور بے چارے کے خیر پر ختم ہوتی ہیں، جب وہ اپنے قریب کر دے اور اس کی بیویوں پر نگاہ دو لڑائے یا عصب کے باوجود نہیں بھولیں پڑھ لڑاتے تو ان کی تمام امیدیں خاک میں مل جاتی ہیں، یا اس وصیت اور ناکامی کے خیالات پھر لوٹ آتے اور ان کی بری بکرا بہت

جواب دیتی، ہاں بہترینوں کو کچھ کہ انھوں نے انعام لگا رکھی تھی اور ان جیسے دوسرے لوگوں کو کسی طرے کی بھی گزارشات کا جواب تک یہاں تک میں عرض کرتا ہے، اس کو کی زندگی ہی ان کے لیے بہتر ہے۔ کوئیں میں وہاں کا یہاں نہیں کسی سخت محنت اور ان کو لطفقت کے روزی ملی جاتی تھی۔

لیکن قناب ایک روز اپنے ایک دوست سے ملا تو متوجہ دیر اور آدم کی باتیں کرنے کے بعد اسے عرض ہوا کہ اس کا دوست حسرت و امید ہی سے نہایت اچھا ہے اور فرما رہا ہے اسے بالکل آزاد ہے، اب اس میں اس نوبت کی کھانے آس لدا امید کی کرن نکل رہی ہے، یہ بچہ کر نہاں اپنے دوست سے کہنے لگا:

”تمہیں انکار کا بھلا ہے، میں اب تم میں کچھ نہیں چاہتا، میں ہوں جس سے سے کچھ بھی نہیں دیکھی۔ آج جو کئی بات میں تم میں محسوس کر رہا ہوں وہ بھی کسی دوست میں نظر نہیں آتی، آخر تیرا تو میں دیکھ رہا ہے؟“

اس کے دوست نے اس طرح پر جواب نہیں دیا جیسا کہ ان کا معمول تھا بلکہ اس نے بچہ پر دھوکا دیا:

”بڑھو، اپنے رب کا نام لے کر پڑھو جس سے بڑیا گیا، جس نے انسان کو خون کی پہنچ سے بڑیا گیا، ان پڑھو تمہارا پروردگار بڑا بزرگ ہے جس نے تم کو کے ذریعہ پر سکھایا جس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ جانتا تک نہ تھا، مگر انسان اس طرح جانتا ہے کہ جب کہ وہ اپنے آپ کو ذرا بھلا اور غیر محتاج دیکھتا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ سب کو آپس پروردگار ہی کے پاس لوٹ کر رہا ہے۔“

لے سیرت من کی آیات

یہ کام ملتے ہی شباب کے بدن میں لگی چھٹ گئی اور جس پر سست لڑکھاری ہو گئی اس کے دانت چٹنے لگے۔ روٹنے لگے۔ ہرگز اسے باور نہ آ سکا کہ اس کے سامنے یہ کچھ دیر اسے کوئی رہنا ہے۔ پھر جب اس کی لگی دور ہو گئی، برعکس وہ اسے درست کرتے اور وہ کم کر دیا لکڑا ہوا لگا تو اپنے سامنے سے کھینچ لگا۔

چونکہ ابھی جو تم نے پڑھا اور دوبارہ لکھا، دراصل میں اس کی تاب نہ لا سکا، اس لیے کہ ابھی طرح تک نہیں آیا۔

شباب کے کچے پر اس کے سامنے نے یہ آیات بار بار پڑھ کر نہ سہیں، شباب نے جب اپنے سامنے کو جواب دیا تو پہلے بڑے غضب سے یہ آیات دہرائیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پھر فرما: یہ آخر کون کا کام ہے؟ وہ تیار تو یہ جو میں ملتا پھر بتاؤ یہ کہاں سے سنا ہے؟ میں میں ایسا کلام سن سکتا ہوں؟

اس کا سامنے کہنے لگا:

ہاں ضرور! اگر تم شکنا جاتے ہو تو پہلے ان کے پاس دو میں سے کلام پڑھ کر سناؤ۔ میں اور یہ ان پر آسمان سے اُترتا ہے۔

ایک دو صبح کے وقت ابوبکر اپنی قوم کے پاس دانت بھاڑ کر بیٹھا ہوا مسجد میں آیا اور دائیں بجا بجا کر کہنے لگا:

قریش پر! اگرچہ یہ ہے تو کل ہمارے ہاں اگر ایک دلچسپ لڑکا دیکھا، شہر اس حد تک جیتا جس سے دین بر لیا ہے۔ کل دوپہر کو ہم اسے آگ میں جھانک گئے۔

مجدلہ میں ایک عورت جب اپنے بہنوئی ابوبکر بن

نصیر بن دبیہ سے ملے، آیا تو وہ ان اپنی بہن سہلانہ بیل سے بھی شکایت کی۔ یہ لڑکھاری کی بڑی سختی ہو جیو جیو اللہ اس سے ملے آیا تو غلاب مولے بہت تپاک سے ملے اپنی گرم پوشی سے اس کا غیر مطمئن کیا اور غلاب آؤنگٹ کی۔ غلاب تو قحیٰ بن غیر مولیٰ استسقلیٰ دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا اور اس کا خوش کرنے اور دل بھالنے کے لیے اپنی قوم اور قبیلہ کی باتیں سنائے لگا۔

مجدلہ سے دیکھا کہ ان کی بہن باہر دو غرض و غرم ہوئے اور اس سے ملائی ہونے کے بھی کچھ کمزوری تھی تھی۔ اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کا دل اب حاضر نہیں اور اب حاضر ہے نہ مسلم کی بات ہے۔

اس کا کوئی بہن کی شہرت اور گویا کھو گیا۔ دونوں کچھ عجیبے معلوم ہوئے۔ لیکن یہ بات اس نے دل ہی میں چھپائے رکھی اور اس پر کسی طرح حاضر نہ ہونے دی۔ پھر وہ اس طرح ہنستا ہنستا کہ اور اپنی باتیں لگا کر آفرغوب کا پیڑا سے بائیں کر دیا تو دائیں ہانے کے لئے اٹھا۔

لڑکے صحن تک وضعت کرنے کے لیے اس کی بہن بھی اٹھی۔ لیکن چلتے سے پہلے عبداللہ اپنی بہن کو گئے لگائے اور پیڑا دینے کے لیے کسی کی طرف بھاڑا۔ دیکھ کر وہ گویا لگی اور کچھ کچھ کہنے لگی۔ مجدلہ بڑی سیرت اور استعجاب سے اُسے دیکھنے لگا اور وہ بھی میرانی ویریشانی کے عالم میں اُسے کہنے لگی۔ پھر مجدلہ وہیں آگرا بنی بڑی بڑی، لیکن بعد اسی طرح لگائی ہوئی ناخوش کھڑی تھی۔ اس کی بہن نے د آٹھا کر لیا کرے، کیا کہے اور کیا د کہے، معذرتی ویر بعد مجدلہ بولا:

سہلا! آج تو تمہاری عادت کچھ عجیب سی معلوم ہوئی ہے کیا تم نے کل یہاں سے ہجرت کا ارادہ میں کر لیا ہے۔ سہلا کہ کچھ خوف و وحشت کے آثار نمایاں ہوئے

گہرا گرونی: "کیسی ہجرت؟ کوئی ہجرت؟"

یہ سن کر عبداللہ لہلہ کھڑا کر تیش پڑا کہنے لگا: "آجیں جیو لڑکی میں نے کبھی نہیں سنی تھی۔ ہوا ہے بھائی کو چلائے جیو کی جانب عمر کے ساتھیوں کی ہجرت کوئی دھم چل چکی بات تو تھی نہیں، تو ان میں اس کا غلبہ چرچا ہے اور قریشی سردار بھی اپنی فہموں میں اس کے تازہ کرے کرتے دیتے ہیں، اگر قریشی جاتے تو مجھے کے ساتھیوں کی ہجرت کے راستے دوک لیتے۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتے، وہ ان کے ساتھ قریشی، تہذیبی اور پیشی ملائے لڑاتے آگیا کہ چلے اور ان میں سے کو دوروں کو بار بار سنا رہیں، کروا کر اسے ہجرت کر تھک سے گئے ہیں، اب قریشی ان کی اس ہجرت سے خوش ہیں اور ان کے سردار کہتے ہیں کہ اب یہ فخر و فدا وہاں سے سرے سے لے چکے۔

سہلا یہ بائیں بڑی ناخوشی سے سن رہی تھی اس کے چہرہ پر رنج و غم اور خوف و وحشت کی وجہ سے ایک رنگ آتا تھا اور ایک رنگ جاتا تھی۔ وہ ناخوش کھڑی اپنے بھائی کی باتیں برا بھلا کہتی اور کوئی جواب نہ دیا تو مجدلہ کہنے لگا:

شاید تمہارا اور تمہارے خاندان کا یہ خیال ہے کہ قریشی تم سے خاف ہیں، چڑھ نہیں۔ لیکن قریشی تم دونوں کو نہیں روکتے، کیونکہ جو پیشی دل وہاں سے جاتے ہیں اور تم سے ہجرت کرتے ہیں۔ ہم یہ نہیں جانتے کہ تم اس طرح چھوٹ چپ کر نہ گئی ہو مگر وہیے آج کل کی عقلی اور عقل میں گزر کر مگر رہے ہو۔ ہمارے دل میں اس بات سے

کسی قسم کی غلی پیدا نہیں ہوئی کہ تمہیں اس ہجرت کے بعد خوف و وحشت اور غلی و حسرت کی بجائے امن و سکون اور قریشی دوستی مل جائے گی۔ ہمیں اس سے کسی قسم کا شک و شبہ پیدا نہیں ہوگا مگر دلی خوشی حاصل ہوگی اگر والد صاحب کو قریشی پر طعن نہ دیتے کہ "سہلا کا دل بڑا ہو گیا ہے اور اب وہ اپنی بیٹی کی جدائی برداشت نہیں کر سکتا، تو آج میں تم سے آگیا ہے نہ آتا بلکہ والد صاحب بھی ساتھ آتے تھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ قریشی میرے بارے میں کیا کہیں گے، مگر قریشی کی ناراضگی میری خوشی کا باعث ہے، اب میں تم نے میری بات ہے"

سہلا بولی: "ہاں سہلا کیا؟"

مجدلہ کہنے لگا:

"اچھا تو پھر تم کیا کہتی ہو؟"

سہلا بولی:

بھائی! تم نے دیکھا ہوگا کہ جب سے آگے جو عرف تم ہی باتیں کر رہے ہو، میں نے تو کسی بات کا جواب دیا نہیں ہے؟"

مجدلہ کہنے لگا:

ہاں اسی بات پر تو مجھے تعجب ہے، لیکن تمہاری اس جہیز کا سبب اب تک نہ ہو سکا جب کہیں گئے کہ قریشی امدادی ہو سہلا چاہا وہ تھا۔

سہلا اپنی سکراہٹ اور جیو کو ضبط نہ کر سکی، دوا نکسا کر بولی:

"کیوں کہ آپ مشرک ہیں اور میں مشرکوں کا بدن چھونا پسند نہیں کرتی؟"

مجدلہ کے چہرہ پر کچھ شرمیلہ لگی، ناراض ہو کر کہنے لگا:

کیا کبھی ہجرت اور اس کے دین میں تم کو مل کس تھ

سنت ہو گئے ہو کہ اپنے بھائیوں سے بھی اجتناب کرنے لگے ہو؟

اب سسکے چہرے سے بھی مسکراہٹ دیدی گئی اور کچھ نیکی لگائی جس سے جہان کو دل اور بھی دھڑکنے لگے وہ ہنسنے ہو کر بولی:

”اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دین سے محبت کرتے تو یقیناً معلوم ہو جائے کہ اس کی خاطر بھائیوں اور والدین سے بھی اجتناب کوئی بڑی چیز نہیں ہے میرے بھائی! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہم ماں باپ اور بھائیوں کے سب سے زیادہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے ہیں اور دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بلکہ خود اپنی جانوں سے زیادہ تمہیں اللہ اور اس کے رسول پیارے ہیں۔ تم نے بھی بھی کیا تھا کہ کر لیں کہ گواہی جنت پسند ہے لیکن تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہیں پسند نہیں ہے۔ اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کا اعلان نہ کیا ہوتا یا میں اس کا حکم نہ دیتا تو تمہیں آپ کے قریب وہ کر پڑتا کہ وہ دنیا کو کلیتہً جہنم سمجھ کر نہ زیادہ پسند بھی ہوتا۔ یہاں سے آپ سے دور رہ کر دنیا کے کسی شخص میں بھی فریخی و خوشحالی، راحت و آرام اور امن و اطمینان کے ساتھ زندگی کے دن گذاریں۔“

عبداللہ نے کہا:

”اچان بات ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں پسندے گا،“

ابا، باپ، بھائی بہن اور تمام دنیا و دنیا دار یا زیادہ پیارے ہیں۔۔۔۔۔ اور وہ نہیں۔۔۔۔۔ اپنی جانوں سے بھی زیادہ پیارے ہیں!“

یہ کہہ کر اس نے غلکارا انداز میں سر جھٹک لیا۔

محبت سے کشت نما ہوا ہے سراسر اپنا شہر ہے اور موت دنیا مانتی ہے دنیا نہیں مانتی اور اپنی قیمت پیش و آرام کی شکل میں نہیں مانجھتی۔

اس شخص پر جو تیرہ بھی لگے انہوں نے جہان کو اس طرٹ سر جھٹکے سوز گھبراہٹ میں مشغول پایا اور اپنی یہی تہذیب کو دیکھ کر وہ ایک طرف ٹھکری پڑی اور تہذیب، لیکن امید جدیدی سے پر غفلتوں سے آگے دیکھ رہی ہے۔ بڑے مدعا سے پہلے اپنی جی کی طرف نظر اٹھائی، پھر خداوند کی طرف پھر خداوند سے کہنے لگے:

”سہلہ! آج دنیا کا شہر ہے بھائی کے دل پر خدا سے سکینت آ کر رہی ہے؟“

سہلہ جواب دینے ہی والی تھی کہ خدا نے سراسر اٹھایا اور اپنی ہنس سے بھٹی بول پڑا کہنے لگا:

”سکینت، سکینت، سکینت۔۔۔۔۔ یہ سکینت آخر کیا ہوتی ہے وہم کوئی کے پاس کچھ مخصوص قسم کے افکار ہیں جو یہ وقت تہذیبی زبانوں پر جاری رہتے ہیں اور جو اسے کانوں کو کھوکھلو کرتے رہتے ہیں لیکن ہم ان کا مطلب نہیں نکال سکتے۔ ابھی یہ کہہ رہی تھیں کہ میں اپنے ماں باپ، بھائی بہن اور خود اپنی جان سے زیادہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیارے ہیں اور اب تمہیں اس سے کچھ رہے ہو کہ کیا خدا نے میرے دل پر سکینت آ کر دی ہے؟ بنا تو وہی ہے سکینت آخر کیا ہوتی ہے، اور یہ بھی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر شہر سے دلوں پر کھٹ پاناؤ کر دیا ہے۔“

ابو عبد اللہ نے بڑی تیزی سے کہا:

”حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دلوں پر چاند فادہ نہیں کیا ہے بلکہ انہوں نے ہمارے عجب کو ہر قسم کی بھڑکی سے پاک و صاف کر دیا ہے اور اب سکینت آ کر آئی ہے جس نے ہمارے دلوں کو امن و سکون غرض و اطمینان

یقین اور ایمان اور امید و اعتماد کے بے ہادو گت سے نفاذ کر دیا ہے اور خوف و وحشت، شک و دوجہ اور غفلت و یاس کے تمام اثرات دل سے مٹا دیئے ہیں۔“

پھر انہوں نے یہ فرمان بھی پڑھ کر سنایا:

وَاللّٰهُ يَتَذَكَّرُ الْمُتَذَكِّرِينَ
وَاللّٰهُ يَتَذَكَّرُ الْمُتَذَكِّرِينَ
وَاللّٰهُ يَتَذَكَّرُ الْمُتَذَكِّرِينَ
وَاللّٰهُ يَتَذَكَّرُ الْمُتَذَكِّرِينَ

یہ دو آیتیں سن کر اس نوجوان پر مست لرزہ طاری ہو گئی، تمام بدن لکپٹنے لگا اور پیشانی سے لہجہ چھڑ گیا۔ ابو عبد اللہ نے فرمان بھی آگے تک پڑھتے رہے:

وَاللّٰهُ يَتَذَكَّرُ الْمُتَذَكِّرِينَ
وَاللّٰهُ يَتَذَكَّرُ الْمُتَذَكِّرِينَ
وَاللّٰهُ يَتَذَكَّرُ الْمُتَذَكِّرِينَ
وَاللّٰهُ يَتَذَكَّرُ الْمُتَذَكِّرِينَ

۱۔ جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی توقع نہیں اور دنیا کی زندگی کے خوش اور اسی پر مطمئن ہو بیٹھے اور جاہلی نشانیوں سے غافل ہو رہے ان کا اٹھکانا ان اعمال کے سبب جو وہ کرتے ہیں افسوس ہے۔

۲۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے پھر وہ گناہان کے ایمانی کی وجہ سے انہیں سیدھی راہ دکھائے گا ان کے نیچے نعمت کے فاصل میں ہمیں بہرہ رسی ہوں گی۔ وہاں وہ ہیں گے ایمان اللہ اور آپ میں ان کی دعا و سلام سکیم ہوگی اور ہر ۲

ابو عبد اللہ نے جب یہ آخری آیات پڑھیں تو اس نوجوان کی بیوقوفی اور گھبراہٹ کی کیفیت دور ہو گئی۔ وہ مسکراتے ہوئے ابو عبد اللہ سے غرضی انداز میں بولا:

”واہ مجھی واہ! اب تو مجھے ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے تمہاری سکینت میرے دل میں آ کر آئی ہے۔ ابو عبد اللہ! کیا تم مجھے حضرت محمد کے پاس لے جانے کے کوشش میں آئی سے یہ حکم تمہیں ملے؟“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر اب جہان بھی مسلمان ہو گیا اور وہاں اس کو اپنی بہن ابو عبد اللہ اور سلم کے پاس بیٹھا اور ان سے قرآن سننے لگا۔ رات ہوئے پر جب وہ واپس جانے لگا تو سلم نے اس سے کہا:

”بھائی جان! کیا آپ بھی جا رہے ساتھ ہجرت کریں گے؟“

عبداللہ بولا:

”جسے شک ہے کہ وہ دور رہنا پھر بہت گراں گزیرے گا لیکن میں نے رسول اللہ سے مرمت کئی ہی قرآن مجید سنائے اور آپ کی گفتگو بھی آج ہی سننے میں آئی ہے میں جا ہوتا ہوں کہ جب تک ممکن ہو آپ کے ساتھ رہنا لیکن تم کو خوشی سے ہاؤ اور ولایت پاؤ۔“

میں ہوئی تو ابو عبد اللہ اپنی بیوی اور بیٹے سا کم کر دوسرے مسلمان ہاجرین کے ساتھ تشریف لے گئے اس کے کچھ عرصہ بعد جب تشریف طرقت دوسرا وفد ہجرت کو گیا تو اس میں جہان اللہ بن کر بھی شامل تھے۔

ہجرت جڑ سے جب جہان اللہ بن کر ہجرت کر گئے تو ابو عبد اللہ ان سے کہنے لگے کہ تمہارا

۲ بات کے آخر میں وہی کہیں گے کہ تمہاری تعریف خدا سے رہا ایمان کو زیادہ ہیں۔

سبیل سے لے کر پہاڑی اور اس کے ساتھ ہی اس کے کوڑی اور بچے کے غلاموں سے ان کے درمیان کوڑی لیا۔ پھر ان کو ہار ہار کر ایک جگہ سے لے گئے اور وہاں غلام کر دیا۔ اسی دن سے ان کے باپ نے انہیں مرنے کی سخت سزا دی۔ وہی شروع کر دیں۔

شام کے وقت جب آفتاب اپنے مقام غروب کی طرف ڈھلنا شروع ہوا اور ڈھلنا کی چیزیں اور بڑاڑوں کی پھٹکڑیاں پیچیدہ ہوتے اپنے پیچھے رنگ کے دامن میں لپیٹا ہوا رخصت ہوتے لگا اور اس وقت بھی اس کے دامن کو ہٹا کر اپنی سیاہ رانیں دیکھنے لگی تو اس وقت وہ بڑی نوجوان بے نظری اور بے توقیری سے اپنی کمریوں کو اٹھنے سے نہ کھینچا کر کوٹ کر ڈھکا۔ اس وقت اس کے دل میں اس ایک خیال کا سا بادل تھا جو اسے محسوس تو ہوتا تھا لیکن وہ اس کا اظہار نہیں کر سکتا تھا۔ وہاں پہنچ کر اس نے کمریوں کو کوڑا ہ میں نہ کیا اور کوڑا جسے سکون و اطمینان سے تو مٹا تھا جو پڑیشاں میں اور ان کے خیال کے ساتھ تو عین اپنی زندگی کو صوبہ ہوتا تھا اور وہاں تو وہ محسوس میں رہا تھا اور اگر وہ اس کے پیشے اور دوسرے اعتقاد و رائج باطنی اڑانے حاضر تھے۔ یہ نوجوان غلامی سے اس کے پاس گیا ہر کچھ کوڈ کھرا ہو کر کہنے لگا:

”لے جاؤ لو! یہ اگلے سے تم اپنی کمری کی کسی اور غلام یا عیبت سے چھپا لینا، کیونکہ آج سے میں ان کو کچھ اتنا چھوڑ رہا ہوں۔“

عجب ہوا!

”کیا بات ہوئی بڑی جوان کیا کہتیں ہم سے یا بچریں سے کوئی تکلیف پہنچی ہے۔“

نوجوان نے کہا:

”نہیں مجھے کسی سے کوئی تکلیف نہیں پہنچی، میں تو

بچریاں جہاں چھوڑ رہا ہوں۔“

یہ کہہ کر وہ کوڑی کو چھپائے اور لوگوں کی خیال آڑ لپا کر یہ وہ کہنے لگے ہاؤں واپس لوٹ گیا اور کبھی اس کے گھر یا کلاس کے بعد وہ سیدھا اس مقام میں گیا جہاں کوٹنگ کی بچریاں چھپا کر رہتی تھیں۔ وہاں پہنچ کر وہ ان کوڈ اور لپا کو تصور میں لایا جن پر پہلے کوٹنگ خور کی حالت غلامی تھی اور پھر ضرورت انہیں سکون دینا کر لیا تھا۔ پھر جب انہیں نے کوڈ وہ طلب کیا تو اس نے انکا کر دیا تھا۔ پھر اس نے دل ہی دل میں اس میں بنی بنی کمری کوڈ کیا جس کے شکن میں پہلے بھی کوڈ تھا اور پھر کچھ اور کوڈ دھو سے بھر گیا اور اس میں سے کوڈ وہ دھواؤں دھواؤں کر جھڑا پھر اس کاٹھا کر لے گا۔ پھر اس کوڈ وہ کا ڈاکو ڈیا تاکہ اسے محسوس ہو کہ اس کا غلامی نہ ہو کہ وہ کہیں پہنچے ہیں نہیں آیا۔ پھر اس نے وہ ڈاکو نکالتے یا کر کے کی کوشش کی جو یہ سکون نظر دل کا محسوس کمری کے منتظر ہے ہاتھ چستے وقت چھوڑ دیا تاہین اسے جسے یاد آیا۔ پھر اس نے بلام یاد کرے کا لیا شوق پیدا ہو کر وہ کچھ قسم تو انہیں اس شوق کے آگے مانے نہ پائیں۔ غلام ہی کوڈ تھا۔ یہ سوچ کر نوجوان دل ہی دل میں کہنے لگا:

”اس میں سکون غمخوار والے دنیا اس کے سامنے اور اس کے کلام میں موزون کوئی کوئی عیب نہ ہے۔“

شام کے وقت وہ نوجوان وہاں سے واپس لوٹ کر آیا جس میں ایک اپنی دھشت میں اس کے وقت سکون میں رہا۔ یہ کہہ کر وہ نوجوان میں اور دوسرے اور بچہ لگا رہا۔ اسے دیکھ کر محسوس ہوئی دماغی دشمنی آتی نہ چلا سکتی۔ جو کہ ساتھی نوجوان کے وہ تمام بات نہ بھی گزار دی دیکھی تھی کہ اسے لیا دھستہ رانیا۔ پھر جب آفتاب غروب ہوا تو وہ اس وقت کوڈ لپا کر چھوڑ دیا کہ بچریاں نے کو

نظر میں لیکن اس کی یہ جھنڈا اس وقت تک دوڑ رہی تھی جب تک کہ اس ملحقہ شخص اور اس کے سامنے کوڈ وہاں کر لیا اور اس کی جگہ پر ڈھکا گیا۔ پتہ ہی وہ دوڑتا ہوا اس کے پاس گیا۔ معلوم ہو کر وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم تھے۔ پھر وہ آپ کی مجلس میں آیا تو آپ نے اپنی سکون نظر فرمائی اور سوچا کہ۔ پھر وہ باقی قریب بڑا کیا ہوا ایک کوڈ آپ کے پیچھے گیا اور باقی اس کے سامنے آکر بیٹھا۔ پھر نوجوان جوتی دھیمی آواز سے کہنے لگا:

”چلے اس کوڈ وہاں کی تیلہ دیکھو کچھ میں نے آپ سے سنا تھا آپ کوڈ وہاں سے شفقت سے سر پر دستہ مہاک بھیجتے ہوئے نکلیا:

”یہ شک تم تیلہ یافتہ بننے ہو؟“

اسی وقت سے نوجوان کے دل میں یہ بات ٹھکر گئی کہ وہ ذاتی بات کے لیے پیدا ہوا ہے۔ پتہ ہی وہاں کے لیے وہ عقرب کی بیٹھکی بچریوں کے لیے کہ اس کی بیٹھکی کا وہاں مقصد ہے کہ وہ جیسے حضرت محمد صلی علیہ وسلم کی صحبت میں رہے آپ کی باتیں سننے ان کو یاد کرے اور آپ کی دعوت کا پکار کرے۔

یہ نوجوان بہت جگہ چھٹا کر کوڈ وہاں جا کر کچھ دیکھا اور بالکل افسانہ تاہین نہایت حیرت و حجاب اور کچھ تھا۔ اچھی کہتے ہیں رسول اللہ کی صحبت میں وہ کر آپ کی باتیں سنیں اور یاد کی تھیں کہ تشریف اس کوڈ کے اطراف میں رہ کر کھڑے تھے۔ اور حضرت محمد صلی علیہ وسلم کا ذکر کرتے دیکھتے لگے۔ وہ بڑا آپ کے کلام کا پکارتا ہوا ہر مجلس میں اس کو سنانے اور بڑے بانی کرنا اس کی صحبت اور حضرت تشریف کے لیے ایک مصیبت بن گئی تھی۔ وہ ان کو کسی طرح تشریف کرنا دیکھ کر دال جانے لگا اور کہتے لیکن وہاں پہنچتے تو معلوم ہوتا کہ وہاں سے آٹھ کر بچیں اور صلا

گیا ہے پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ کیسے چلایا۔ رسول اللہ صلی علیہ وسلم آپ کے اصحاب کا بچہ پکارنے والوں کو یہ نوجوان بڑے نظر آتا۔ لیکن پھر بھی وہ اس کو بچہ نہیں مانتے بلکہ کامیاب دھوتے۔ تاہم ایک دن دراز آہل زوج ہو کر کہنے لگا:

”مگر کس کی سامنے سے میں اتنا تنگ نہیں کیا جتنا اس بڑی نوجوان سے آیا ہوں۔ یہ بڑے ٹھکر کی دعوت چھیلا تا نظر آتا ہے اور لوگوں کے خیالات غراب نہ کیا جاتا ہے۔ پھر بھی میں اس پر کہیں قابو نہیں کر پاتا۔ اگر کسی اور قابو پا لیا تو دار و مدار میں نہیں کر رہا۔“

ایک دن دراز آہل سہرہ کے پاس سے گذر تو اس نے لوگوں کا جہم دیکھا جو ایک ڈھکے چٹے کوڈ اور آدمی کو بچے تھا اس کو اسے معلوم نہ تھا جیسے وہ کہہ رہا ہے اور یہ اس کی تقریر سن رہے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر وہ حیرت نے اپنی رفتار دست کر دی اور کچھ دیکھا گیا۔ پھر وہاں کے سارے سارے چلتے لگا اور اس طرف تھپتھپاتا آگے بڑھتا ہوا اور ایک جگہ کے پاس آکر وہاں۔ وہ ان کے قریب ہی ایک ایسی جگہ پر گیا جہاں سے وہ تو انہیں دیکھ کر لیکن وہ لوگ اسے دیکھ پائیں۔ اس نے وہاں ٹھکے ہو کر اس ڈھکے چٹے کوڈ شخص کی آواز پر کان دھبے دیکھا تو وہ بڑی مٹی آواز میں ایک خیانت شیریں کلام پر چھوڑ کر سنا رہا ہے۔ اب تو اس کی گوش بین گیا اور کان لگا کر وہ بڑی توجہ سے سننے لگا کہ مٹی مٹی آواز سے یہ کون شیریں کلام سن رہا ہے۔ دیکھا تو وہی مستعد و کمرورہ قوت کی یہ صبر کا ایک نیا سارہ تھا۔

وَمَا تَنْهَى النَّفْسَ الْفَاسِقَةَ عَنْ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْعِظَامِ لَا تَنْهَى
وَمَا تَنْهَى النَّفْسَ الْفَاسِقَةَ عَنْ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْعِظَامِ لَا تَنْهَى
وَمَا تَنْهَى النَّفْسَ الْفَاسِقَةَ عَنْ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْعِظَامِ لَا تَنْهَى
وَمَا تَنْهَى النَّفْسَ الْفَاسِقَةَ عَنْ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْعِظَامِ لَا تَنْهَى

”اور خدا کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر
 آج کل سے ہیں اور جب جاہل لوگ
 اُن سے جاہد نہ کئے گئے ہوتے تو اسلام
 کتے ہیں اور وہ ہوجاتے پروردگار کے آگے
 سجدہ کر کے اور جنت سے واجب سے کھینچے
 رہ کر تائب ہوسکتے ہیں۔ اور وہ جو خدا
 مانگتے ہیں کہ بے پردہ ہو! اور دُعا کے جواب
 کو ہم سے دُور رکھو کہ اس کا عذاب جہنمی
 تکلیف دہ چیز ہے اور دُعا صرف غمزدہ اور
 رشتہ کی بہت بُری چیز ہے۔ اور وہ جب
 غریب کرتے ہیں تو دُعا بے اثر آتے ہیں اور
 نہ بخیر کرتے ہیں بلکہ احوال کے ساتھ
 دُعا سے بے زیادہ کم۔ اور وہ جو خدا
 کے ساتھ کسی اور مردود کو نہیں لگاتے
 اور جس کا خدا کا دُعا مانگا خدا نے حرام کیا
 ہے اس کو کُتل نہیں کرتے مگر جائز طریق پر
 اور بدکاری نہیں کرتے اور بچہ کو کام کرے
 گناہت گناہ میں مبتلا ہوگا۔ قیامت کے دن
 اُس کو دُعا عذاب ہوگا اور ذلت و خوارگی
 سے اس میں ہمیشہ چار ہے گا۔ مگر جس نے
 توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے تو
 اچھے لوگوں کے گناہوں کو خدا بخیر لے
 جائے گا۔ خدا اور خدا تو بخیرے والا مہربان ہے
 اور جو توبہ کرے اور ایک عمل کرتا ہے تو
 بے شک وہ خدا کی طرف جہنم کو تائب ہے
 وہ جو گناہی نہیں دیتے اور جب اُن
 کو سزا دینا چاہیں گے اس سے گزند نہ
 اُٹھائے ہو تو سزا کی اور نہ دُعا سے گزند

جاتے ہیں۔
 اچھا! نے یہ کام اُن کو اس کا دل دلی گیا اور بد
 بھی کو کہنے لگا۔ اگر اُس نے نفس کو اپنی فطرت پر چھوڑ
 دیا ہوتا تو اُس کی زبان سے بھی وہی کلمہ نکلتا جو اس نے
 دیا ہے دوسرے لوگوں کو کہتے ہوئے نکلتا تھا۔ وہ صرت
 بھری آواز میں جہنم کی طرف اشارہ کرتے رہتے تھے۔
 ”بھلا بھی ایسے لوگوں میں شامل ہونا چاہتے
 ہیں۔“
 لیکن اچھا! نے نفس کو اپنی فطرت پر چھوڑا اور
 حسد و غرور اور جنت کا لالچ۔ جہنم کو اپنے ہاتھ پیچھے
 ٹھکراسی شکار چھوڑا ہے۔ کفرت کو اپنے پیچھے کر دیا:
 ”فطرت ہے تم پر مگر تم نے اپنی فطرت میں سے
 کچھ نہیں دیکھی۔ تم اس گمراہ نفس کے پاس چلے جوتے ہو
 اور اس کی منشا دہا میں نکلتے ہو۔“
 اس میں ایک غش کو کہہ کر اور اس کی کمر بند کو ادا
 کئے ہیں وہ لوگ فوراً منتشر ہو گئے اور آخر میں اپنی مسو
 اہلی بکرا کیلئے کھڑے رہ گئے وہ وہاں سے نہیں بٹے بڑھتی
 غش میں ان کے پاس آیا اور کہنے لگا:
 ”برا! نفوس ہے اپنی اُمت۔ اور تمہارے طفیلوں اور
 غلوں کو اب تک ہمارے خلاف مہلکا رہا ہے۔ میرے
 خیال میں تو میرے ہاتھ سے دکھانے ہی آئے گا۔“
 وہ مسو نے اُس کا جواب دینا چاہا لیکن اچھا! نے
 نے فطرت زدہ اور کلامی مارکر اُن کا سر زخمی کر دیا۔ اسی
 مسو نے کچھ سے بچوں بٹنے لگا۔ لیکن انہوں نے اس
 کو اپنی پرواہ نہ کی اور اُسی چھتری سے ابھرتے ہی بچے اور کہنے
 لگے:
 ”اچھا! اگر یہ بات ہے تو یہ سارے میں جاتی گا جان بچا
 نہ کر گا۔“

یہ کہہ کر انہوں نے ایک ہاتھ سے تو اچھا! کے سینہ
 میں گھسول مارا اور دوسرے ہاتھ سے منہ پر پتھر پھیر دیا
 پھر اُمت سے اس کے پاس سے سرک گئے اور اس کو
 غصہ میں ڈال دیا اور جہنم کے عالم میں بہت کڑا چھوڑ
 دیا وہ سوت بھی نہیں سکتا تھا کہ قریش کا کوئی طیف اتنی
 جہالت کر سکتا ہے کہ اُس کے سینہ میں مکہ کو لے کر
 پہنچا کر رہے۔
 اچھا! اپنی توبہ کے پاس گیا اور مسو کی فینو غضب
 اور کبر و غرور کا اظہار کرتے ہوئے اہل بیس سے کہنے
 لگا:
 ”اسے بنی مغزوم! اُمت ہے تم پر! اور اب بھی تمہیں
 اپنی دہی میں عزت کا پاس ہے تو ان اُمت جیسے میرا
 انتقام لے لو۔ اس نے میرا لٹا ہوا دم لیا کہ بے صرف
 اس کا خون ہی اُسے دھو سکتا ہے۔“
 ان لوگوں نے فوراً ہی کہا اور اس کے اطراف میں
 قبائل بن مسو کی تلاش شروع کر دی لیکن کامیاب
 نہ ہو سکے وہاں پر کچھ جانور کے۔ اور اچھا! بھی اپنے حریف
 سے جنگ بکھر کر روزی مل سکا۔

(۹)

سامان تجارت فروخت کرنا اور اس سے کافی نفع حاصل کیا
 لیکن ایک غلام بھی بھیجی اس کی پریشانی کا باعث بنا
 رہا۔ وہ کسی طرف فروخت نہیں ہو سکا تھا۔ یہ لڑکا اُس
 کے گھر میں کشتی کی طرح اُٹکا ہوا تھا۔
 ”سُلام! اُس لڑکے کو خرید کر اس کے بازارِ دل میں اسی
 طرف فروخت کے لیے پیش کرنا تاہم وہ کھانا ایک دزد
 کے وقت قبیحہ آؤس کی قانون شیطانیہ ذلت بھرا اس کے
 پاس سے گزری بچہ کو دیکھتے ہی اسے گھبراس آیا۔ دُعا نظر
 ہمارا دیکھا ہی تھا کہ اس بچہ کو خریدنے کے خواہش دل
 میں اُٹھائی۔
 شیطانیہ بولی:
 ”ابن خیر! اچھا! سے اس غلام کو کیا مہبت؟“
 سُلام نے کہا:
 ”جی! اب کب کے جس آدمی نے اسے میرے ہاتھ پہنچا ہے
 وہ اس کا دم نہ ہوتا تھا۔“
 شیطانیہ نے پوچھا:
 ”اور اس کے والد کا نام؟“
 سُلام نے کہا:
 ”مجھے نہیں معلوم لیکن جس بچے سے میں نے اسے
 خریدیا ہے اُس کا نام مُصل ہے اور وہ کسا تھا کہ اس لڑکے
 کا خدا اس بہت اعلیٰ اور شریف ہے۔ یہ خدا ہی اسے
 سے۔۔۔۔۔۔
 شیطانیہ بولی:
 ”ہاں! ہاں! یہ خاندان اسے سوت لے کر آج کل میں آباد
 ہوا۔ وہاں شیطانیوں سے بیانی پر کام کیا اور وہ راقی کے تمام
 غلوں میں بھرتی کاروبار پھیل گیا۔ سب باتیں میں خوب
 اچھا! مسو میں اور اب میں اس کو خریدنے آئی ہوں۔“
 ہاتھ شیطانیہ کے اسے خرید لیا اور مھر لے کر بیرونی

"ہاں ہمارے بائیں چوہ کی دوستی اور محبت ہے اگر تم نے
ماتم رکھنا چاہتے ہو تو اسے دھڑکی اور ان کے پاؤں کا امیزنا
ہر دو روز چوبیس گھنٹہ نہیں چھوڑنا سکتے۔"
یہ سننا تھا کہ ابو حنیفہ جھجکا کہ کچھ میرے لیے بیٹے
سارے ہو گیا، پھر کہنے لگا،

"ابو حنیفہ! پھر تو معلوم ہو تا ہے کہ میں دین ہوئے ہو؟"
عشاق نے اس کی غری اور طاقت سے کہا،

"میں ابو حنیفہ میں بے دین نہیں ہوا ہوں۔ میں تو
ہدایت یافتہ ہو گیا ہوں۔ تم بے شک ایک عقلمند اور
صاحب اثراتے جوان ہو، اگرچہ تمہاری فزاعی اتنی نہیں
ہوتی لیکن تم نے دنیا کو کیسی ہے، زمین کے کوہ کوڑھ میں
لگے ہر کوڑھ کے حالات سے واقف ہو زمانہ کا کائنات
اور دنیا کے تشبیہ و تمثیل اور اس کے مصائب و آفات
کا قلمیں بکھرے۔ آخر تاویز کوئی عقلمندی ہے کہ مجھے
میں آدمی یا تم میرا عقلمند شخص ان کڑی اور بڑے بڑوں
کی لپکا کر سے چھینیں انسانوں نے اپنے باطن سے دنیا
ہے اور تم چاہتے ہیں کہ کوشش کر سکتا ہے؟"

ابو حنیفہ نے منہ میں کچھ بھر لیا،
"ابو حنیفہ! بات تو تم شیک کہتے ہو لیکن تمہیں
میں نے اس تک ان چوہ پر غور نہیں کیا میں اپنی قوم
کو ان بڑوں کی پوجا کرتے دیکھا پھر غریبی ان کی دیکھا دیکھی
پڑنے لگا۔"

عشاق نے کہا،
"اچھا اب جب ہدایت کا راستہ واضح ہو گیا اور اہل
بات ظاہر ہو گئی تو پھر؟"

ابو حنیفہ نے کہا،
"پھر میں کام ہے کہ ہدایت کو قبول کریں اور اپنی بات
کی پیروی کریں۔ اچھا تمہارے پاس مجھے کہنے

کر چکے ہیں۔"

عشاق نے کہا،

"پاؤں تو ہمیں چلنے پڑنے"

آخر شام کو ابو حنیفہ نے اس کو قبول کر لیا اور مسلمان
ہو کر شیعہ کے پاس آئے شیعہ کے حبیب ان کی باتیں
نہیں تو وہ بھی حضرت محمد اور آپ کے دعوت پر ایمان لے
آئیں۔ ان کے عقلمند سہم نے حبیب ان کو درمیان بیوی
کی باتیں سنیں تو اس کا بھی اس وقت مائل ہونے
لگا اور پھر وہ بھی ان کی دور کی طرح ایمان لے آیا۔ اس طرح
اس دور کے ہر سہم نے سہم سے پہلے کھڑے ہو کر ان کو ایمان
کھڑے کر لیا اور پھر ان کی دور کی طرح ایمان لے آیا۔ اس طرح

ابھی حضور ہی دن گزرتے تھے کہ کوشش کو معلوم ہوا
کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے کر کے دین کو خدا کی مغفرت
اور خوشخبری کا وعدہ دیتے ہیں۔ بات معلوم ہوتے
تھا، انہوں نے اپنے اس فارسی غلام کو لپکا لیا اور کہنے لگے،
"سہم! اب تم جہاں دل چاہے جا سکتے ہو میں
نے تمہیں تنہا کر رہا میں ان کو کر دیا ہے۔ اب تم جس کو
چاہو اپنا دل چاہو۔"

سہم نے ابو حنیفہ سے کہا،
"کیا تم میرے دل کی بات ہو گے؟"

ابو حنیفہ نے بولے،
"میں نے اپنے ایمان کو تمہارا دل کیوں بننے لگا، تم تو
آج سے میرے بیٹے ہو!"

۱۰

لڑکی کی تاریخ میں آج ایسا دن بھی دیکھنے میں
آ گیا تھا اس کے بعد میں چوں کہ آئے وہ سختی اور شدت
میں اس روز بد سے کسی طرح کم نہ تھے۔

اس سے قبل حالت یہ تھی کہ ایک نہایت پارس
اور ہر سکون مشرقی، اس کے باشندے چاہا باڑی اور
فارسی سے واقف تھے۔ انہیں یمن و عداوت سے
کوئی واسطہ تھا۔ کوئی کسی نظر کرتا کسی کو نہایت اگراں
میں کچھ بھلا ہو بھی ہا تو سب سے حدت ہو تا کہ ایک دوسرے
کو بڑا جھگڑا دیتے، کچھ پھر فرما بھی شہر و شکر ہو جاتے ان
لاہی شہر اور اس کے گرد و نواح کا علاقہ تو اس عزم میں گیا
جہاں غریزہ و لگ پناہ جیتے اور غلام و سیرا دی امان
حاصل کرتے۔

لیکن کچھ آج کا دن ایسا بڑا کھنگر ہو گیا کہ سب پر
شکرتا لگا اور سب ہوتے اپنے قریبی انہیں کے حسین
منہری شہاوت سے اس کے گلے تلے چاہا زول اور
نیوں کو روشن کرنے لگے لیکن اس کی مسکاہت میں شکل
تھی اس کے تہنوں میں غلظت و غلبہ تھا اور اس کے
غذاں میں ہل اہل کھڑے کیے تھیں وہ بادی کا پیغام
پاشیدہ۔

ہم نے کوشش کیا کہ کوئی گھر بھی ایسا دروازہ تھا جس
میں ہر زمانہ کی چوٹی اور چوٹی تیز سبب، نہایت باور
کا دروازہ ہوا۔ اس کا کمرہ نہان قریب سے کون پہ
چوڑھوا سے تھے اس کے مشرق قریب کی راہیں اور کھلے
علاقہ تھے، قریب کے شہر اور آئینہ جگہ "ابو حنیفہ
اور اس کے ساتھیوں کی اس حرکت کو شرمناک کی انتہا
تو وہ جھکا کچھ بڑبڑاتے تھے لیکن اس کے باوجود وہ
لپکے دلی کو اس طرح تھیں دے جیتے کہ اس سختی اور شدت
سے محمد اور آپ کے ساتھی غریزہ و لگ پناہ گئے اور انھیں
ڈھیلے پر کمرہ راست اور دانشدار طریقہ مذہب
اعتقاد کر لیں گے مزید یہ کہ آئندہ دوسرے غلام اور غریزہ
لگے بنے دین ہوتے سے ننگ ہائیں گے۔ اس طرح ان

ان کے خیر و برکت کو بڑا کھنگر ہو گیا کہ سب پر
شکرتا لگا اور سب ہوتے اپنے قریبی انہیں کے حسین
منہری شہاوت سے اس کے گلے تلے چاہا زول اور
نیوں کو روشن کرنے لگے لیکن اس کی مسکاہت میں شکل
تھی اس کے تہنوں میں غلظت و غلبہ تھا اور اس کے
غذاں میں ہل اہل کھڑے کیے تھیں وہ بادی کا پیغام
پاشیدہ۔

ہم نے کوشش کیا کہ کوئی گھر بھی ایسا دروازہ تھا جس
میں ہر زمانہ کی چوٹی اور چوٹی تیز سبب، نہایت باور
کا دروازہ ہوا۔ اس کا کمرہ نہان قریب سے کون پہ
چوڑھوا سے تھے اس کے مشرق قریب کی راہیں اور کھلے
علاقہ تھے، قریب کے شہر اور آئینہ جگہ "ابو حنیفہ
اور اس کے ساتھیوں کی اس حرکت کو شرمناک کی انتہا
تو وہ جھکا کچھ بڑبڑاتے تھے لیکن اس کے باوجود وہ
لپکے دلی کو اس طرح تھیں دے جیتے کہ اس سختی اور شدت
سے محمد اور آپ کے ساتھی غریزہ و لگ پناہ گئے اور انھیں
ڈھیلے پر کمرہ راست اور دانشدار طریقہ مذہب
اعتقاد کر لیں گے مزید یہ کہ آئندہ دوسرے غلام اور غریزہ
لگے بنے دین ہوتے سے ننگ ہائیں گے۔ اس طرح ان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اے آلِ یاسر! انہیں جہالت ہو، جنت نہ ملے گی۔“

اس وقت تیرہ کی آواز بھی مشرکین نے دن میں بولی دہرائی، انہوں نے دیکھا کہ وہ ان کی طرف متوجہ نہیں ہے بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر کہہ رہی ہے۔

”ہیں گویا وہ نبی ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اس بات کی بھی گواہ ہوں کہ خدا کا وعدہ سچا ہے۔“

پھر اسی وقت تھار کی آواز بھی مشرکین نے دن میں بولی، لیکن انہوں نے دیکھا کہ وہ اپنے والدین کی طرف متوجہ ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلکہ خود ان کی کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے:

”خدا کے دشمن! آپ تمہارا باپ جو ہم پر ظلم توڑ رہا ہے، کوئی پروا نہ نہیں۔ جنت ہماری منتظر ہے اور ذلت تمہاری۔“

یہ کلمات سن کر مشرکین بڑی طرح ہنسا اٹھے اور جہالت سے غضب ہو کر ان کیسوں پر وہ تم دھماکے کر بیان سے باز رہی۔

دوسری جانب ابو بکرؓ وادی بلخ کے ایک حصے سے گزرتے تو وہاں بچان کو دیکھا کہ انہیں مشی تھم رہا تھا کہ قریش ٹھک گئے ہیں۔ وہ انہیں آگ میں جلا سکے پانی میں غوطے دیتے، لہذا انہیں گرم مٹھولوں سے داغے اور گودوں سے مارا کر لہو لہا کرتے، بیٹی ہوئی دیر سے، بچے ہوئے سنگرزوں اور دیکھتے انہوں کو بڑے دیتے اور اوپر سے بیماری بیماری پھیر کر دیتے، مقصد یہ تھا کہ کسی طرح اپنے مہربانوں کے حق میں، اپنے اظہارِ ان کی زبان سے نکالیں، لیکن کس اور لڑائیوں کی زبان سے آئے۔ آخر

اس روز شام کے وقت تک کی صحیفہ تیرہ کی اس کے اکثر باشندے حیران و پریشان اور کھڑے توڑ میں بیٹھا تھے۔ وہ اس ایذا و عقوبت کو دیکھتے لیکن بتا سکتے کہ آیا وہ اس کو پہنچ رہے تھے یا نہ پہنچ رہے تھے۔ لیکن ان کا کون کونسا جی دھکا آ رہا، وہ سب کچھ درست ہے یا نہ درست۔ اگر ان کی زبان انہیں ہر سے پرہیزنا یا جانا تو اس روز نامت کو وہ دیکھتے کہ ان کے ارادہ شام میں عیدین منارہ میں غرضی میں چھلنے نہیں سکتے فرصت و ایسا سے بخیر ہوئے ہاں ہے۔

اگلے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ایک دستہ میں تشریف لے گئے۔ آپ حضرت عثمان بن عفانؓ کے ہاتھ میں دھکا دے رہے تھے کہ ان کا دھکا اس کے پاس پہنچے۔ ان سب کو آدھ پر یا اندھ کر زمین پر چرتا تھا دیا گیا تھا اور ان کے سینوں پر بیماری بیماری پھیر کر دیتے تھے۔ غرضی بھاری دیر بعد مشرک لوگ ان کے ہاں کو آگ سے چھڑتے اور بھی بھی تیز سے اور پھر جھومتے مگر یہ تینوں افراد باقی غرضی بنے تھے ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالتے، مشرک بہت سی فینڈو و منتہب میں مجھڑ ہوتے تھے لیکن ان کو وہ اپنے مقدسین کا سیلاب میں ہو رہے تھے کہ ان کے منہ سے اپنے مطلب کی بات نکلائی، ان کی یہ مسلسل غرضی ان کا انہوں کو بہت ناگوار کر رہی تھی۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے سامنے ان عظیم لوگوں کے پاس سے گزرتے تو مشرکین نے اس روز بھی بڑے ہتھیار کی آواز سنیں، لیکن انہوں نے دیکھا کہ ان کے ان کی طرف متوجہ نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مخاطب ہو کر کہہ رہے ہیں:

”یا رسول اللہ! کیا نہ تو انہیں مال نہ ہے گا؟“

ماریا انہیں ہے۔ یہ لوگ اس کو گودوں سے اڑتے رہے گرم لوہوں اور ان سے جلاتے رہے لیکن وہ اپنے مصروف سکون کے ذریعہ اور ان کی ذرا ذرا سی چیز کے متعلق لنگھنے کے اندھ بن کر، باغریب وہ ٹھک آئے تو پہلے سے باہر کر سبت میں سخت ایذا میں دینے لگے۔ اس لحاظ سے انہوں نے سخت عیب آدھ کرنا اور پھر وہ پویش ہوئی، لیکن پھر بھی وہ اس طرح دھکا دے ان سے بائیں کنارہ پر چڑھ کر اپنی جیب میں ان لوگوں کے پاس سے لانا تو ان کی بہت سی توجہ دلی کو بڑی ناگوار محسوس ہو رہی تھی۔

مارتہ بن ہشام بولا:

”خبردار! جیہ بات منو سے نکالی، ہمارا چہرہ اچھا رہ دے منہ سے وردہ میں بھی سزا دے بیٹھے گا۔“

”رہے قریش کے ظلم اور انہیں دے سہل لوگ، تو وہ دلی میں تو اس ظلم و تعدی کو سخت ناپسند کرتے، لیکن ظاہری طور پر زبان سے اچھا کہتے، ان میں سے شیعہ افراد پر قوت و بہت ظاری تھی اور پھر لوگوں کے دلی میں بہت اور ہمدردی کے جذبات موجزن تھے۔ وہ جب تمنا کرتے تو ایک دوسرے سے کہتے کہ تم لوگوں کو سزا دے کی ساری فکر اور ان کے ساتھیوں کے پاس سے آدھ ہمارا بیٹھنا ہی اسی میں ہے کہ ہم اپنی سے چاہیں، لیکن ان کو گور و فکر طاقت اور دین ہاں ہے، میں اور کسی کو کبھی معلوم نہیں ہے اللہ تعالیٰ ان کے ہاں سے چارے مشغول کو بدل کر اللہ اور ان کے ساتھیوں کے ذریعہ ان کا ان لوگوں اور ہماروں سے دلوا دے۔“

”یہ وہ مسلمان جو قریش کے مقابل سے پیچھے ہٹتے اور ان کی تمنا ہاں سے ٹھکراتے تھے وہ لوگ اس سبب غمزدہ دیکھتے تو خواہش کرتے کہ کاش ہر زمان کی جگہ ہوتے اور یہ تعلیمیں برداشت کر لیتے۔“

”مجھے تو سب سے زیادہ عجیب اور دلچسپ اس کا رخا تھا، وہ معلوم ہوا، وہ ان کے حق میں اچھے اظہار کہلنے کے لیے گودوں سے مارا کر اس کی برائیوں آواز دیں۔“ لوگ میں جلد یا بدین پھر بھی میرے والد اس کے منہ سے کہہ نہ سکتے، مگر اس کا بیان عامر باطل گوشت رہا، اس کا ہم جلد چڑھتے وقت ہاں سے اس کے حرکت پر اٹھا اور وہ اس کے پیچھے ہر اس وقت بڑی عجیب مسکراہٹ چھائی ہوئی تھی، تو ایک وقت شیعہ میں بھی تھی اور وہ صحیح حقیقت ہے کہ اس کی وہ ذالی مسکراہٹ اس کے پیچھے سے زیادہ میرے دل پر نقش ہوئی ہے اور اس کا اثر شاید تمام عمر دور ہو رہا۔

صفوان بن امیہ بولا:

”اگر تم جلد آجی کو اور اسے متانے دلے آزاد اور لوگوں کو چاروں کو دیکھتے تو او بھی منہ آتا، وہ بہر وقت سے بانی کے اظہار بڑے اپنی اپنی طرف دیکھ رہے تھے اور خوب دڑ رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ نکالی ہوئی کر کے آئے اس میں ہاں میں کہ لیکن توبہ ہے وہ نہ دیتا تھا، وہ پھر اپنا بدلہ لے کر لے کر اپنے اس معبود کی قربت و توصیف بیان کے بار پا تھا۔“

علاء بن ولید نے کہا:

”مجھے تو سب سے کمال بڑی عجیب نظر آئی، لوگ اُس میں ہلا تھے، تھیں تیز سے چھو رہے تھے، ہاں پر گوتے پر سزا دے تھے، لیکن پھر بھی وہ ہمارا ان سے اپنے بائیں کنارہ پا چھینے ان کے مارنے سے پہلے کی اُسے کوئی پروا نہ ہوا، میں نے کبھی کسی پر مارا یا وہ اپنی تو کہہ دے کہ یہ نہ ہوا، اپنی اور پیشانی سے ٹھکرا دینے دیکھتے تھے، لیکن پھر جیسے ہی کچھ پرش آتا، وہ دھڑکتے سے اوجھڑا کر بائیں کر کے گتہا جیسے انہوں نے اس کو

ہم جو ہم فیصلہ کر رہے۔

نہیں ہم کوئی فیصلہ فیصلہ نہیں کریں گے۔ بس یہی کافی ہے کہ تم خود ہی اپنی جگہ پر کھڑے رہو۔

آخر یہ بیوقوفوں کا جن کی عقل شرط بازی سے مار دی جاتی ہے وہاں سے اٹھ کر اسے اور باستراوردیہ اور فکار کوشتی کرتے ہو دیکھئے گئے۔

قریش سے ملنے میں ایسی اذیت رسائی اور غلہ و تم کبھی نہ دیکھا تھا جس کا اس روز دیکھئے نہ آیا۔ لیکن اس جبر و تشدد کے اور جان فالتوں کی مراد پوری نہ ہوئی۔

ابوہلہ اور اس کے ساتھی آتے تو انہوں نے دیکھا کہ تھوڑے چرسے کی لٹکیاں پانی سے بھری دھنیں ہیں ایک جانب آگ دھک دی ہے سب سے اور داغنے کے انداز اس میں تپا ہے مار رہے ہیں۔ دوسری طرف اس مسلم خاندان کے تینوں لفظ باقہ پاؤں بندھے راستے کے ایک جانب بیٹھا

فادارست مال کی طرف پناہ ہے۔

ابوہلہ اپنے ساتھیوں کے گرد ہاں پھاڑتا ہے غوسہ کو ان بیوقوفوں کیوں کے گئے وہ حکم دیا انہوں نے باستراوردیہ اور فکار کو اس کے آگے لے کر پھانسا۔ ایک بیوقوف کی زبان پر اس وقت بھی دکر ابھی باری تھا۔ ابوہلہ نے ان پر ان کا عاخذہ

کوڑے برساتے شروع کر دیئے پھر آگ سے جلایا۔ پھر ان پر پانی کی ٹشیریں لٹکا دی اور بار بار ہی مشتیں تھم ہادی دھکی

پھر اس نے پانی میں ڈبوئے کہ حکم دیا تو انہیں پانی سے بھری ہوئی چری ٹشیریں میں اس قدر غوطے دیتے گئے کہ ان کا سانس کھٹنے لگا پھر انہیں باہر دھکیں گا لی کیا اور

سائنس خشک ہونے تک انتظار کرنا کہ دیکھو آب چلے دم آئے یہ کیا کہتے ہیں لیکن انہوں نے پھر وہی انداز لٹکا کر شروع کر دیا اور محکمہ قریش میں جان کر گئے۔ ابوہلہ اب

لیکن ابوہلہ نے کہ آگے کہنے کی مہلت دینی اور بیت پر نہ زور دے گا۔ ماری۔ یا ستر کی پہلی جھلک اور اسلام کو دوسرا شہید بھی جان بچ کر گیا۔

مختار اور شہید نے ابوہلہ سے کہا: کیا تم نے ہم سے جنس کا کھاندا کر گھیں یا ستر اور اس کی بچی سے اپنے دین کا اقرار کرنے میں کامیاب ہو جاؤ پھر تم پر جاؤ ہو فیصلہ کرنا۔

ابوہلہ چپ چاپ رہا لیکن قریش کے دوسرے مرداروں نے کہا:

"ہاں یہ شک یہاں کیا تھا؟ ہم اس بات کے گواہ ہیں!"

مختار نے کہا:

"پھر تمہیں پانچے کا اس شخص کو انار کے چھوڑ دو، تاکہ یہ اپنے ماں باپ کو دفن کر دے۔"

اُس روز ابوہلہ بڑے فیصلہ و غشیب میں شہید ہو کر گر پڑا۔ معلوم نہیں اُس کے قبر فتنہ کا اصل سبب کیا تھا۔ آیا وہ ان دوشیدوں کے طاقت سے قتل ہوا ہے یا پھر انار کے اس کا دل منشا پڑا کیے بغیر مر گئے یا ان کے سمیرو

ثبات سے قتل ہوئے یا انار کا وہ بغیر کسی مہربانیت اپنے چینی اور بے مری کا اظہار کیلئے ہو گئے کیونکہ یہ چیز قریش اور اس کے قدیم مذہب پر حضرت محمد صلعم اور آپ کے گھیر

مذہب کا خلیفہ ہوا کرتی تھی۔

ابوہلہ کو اس طرح اپنے گھر مدعا دار اس بیٹی میں رات کوئی۔ دوسری جانب زخمی فکار کا خاکہ گل آن کے گھر لے گئے۔ لہذا ان کے ساتھ ان کے ماں باپ کی ٹشیریں بھی ان کے گھر پہنچا دیں۔ ان تینوں قریش کے ہی چند لوگوں نے اٹھا اٹھا۔ ان میں مسلمان بھی تھے اور غیر مسلم۔ اس وقت دروں اپنی عداوت بھول گئے تھے یا زور خود

دی تھی۔ ان کے ذہن میں بس ایک خیال سما ہوا تھا کہ ان میں ایک مصیبت زدہ ہے جس کی غمخواری کرنی ہے اور دوسری چچ جنہیں جلد از جلد دفن کرنا ہے۔ یہ سوچ رہا ہے۔

وہ سب آئے اور ایک دوسرے سے ہم ملنے تعاون کیا۔ وہ فکار کی غمخواری کرنے لگے۔ لیکن فکار اس غمخواری کی ضرورت دیکھ کر انہوں نے فکار کے والدین کی تجویز و

تکلیف میں ہاتھ بٹا دیا۔ یہ شک اس تعاون کی انہیں ضرورت تھی۔ والدین کو دفن کر کے کے بعد فکار اپنے گھر لے گئے تو قریش ان سے رخصت ہوئے اور مسلمان علاقہ باز رہ کر ان کے قبر

پیشے گئے۔

اُس وقت فکار کی بہتات تھی کہ ان کا سب کا ان مقام کی شدت اور تکلیف محسوس کر رہا تھا۔ دل ایمان کی

عطاوت سے سرشار تھا اور طبیعت مال باپ کے رنج و غم سے ادا تھی۔ عثمان بن عفان نے ان سے کہا:

"جس خزانہ کا غم کہیں ہے؟ انہوں نے تو اپنا وقت بھر کر لیا اور تم سے پہلے ہی خدا کی نعمت اور رضا حاصل کر لی

کیا تم نے بھی مسلم کو فریاد نہیں سنا۔ وہ ایک مرتد نہیں ہے بلکہ جنت کا وعدہ ہوا ہے۔ تمہیں اور ایک دفعہ میں صبر کی تکلیف کر کے دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ! آج اس کو بخش دے

تو کیا تجھ میں گریہ کرے؟"

فکار بولے:

"اے اللہ! وہ آپ نے کہا فرمایا۔ مجھے یہ زیادہ نہیں کہ میں

ان پر رنج کر دوں۔ بلکہ مجھے تو ان کی خوشی ملنا چاہیے کہ وہ مجھے پہلے ہی جنت میں پہنچے گئے۔ آخر رسول اللہ نے کتنے

کریم وعدہ فرمایا تھا اور خدا کا وعدہ نہ جابجا ہے۔"

فکار نے کہا:

"اور میں بھی تو رہا تھا؟"

فکار نے کہا:

علم و تہم میں شدت پیدا کرے اور ان کو دل میں اٹھا کر۔
اس بدترین اذیت اور عذاب سے جو کبھی ختم ہو
جاتا اور کبھی پھر شرارت ہو جاتا، قمار نے اس وقت مجلس
پانی چیب کر اذیت لائی تھی مسلمانوں کو پیش کی طرف جرت
کا کھڑا کرنا چنانچہ قمار نے پیش کی طرف جرت کی اور پھر
اس کے بعد مدینہ جرت کی اور وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ امن و سلامتی سے اطمینان کی تہنگی بھر کر نہ گئے۔

۱۱۱

کمزور مسلمانوں کا اور اس نے بڑا بکا نڈھ کے ساتھ آ کر
مسلمانوں نے اُن سے فوری مدد طلب کی تب اور جنگ کے
پہلے ہی کو گورنار نے کہا کہ بڑے کھڑا ہمارا چھوڑ کر قاتل
کو ٹھکانا چاہتا ہے۔ وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر مدینہ سے
نکل آیا ہے۔
قریش نے سن کر بہت گھبرائے۔ میں ہوتے ہی گھوڑا
سے نکل کر بھاگے۔ ہر مسلمان کی تیار کی گئی تھی قریش
کے شرف سے اس تیار ہی میں ایک دوسرے سے چڑھ
چڑھ کر کھڑا ہوا۔ ابوبکر بن قریظہ کو کاب و وقت آگیا
سے جس کو وہ بہت سے مشورے اور اتفاق کر رہا تھا۔
اس کی مجلس میں سبیل بن عمر بن شافع بن جہر۔ ابوبکر بن
جس نے اپنے بھتیجے ابوالدکھلہ کا خلیفہ بنا کر انہیں قتل کیا
میں ڈال دیا تھا اور پھر اس وقت تک ستارہ ہاجب تک
پہنچتے تھے کہ ابوبکر کاب میرا بیٹا اپنے آبائی وطن میں فوت
آیا ہے اور تم کو چھوڑ کر قریش سے آگیا ہے۔ یہی وجہ تھی
کہ جب سبیل و دیگر اہل اسات سے قریش کے ساتھ جنگ کے لیے
نکلے تو اس نے اپنے بھتیجے کو بھی بڑے فخر و اعتماد کے ساتھ
لے کر آگے رکھا۔
بدین قریشین کو سامنا بڑا۔ قریش نے غمزداری

جس کو دل میں چھوڑ گیا تو انہوں نے وہاں حاکم کو بلایا اس
کا ذکر یہی معلوم ہے کہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ حاکم کو زندہ کی
راہ میں ستایا جا رہا ہے۔ پھر یہی معلوم ہے کہ حاکم کو زندہ کی
ایک قسم سے گڈ سے وہاں ابوبکر کو دیکھا کہ ابوبکر پہلی
طرف سے آتا ہے۔ نہایت تیز آگ دیکھ کر وہی ہے۔ چہ
کہ بڑی تیزی سے نکلیں میں پانی بھرا ہوا ہے۔ قمار کران و دو
کے درمیان چل رہا ہے قریش کے اہل جنگ تیز سے چھپر
دے ہیں۔ ابوبکر اس میں جا رہے ہیں۔ قمار و مسکون کے
ساتھ غامض کھڑے وہی دل میں خدا کو یاد کر رہے ہیں۔
نہایت سے ایک طرف میں لگاتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ
ہو کر کہ مسلمانوں کو اذیت لگاتی تھی۔
لے آگ اور قمار چھی اسی طرف غصہ کی اور سلامت
ہو جائیے حضرت ابوبکرؓ پر ہوئی تھی۔
ابوبکرؓ نے قمار کو اس طرح مبرا۔ وقت اور جان میں
اس خدا کے لیے چھوڑا کہ ان کی جان لینے کے لیے کافی تھا
لیکن اللہ تعالیٰ فرمایا ہے۔

أَذْعَبْنَا نَجَبَ كَلْبَةَ

اچھے سے دھوا گھوڑیں قبول کر دوں گا

قمار کے لیے خدا سے اس شخص نے دھوکا دیا تھی جو
اسے تمام بھندوں سے بھرا اور مجرب تھا۔ خدا کی مکت
مجھ خوب ہے اور ہر کوئی ایک وقت میں ہے۔
قمار نے اس کو ایسی ایسی اذیتیں برداشت کیں
جن میں سے بعض تو انسان ہمارا کھاتا ہے۔ لیکن بعض کا
مہناس کے کس سے باہر ہے۔ آخر جب سورج اٹھنے
لگا تو ان پر غم و غم و غم ہوا اور وہ اپنے گھر واپس گئے۔
جو تھے پھر ان کو کافی دن و شبیں دینے لگی۔ دیکھی کہ قمار
نے خیال کیا کہ اب دوبارہ ان کو کشتن تم نہ بنا جائے گا
لیکن ابوبکرؓ نے یہ دھوکا دیا کہ اس نے دیکھی کہ اپنے

انہوں نے اظہار اگر میں بھی ان دونوں کے ساتھ کرنا
تو سب شک ہے کبھی خوش ہوئے کہ حق قاتلین وہ دونوں
گورنر کے اور ان میں وہ گیا ہوں۔ زندگی میں تھے بہت
میں اور غصہ کر رہے۔ مجھے اس بات کا بے حد غصہ
ہے کہ موت نے مجھے اسے بھرا کر دیا۔ اور اب میں لوگوں
کا غصہ شوق ہوں گا۔ مجھے گناہوں اور غمناکیوں پر گوارہ
کریں گے میرے اعمال سب ہوں گے اور نیک بنائیں
گی۔

حقانچہ ہوئے۔

خدا کی رحمت سے جو لوگوں کی مہربانی ہے
اُس کو تو وہ نہیں گناہوں کا اسی طرح مکت ہے جیسے نیک
اعمال کا۔ جو ان سے اسی طرح واسطہ ہے۔ جیسے نیکوں
سے۔ انہیں زندگی سے نعمت نہیں کرنی چاہیے جب
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہیں۔
قمار کے کیا۔
"وہاں بات تو خلیفہ ہے۔"

پھر وہ اس طرحی سے اٹھ کھڑے ہوئے جیسے
کوئی دھوکہ بازی یا تکلیف سے کبھی نہیں۔ ایسا
معلوم ہوتا تھا جیسے ان میں قوت و طاقت کوٹ آئی ہے
جیسے دوسرے قوی انسانوں میں ہوتی ہے۔ وہ اٹھتے ہوئے
چلتے اور اپنے دوسرے اصحاب سے کہتے گئے:
"وہ مجھ وادہ انجام دواؤ ہمارا دے دیکھتے ہیں کہ
انڈے پاس کیوں نہیں۔"

پھر وہ سب کے سب وادہ کر گئے اور اپنے
دوسرے مسلمان بھائیوں کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے
اور آپ کی باتیں سننے کے لیے آپ انہیں نصیحت فرماتے،
دلوں کو پاک کرتے اور قرآن مجید کو پڑھاتے۔

ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آپ کے گرد جمع تھے

دراصل انہوں نے دل سے کہہ کر انہیں کیا قہار
دکھنے کے لیے ان کو دل کھٹا تھا۔ انہوں نے قریش کے غمزدار
وے وقت قہار کی طرف اپنے دل کو بھی ایمان کے ساتھ ملنے
بایا تھا۔

ادواب!..... دیکھو وہ لوگوں اپنی قوم
کی انوں سے نکل کر مسلمانوں کی صفوں میں جا رہے۔ وہ
دوڑا ہوا آگے چلے جا رہے۔ آخر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ کر
آپ کو سلام کرتے رہے اور آپ سے برکت کی دعا لیتے رہے

تاریخ

قرآن کریم کے ارتکاب

ماہنامہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول پر اپنی آخری کتاب نازل فرما کر دنیا و ابد پر اتمام حجت کر دی۔ اس انسانیت کی خلافت و جہود و اسی کتاب کی پیروی میں خلاص ہے۔

اس کتاب پر ایمان لانے والوں نے اسے پڑھا، سمجھا اور اس کے علوم و معارف سے واقفیت حاصل کی۔ پھر اس کی نصرت کے لیے کوشش کرتے ہوئے توجہ دینے لگے۔ ان کتاب پر بھی لکھیں، افادت تیار کیے، اس کی فضاحت و جہالت اور اس کی زبان و انداز پر مختلف علوم و فنون وجود میں آ گئے۔ ہر سرپرست نے یہ بیٹے جانے پر کام کیا، کیا اور کیا جا رہا ہے۔ اپنے ترقی یافتہ عقول تک نے اس کے علمی لغوی اور ادبی بیہودوں پر بہت کچھ کام کیا۔ محققیت مندوں نے غلط حجت و عقیدت میں اس کے عقائد کی حرکات و سکنات کی کوششیں کیں۔

اسی قرآنی خدمات میں سے ایک خدمت تفسیر قرآنی کی ترتیب بلحاظ الفاظ و مضامین بھی ہے۔ جس طرح قرآن کریم کی تفسیر، افادت، احکام اور دوسرے علوم و فنون سے متعلق انسان کاوشوں کا استفسار کر لینا ممکن نہیں ہے۔ اسی طرح قرآنی ادکس اور اشاریے کے عنوان پر جو کام کیا جا چکا ہے اس کا انا بھی مددگار کے غرات ہے۔ مجھے اس کام کے لیے بہت مختصر

وقت ملا اس میں جو معلومات حاصل ہو سکی ہیں وہ یہاں پیش کی جا رہی ہیں۔ اس موضوع پر کام کرنے کی وسیع گنجائش موجود ہے۔ میں نے اس مضمون میں چند مطبوعہ تصانیفات کا خلاصہ پیش کرنے کی بجائی کہ کوشش کی ہے کہ ممکن ہے کوئی صاحب مستقبل میں اس موضوع پر تمام افادیں اور تفصیل کے ساتھ کوئی مواد سامنے لاسکیں۔

اس مختصر مضمون کے بعد ضرور ان کتابوں کا تعارف و ملاحظہ فرمائیے جو اس موضوع پر میرے سامنے آ سکی ہیں۔

(۱)

المجمع المفہر للالفاظ القرآن الکریم (عربی)

ترتیب: محمد رفیع محمد البانی

مطبوعہ: مصر ۱۳۷۷ھ جزائریہ مصر ۱۳۷۷ھ

اس وقت تک قرآن کریم کے ادکس کے موضوع پر جتنی کتابیں مرتب ہو چکی ہیں ان سب سے زیادہ مفصل اور مفید کتاب ہے قرآن کریم کا کوئی الفاظ جہاں جہاں آیا ہے ترتیب سے فہرست اس کا مکمل حوالہ دیدیتے ہیں۔ افسوس کہ یہ تمام آیات میں جو الفاظ استعمال ہوا ہے۔ مثال درج کر دی ہیں لیکن میں یہ وہ الفاظ استعمال ہوا ہے۔ مثال کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی محمد ہے۔

ملاحظہ ہو،

۱۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔۔۔۔۔ آل عمران آیت ۳۴

۲۔ یا کان محمد ابدا احد من رسلکم ولکن رسول اللہ۔۔۔۔۔ احزاب آیت ۴۰

۳۔ آتینہو بائسلی علی محمد وهو الحق من ربہم۔۔۔۔۔ محمد آیت ۲

۴۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی البغاء رحماء۔۔۔۔۔ آل عمران آیت ۲۹

قرآن کریم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی محمد ان چالیس مقامات پر آیا ہے۔

اسی طرح کوئی الفاظ سے پہلے وہ جہاں جہاں استعمال ہوا ہے وہ تمام آیات میں حوالہ ایک ایک سطروں میں

منابت النبی وغیرہ صورت طریقے پر دے دی گئی ہیں۔ چنانچہ

لفظ عائشہ کا نام لکھوں میں بھی ہوا ہے۔ کوئی ایسا ہے تو میں

کہہ کر یہ لفظ تفسیر باقرآن کریم میں آیا ہے میں نے اسے لکھا

تو اس کی تعداد ۵۳۳ ہوئی۔ (اس میں ایک آدھ ہند سے کہ

کمی زیادتی کا امکان ہے)

ترتیب نے ایک اور بات کا اظہار بھی کیا ہے وہ

یہ کہ ہر سورہ کے ساتھ سیرنلر Serial Number دیا ہے

اور یہ بھی لکھ دیا ہے کہ سورہ کیسے یا بعد کیسے کے

لیے حرفت کا اذہار ہے کے لیے حرفت مسموم استعمال کیا گیا ہے

اس ادکس کی مدد سے قرآن پاک کا کوئی الفاظ کا فہرست

کرنے کے لیے ناوہ Root نظام ہونا ضروری ہے ناوہ

مخت وقت پیش آئے گی اور ممکن ہے کہ اس کے باوجود

کامیابی کو سامنا کرنا پڑے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ

تہ حضور کے اسم گرامی محمد پر قرآن کریم کی ایک سورہ کا نام

مجھے ہے۔

طبع و سلم کے نام مبارک محمد کو کھش کرنے کے لیے نام دو جو اس لفظ کی اصل ہے کی طرف توجہ کریں کہ تو قرآن میں صرف حضور کو کھش کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ احمد اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، دونوں مبارک نام ساتھ ساتھ آئے ہیں اس لیے کہ دونوں کا نام ایک ہے۔ احمد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی ہے جو قرآن کریم میں صرف ایک جگہ سورہ العنک، آیت ۱۰ میں آیا ہے۔ لفظ خدا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسے احمد۔۔۔۔۔)

ناوہ کے حروف پر سفر کی پیشانی پر لکھ دیے گئے ہیں۔

کتاب کے شروع میں اس حروف بھی کے لحاظ سے

ما دون کی فہرست صفحت کے حوالوں کے ساتھ درج

کر دی گئی ہے جس سے ناوہ کا شکر کرنے میں بہت آسانی

پیدا ہوگئی ہے۔ مثلاً لفظ اربعین کا ناوہ بتایا ہے ڈس

اسما کی کائنات ناق: انا لکھنا کا ناوہ ی: انا لکھنا کا ناوہ

ان میں سے جس لفظ کو کھش کا مقصود ہو اس کے ناوہ

کی مدد سے تلاش کیا جائے گا۔ ناوہ کی ترتیب حروف

تھی کے مطابق رکھی گئی ہے۔

ترتیب نے وہ باب بھی بتایا ہے کہ انہوں نے

اس کتاب کی ترتیب کے سلسلے میں مجموعہ القرآن کی نظر

القرآن کو سامنے رکھا ہے اور اس سے مدد لی ہے۔ یہ

کتاب ایک عربی مشرقی دلفن کی کتاب آیت ہے جو

پہلی بار ۱۴۰۷ھ میں شائع ہوئی اس کتاب نگار میں بھی

ہے۔ آگے مختصر یہ اس کا مختصر تعارف پیش کیا جا رہا ہے

کتاب پر ڈاکٹر منصور محمدی کی تقریر ہے۔ اس میں

انہوں نے اس موضوع پر تین مزید کتابوں کے نام بتائے ہیں

۱۔ مفاتیح کوز القرآن جس کا خلاصہ اس مضمون

میں شامل ہے

۲۔ فتح الرحمن اس کا مختصر تعارف بھی اس مضمون

میں شامل ہے۔

۳۔ ترتیب ترتیباً۔

المفسر انفسہ میں اپنے فیہوت اور کاغذ پر لکھا کہ
سے معیار کی کتاب ہے اور پاکستان میں دستیاب ہے۔

۱۲۱

تفصیل البیان فی مقاصد القرآن

مولانا، بیروت تاشی و دیوبند

مطبوعہ دارالاشاعت پنجاب لاہور ۱۳۴۰ھ
یہ کتاب علم و ملامت پر مبنی ہے اور

ان کے مجموعی صفات تقریباً گیارہ سو ہیں۔
یہ کتاب مشرق و مغرب کے مسلمانوں کے مفصل

تفسیر ہے۔ ذیل کی تفصیل سے اس کی اہمیت کا اندازہ
ہو سکے گا۔

۱۱۔ الجزائے اولیٰ :-

کتاب العقائد۔ اس کے دو حصے ہیں۔ پہلے
حصے میں اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور افعال کا بیان

ہے اور دوسرے تمام آیات جو ان سے متعلق ہیں بقیہ حوالہ
درج کر دی گئی ہیں۔ دوسرے حصے میں وہ آیات جمع کی گئی

ہیں جو بذاتہ خلق، افعال و عقائد سے متعلق سمجھی ہیں۔
۱۲۔ الجزائے ثانی :-

کتاب الاحکام۔ اس حصے میں فقہی احکام
سے متعلق آیات جمع کی گئی ہیں مثلاً ایمان لانے کا حکم،

توکل فی نفس، رسول کی اطاعت کا حکم، کتاب العبادات
چماؤ، نکاح، طلاق وغیرہ۔

۱۳۔ الجزائے ثالث :-

کتاب الرسالہ۔ اس حصے میں وہ آیات
جمع کی گئی ہیں جن میں نزولِ رسالہ، کلاموں کے نزول،

اور اعتراضات اور ان کے جوابات ہیں۔ چند عنوان

ملاحظہ ہوں۔ نزول القرآن، اوصاف قرآن، منافع قرآن

رسالت کے دلائل، صفات رسل پیشین، کریمین، نوران

انجیل، اصحاب وغیرہ۔

۱۴۔ الجزائے رابع :-

کتاب البوار۔ اس حصے میں وہ آیات جمع کی گئی ہیں
جو قیامت میں پیش آنے والے واقعات سے متعلق ہیں۔

مثلاً وارثت، کتاب الاعمال، موت، قیامت،
عشر، عقیقہ، حساب، میزان، شفاعت، دوزخ،

جنت وغیرہ۔

۱۵۔ الجزائے خامس :-

کتاب الاخلاق، فضیلت علم، صبر، شکر، توکل
اخلاص، صدق، ایمان، جہد، جمہور، اغتراب، یاکاری،

تکبر، اصلاح، عین انسان، ادا، عیسیٰ، اقل، غرب،
سیاسیات وغیرہ عنوانات کے تحت آیات جمع کی

گئی ہیں۔

۱۶۔ الجزائے ساکس :-

کتاب بذائق۔ آفرینش عالم، نظام شمسی،
آسمان، بارش، بیل و شمار، معدنیات، استعمار،

پہاڑ، عرش الارض، عرش وغیرہ عنوانات کے
تحت آیات ہیں۔

ہر جلد کے ساتھ فصل فہرست، مضامین شامل
ہے اور اس میں ہر موضوع کے متعدد پیلو درج کر دیے

گئے ہیں یعنی جیسی سائنس کے مختلف پیلو ہیں اور وہ
کئی عنوانات کے تحت آگئے ہیں ان میں ان تمام

عنوانات کے تحت درج کیا گیا ہے۔ مثلاً سفر میں
غنا، قصر کا حکم، قرآن میں کاشش کرنا جو دو سفر کے

عنوان کے تحت بھی ملے گا قصر کے عنوان کے تحت
بھی اور نماز کے عنوان کے تحت بھی۔ ان میں

عنوانوں کے تحت وہ آیات مل جائے گی جس میں

غنا، قصر کا ذکر ہے۔

کتابت، طباعت اور کاغذ پر جو حصہ ہے۔

(۳)

مفتاح کنوز القرآن

مولانا، کالج، استنبول، ترکی، اور تانان

اردو میں کئی بار شائع ہوئی۔

کاغذ و خط لاہور، کے ملک محمد شاہ

صاحب نے ۱۹۳۷ء میں اسے شائع

کیا جو پڑے سارے ۴۵۵ صفحات پر

پھیل گئی ہے۔

ہر لحاظ سے عمدہ اور کامیاب کتاب ہے۔ غیر
عربی دانوں کے لیے اس میں عربی کی ایک بات یہ

بھی ہے کہ آیات کا کاشش میں مادہ کے بجائے صرف
تجہ کی بنا پر اس کو ترتیب دیا گیا ہے جس کی وجہ سے

بہت آسانی پیدا ہو گئی ہے جو آیت کا کاشش کرتی ہو اس
کے کسی مستقل اسم یا فعل کے پہلے اور دوسرے حرف

کی مدد سے آسانی کا کاشش کیا جا سکتا ہے۔ پہلے حرف
کا نام باب ہے اور دوسرے کا نام فصل۔ اسم ہمارے

محرر کا کاشش کرنا جو باب 'م' فصل 'ح' میں ملے گا اور
لفظ لفظ باب 'ح' اور فصل 'ح' میں ملے گا کتاب کے

آخر میں ابواب اور فصلوں کی فہرست شامل کر دی گئی
ہے۔

یہ ایک بہت ہی مفید کتاب ہے کتابت اور
طباعت کے لحاظ سے غنیمت ہے۔

الفاظ القرآن لمسلمیٰ جو مجموعہ الفرقان جلد
تخریج آیات القرآن المجید

مولانا، جموں فیروز آباد صاحب کاہوری

مطبوعہ لاہور ۱۳۳۱ھ صفحات ۲۷۴

ساز پڑا۔

اس کتاب میں حرف تہ کی ترتیب سے الفاظ
دیے گئے ہیں اور ان کے لیے بارے اور کون کے

نمبر دیے گئے ہیں۔

کتاب کے آغاز میں قرآن کریم کے رکوعوں کا
انڈیکس اردوں کی ترتیب کے مطابق دیا گیا ہے یعنی ہر

رکوع جس آیت سے شروع ہوتا ہے اس آیت کے
ابتدائی چند کلمات لکھ دیے گئے ہیں گیارہ رکوع کا نام

ہے اور ہر بارہ رکوع کی اردو ترجمہ دی گئی ہے
مثلاً کے طور پر پہلے بارے کے شروع میں لکھا ہے کہ

اس کے ۱۲ رکوع ہیں۔ پہلا رکوع سورہ بقرہ کا ۱۲م
دوسرا ذن الناس، تیسرا ایمان الناس، اور چھ

نوا کاں۔

کاغذ و کتابت، طباعت ہر اعتبار سے کتاب
واقف ہے۔

(۵)

مجموع الفرقان

مطبوعہ فیض بخش انجمن فیروز پور، ۱۹۰۰
چھوٹے سائز کے ۲۲ صفحات

یہ کتاب دراصل حسن مستشرق (افغانی) کی مشہور
کتاب مجموع الفرقان فی اطراف القرآن کا اردو ترجمہ

ہے۔ اصل کتاب انگریزی میں ہے۔
الفاظ القرآن کا کاشش کے لیے ترتیب کاغذ کے لحاظ سے

رکھی گئی ہے اور آخر حرف تہ کی ترتیب کے مطابق
ترتیب دیے گئے ہیں مثلاً ابصار، تبصر، انبصار،

تبصر، بصر وغیرہ سب بصر کے تحت دیے گئے ہیں

یہ دراصل یہ وصفیہ نمونہ اہل غاں صاحب کے انگریزی مقالے کا اردو ترجمہ ہے جو مقالہ نگار نے خود ہی کیا ہے۔ اور دسمبر ۱۹۷۱ء میں اخبار دیسینہ (بجنور) میں شائع ہو چکا ہے۔

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ اس مقالہ میں قرآن کریم اور آیات کی ترتیب پر نزول پر مقالہ نگار نے دو کیفیتیں دی ہیں۔ پہلی کہ اگر ہم ان کے مفسرین کے درمیان اس موضوع پر اختلافات ہیں ان کو بیان کرنے کے بعد مفسرین نے اپنی تحقیقی رائے کا اظہار کیا ہے اور اس پر مقرر تک جو کچم بولتے مقالہ نگار نے اس کا جائزہ بھی لیا ہے نیز مستشرقین نے اس وادی میں جو محاسن لکھی ہیں ان میں بڑی جرأت کے ساتھ واضح کیا ہے۔ قرآنی ظلم کے غالب طوں کے لیے یہ مختصر سی کتاب بہت کام کی چیز ہے۔

فہرست مضامین کی ایک جھلک سے کتاب کی افادیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

- * اب تک اس سلسلہ میں کیا گیا کام
- * مختلف سماجی گروہ کے مصاحبت
- * ترتیب نزول کے سلسلے میں مستشرقین کی کام کو کششیں
- * کئی دینی سورتوں میں امتیاز کریم کا طریقہ
- * ترتیب نزول قرآن کریم بعد رحلت اودغابت
- * سیدنا محمد علیہ السلام ووضو
- * کتاب کے آغاز میں مولانا عبدالحمید الدہلوی مرحوم کی رائے بھی دی گئی ہے۔ وہ فرماتے ہیں مولانا محمد امجد علی خان باغداد کا مفسرین جو پیشتر احسان دے گا۔ انہوں نے

اندرونی شہادت کے مدد سے کئی مرتبہ کی میں کرنے کا راستہ کھول دیا ہے اور روایات کے اختلافات جو حلق پیدا ہوا تھا اسے دور کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

۱۱۱

فہرست موضوعات اقسار مشہور۔

تفہیم القرآن

مولانا مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کی تفہیم القرآن کو کھلا انداز میں کیا جاسکتا۔

پہلے سے ۶۶۶ پارہ کی سورہ احقاف تک چار جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ ہر جلد کے آخر میں فہرست موضوعات یعنی قرآن کے مضامین کی فہرست شامل ہے۔ یہ فہرست جسے سائز کے ۲۷۸ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ یہ چاروں جلدوں کی فہرستوں کے مجموعہ کی تعداد ہے۔

حروف تہجی کی ترتیب سے الف سے ی تک عنوانات دیے گئے ہیں۔ چاروں جلدوں کے عنوانات ایک ہی ہیں مثلاً چاروں جلدوں کے پہلے حرف الف کے تحت پہلا عنوان ابراہیم ہے۔ اس طرح چاروں جلدوں میں سے ابراہیم کے تحت تمام عنوانات کو یکجا کیا جاسکتا ہے۔ البتہ حوالوں کے لیے چونکہ ہر جلد کے صفحات الگ الگ ہیں اس لیے صفحے کے حوالے کے ساتھ جلد کا حوالہ بھی دینا ہوگا۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ انگریسی اپنی موجودہ شکل میں صرف تفہیم القرآن کے ساتھ ہی استعمال ہو سکتا ہے اس لیے کہ تفہیم القرآن کے انگریسی میں تفہیم القرآن ہی کے صفحات کا حوالہ دیا گیا ہے۔ نیز حوالے میں آیات کا نیز پیش

دیا گیا۔ اس لیے موجودہ صورت میں اس سے صرف تاجین تفہیم القرآن ہی قائمہ اٹھا سکتے ہیں۔

ہو سکتا ہے کہ اس کے لیے کجیب تفہیم القرآن اللہ کی مشیت و توفیق سے مکمل ہو جائے تو کوئی صاحب اس انگریسی کو پورے قرآن کے اندکس کے طور پر مرتب کرنے کی طرف توجہ دیں اور اس طرح سے اس سے استفادہ کا حلقہ وسیع ہو جائے۔

۱۱۲

لغات القرآن

تالیف: مولانا عبدالرشید نعمانی صاحب مولانا عبداللہ جمال صاحب مطبوعہ: ندوۃ المصنفین دہلی۔ چھ جلدوں میں ہے اور ہر جلد صفحات ۱۶۲ ہیں۔

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ قرآن کریم کا لغت ہے لیکن الفاظ کی فہرست کا قاعدہ شناختا حاصل ہو چکا ہے۔ چنانچہ خود لغت نے نام کے ساتھ ہی فہرست الفاظ بھی لکھا ہے۔ اس کتاب کا اپنی ضمنی پہلو میں فہرست الفاظ بھی ہمارا موضوع گفتگو ہے۔ اس لیے ہم اسی پہلو کا لغت کو انگریسی کے جہاں تک بحیثیت لغات قرآن کا تعلق ہے اس کے متعلق صرف اتنا کہہ دیتے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اردو زبان میں اس سے بہتر قرآن کریم کا کوئی لغت جہاں لغت سے نہیں گزرا۔

کتاب چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ ایک سے چار تک مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی کی تالیف ہے اور چاروں جلدوں میں مولانا عبداللہ جمال صاحب جلد کی ترتیب کو دیتے اس لغت کو قاعدہ و مانند سے بہت کرا لفاظ کی موجودہ روشنی کی ترتیب پر ترتیب کیا گیا ہے۔ لغات کنوز القرآن کی مانند انہیں کا لغت اور دیا جاسکتا ہے۔

حرف باب اور دو حرف ضل سے اس طرح مرتب اور کجیب کو یاد معلوم کیے آسانی کے ساتھ حاصل کیا جاسکتا ہے۔

حوالے میں سورہ کے مقامات پر سورہ اور کجیب کا حوالہ دیا گیا ہے۔ حروف کے نزدیک ہر سورہ میں ہندوکی میں اسورتوں کے ناموں اور آیات کے خبروں کے بہتے پادوں کے نام اور کجیب کے خبروں کا رواج زیادہ ہے اور یہ بات درست سمجھا ہے۔

یہ کتاب لطاعت کا لغت و خبر ہر لغت سے عمدہ اور مدوۃ المصنفین کی روایات کے مطابق ہے اور بہت کامیاب ہے۔

۱۱۳

تبویب القرآن لفظی مضامین القرآن

ترجمہ: مولانا وحید الزمان مرحوم مطبوعہ: لاہور صفحات ۷۰۰۔ کتابت کاغذ لطافت ناقص مضامین کی فہرست کے چند ابواب ملاحظہ ہوں۔ اقتصادات، فقر القرآن، قصص القرآن، التفرقات، سورتوں کی خبر اور فہرست شامل ہے۔

۱۱۴

قرآن معرّی

مطبوعہ: انجمن حمایت اسلام قرآن کریم کے معرّی نسخوں میں سورتوں اور پاروں کی فہرست کے تحت ہر قرآن کریم کے ساتھ شامل ہوتی ہے۔ مگر بعض نسخوں میں خاص طور پر تفصیلی معلومات کا انتہام کیا گیا ہے۔ ان میں سے فہرست انجمن حمایت اسلام لاہور کا مطبوعہ قرآن کریم ہے۔

شروع میں سورتوں، رکوعوں، منزلوں اور پاروں

کی مفصل فہرست شامل ہے۔ بحکم القرآن کہ یہ کی طرح
پڑھ کر قرآن کریم کے رکوع کا انکس و یا گیا ہے۔ یعنی
ہر رکوع میں الفاظ سے شروع ہوتا ہے وہ ابتدائی الفاظ
بطور رکوع کے نام لکھ دیے گئے ہیں۔ نیز الفاظ نامزد
مستحقین اور متاخرین کے سامنے اور سبیل کا دست کی
فہرست بھی شامل کر دی گئی ہے۔ سورہ کی کھات و تفسیر
نور الودھن علیہ علیہ دی گئی ہیں جن سے واقفیت
قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے ہر شخص کو ہونی چاہیے
قرآن کریم کے عربی نسخوں میں اس قسم کی معلومات
کہیں نظر سے گذری ہیں۔

۱۵۔

قرآن مترجم عربیہ اولیٰ مجموع
مولانا امجد علی دہلوی مجموع کے ترجمہ قرآن کریم کے
شروع میں بھی قرآن کے مضامین کی ایک فہرست شامل
ہے۔ وہ فہرست قطعی اہام کے مطابق ترتیب دی گئی
ہے مثلاً کتاب التاؤد کتاب الصلوٰۃ کتاب الزکوٰۃ
کتاب الحاکم وغیرہ اس طرح کے سبکی کے کاوش
کرنے میں اس سے کافی مدد مل سکتی ہے۔

۱۶۔

حاصل شریف مترجم
ترجمہ، شاہ رفیع الدین صاحب
مطبوعہ لاہور ۱۳۶۶ھ
شروع میں مضامین قرآن کی مفصل فہرست شامل
ہے۔ چند اہام کا مختصر جملہ:
خدا کا شہوت، توحید کا بیان، روشنی اللہ کی صفات،
غلاب، آزمائش، تقدیر، لوح محفوظ، اسلام، ایمان،
وہابیہ، جنت کی نعمتیں، مسود، قرض، نکاح، طلاق،
بیعت وغیرہ۔

۱۷۔

حاصل التفسیر
از: ڈاکٹر عبد الباقی
مطبوعہ: کربلا ۱۹۷۰ء
شروع میں تفسیر فہرست مضامین درج ہے۔
ایک فہرست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ
پر شامل ہے اور آخر میں سورہوں کی فہرست ہے۔

۱۸۔

انکس قرآنی امین فہرست احکام الہی
مترجمہ: محمد مصطفیٰ علی صاحب ہزاروی
شائع کردہ: ادارہ تعلیم انسانیت، ۱۳۵۱ھ
مسجد روڈ، بہار کلاں کرچی

مترجم کے سامنے اس انکس کا خاکہ ۱۱ جلدوں کا
ہے۔ اولیٰ اس کی جلد اول جمع ہوئی ہے، جس کا عنوان
کتاب الاخلاق ہے۔ کتاب الاخلاق قرآن اہام میں تقسیم
کیا گیا ہے، اخلاق حسنہ، اخلاق سیئہ، اخلاق متفرقہ
اس میں موضوعات کے تحت آیات کے اردو
ترجمہ مرتب کیے گئے ہیں اور آیت کا حوالہ یہ طریق سے
درج کیا گیا ہے جس کے ذریعے بہرہ رسانی سے قرآن مجید
میں دیکھا جاسکتا ہے۔ فاضل علم کے اردو ترجمہ مستند
مفسرین کے ہاں سے لیے ہیں۔

جلد اول ۵۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس سے لفظ
کیا جاسکتا ہے کہ اگر کسی کتاب میں ہوگی اور نہ اسموہدی
مذہب کے اس میں مدد ملے گی۔ قرآن فہرست موضوعات
کے دو دائرے اور دونوں عام پوری طرح مکمل ہائیں گے
نہایت قیمتی کاغذ پر آئینہ کی لطافت ہے اور
اس لحاظ سے قیمت جتنی بہت کم رکھی گئی ہے، یہ سیسی
صفت دیکھ دو پے

مزید کتب کا اجمالی تذکرہ

اس موضوع پر اور بھی بہت سی کتابیں تالیف کی
گئی ہیں لیکن ان کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل و
ہو سکیں۔ ذیل میں چند کتابوں کے نام بطور نمونہ
۱۔ جواہر القرآن، از: محمد غزالی، مکتبہ کتاب ہے
اور صحت اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور افعال
کے متعلق آیات جن کی گئی ہیں
۲۔ فتح الرحمن طلب آیات القرآن، از: رفیع الدین سیسی
۳۔ مفتاح نور القرآن، اہم کا کتابت اور پوزیا چکا ہے
اسی طرح کی کتاب ہے۔ آیات کا شرح کرنے کا انداز بھی
سہیل ہے۔

۴۔ انوار البصیرۃ، مطبوعہ لاہور
۵۔ دلیل الخیران فی الاکشف من آیات القرآن
مطبوعہ دھرا
۶۔ سبکات الایمان فی فہم الکتاب العزیز
۷۔ مفتاح القرآن، از: مرزا علی بیگ لڑکا
۸۔ آفتاب الایمان، کلیم الفاظ، از: مولوی عبد اللہ
مترجم کاغذ اور اس کتاب میں ان آیات کے جن
کرنے کا مقصد کیا گیا ہے جن میں روحانی تعلیم
کا ذکر ہے۔

۹۔ آئینہ قرآن، از: پوری دہلی، اس کتاب میں
ان آیات کے حوالہ دینے کا مقصد کیا گیا ہے
جو صیغہ میں سے متعلق ہیں۔ دوسری آیات کی
طرف توجہ بہت کم کی گئی ہے۔ یہ صیغہ کیوں
ساتھ لکھ کر نیرا حضرات کے لیے بہت مفید
کتاب ہے۔

۱۰۔ تنقید القرآن، از: پوری دہلی، علامہ ابن عربی
سائنس، والوں کو جو حق و حقیقت اور حقیقت
میلک اس رسالے میں ایسی تمام باتیں بیان کر رہے
اور ترجمہ مولانا فتح محمد عابدی کا ہے۔ اور اس کی کئی
پڑاؤں کا تعلق کسی بھی صورت میں سائنس کے موضوع
سے ہے۔

ایک غیر مطبوعہ قرآنی انکس

الفاظ القربان
تعلیمی نسخہ، مولانا حافظ محمد حسین
موجودہ دفتر

اس انکس کے مرتب دینی علوم کے ساتھ ساتھ
عرفانیت و ادب میں مہارت رکھتے تھے۔ تمام نامہ فاضل
کے ساتھ عربی و فارسی میں شعر گوئی اور تاریخ کا کمال
بھی فرماتے تھے لیکن اشاعت و شہرت سے قبل کاگزیتا
ان کی متعدد تصانیف کے مسودے جن میں لغات الفاظ و
ادبیات بھی شامل تھیں، ضائع ہو گئے ہیں۔ صرف یہ کتاب
محفوظ ہے۔ اس کتاب میں زیادہ تالیف کے جو حوالے
درج ہیں ان کے نوے سے زیادہ سے ۵۰ سال کا بیشتر یعنی
۱۳۱۳ھ میں مرتب ہوئی۔ اس لحاظ سے برصغیر کے مشہور
انکس اس کے بعد مرتب ہوئے ہیں۔

اس فہرست الفاظ و آیات قرآنیہ میں عام فہر
عربی و اوی کی سہولت کو مد نظر رکھا گیا ہے اور مدد کے
بجائے صرف عربی کی ترتیب سے تمام کے تمام الفاظ مشتق،
پہلے انکس کو پیش کیا گیا ہے۔ ہر آیت کا مرقعہ ہے جس میں
۱۔ فاضل لغات عربی و ادبی کے ایک گاؤں یا بار آباد
متعلق تحت پر کی خدا ورات کے رہنے والے تھے۔
۲۔ بطور مدد برصغیر میں عربی صاحب کے گزرا استعمال ہے۔
۳۔ لغات مجموعہ ان کے غائی جزاؤں میں سے تھے۔

